جلد اول

افاداتِ صدیق رحمۃ اللہ علیہ

علمی و اصلاحی و تربیتی ارشادات



افادات و ارشادات

حبیب الامت حضرت مولانا قاری سیّد صدیق احمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ

بانی جامعہ عربیہ ہتھورا (ضلع باندہ)

خلیفہ مُجاز

حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

سوزِ دروں

مولانا مشکور ہاشمی صاحب دامت برکاتہم

جمع و ترتیب

مفتی محمد زید مظاہری ندوی صاحب دامت برکاتہم

پسند فرمودہ

مفکرِ اسلام حضرت مولانا سیّد ابو الحسن علی الحسنی الندوی رحمۃ اللہ علیہ

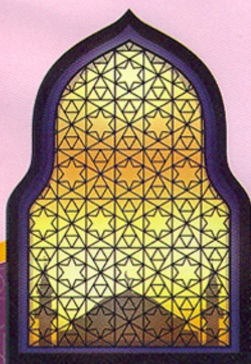
مُحیُ السُّنّۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرتِ اقدس حضرت مولانا مفتی عبد الرؤف غزنوی صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر منظور احمد مینگل صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل ریحان صاحب دامت برکاتہم



باہتمام

مولانا مشکور ہاشمی صاحب

مکتبہ دار العلوم صدیقیہ، نارتھ کراچی، کراچی

نظرِ ثانی وتخریج شدہ ایڈیشن

نامِ کتاب	:افاداتِ صدیق رحمہ اللہ
افادات وارشادات	:حبیب الامت حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی رحمہ اللہ
جمع وترتیب	:مفتی محمد زید مظاہری ندوی صاحب دامت برکاتہم
تصحیح وتخریج	:مفتی احمد حسن صاحب
کمپوزنگ وسیٹنگ	:محمد روحان خان
اشاعتِ اوّل (جدید)	:شوّال ۱۴۴۱ھ بمطابق جون ۲۰۲۰ء
تعداد	:۱۱۰۰
ناشر	:مولانا مشکور ہاشمی صاحب

مہتمم دارالعلوم صدیقیہ تحفیظ القرآن الکریم

خطیب جامع مسجد خضرا، سیکٹر ۳، نزد ل 4 بس کا پرانا آخری اسٹاپ، نارتھ کراچی

مکتبہ دارالعلوم صدیقیہ، نارتھ کراچی، کراچی 0300-2207026

جلد اوّل

افاداتِ صدیق

علمی و اصلاحی و تربیتی ارشادات

افادات و ارشادات

حبیب الامت حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ

بانی جامعہ عربیہ ہتھورا (ضلع باندہ)

خلیفہ مجاز

حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

پسند فرمودہ

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی الحسنی الندوی رحمۃ اللہ علیہ

محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت اقدس حضرت مولانا مفتی عبد الرؤف غزنوی صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر منظور احمد مینگل صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل ریحان صاحب دامت برکاتہم

سوزِ دروں

مولانا مشکور ہاشمی صاحب دامت برکاتہم

جمع و ترتیب

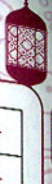
مفتی محمد زید مظاہری ندوی صاحب دامت برکاتہم

باہتمام

مولانا مشکور ہاشمی صاحب

مکتبہ دار العلوم صدیقیہ، نارتھ کراچی، کراچی

فہرست







تمنائے مدینہ

کلامِ حضرت مولانا قاری سیّد صدیق احمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ

تمنا ہے کہ گلزارِ مدینہ اب وطن ہوتا　　وہاں کے گلشنوں میں کوئی اپنا بھی چمن ہوتا
بسر اب زندگی اپنی دیارِ قدس میں ہوتی　　وہیں جیتا، وہی مرتا، وہیں گور و کفن ہوتا
میسر بال و پر ہوتے تو میں اُڑ کر پہنچ جاتا　　زہے قسمت کہ اپنا آشیاں اُن کا چمن ہوتا
نمازوں میں انہیں کے در پہ میں کرتا جبیں سائی　　تلاوت کا ترنم اور جنّت کا چمن ہوتا
مقدر سے رسائی اُن کے در تک کاش ہو جاتی　　متاعِ جاں، نثار روضۂ شاہِ زمن ہوتا
سبھی کچھ ہے مگر جب وہ نہیں، کچھ بھی نہیں حاصل　　وہیں ہوتا جہاں اے کاش وہ جلوہ فگن ہوتا
خدا شاہد کہ ہم سارے جہاں پر حکمراں ہوتے　　رسولِ پاک کی سنّت اگر اپنا چلن ہوتا
تمنا ہے کہ کٹتی عمر اُن کے آستانے پر　　عنایت جلوہ گر ہوتی، کرم سایہ فگن ہوتا
خوشا قسمت کہ ہوتا کوچۂ محبوب میں مسکن　　انہیں کی راہ میں قربان اپنا جان و تن ہوتا

یہی ہے آرزو ثاقبؔ، یہی اپنی تمنا ہے
کہ پیوند بقیع پاک اپنا بھی بدن ہوتا

خدا کی راہ میں جا کر شہید بے کفن ہوتا

کلامِ حضرت مولانا قاری سیّد صدیق احمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ

خدا کے ذکر سے معمور گر مؤمن کا گھر ہوتا
یہی باغِ ارم ہوتا، یہی رشکِ چمن ہوتا

صحابہ کے نمونے پر ہمارا فعل گر ہوتا
ہمارا قول پھر مشکِ ختن، درِ عدن ہوتا

سلف کے کارناموں پر اگر ہم کاربند ہوتے
تو پھر قربان اُمّت کا اِسی میں مال وتن ہوتا

خدا کے دِین کی محنت اگر اُمّت میں آجاتی
فضائیں پُرسکوں ہوتیں، یہ عالم پُرامن ہوتا

جہالت دور ہو جاتی، ہدایت عام ہو جاتی
صحابہ جیسی دھن ہوتی، صحابہ کا ذہن ہوتا

نہ آتے گر محمد مصطفی دُنیا کے گلشن میں
نہ اِس گیتی میں کچھ ہوتا، نہ یہ چرخ کہن ہوتا

اُنہیں پر سلسلہ بس ختم ہے رُشد وہدایت کا
نہ ہوتی راہ اُن کی راستہ بے شک کٹھن ہوتا

پیمبر سے محبت ظاہری اور صرف رسمی ہے
محبت واقعی ہوتی تو کیسے بد چلن ہوتا

یہ رسمیں باپ دادا کی کبھی کی ختم ہو جاتیں
رسولِ پاک کی سنّت اگر اپنا چلن ہوتا

تیرا ایمان بچ جاتا، تیرا سامان بچ جاتا
نہ ہوتا بار قرضے کا، نہ تیرا گھر رہن ہوتا

وطن میں رُوشنی دِینِ متیں کی عام ہو جاتی
شریکِ کارگر کوئی بھی میرا ہم وطن ہوتا

یہی حسرت بس اپنی آخری باقی ہے اے ثاقبؔ
بس اب تو آخری حسرت یہی باقی ہے اے ثاقبؔ
خدا کی راہ میں جا کر شہید بے کفن ہوتا

عرضِ مُرتِّب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؁

حبیب الامّت حضرتِ اَقدس مولانا قاری سیّد صدیق اَحمد باندوی صاحب نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ کی شخصیت کا مختصر تعارف اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اِفادات کی اِہمیت آپ اِنْ شَآءَ اللّٰہ آئندہ سطور میں حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں گے۔ اللہ کا شکر ہے کہ! اُس نے اِس اَحقر ناکارہ کو محض اپنے فضل وکرم سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اِفادات ضبط کرنے کی توفیق نصیب فرمائی۔ چناں چہ تقریباً ۱۸/ ۲۰/ سال تک اَحقر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اِفادات جمع کرتا رہا، جس میں عشاء کے بعد طلباء کے سامنے اِصلاحی اِرشادات اور متفرق ملفوظات ومکتوبات کے علاوہ دَرسِ قرآن ودَرسِ حدیث (بخاری شریف) کے ضمن میں جو اِصلاحی باتیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اِرشاد فرمائیں وہ سب بھی شامل ہیں۔ دَرسِ قرآن پاک تو بِحَمْدِ اللّٰہِ تَعَالٰی مکمل محفوظ ہے اور "دَرسِ بخاری جلد اَوّل" محفوظ ہے۔

اِس مجموعۂ ملفوظات میں (جس کا ہر ہر ملفوظ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا تصحیح کردہ ہے) علم وعلماء، اِصلاحِ مدارس وطلباء، چند نصاب، جلسہ وتبلیغ وغیرہ سے متعلّق اِرشادات مُرتَّب کیے گئے ہیں۔ اِس کا دوسرا حصہ بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا تصحیح کردہ ہے جو "رمضان المبارک اور اِصلاحِ معاشرہ، معیشت، سیاست، تصوّف، اِصلاحِ نفس، اَخلاقیات، تعویذات" وغیرہ کے مضامین پر مشتمل ہے۔

اِس مجموعہ کے اکثر مضامین ۱۴۰۵ھ کے ہیں اور بہت کم اَخیر زمانہ یعنی ۱۴۱۸ھ کے ہیں۔ اَحقر نے شروع ہی سے اِس کا اِلتزام کیا تھا کہ: حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فرمودات حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہی کے سادہ الفاظ میں جمع کیے جائیں۔ چناں چہ اپنی اِستعداد کے موافق اسی کی کوشش کی، مجھے اِعتراف ہے کہ: اپنی نااِہلی کی وجہ سے میں اِس کا حق ادا نہ کرسکا۔ عبارت میں جو روانی وسلاست ہونی چاہیے وہ نہیں ہے، اِس میں قصور اَحقر کی اِہلیت کا سمجھا جائے۔ اپنی نااِہلی کے باوجود جس طرح بھی بن پڑا خدا کے شکر اور قلبی مسرت کے ساتھ یہ اَمانت اُمّت کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اِس مجموعہ کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور اُمّت کے لیے زائد سے زائد نافع بنائے۔ آمِین یَارَبَّ الْعَالَمِیْن۔

اِس سے قبل "حیاتِ صدیق رحمۃ اللہ علیہ جلدِ اوّل" آپ کی نظروں سے گزری ہوگی خدا کا شکر ہے شائقین نے ہاتھوں ہاتھ اُس کو لیا۔ قدر دانوں کے خطوط اور پیغامات موصول ہوئے۔ اور "حیاتِ صدیق رحمۃ اللہ علیہ" کی جلدِ ثانی کا شدّت سے تقاضہ کیا جانے لگا۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ: دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اِس سلسلہ کی بہ آسانی تکمیل فرمائے اور "حیاتِ صدیق رحمۃ اللہ علیہ جلد ثانی" بھی جلد از جلد مُرتّب کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ (آمین)

وَ مَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ ○ (سُوْرَۃُ اِبْرٰھِیْم،۲۰)

وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ ○ (سُوْرَۃُ ھُوْد،۸۸)

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○ (سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ،۱۲۷)

وَ تُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ○ (سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ،۱۲۸)

(حضرت مولانا مفتی) محمد زید مظاہری ندوی (صاحب دامت برکاتہم)

اُستاد الحدیث دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

۲۸/ ذی قعدہ ۱۴۱۹ھ

اس جلد کے جملہ ملفوظات حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تصحیح کردہ ہیں۔

مقدّمہ

مفکرِ اِسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی الحسنی الندوی رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْدُ!

اِہلِ علم اور اِہلِ نظر اور وہ حضرات جانتے ہیں جن کی دعوت و اِصلاح کی تاریخ اِہلِ اللہ، بزرگانِ دِین، مشائخ و مصلحین اُمّت کے فیوض و برکات اور اُن کی اِصلاحی وتربیتی کارناموں پر نظر ہے کہ: اُن کی اِصلاح وتربیت کے وسائل، اُن کے اِرشادات ورہنمائی اور اُن کے فُیوض و برکات کے شیوع و اِنتشار اور بقاء وحفاظت کا ایک بہت بڑا ذریعہ اُن کے وہ اِفادات وملفوظات تھے جو اُنہوں نے اپنی عمومی وخصوصی مجالس میں اِرشاد فرمائے اور بعض عقیدت مندوں اور مخلصین نے اُن کو قلم بند اور محفوظ کرلیا یا وہ مکتوبات تھے جو اُن حضرات نے بعض مخلص عقیدت مندوں اور طالبینِ حق ومعرفت کے رَسائل وعرائض کے جواب میں لکھے یا لکھوائے۔ ملفوظات ومکتوبات کے اُن مجموعوں کی فہرست اِتنی طویل ہے کہ: ایک مختصر تعارفی وتمہیدی مقالہ میں پیش نہیں کی جاسکتی، یہاں پر صرف ایک مجموعہ کا نام لکھا جاتا ہے جو حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات پر مشتمل ہے اور اُس کا بلیغ ومعنی خیز نام "فوائد الفوائد" ہے۔

اِن ملفوظات اور کسی حد تک اِن مکتوبات کی خصوصیت میں تنوع، حقیقت پسندی، اَمراض اور کمزوریوں کا تعین اور اُن کی تشخیص، اُن کے علاج اور اِزالہ کے طریقے کی طرف صحیح رہنمائی، کَلِّمِ النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِہِمْ۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب الفتن، باب العلامات بین یدی الساعۃ، ج ۸، ص ۳۴۵۳، طبع دار الفکر، بیروت) (لوگوں کے فہم و دانش اور اُن کی ذہنی سطح کے مطابق تفہیم وموعظت کی کوشش) شامل ہے۔ اِن ملفوظات ومکتوبات کو سامنے رکھ کر ایک سلیقہ مند اِنسان اِس وقت کی زندگی اور معاشرہ کی صحیح تصویر پیش کرسکتا یا دیکھ سکتا ہے، اِسی طرح وہ نفس، اَخلاق ومعاملات اور اِنفرادی و اِجتماعی زندگی کے بہت

سے ایسے عیوب اور کمزوریوں سے واقف اور اُن کے اِزالہ وعلاج کے اِن قابلِ عمل طریقوں سے آگاہ ہوسکتا ہے جن کو وہ اَخلاق اور تصوّف وسُلوک کی دَقِیق وعَمِیق اور قابلِ قدر و اِحترام کتابوں کے صفحات ومضامین سے حاصل نہیں کرسکتا۔

ہمارے اِس عہد، قُرب وجوار اور علم وواقفیت کے دائرہ میں (بلاکسی تَمَلُّق وتَصَنُّع کے لکھا جاتا ہے۔) حضرت مولانا قاری سیّد صدیق اَحمد باندوی مظاہری رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ عربیہ ہتھورا (ضلع باندہ) کی ذات اُنہیں رَبانی علماء اور مُربی ومصلح شیوخ میں ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اِخلاص وللّٰہیت، جذبۂ اِصلاح وتبلیغ، فہم سلیم، حقیقت شناسی اور حقیقت بینی اور راہِ خدا میں جفاکشی وبلند ہمّتی کے اَوصاف سے متصف فرمایا ہے اور اِظہارِ حق اور صحیح مشورہ کی جرأت بھی عطا فرمائی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس میں صحیح طریقہ کی رہنمائی، نفسانی اور قلبی بیماریوں اور کمزوریوں کی نشان دہی، معاشرہ میں پھیلے ہوئے عیوب، خلافِ شرع اور خلافِ سنّت طریقوں اور رِواجوں کی مذمّت اور اُن کے اِزالہ کے عزم اور جدوجہد کی دعوت، بزرگانِ سلف اور اِس عہد کے مستند اور جلیل القدر مشائخ ومصلحین کے اَقوال وحکایات اور طریقِ عمل کا بیان اور اُن کے شَوق اَنگیز اور اِیمان خیز واقعات ومشاہدات ملتے ہیں۔ جن کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس میں شرکت اور تعلیم وتربیت سے اِستفادہ کا موقع ملا اُن کو اُن مضامین وبیانات کی اِفادیت اور اَثر اَنگیزی کا اَندازہ ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ! فاضل عزیز مولوی محمد زید صاحب نے اِن اِفادات وملفوظات کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ ایک قابلِ قدر اِصلاحی وتربیتی ذَخیرہ تھا جو اُن کی مجالس کے ملفوظات ومکتوبات میں پھیلا ہوا تھا۔ اِس کا اَندیشہ تھا کہ: یہ بیش قیمت ذَخیرہ یا تو اِمتدادِ زمانہ کے نذر ہو جائے یا خطوط ومکاتیب کے صفحات میں محدود رہ جائے۔ مولانا محمد زید مظاہری ندوی صاحب قارئین، معاصرین، مدارس کے فضلاء وطلباء، طالبینِ حق اور اپنی اِصلاح وتربیت کے خواہش مندوں کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ: اُنہوں نے ایک مجموعہ میں اِن کو جمع کردیا ہے۔ جس کا نام "علمی واِصلاحی ملفوظات ومکتوبات" رکھا ہے۔ اِس قابلِ قدر ذخیرہ میں تنوع بھی ہے اور وَحدت بھی، وُسعت بھی اور مقصد ونتیجہ کی ترکیز بھی ہے۔ اِس سے فضلاء وطلباء مدارسِ دینیہ، مِلّت کے مختلف طبقات کے اَفراد

اور اِنفرادی و اِجتماعی اِصلاح کا کام کرنے والے اور تزکیۂ نفس کے خواہش مند فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ اِس سعی کو قبول فرمائے، جامع ملفوظات ومکتوبات کو جزائے خیر دے اور قارئین کو اِس سے پورا اِستفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ (سُوْرَۃُ التَّوْبَۃ، ۱۲۰)

(حضرت مولانا) ابوالحسن علی ندوی (صاحب رحمۃ اللہ علیہ)
۲۴/صفر المظفر ۱۴۱۷ھ

حضرت مولانا قاری سید صدیق اَحمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ

کا اپنے ملفوظات کی بابت

مفکرِ اِسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی الحسنی الندوی رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ

حضرت قاری (صدیق اَحمد) صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت مولانا (سیّد ابوالحسن علی ندوی) رحمۃ اللہ علیہ سے غایت درجہ تعلّق اور عقیدت و اُنسیت تھی۔ وفات سے کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے کہ: حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ "لکھنؤ" تشریف لائے اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے کہنے لگے کہ: حضرت! میرے بعض متعلّقین نے میری کچھ باتیں (ملفوظات) جمع کیں ہیں اور وہ اُن کو چھپوانا چاہتے ہیں۔ میں نے اُن سے کہا کہ: پہلے میں جا کر حضرت سے اِجازت لے لوں اُس کے بعد بتاؤں گا۔ اگر حضرت نے اِجازت دے دی تو چھپوا دینا ورنہ نہیں۔ تو حضرت! میں "باندہ" سے آج صرف اِسی مقصد سے آیا ہوں۔ کیا حضرت! آپ کی طرف سے اُن کو چھپوانے کی اِجازت ہے؟ یہ گفتگو بھری مجلس میں ہو رہی تھی۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: میری طرف سے اِجازت ہی نہیں بل کہ آپ سے درخواست ہے کہ: آپ اُن کو ضرور چھپوائیں اِنْ شَآءَ اللہ بہت فائدہ ہوگا۔[1]

(ماخوذ: از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ اکابر کی نظر میں، ص ۲۳۱)

---

[1] وفات سے کچھ عرصہ قبل اَحقر نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے اِس سلسلہ میں زبانی مشورہ کیا تھا۔ تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ: بعد میں اَکابر سے مشورہ کر لینا۔ غالباً اُسی موقع پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خود بھی حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ لیا ہوگا۔ (وَاللہُ اَعْلَم)

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد دیگر اَکابر کے علاوہ حضرتِ اَقدس مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اَحقر نے مشورہ لیا اور دُعا کی درخواست کی۔ حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے بعض مشوروں اور دُعاؤں کے ساتھ اِرشاد فرمایا کہ: جلدی شائع کرائیے شوق سے مطالعہ کروں گا۔ (زید)

مُحیُ السُّنَّۃ حضرت مولانا شاہ اَبرار الحق ہردُوئی رحمۃ اللہ علیہ

کا مکتوبِ گرامی

بِاسْمِہٖ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی

مفتی زید مظاہری صاحب	حضرت مولانا شاہ اَبرار الحق ہردُوئی رحمۃ اللہ علیہ
سیّدی ومُولائی مخدومی ومُرشدی حضرتِ اَقدس مُدَّ ظِلُّہُ الْعَالِی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ!	مکرمی جناب مفتی صاحب زِیْدَ لُطْفُہُ السَّامِی وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ!
اِصلاحی تعلّق کے سلسلہ میں چند ماہ قبل حاضری ہوئی تھی۔ حضرت کے حکم سے اِصلاحی مکاتبت کا سلسلہ شروع ہوا لیکن حضرتِ اَقدس کی علالت کی وجہ سے سلسلہ موقوف رہا۔ اِس وقت حاضری اپنی اِصلاح کی غرض سے ہوئی ہے کل واپسی ہے۔	بہتر ہے۔
اِس سال "شرح وقایہ، اُصول الشاشی، حسامی" وغیرہ زیرِ دَرس ہیں۔ اِس کے علاوہ وقت نکال کر تصنیف وتالیف کا کام کرتا ہوں حضرتِ والا کے بھی کچھ ملفوظات جمع کیے تھے۔	بَارَکَ اللہُ وَتَقَبَّلَ اللہُ تَعَالٰی۔
اَحقر نے ۱۸ سال کی مدّت حضرت قاری صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گزار کر بہت سے علمی و اِصلاحی مضامین بشکلِ ملفوظات وغیر جمع کیے ہیں۔ صرف مفید مضامین کو صاف کر کے طبع کرانے کا اِرادہ ہے۔ ایک بڑا حلقہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے منسلک ومعتقد ہے اِس لیے فائدہ کی اُمید زیادہ ہے۔ حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے کام کے ساتھ اِس کو بھی شروع کر رہا ہوں۔	مناسب ہے۔

نیز حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ طریقے کے مطابق حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح بھی مُرتّب کر رہا ہوں۔ حضرتِ اَقدس سے دعا کی درخواست ہے کہ: اللہ تعالیٰ خلوص پیدا فرمائے اور صحت و قوت دے، وقت میں برکت نصیب فرمائے۔	دعا کر رہا ہوں۔

(حضرت مولانا) اَبرارالحق (ہردُوئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

۱۲ ذی قعدہ ۱۴۱۸ھ

تقریظ

مُحیُ السُّنَّۃ حضرت مولانا شاہ اَبرارالحق ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ

حضرتِ اَقدس مولانا قاری سیّد صدیق اَحمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح "حیاتِ صدیق رحمۃ اللہ علیہ" لکھنے کی بابت اَحقر حضرتِ اَقدس مولانا شاہ اَبرارالحق ہردُوئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تقریراً وتحریراً مشورے لیتا رہا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ! حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ہمّت اَفزائی فرمائی اور نیک دعاؤں سے سَرفراز فرمایا۔ کتاب کی تکمیل کے بعد اَحقر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مسودہ لے کر حاضر ہوا اور بطورِ تقریظ کے چند کلمات لکھنے کی درخواست کی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اِس سے قبل رسالہ "پیغامِ محمود" میں ایک مضمون بطورِ تقریظ کے لکھ چکا ہوں وہی کافی ہے، اُسی کو نقل کر دیجیے۔ چناں چہ حسبِ حکم وہ تقریظ یہاں نقل کی جاتی ہے۔ وَھُوَ ھٰذَا ۔

حَامِدًا وَمُصَلِّیًا وَمُسَلِّمًا

اَمَّا بَعْدُ!

علمی ودِینی حلقوں میں حضرت مولانا قاری سیّد صدیق اَحمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں ہے بل کہ عوام میں بھی اِس طرح کی مقبولیت وہر دل عزیزی کم لوگوں کو حاصل ہوئی ہے۔ اُن کے حالات وخدمات کی اِشاعت بھی ایک مفید کام ہے۔ اِس لیے کہ: اِنسان کی اِصلاح وتربیت اور اُس کی سیرت سازی کا قیمتی سرمایہ اہلِ اللہ کی پاکیزہ زندگی کے حالات وواقعات بھی ہیں۔ چناں چہ قرآن پاک جو کہ کتابِ ہدایت ہے اُس میں بھی حضراتِ انبیاء کرام علیہم السلام اور اُن کے صالح متبعین کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے تاکہ رُشد وہدایت کے لیے اُن کو مشعلِ راہ بنایا جائے۔ اِسی وجہ سے علماء وصلحاء اور مصلحین اُمّت کے اَحوال وکوائف اور اُن کی زندگی کی سرگزشت کے ضبط کرنے کا بطورِ خاص اہتمام کیا گیا اور اُمّت میں ذَوق وشَوق کے ساتھ اُس سے اِستفادہ کا سلسلہ چلا آرہا ہے۔

بلاشبہ! مولانا کے قابلِ قدر کارناموں کے پیشِ نظر اِس کی ضرورت تھی کہ: اُن کی تبلیغی وتعلیمی اور اِصلاحی خدمات قرآن پاک کی تعلیم کے لیے مکاتب کے قیام کی مساعی، ضعف بیماری کے باوجود دِینِ حق کی اِشاعت وحفاظت کے لیے مسلسل شبانہ رُوز جدوجہد اور اُن کی زندگی کی نمایاں

خصوصیات و اَوصاف سے موجودہ اور آنے والی نسلوں کو واقف کرایا جائے تا کہ وہ اپنی اپنی زندگیوں میں اِس سے رُوشنی حاصل کر سکیں جس کے لیے یہ بہترین ذریعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اِس خصوصی اِشاعت کو قبول فرمائے اور اُمّتِ مسلمہ کے لیے مفید اور نافع بنائے۔ (آمین)

والسلام

(حضرت مولانا) اَبرار الحق (ہردُوئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

تقریظ عالی

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
ناظم مجلس اِشاعت الحق، کراچی، پاکستان

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

مکرمی مولانا مفتی محمد زید زِیۡدَ مَجۡدُہٗ وَرُشۡدُہٗ نے اپنے مُرشد حضرت مولانا قاری سیّد صدیق اَحمد باندوی (رحمۃ اللہ علیہ) کے اِرشادات اور ملفوظات کو جس اَحسن اَنداز سے جمع کیا ہے۔ جستہ جستہ دیکھ کر قلب مسرور ہوا اور اِس بات سے مزید مسرّت ہے کہ: حضرت شیخ نے خود بھی اِن مضامین پر نظرِ ثانی فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ اِن مضامین نافعہ کو اُمّتِ مسلمہ کے لیے بالعموم اور طلبانِ حق کے لیے بالخصوص مفید بنائیں اور شرفِ حسن قبول عطا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات بلند فرمائیں۔ اور حیات میں برکت عطا فرمائیں اور مولانا کی اُولاد کو یہی نسبتِ علیا اور صلاحیت خدماتِ دینیہ کی باحسن وُجوہ توفیقات سے نوازش فرمائیں[1]۔ (آمین)

(حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ)
مقیم حال جَامِعَہ ھٰذا
۲۷ جمادی الثانیہ ۱۴۱۲ھ

---

[1] یہ تقریظ اُس وقت لکھی گئی تھی جب کہ صاحب ملفوظ حیات تھے۔

تقریظ

از خامۂ محدثِ جلیل یادگارِ اسلاف محقّق العصر

حضرتِ اَقدس حضرت مولانا مفتی عبد الرؤف غزنوی صاحب دامت برکاتہم

سابق اِمام مسجد دار العلوم دیوبند و مدرس دار العلوم دیوبند و انٹو کی

حال اُستاذ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن، مدیر "ماہنامہ بینات" (عربی)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْدُ!

عارف باللہ حضرت مولانا قاری سیّد صدیق اَحمد باندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی "جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ" اور سابق رُکنِ مجلسِ شوریٰ "دار العلوم دیو بند" (متوفّٰی ۲۳ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ) قُدِّسَ سِرُّہٗ کی زیارت کا شرف اَحقر کو بار بار نصیب ہوا ہے کیوں کہ رَواں صدی ہجری کی اِبتداء سے بارہ سال تک اَحقر کا قیام "دار العلوم دیو بند" میں رہا ہے اور حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ "دار العلوم دیو بند" کی مجلسِ شوریٰ کے ہر اِجلاس کے موقع پر اِجلاس میں شرکت کرنے کے لیے "دیو بند" تشریف لاتے اور چند دن قیام فرماتے۔ اِس دوران اُن کی خدمت میں حاضری اور اُن کی زیارت و ملاقات سے فیض یاب ہونے کا موقع مُیسر ہو جاتا۔ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زاہدانہ زندگی، عادات واَخلاق، تواضع وخاکساری، تقویٰ وطہارت اور اِخلاص و ہمدردی کو دیکھ کر ایک باشعور اِنسان یہ گواہی دیتا کہ: وہ ایک باصلاحیت وباوقار عالمِ دِین اور ایک سچے وارثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور جب کسی کو اُن کے پُرنُور و پُرسکون چہرے کی زیارت نصیب ہوتی تو اُسے اللہ تعالیٰ یاد آتا جو اُن کی عِندَ اللہ مقبولیت کی نشانی تھی۔

"عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ یَزِیْدَ رضی اللہ عنہا اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِخِیَارِکُمْ؟ قَالُوْا: بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (صلی اللہ علیہ وسلم)! قَالَ: اَلَّذِیْنَ اِذَا رُؤُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ تَعَالٰی"۔ (رواہ احمد)

حضرت اَسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ: کیا تمہیں یہ بتادوں کہ تم میں سب سے بہتر لوگ کون ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے

عرض کیا: کیوں نہیں؟ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! ضرور بتا دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ: سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جنہیں دیکھ کر اللہ یاد آئے۔"

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے حضرت مولانا مفتی محمد زید مظاہری ندوی صاحب دامت برکاتہم کو جنہوں نے بڑی محنت سے حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علمی و اِصلاحی اِفادات کو مُرتّب فرما کر عصرِ حاضر کے علمائے کرام، طلباءِ عزیز اور عام مسلمانوں کو اِن سے اِستفادہ کرنے کا موقع فراہم کیا۔ اِسی طرح حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خصوصی نسبت و تعلّق رکھنے والے حضرت مولانا مشکور ہاشمی صاحب زِیْدَ مَجْدُهُمْ بھی شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے مذکورہ اِفادات کو "پاکستان" میں "اِفاداتِ صدیق رحمۃ اللہ علیہ" کے نام سے شائع کرنے کا اِہتمام فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مقبولیت عطا فرما کر صاحبِ اِفادات، مُرتّب اور ناشر سب کے لیے آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنا دے۔ (آمین)

عبدالرؤف غزنوی عفا اللہ عنہ
سابق مدرس دارالعلوم دیوبند انڈیا،
حال استاذ حدیث جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی
۹/۶/۱۴۴۱ھ
۴/۲/۲۰۲۰ء

تقریظ

مناظرِ اِسلام وکیلِ اَحناف

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر منظور اَحمد مینگل صاحب دامت برکاتہم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

عارف باللہ حضرت مولانا قاری سیّد صدیق اَحمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ "بانی جامعہ عربیہ ہتھورا ضلع باندہ" کے اِفادات و اِرشادات کو "اِفاداتِ صدیق رحمۃ اللہ علیہ" کے نام سے معنون کر کے بڑی خوش اُسلوبی واَحسن ترتیب سے مُرتَّب کیا گیا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اُمّت کے لیے ایک سراجِ منیر تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے رب کی جوارِ رحمت میں چلے گئے ہیں مگر اُن کی مختلف تصانیف تقریباً ہر شعبۂ زندگی پر موجود ہیں، اُمّت کے لیے راہِ ہدایت پر چلنے کے لیے یقیناً کسی مشعلِ راہ سے کم نہیں، یہ وہ خدائی دین ہے جو ہمارے بزرگوں کو وَدِیعت کی گئی ہے کہ: وہ حَیًّا ومَیِّتًا اُمّت کے لیۓ اِفادۂ خیر کے طور پر لوگوں کی زبان و دل میں موجود رہتے ہیں۔ ہم اُنہی بزرگوں کی زندگی میں اُن سے بالمشافہ اور موت کے بعد اُن کی تصانیف سے راہِ ہدایت پر چلنے کے لیے ہر لمحہ، ہر گھڑی سیکھتے ہیں۔ مَاشَآءَ اللہ سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اِفادات جس میں کام کرنے کا طریقہ، مدارس کی ضرورت، تعلیم وتدریس کی ضرورت و اِہمیت، چندہ کا بیان، لڑکیوں کی تعلیم اور مَدۡرَسَۃُ الۡبَنَات واَسباق کی پابندی جیسے چیدہ چیدہ موضوعات پر ہیرے وجواہر سے بھرے اِفادات، اِس کے علاوہ اور بھی کئی موضوعات پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اِفادات کو جمع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے قوی اُمید ہے کہ: پڑھنے والے ہر قاری کے لیے اِستفادے کا بہت بڑا ذخیرۂ خیر ثابت ہوگی۔

ہمارے برادرِ مکرم حضرت مولانا مشکور ہاشمی صاحب جن کو وقت کے بڑے بڑے اَکابر کی صحبت، محبت، شفقت نہایت قریب سے نصیب ہوئی، اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا مشکور ہاشمی صاحب کے باہتمام "اِفاداتِ صدیق رحمۃ اللہ علیہ" کے نام سے حضرت مولانا قاری سیّد صدیق اَحمد باندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قیمتی اِفادات و اِرشادات کو اَحسن اُسلوب کے ساتھ مرتَّب کرنے کی توفیق عطا فرمائی،

یقیناً یہ حضراتِ اَکابر کے ساتھ والہانہ محبت وعقیدت کا بہترین مظہر ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مشکور ہاشمی صاحب کی اِس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت سے نوازینگے۔

(شیخ الحدیث حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم)

تقریظ

عصرِ حاضر کے عظیم مُورخِ اسلام اور نامور مصنّف و کالم نگار ممتاز عالمِ دِین

حضرت مولانا محمد اِسمٰعیل ریحان صاحب دَامَت بَرَکَاتُہُم کا

اِظہارِ عقیدت

اللہ اللہ! یہ کس ہستی کا زُباں پہ نام آیا۔ حضرت اُستاذ العلماء قاری المقری سیّد صدیق اَحمد باندوی قُدِّسَ سِرُّہٗ مجھ جیسے اَدنیٰ طالبِ علم کے لیے ایک خواب سی شخصیت، ایک مینارۂ نور، ایک نادیدہ پیکرِ شفقت و محبت، کبھی دیکھا نہیں مگر یوں لگتا ہے جیسے بچپن سے جانتا ہوں۔ جب راقم "دارالعلوم کراچی" میں حضرت شیخ القراء قاری محمد یاسین پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں قرآنِ مجید حفظ کررہا تھا اور راقم کے برادرِ بزرگوار قاری محبوب اِلٰہی رحیمی "جامعہ خیر المدارس، ملتان" میں حضرت مولانا قاری عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی درسگاہ میں قرأتِ سبعہ کی تحصیل کررہے تھے۔ عیدالاضحیٰ کی تعطیلات میں وہ کراچی آئے تو اُن کے پاس ایک کتاب دیکھی "آداب المتعلمین"۔ میں بڑی دلچسپی سے اُس کے وَرق اُلٹنے لگا۔ بھائی نے اَزراہِ شفقت مجھے ہدیہ کردی۔ میں اُس کا مطالعہ کرنے لگا، یہ ادب، ہدایت، حکمت اور نصیحت کی ایک عجیب دُنیا تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ: حضرت مصنّف علّام مجھے سامنے بٹھا کر نہایت شفقت سے دِھیرے دِھیرے ایک ایک بات سمجھا رہے ہیں۔ ہر بات دل میں اُترتی جارہی ہے۔ یااللہ! کیا اَثر تھا اُس کتاب کے ہر جملے میں؟!! تب سمجھ آیا کہ: جن اَساتذہ سے ہم پڑھ رہے ہیں وہ کتنے عظیم ہیں؟!! اُن کا کس قدر حق ہے؟!! اُن کا کس طرح اَدب کرنا چاہیے؟!! اگر وہ اپنی تواضع اور اِخلاص کی بناء پر اَپنا حق نہیں جتلاتے تو ہمیں خود اُن کے حُقوق پر مَرمٹنا چاہیے۔ یہ کتاب میرے لیے زمانۂ طالبِ علمی میں بہترین ہم سفر رہی۔ طالبِ علمی آج تک جاری ہے اور اِنْ شَآءَ اللہ تادمِ آخر جاری رہے گی تب تک حضرت قاری سیّد صدیق اَحمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مجموعۂ نصائح بھی ساتھ ساتھ رہے گا۔

بڑے بھائی جان قاری محبوب الٰہی صاحب مُدَّظِلُّہُ الْعَالِی سنہ چودہ سونو ہجری (۱۴۰۹ھ) (اُنیس سونواسی عیسوی (۱۹۸۹ء) کے) وَسط میں "اِسلام آباد" چلے گئے اور وہاں "اِدارہ علوم اِسلامی"

سے وابستہ ہوگئے اور آج بھی وہیں ہیں۔ ایک بار اُن کی خدمت میں وہاں حاضر ہوا تو حضرت قاری سیّد صدیق احمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری کتاب "آداب المعلّمین" پر نظر پڑی۔ یہ بھی اَثر انگیزی، دل پذیری اور اِفادیت میں ویسی ہی تھی۔

اُس کے بعد راقم کی کوشش رہی کہ: حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جو تصنیف بھی ملے اُس سے اِستفادہ کیا جائے۔ اپنی تدریسی زندگی میں اِبتداء "نحو" کے دَرس سے کی۔ اُس دوران طلباء کی سہولت کے لیے "نحو" پر ایک آسان کتاب لکھنے کا دَاعیہ پیدا ہوا جس میں ترکیب اور مشقوں پر زیادہ توجہ ہو۔ اِس پر کام شروع کرتے وقت جو کتب میرے سامنے رہیں اُن میں حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی "تسہیل النحو" بھی تھی جو حُسنِ ترتیب میں لاجواب ہے۔ اِس سے اَندازہ ہوتا ہے کہ: حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہِ دوربین چھوٹے بچوں اور مبتدیوں کی ذہنی کیفیات، نفسیات، مشکلات اور اُلجھنوں کے عُمق تک رسا تھی۔ راقم نے اپنی کتاب کا نام بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کی مناسبت سے "تسہیل علم النحو" رکھا۔ کچھ مدّت بعد منطق میرے ذمہ ہوگئی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی "تسہیل المنطق" بہت کام آئی۔ جب "سُلّم" تک پہنچا تو اُس کی مشکلات کے حل میں مِن جملہ دیگر کتب کے حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی "اِسعاد الفہوم" نے بطورِ خاص رہنمائی کی۔

زندگی کا سفر نشیب وفراز گزرتا گیا، اِس دوران سنہ چودہ سو اٹھارہ ہجری (۱۴۱۸ھ) بمطابق اُنیس سو ستانوے عیسوی (۱۹۹۷ء) میں حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ اِس دُنیائے فانی سے رُخصت ہوگئے۔ اَفسوس کہ! اِتنی بڑی علمی ورُوحانی شخصیت کے اَحوال سے ہم بالکل ناواقف تھے۔ اگرچہ اُن کی دَرسی کتب وشروحات کے ذریعے دِینی تعلیمی اِداروں میں مدرّسین اور طلباء کو فیض یقیناً برابر پہنچ رہا تھا مگر مجھ جیسے غائبانہ عقیدت مندوں کو کتاب کے سَرورَق پر لکھے ہوئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے زیادہ اُن کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔ میرے علم کے مطابق حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی خبر بھی اَخبارات میں شائع نہیں ہوئی تھی، بعد میں اِس سانحے کی خبر ملی۔ بہرکیف ایک مدّت دَراز بعد اللہ کے کچھ نیک بندوں نے ہمّت کر کے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علمی اَثاثے کے ساتھ ساتھ اُن کے حالات، ملفوظات اور اِفادات کو شائع کرنے کا بیڑا اُٹھایا جن میں حضرت مولانا زید مظاہری صاحب نے ہندوستان میں مواد کے جمع وترتیب کے لیے کمر باندھی اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ!

ایک بہت عظیم علمی و اِصلاحی خدمت اَنجام دی۔ پاکستان میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ شاگرد رشید حضرت مولانا مشکور ہاشمی صاحب زِیْدَ مَجْدُھُمْ نے اِس مہم کو اپنے سَر لے لیا۔ سردست اِس سلسلے کی تازہ کاوش "اِفاداتِ صدیق رحمۃ اللہ علیہ" طباعت کے لیے پریس میں جانے کو ہے۔ حضرت مولانا مشکور ہاشمی صاحب زِیْدَ مَجْدُھُمْ کے حکم کی تعمیل میں بندہ نے اپنی بے بضاعتی اور نااہلی کے باوجود حضرت مصنّف علّام قُدِّسَ سِرُّہٗ سے متعلّق اپنے جذبات کا اِظہار کرنے کے لیے یہ چند سطور لکھ دی ہیں۔ باقی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علمی و رُوحانی مقام کے متعلّق مجھ جیسے نااہل کا کچھ کہنا سُورج کو چراغ دِکھانے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ اِس کتاب کے مُرتّب، ناشر، کاتب، سب ہی کو بے حد جزائے خیر عطا فرمائے اور اُن کی وساطت سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض کو مزید عام و تام فرمائے۔ (آمِیْن)

فقط

(حضرت مولانا) محمد اسماعیل ریحان (صاحب دامت برکاتہم)

خادم: ادارہ علوم القرآن خالقداد، حسن ابدال

سوزِ دروں

مشکور ہاشمی
خاکپائے صدیق مولانا صاحب عفی عنہ

میرے مشفق اُستاذ، محسن ومُربی، ماوائی وملجائی حضرتِ اَقدس حبیب الامّت قطب الاقطاب حضرت مولانا قاری سیّد صدیق اَحمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ کا ہر ہر گوشہ، ہر ہر پہلو، ہر ہر ساعت بذاتِ خود اِصلاحِ اَعمال اور دعوت واِرشاد کے لیے مفیدِ خاص وعام تھی۔ میرے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچے میں ڈھلی زندگی کے ہر ہر ورق کی سطر سطر اِخلاص وللّٰہیت، ورع وتقوٰی، اِیثار وقربانی، اِفادہ واِستفادہ، علم وعمل اور بے پناہ جہدِ مسلسل سے عبارت تھی۔

میری نگاہوں میں جادۂ حق کے اِس راہِ نورد کا پُرنُور سراپا آج بھی ویسا ہی تاب ناک ہے جیسا کہ اَنفاسِ طیبات کی موجودگی میں ہوا کرتا تھا۔ "باندہ" کی مقدّس سرزمین تو تھی ہی مَرْجِعُ الْخَلَائِق، بلا اِمتیاز عالم وجاہل، غریب واَمیر، بڑا، چھوٹا، ہندو، مسلمان ہر ایک اپنی پریشانی، اپنے مسائل کے سلسلے میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اُن سب کے مسائل اِنتہائی توجہ اور فکر سے سنتے اور اُن کے حل کی مکمل سَعِی حَتَّی الْوَسَع فرماتے۔ نیز اِسی پر اِکتفاء نہیں فرماتے بل کہ اُس کے لیے دُور دراز کا پُرمشقت سفر فرماتے جو کہ اُس زمانے کے اِعتبار سے عموماً بیل گاڑیوں میں، رتھوں میں، لاریوں میں اور ریلوں میں ہوا کرتا تھا۔ کئی کئی دِنوں پر مشتمل اِن اَسفار کی صعوبتوں میں اپنے مختصر اور اِنتہائی سادہ خورد ونوش کا نظم بھی خود فرماتے اور میزبان پر بار بننا کبھی پسند نہ فرماتے۔

آج جب حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات واِرشادات پر مشتمل کتاب "اِفاداتِ صدیق رحمۃ اللہ علیہ" کا مسودہ "پاکستان میں" پہلی بار طبع ہونے کی غرض سے پریس میں جانے کے لیے بالکل تیار ہے۔ میں اپنے ہاتھوں میں اِس مسودے کو لیے چشمِ تصور میں اِس "اِفادات" کو بے طرح یاد کر رہا ہوں جو اِن ملفوظات سے ہٹ کر بھی اپنے کردار سے مجسم "اِفادات" تھا جس سے اِفادہ محض خواص کے لیے ہی مختص نہ تھا بل کہ مجھ جیسے کم مایہ اَجنبی طالبِ علم کے لیے بھی تھا۔ اپنے دَستِ مبارک سے نوالہ بنا بنا کر کھلانا، اپنی جھولی میں چھپا کر پھل لانا اور پدرانہ شفقت آمیز لہجے میں "چھپکے سے کھالو" کی سرگوشی کرنا، بیمار پڑتا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ بذاتِ خود اپنے دَستِ اَقدس سے دوا دارو فرماتے، مزاج پُرسی کرتے، پرہیز کی تلقین کرتے۔ کیا کوئی سگا باپ اپنی اَولاد کو فائدہ دیتا ہوگا جو ہم نے بطورِ طالب علم

کے اپنے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی سے اِستفادہ کیا علمی اور رُوحانی ہی نہیں مادی اور مالی اِحسانات بھی ہم طلباء پر حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ کے اِس قدر ہیں کہ:

لَا تُعَدُّ وَلَا تُحْصٰی نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَھُمْ اَعْلَی اللّٰہُ مَرَاتِبَھُمْ۔

حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے تعلّق کی اِبتداء اور پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ شغف، ہر وقت کا حاضر باش، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اِس ناکارہ پر الطاف وعنایات وغیرہ حالات قدرے تفصیل سے حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی پر مشتمل کتاب "حیاتِ صدیق رحمۃ اللہ علیہ" میں بعنوان عرضِ ناشر کے آچکے ہیں۔ یہاں بس یہ ذکر کرنا مقصود تھا کہ: میں نے چوں کہ اپنے سَر کی آنکھوں سے اِفادات کے اِس محور ومرکز کو جیتا جاگتا متحرک دیکھا ہے۔ لٰہذا اب میں نے اپنی زندگی کا مشن یہ بنایا ہے کہ: اِس سراپا کردارِ عزیمت مجسم اِفادات کو جنھوں نے نہیں دیکھا اُن تک اُن کی زندگی کو، اَقوال واَفعال، ملفوظات واِرشادات کو پہنچاؤں تاکہ روزِ قیامت اپنے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ میں سرخرو ہوسکوں۔ اللہ تعالیٰ میری اِس نیت کو قبول فرما کر مجھے حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کی نشرواِشاعت کے لیے قبول فرمائے، اِس کام کو میرے لیے سَہل بنائے اور تادمِ زِیست اِس کو مقصدِ حیات بنا کر اِحیاءِ دِین کے مساعی جمیلہ میں اپنی بقیہ ماندہ زندگی صَرف کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اِخلاص کی دولت عطا فرما کر خاتمہ بالخیر فرمائے۔ (آمین)

جن حضرات نے اِس کتاب کی نشر واِشاعت کے لیے تعاون فرمایا اللہ پاک سبھوں کی کوششوں کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے۔ (آمین) خاص طور پر میں نے اِس کتاب کی تقریظ کے لیے "پاکستان" میں "دارالعلوم دیوبند" کے مایہ ناز فاضل ومدرّس حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف غزنوی صاحب مُدَّظِلُّہُ الْعَالِی اُستاذ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ سے درخواست کی تھی چوں کہ حضرت مفتی صاحب مُدَّظِلُّہُ الْعَالِی میرے حضرت باندوی قُدِّسَ سِرُّہٗ سے بالمشافہ واقفیت رکھتے ہیں لٰہذا اِس عاجز کی درخواست پر کمالِ شفقت کا معاملہ فرما کر بہت جامع اور پُرمغز تقریظ عنایت فرمائی۔ فَجَزَاھُمُ اللّٰہُ خَیْرًا اَحْسَنَ الْجَزَاءِ۔

اِن کے علاوہ حضرت مولانا ڈاکٹر منظور اَحمد مینگل صاحب مُدَّظِلُّہُ الْعَالِی اور حضرت مولانا

محمد اسماعیل ریحان صاحب مُدَّظِلُّہُ العَالِی کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے اَحقر کی درخواست پر گراں قدر تقاریظ عنایت فرمائیں اللہ تعالیٰ اِن اَکابر کا سایہ تادیر ہمارے سَروں پر قائم رکھے۔ (آمِیْن)

محمد حسین ڈیسائی کا بھی اِنتہائی شکر گزار ہوں جنہوں نے اِس کتاب کی اِشاعت میں تعاون فرمایا اللہ تعالیٰ اُن کی کاوشوں کو قبول فرمائے۔ (آمِیْن)

والسلام

خاکپائے صدیق

مشکور ہاشمی

مدیر جامعہ صدیقیہ

حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات خود حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

عرضِ حال: راقم الحروف نے ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اپنے حالات کے ضمن میں یہ تحریر کیا کہ: حضرتِ والا کے ملفوظات، تفسیری اِفادات اور اِصلاحی باتیں ضبط کرنے کی برابر کوشش کرتا ہوں لیکن کَمَا حَقُّہٗ نہیں کر پاتا اِس کا بڑا افسوس ہوتا ہے۔

حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خدام نے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علوم ضبط کر کے اُمّت کے سامنے پیش کر دیے لیکن اَحقر ناکارہ نے حضرت کی باتیں سنیں لیکن جس طرح ضبط کر کے اُمّت کے سامنے پیش کرنی چاہئیں وہ نہیں کر سکا۔ حضرت کی پوری بات حضرت کے اَلفاظ میں نقل کرنا بڑا مشکل معلوم ہوتا ہے اور تلافی کی کوئی شکل سمجھ میں نہیں آتی۔ بس! حضرتِ والا ہی سے دعا کی درخواست ہے کہ: اللہ تعالیٰ حضرتِ والا کے علوم اور اِصلاحی اُمور کو محض اپنے فضل وکرم سے اُمّت کے سامنے پیش کر دے جو اُمّت کی ہدایت کا ذریعہ ہوں اور خود اَحقر کو بھی عمل کی توفیق ہو۔ حضرت سے بہت سی ایسی باتیں سنیں، دیکھیں جو کام کرنے والوں کے لیے زندگی بھر کام آنے والی ہیں۔ بسا اَوقات دو جملوں میں حضرت ایسی بات اِرشاد فرما دیتے ہیں کہ: اُس کا پورا رِسالہ تیار ہو سکتا ہے۔ اب طے یہ کیا ہے کہ: یومیہ حَتَّی الْاِمْکَان جتنا ہو سکے گا صاف کر کے حضرت کو دکھلا دیا کروں گا۔ اَفسوس کہ اَحقر کَمَا حَقُّہٗ اِس کو ضبط نہیں کر سکتا۔

اِرشاد: حضرتِ اَقدس نے جواب تحریر فرمایا:

عزیزم اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ!

جتنا ہو سکے کر لیجیے۔ مَا لَا یُدْرَكُ کُلُّهٗ لَا یُتْرَكُ کُلُّهٗ ۔ (اور حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کی بابت تحریر فرمایا:) یہ تو منجانب اللہ تھا ہر ایک کے ساتھ ایک معاملہ نہیں ہوتا، نہ ہر ایک کو اِس کی ریس کرنی چاہیے۔ بِحَمْدِہٖ تعالیٰ حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ سے اللہ نے اِصلاحی چیزوں کو مکمل کرا دیا اب عمل کی ضرورت ہے۔ اَکابر کا ذخیرہ

ہدایت کے لیے کافی ہے ہر ایک کا ہر کام مقبول نہیں ہوتا اگر اللہ پاک کو منظور ہوتا تو اُس کا اِنتظام ہو جاتا۔ اِس لیے آپ سے جو ہو سکے کرتے رہیے لیکن پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ آسانی سے ہو سکے تو کر لیجیے آپ جو کام کر رہے ہیں اُس کی زیادہ اِہمیت ہے وہی مفید ہے۔

ارشاد

ایک دوسرے خط کے جواب میں تحریر فرمایا: "پہلے ملفوظات جمع کر لیجیے، ابھی تو صرف صاف کر لیجیے اور مجھے دکھا دیجیے، طباعت کا اِنتظام نہ کیجیے، پہلے ضروری مضامین کی طباعت ہو جائے، مجھے تو اپنے مضمون میں کوئی خاص بات معلوم نہیں ہوتی۔" حضرت حکیم الامّت رحمۃ اللہ علیہ* پر جو کام کر رہے ہیں، پہلے اُس کو پورا کر لیجیے۔ دعا کر رہا ہوں اللہ پاک مزید توفیق عطا فرمائے۔"

( )

(آمین)

اِس کے علاوہ متعدد خطوط میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے اِس کے متعلّق مکاتبت ہوئی، صدیق احمد اِس سلسلہ کا سب سے آخری خط بھی ملاحظہ فرمالیجیے۔

---

* حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اِفادات جو اُحقر نے موضوع وار مُرتّب کیے ہیں اُن کی طرف اِشارہ ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اِفادات، ملفوظات، مکتوبات وغیرہ کے متعلق

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا آخری مکتوب

عرضِ حال

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے چند روز قبل اَحقر نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مندرجہ ذیل عریضہ پیش کیا:

سیّدی ومولائی ومخدومی حضرتِ اَقدس مُدَّ ظِلُّھُمُ العَالِی

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہ! حضرت! چند باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں:

ارشاد

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب تحریر فرمایا: عزیزم وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہ!

عرضِ حال

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اَحقر زمانۂ طالبِ علمی سے حضرتِ والا کے اِفادات بشکلِ ملفوظات ومکتوبات، مواعظ اور رمضان شریف کے معمولات، نصائح وغیرہ جمع کر رہا ہے۔ تقریباً ۱۸ سال جمع کرتے ہوگئے، بِحَمْدِہٖ تَعَالیٰ وافر ذخیرہ ہوگیا ہے، مُعْتَدٌ بِہٖ حصہ حضرتِ والا نے ملاحظہ بھی فرمالیا ہے۔ اِس کا اِلتزام واِہتمام کر رہا ہوں کہ: کوئی بات غیر مفید، غیر ضروری، خلافِ مصلحت نہ آئے۔ بِحَمْدِہٖ تَعَالیٰ حضرت کی برکت سے نہ تو اِس کے ذریعے مجھے شہرت کی طلب ہے، کثرتِ تعلقات اور آنے جانے والوں کی کثرت سے تو میں خود گھبراتا ہوں اور نہ ہی کتابوں کے ذریعہ دُنیا سمیٹنا چاہتا ہوں۔ مقصود صرف یہ ہے کہ: لوگوں کو فائدہ ہو اور حضرتِ والا کے علمی و اِصلاحی اِفادات اُمّت تک پہنچ جائیں۔ میرے لیے یہ کام مشکل بھی ہے۔ حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اِفادات پر جو کام کر رہا ہوں وہ آسان معلوم ہوتا ہے لیکن محض ضرورت واِفادیت کی وجہ سے محنت بَرداشت کرتا ہوں لیکن حضرتِ والا نے بار بار اِس کی ممانعت فرمائی اِسی وجہ سے اب تک کسی رِسالہ کے شائع کرنے کی ہمّت نہیں کی اور نہ حضرت کی منشاء کے خلاف ایسا کرسکتا ہوں۔ البتہ آئندہ کے لیے پوچھتا ہوں کہ: اگر واقعی میرے حال کے مناسب نہ ہو اور اِس کی اِشاعت غیر مفید ہو تو اَحقر مفید کام کی فکر کرے۔

حضرتِ والا مفید طریقہ اِرشاد فرمائیں اَحقر تو اِس کو مفید سمجھ رہا ہے۔ حضرت نے خلوص سے باتیں بیان فرمائیں ہیں اور بغیر کسی فاسد غرض کے اَحقر نے ضبط کی ہیں۔

اِرشاد: یہ کام میرے بعد ہو میری زندگی میں مناسب نہیں ہے۔ آپ جمع کرتے رہیں دکھاتے رہیں۔

عرضِ حال: اگر مناسب خیال فرمائیں تو فوری کام شروع کر دیا جائے یعنی کتابت وغیرہ کا کیوں کہ کتابت، تصحیح، ترتیب میں کافی وقت لگے گا۔

اِرشاد: ابھی تحریر کیا ہے بعد میں مناسب ہے یا پھر سے میں کچھ مضامین دیکھ لوں اُن کی اِشاعت اگر مناسب ہوگی تو کر لیجیے۔

عرضِ حال: دعا بھی فرمائیں اللہ تعالیٰ جملہ مراحل کو آسان فرمادے۔

اِرشاد: دعا کر رہا ہوں آپ کام تو کرتے رہیں اور کسی کے بس کی بات نہیں نہ کوئی کرے گا۔

عرضِ حال: دوسری اہم بات یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ: حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اِفادات کے مجموعے جو اَحقر نے مُرتّب کیے ہیں اور جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اِفادات کے مجموعے اِنْ شَآءَ اللہ تیار ہوں گے اُن سب کی رجسٹریشن کرانا مناسب ہے یا نہیں؟ تاکہ دوسرا کوئی شائع نہ کرا سکے۔ جیسا حضرت فرمائیں گے اِنْ شَآءَ اللہ اُسی کے مطابق عمل کروں گا۔ فقہی اِعتبار سے تو جواز ہے لیکن اَکابرین نے نہ ایسا کیا اور نہ اِس چیز کو پسند کیا ہے، لیکن اَکابر خود کتابیں طبع نہیں کراتے تھے بل کہ دوسرے لوگ طبع کراتے تھے اور میں خود طبع کراتا ہوں۔ اگر دوسروں کو دوں تو بہت پریشانیاں سامنے آتی ہیں، کام بہت مؤخر ہو جاتا ہے، میں اپنے اَنداز سے اور جلدی طبع کرالیتا ہوں، دوسرے لوگ صرف وہی کتاب طبع کرائیں گے جو چلنے والی ہو، ضرورت و اِفادیت کو معیار نہ بنائیں گے۔ رجسٹریشن کرانے اور حقوق محفوظ کرانے کے بعد صرف میں طبع کراؤں گا دوسرا کوئی طبع نہ کرا سکے گا اور ایک کے بعد دوسری، تیسری کتاب آتی رہے گی اور سلسلہ جاری رہے گا۔ اِس سلسلہ میں حضرت کی کیا رائے ہے؟

اِرشاد: کرالیا جائے۔

(صدیق اَحمد)

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کا مقدّمہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے

حضرت رحمۃ اللہ علیہ رُوزانہ پابندی اور بڑے اِہتمام وشَوق سے اپنے ملفوظات ملاحظہ فرماتے تھے۔ اِسی درمیان میں ایک رُوز اُحقر نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علمی و اِصلاحی اِفادات پر مقدّمہ (پیشِ لفظ) لکھ کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا، ملفوظات کے سلسلہ کا علیحدہ اور درسِ قرآن ودرسِ حدیث کے سلسلہ کا علیحدہ۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں ہی کو حرف بحرف بہت غور سے ملاحظہ فرما کر بعض مقامات پر تصحیح بھی فرمائی اور بہت پسند فرمایا۔ کسے معلوم تھا کہ: اِس تیز رفتاری سے ملفوظات دیکھنے کا سلسلہ بس آخری سلسلہ ہے اور "مقدّمہ و پیشِ لفظ" کی تصحیح اِس کی آخری کڑی ہے۔ "پیشِ لفظ" ملاحظہ فرما کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے گویا اپنے اِفادات کے نشر و اِشاعت کی پیش رَفت اور بنیاد قائم فرمادی۔ اب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تصحیح شدہ مقدّمہ کو ملاحظہ فرمائیے اور اِس سلسلہ کی نشر و اِشاعت کے لیے دعا بھی فرمائیے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

"علمی و اِصلاحی اِفادات"

حضرتِ اَقدس مولانا قاری سیّد صدیق اَحمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ

(عرضِ جامع)

بزرگوں کے ملفوظات و حالات، قصص و حکایات، اِصلاح و تربیت اور تزکیۂ نفوس کا مؤثر ذریعہ ہیں۔ جن کے ذریعے عبرت ہوتی ہے اور قلوب متاثر ہوتے ہیں[1]۔ یہی وجہ ہے کہ: اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے قرآن پاک میں اُمَمِ سَابِقَہ کے حالات بیان کیے۔ اِرشادِ خداوندی ہے:

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۔۔۔ الآیۃ (سُوْرَۃُ یُوْسُف: ۱۱۱)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی گزشتہ قوموں کے واقعات بیان فرمائے ہیں اور قرنِ اَوّل سے لے کر آج تک یہ سلسلہ جاری ہے کہ: ہر زمانہ کے اَخلاف نے اپنے اَسلاف کے علمی و اِصلاحی اور تربیتی سرمایہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے اور اِس کی حفاظت کرکے آنے[2] والی نسلوں تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ چناں چہ بزرگوں کے حالات، ملفوظات، مواعظ، قصص و حکایات کے موضوع پر بے شمار کتابیں موجود ہیں جس سے لوگ منتفع ہو رہے ہیں[3]۔

ملفوظات کی اِہمیت کے سلسلہ میں حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے:

"بزرگوں کے ملفوظات اور اُن کی مجالس سے قلم بند کرنے کا سلسلہ ہندوستان میں بہت قدیم ہے۔ یہ ایک بڑا مبارک اور نہایت دانشمندانہ تصنیفی اِقدام تھا۔ اِن ملفوظات و مجالس میں جو زندگی اور بے ساختگی پائی جاتی ہے وہ قدرتی طور پر علمی تصنیفات اور عام تحریرات میں نہیں ملتی۔ اِن سے جو رہنمائی حاصل ہوتی ہے اُس کی توقع بھی لگے بندھے طریقے پر لکھی ہوئی کتابوں سے نہیں کی جاسکتی ہے"۔

حکیم الامّت حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اِرشاد فرماتے ہیں:

"ملفوظات مواعظ سے بھی زیادہ نافع ہیں اِس لیے کہ اُن میں خاص حالت پر گفتگو ہوتی ہے جو طالب کے لیے بے حد مفید ہے"۔

---

[1] اَحقر نے لکھا تھا: "مؤثر ترین ذریعہ ہے جن کے ذریعہ عبرت بھی ہوتی ہے اور قلوب میں تاثیر بھی" حضرت رحمہ اللہ نے اِس کو کاٹ کر اِس طرح تصحیح فرمادی۔

[2] اَحقر نے لکھا تھا: "حفاظت کرکے بعد والوں تک" حضرت رحمہ اللہ نے اِس کو کاٹ کر تحریر فرمایا" آنے والی نسلوں تک"۔

[3] خط کشیدہ عبارت حضرت رحمہ اللہ نے اضافہ فرمائی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بہت ہی بڑا فضل وکرم ہے کہ: اُس نے اپنے ایک نیک بندہ کی صحبت اور خدمت میں رہنے کی توفیق عطا فرمائی، جن کے زیرِ سایہ وزیرِ تربیت بچپن سے لے کر اب تک رہنے کی سعادت حاصل ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کو بہت قریب سے دیکھا، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ہر نقل وحرکت، قول وعمل کو سنّت کے مطابق پایا، علمِ دِین کی اِشاعت اور اِصلاح وتربیت کے سلسلہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو طریقہ اِختیار فرمایا وہ نہایت حکیمانہ اور حالات کے عین مطابق ہے۔ اِس سلسلہ میں حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ نے جو طریقہ اِختیار کیا ہے وہ بے شک! کام کرنے والوں کے لیے مشعلِ راہ اور ایک قیمتی سرمایہ ہے۔

اور یہ محض اللہ کا فضل وکرم اور اُس کا اِحسان ہے کہ: اُس نے زمانۂ طالبِ علمی سے اِس کی توفیق نصیب فرمائی کہ: حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ کے علمی و اِصلاحی وتربیتی اِفادات کو جمع کرتا رہا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! تقریباً ۱۸، ۲۰ سال کے عرصہ میں مُعْتَد بِہٖ ذخیرہ جمع ہوگیا ہے۔ جس میں ملفوظات بھی ہیں، مکتوبات بھی، درسِ قرآن بھی، درسِ حدیث بھی، رمضان المبارک کا پروگرام بھی اور طلباء کے سامنے عشاء کے بعد کی مجالس ومواعظ بھی۔ امانت میں خیانت اور بڑی حق تلفی اور ناانصافی ہوگی اگر اُمّت تک اِس قیمتی سرمایہ کو نہ پہنچایا جائے۔ لیکن چوں کہ اَحقر کو اپنی کوشش پر اِعتماد نہ تھا اِس لیے اِس سلسلہ میں اَکابر اور خود حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی اِس تجویز اور کاوش کا تذکرہ کیا۔ حضرتِ اَقدس مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ (سے مکاتبت ہوئی) حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: وہ ملفوظات مکتوبات ضرور بھیجو میں اِنْ شَآءَ اللّٰہ کچھ دیکھوں گا اور اُس میں کچھ لکھنے کو اپنی سعادت سمجھوں گا۔ چناں چہ اَحقر نے جملہ اِفادات کے مختصر نمونے یعنی کچھ حصہ ملفوظات ومکتوبات کا، کچھ حصہ دَرسِ قرآن ودَرسِ حدیث کا اور کچھ حصہ طلباء کی تربیت اور رمضان المبارک کی مجالس وملفوظات کا اِرسال کیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کو ملاحظہ فرما کر ایک مقدّمہ تحریر فرمایا جس کا ایک اِقتباس درجِ ذیل ہے۔

حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"ہمارے اِس عہدِ قُرب وجوار میں اور علم وواقفیت کے دائرہ میں (بلا کسی تَمَلُّق اور تَصَنُّع کے لکھا جاتا ہے) حضرتِ اَقدس مولانا قاری سیّد صدیق اَحمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ،

"بانی جامعہ عربیہ ہتھورا ضلع باندہ" کی ذات اُنھیں رَبانی علماء اور مُربی مصلح شیوخ میں ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اِخلاص وللّٰہیت، جذبۂ اِصلاح وتبلیغ، فہمِ سلیم، حقیقت شناسی اور صحیح مشورہ بینی اور راہِ خدا میں جفا کشی و بلند ہمتی کے اَوصاف سے متصف فرمایا ہے اور اِظہارِ حق اور صحیح مشورہ کی جراَت بھی عطا فرمائی ہے۔ یہ ایک قابلِ قدر اِصلاحی وتربیتی ذخیرہ تھا جو اُن کی مجالس، ملفوظات اور مکتوبات میں پھیلا ہوا تھا۔ مولانا محمد زید مظاہری ندوی صاحب قارئین ومعاصرین، مدارس کے فضلاء وطلباء، طالبینِ حق اور اپنی اِصلاح وتربیت کے خواہش مندوں کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ اُنہوں نے ایک مجموعہ میں اِن کو جمع کر دیا۔"

حضرتِ اَقدس مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دوسرے اَکابر نے بھی اِس کی جلد اِشاعت کا تقاضہ کیا لیکن اَحقر نے جب بھی اپنے حضرت رحمۃ اللہ علیہ (صاحبِ ملفوظات) سے تذکرہ کیا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اِنکار فرمایا۔ اِس سلسلہ میں اَحقر نے تقریری وتحریری طور پر کچھ معروضات کیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کے جوابات تحریر فرمائے جو کتاب (علمی و اِصلاحی اِفادات) کے شروع ہی میں آپ اِنْ شَآءَ اللہ ملاحظہ فرمائیں گے۔ بالآخر حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے متواضعانہ مزاج کے خلاف محض اُمّت کے فائدہ کے لیے اِس کی نشر و اِشاعت کی اِجازت عطا فرمائی۔ البتہ اِتنی شرط ضرور لگا دی کہ: میری زندگی میں اِس کی اِشاعت نہ کی جائے۔ چناں چہ اِس کی جلد اِشاعت کے متعدد موانع میں سے ایک بڑا مانع یہ بھی تھا۔

ملفوظات و مواعظ ومکتوبات اور دَرسِ قرآن وحدیث کا مُعتَد بِہٖ حصہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خود ملاحظہ فرما کر اُس کی تصحیح وتصویب فرمائی ہے۔ (مکاتیب تو تقریباً سارے ہی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ملاحظہ فرما لیے اور اب) اَحقر پُرانے ذخیرہ سے کھنگال کر جتنا حصہ صاف کر لیتا تھا حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ اُس کو یومیہ ملاحظہ فرما لیتے تھے۔

اَحقر نے ملفوظات ومکتوبات وغیرہ کے جمع کرنے میں اِس کا اِہتمام اور اِلتزام کیا ہے کہ: صرف اُن ہی فرمودات کو جمع کیا جائے جس میں کوئی علمی یا عملی، اِصلاحی وتربیتی فائدہ ہو۔ نیز یہ کوشش کی ہے کہ: حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ ہی کے اَلفاظ میں ملفوظات کو قلم بند کیا جائے لیکن بسا اَوقات فرصت نہ ملنے کی وجہ سے بعد میں لکھنے کا موقع ملتا ہے، اِس لیے بعض جگہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے

اَلفاظ مِنْ وَ عَنْ نقل کرنا اَحقر کے بس سے خارج تھا، اِس لیے عبارت کی کوئی بے ترتیبی یا جملے کا نقص یا تکرار جہاں محسوس ہو اُس کو اَحقر کا قصور سمجھا جائے۔

اَخیر میں گزارش ہے کہ: اَلْاِنْسَانُ مُرَکَّبٌ مِّنَ الْخَطَاءِ وَالنِّسْیَانِ ۔ ملفوظات بہر حال ملفوظات ہیں قرآن وحدیث اور فقہ اِسلامی کے ہم پلہ ہر گز نہیں ہو سکتے۔ اگر کوئی بات خدانخواستہ قرآن وحدیث اور مُتَّفَق عَلَیْہ مسئلہ کے خلاف ہو تو اَحقر کو مطلع فرمائیں اِنْ شَآءَ اللہ آئندہ اِشاعت میں اُس کی تصحیح کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ اِس کاوش کو قبول فرمائے، نفس وشیطان کے مَکَائِد سے حفاظت فرمائے، اِس کوشش کو اُمّت کی اِصلاح اور صاحبِ ملفوظات کے رفعِ درجات اور اَحقر کے لیے ذریعۂ نجات اور حق تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ بنائے۔ آمِیْن یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ۔[1]

(حضرت مولانا) محمد زید مظاہری ندوی (صاحب دامت برکاتہم)
اُستاذ الحدیث دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ
۱۹/اگست ۱۹۹۷ء

[1] یہ پورا مضمون حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا تصحیح کردہ ہے۔

مختصر سوانح نقوش

حبیب الامّت حضرت مولانا قاری سیّد صدیق احمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت وسلسلۂ نسب

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت بروز جمعہ ۱۱ شوال ۱۳۴۱ھ بمطابق ۲۹/اپریل ۱۹۲۳ء اپنے گاؤں "ہتھورا، ضلع باندہ، اُتر پردیش" میں ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد کا نام "سیّد احمد" ہے اور دادا کا نام سیّد عبدالرحمٰن ہے۔ سلسلۂ نسب "سیّد قاضی محمد داوٗد" کے واسطے سے "امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ" تک پہنچتا ہے۔

تعلیم وفراغت

جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عمر ۶ سال کے لگ بھگ تھی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد اِس جہانِ فانی سے حیاتِ جاویدانی کی طرف کوچ کر گئے اور دَاعی اَجل کو لَبَّیْك کہہ گئے۔ والد کے اِنتقال کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اِبتدائی تعلیم اور ناظرہ قرآن مجید آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دادا "سیّد عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ" نے مکمل کروایا۔ ابھی حفظِ قرآن مجید کا آغاز کیا تھا کہ دادا نے بھی داعی اَجل کو لَبَّیْك کہا۔ دادا کی وفات کے بعد حفظِ قرآن کی تکمیل اپنے ماموں "مولانا سیّد امین الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ" سے کی اور اُنہی سے فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ پھر "کانپور" تشریف لے گئے اور وہاں مختلف اساتذہ سے عربی و فارسی مبادیات کی تعلیم حاصل کی۔ پھر "کانپور" سے "پانی پت" تشریف لے گئے وہاں "شرح جامی" تک مختلف کتابیں پڑھیں اور قرأتِ سبعہ کی تعلیم حاصل کی۔ شوال ۱۳۵۸ھ بمطابق ۱۹۳۹ء میں مشہور تعلیم گاہ "مظاہر العلوم سہارن پور" میں داخلہ لیا اور پھر "شرح جامی" کے درجہ سے لے کر "دورۂ حدیث" تک وہیں تعلیم حاصل کی اور ۱۳۶۳ھ بمطابق ۱۹۴۴ء کو "مظاہر العلوم سہارن پور" سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی فراغت ہوئی۔

اَساتذہ دورۂ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

"دورۂ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" میں مندرجہ ذیل اَساتذہ سے حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیض حاصل کیا:

- "بخاری (اوّل) اور ابوداوٗد" شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔

- "بخاری (ثانی)" مولانا عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی۔
- "مسلم شریف" مولانا منظور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی۔
- "ترمذی، شمائل ترمذی اور طحاوی" مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔
- "نسائی" مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی۔

تدریسی زندگی

فراغت کے بعد چند ماہ "گونڈہ مدرسہ فرقانیہ" میں اور پھر چند سال "فتح پور مدرسہ اسلامیہ" میں تدریسی خدمات انجام دیں، اُس کے بعد فتنۂ ارتداد کا دل جمعی اور دلیری سے مقابلہ کیا۔

بیعت وسلوک

حضرت رحمۃ اللہ علیہ "مظاہر العلوم" میں زمانۂ طالبِ علمی میں ہمیشہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اُنہوں نے ۱۳۷۶ھ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت اور اجازت دی۔

خلافت واستفادہ

خلافت واجازت تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دو حضرات نے عطا کی:

1. حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔
2. حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ۔

البتہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد وقت کے نامور علماء ومشائخ سے سلسلۂ زیارت واستفادہ جاری رکھا۔ جن میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء مولانا شاہ وصی اللہ الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شاہ عبدالغنی پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا۔ اِسی طرح شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد احمد پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا۔

ازدواجی زندگی

۱۹۴۶ء میں آپ رحمۃ اللہ علیہ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دس بچے تھے۔

چھ (۶) بیٹیاں اور چار (۴) بیٹے۔ دو بیٹیاں اور ایک بیٹا تو بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ باقی تین صاحب زادے مولانا سیّد حبیب مظاہری، مولانا قاری سیّد نجیب اَحمد قاسمی اور مولانا قاری سیّد حسیب اَحمد مظاہری اپنی علمی خدمات اَنجام دینے کے ساتھ اپنے عظیم والد کی جانشینی فرمارہے ہیں۔

تصانیف

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی چند تصانیف درجہ ذیل ہیں:

۱. تسہیل التجوید۔
۲. اَحکامِ میّت۔
۳. آداب معلّمین و متعلّمین۔
۴. تسہیل المنطق۔
۵. حق نما۔
۶. فضائلِ نکاح۔
۷. تسہیل الصرف۔
۸. فضائلِ علم۔
۹. تسہیل النحو۔
۱۰. منظوم مجموعہ کلام۔
۱۱. قواعدِ فارسی۔
۱۲. تسہیل السامی شرح شرح ملا جامی۔
۱۳. اِسعاد الفہوم شرح سُلّم العلوم۔
۱۴. سیرت النبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر سنن کی ترتیب سے واقعات کا بیان۔

وفات

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ بمطابق ۲۷/اگست ۱۹۹۷ء بروز بدھ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دماغ پر فالج کا حملہ ہوا اور دماغی رگ پھٹ گئی۔ جس کی وجہ سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو "لکھنؤ" کے ایک پرائیوٹ نرسنگ ہوم لے جایا گیا۔ جہاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ ۲۳ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ بمطابق ۲۸/اگست ۱۹۹۷ء بروز جمعرات بوقت چاشت داعی اَجل کو لَبَّیْكَ کہہ کر اِس جہان فانی کو خیر باد کہہ گئے۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ)

جنازہ و تدفین

شبِ جمعہ رات ۹ بجے بعد نمازِ عشاء حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ نمازِ جنازہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے فرزند حضرت مولانا سیّد حبیب مظاہری صاحب نے پڑھائی۔

(ماخوذ: پسِ مرگ زندہ از مولانا نور عالم خلیل امینی صاحب، دار العلوم دیوبند)

(ماخوذ: حیاتِ صدیق رحمۃ اللہ علیہ از مولانا مفتی محمد زید مظاہری ندوی، ہتھورا، انڈیا)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مُرتِّب کا مختصر تعارف [1]

حضرت مولانا مفتی محمد زید مظاہری ندوی صاحب دامت برکاتہم

اُستاذُ الحدیث دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔

نامِ گرامی: محمد زید۔ **والد ماجد:** حکیم مختار احمد صاحب۔

تاریخ پیدائش: ۱۶/فروری ۱۹۶۳ء بروز دوشنبہ (پیر)

آبائی وطن: قصبہ اُمرودہا، ضلع کانپور، یوپی (انڈیا)

موجودہ وطن: دوبگا، ہردوئی روڈ، لکھنؤ، یوپی (انڈیا)

اِبتدائی تعلیم: ۱۹۶۷ء گھر اور مکتب (ناظرہ قرآن پاک و دینیات)

حفظ و قراءت کی تکمیل: ۱۹۷۱ء "مدرسہ عربیہ حیات العلوم" قصبہ خانپور، اوریا، ضلع اٹاوہ (یوپی)

عالمیت: ۱۹۷۲ء "جامعہ عربیہ ہتھورا" ضلع باندہ (یوپی) (از اِبتداء تا مشکوٰۃ شریف، بیضاوی شریف، ہدایہ رابع وغیرہ) تا ۱۹۷۹ء۔

دورۂ حدیث شریف: ۱۹۸۰ء "جامعہ مظاہر علوم" سہارنپور (صحاح ستہ) "بخاری شریف" کا اِفتتاح از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

تکمیل اِفتاء: ۱۹۸۲ء "جامعہ مظاہر علوم" سہارنپور (حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے اِفتاء کی کتابیں پڑھیں اور مشق کی۔)

تکمیل عربی اَدب: ۱۹۸۳ء "دار العلوم ندوۃ العلماء" لکھنؤ میں عربی اَدب میں داخلہ لیا اور دُوسالہ کورس مکمل کیا۔

تکمیل قراءتِ سبعہ: ۱۹۸۵ء میں "جامعہ عربیہ ہتھورا" ضلع باندہ میں قراءتِ سبعہ کی تکمیل کی۔

---

[1] حضرت مولانا مفتی محمد زید مظاہری ندوی صاحب دامت برکاتہم نے یہ مختصر تعارف حضرت مولانا ابن الحسن عباسی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اِرسال کیا تھا اُن کے توسط اور اِجازت سے ہم نے نقل کیا ہے۔ (از مُصحِّح)

تصوّف وسُلوک: ۱۹۷۸ء میں زمانۂ طالبِ علمی میں حضرت مولانا سیّد صدیق اَحمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت واِسترشاد کا تعلّق قائم ہو چکا تھا۔ اُن کے بعد ۱۹۹۷ء میں مُحیُ السُّنَّۃ حضرت مولانا شاہ اَبرار الحق ہردُوئی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلّق قائم رہا۔ اُن کی وفات کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوری رحمۃ اللہ علیہ سے تعلّق رہا۔

اجازت وخلافت: ۱۹۹۰ء میں حضرت مولانا سیّد صدیق اَحمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت (مُجازِ صحبت) سے سرفراز فرمایا اور اِرشاد وتلقین کی اِجازت دی۔

علمی اِنہماک وخارجی مطالعہ: ۱۹۸۵ء میں قرأتِ سبعہ کی تکمیل اور اپنے شیخ کی خدمت کے ساتھ فقہ وفتوے اور خارجی کتابوں خصوصاً مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، اِمام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ وابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا۔

فتوٰی نویسی: ۱۹۸۵ء ہی سے اپنے اَساتذہ کی ماتحتی وزیرِ نگرانی "جامعہ عربیہ ہتھورا" میں تدریس کے ساتھ فتوٰی نویسی کا بھی مشغلہ رہا جو ۱۹۹۹ء تک جاری رہا۔ اُس مدّت میں سیکڑوں اِستفتاء کے جوابات اور فقہی مقالے لکھے۔

اِہم اَساتذہ ومشائخ: حضرت مولانا سیّد صدیق اَحمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ، مُحیُ السُّنَّۃ حضرت مولانا شاہ اَبرار الحق ہردُوئی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سیّد ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مفتی مظفر حسین صاحب (سابق ناظم مظاہر علوم سہارنپور) قاری اَمیر حسن رحمۃ اللہ علیہ، (خلیفہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ) مولانا سیّد محمد رابع حسنی دامت برکاتہم، مولانا محمد عارف سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ۔

نکاح: ۱۹۸۵ء ۲۸/ اکتوبر کو ضلع "رائے بریلی" میں نکاح ہوا۔

تدریس: ۱۹۸۵ء میں "جامعہ عربیہ ہتھورا" باندہ میں شعبہ حفظ میں تقرر ہوا اور ایک سال درجہ حفظ میں خدمت اَنجام دی۔ ۱۹۸۷ء میں شعبۂ عالمیت میں

منتقل ہوئے اور اِبتدائی کتابوں سے لے کر "موقوف علیہ" تک کی کتابیں زیرِ دَرس رہیں۔ ۲۰۰۰ء میں "دار العلوم ندوۃ العلماء" لکھنؤ میں حضرت مولانا شاہ اَبرار الحق ہردُوئی رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ و اِیماء سے شعبۂ تدریس میں تقرر ہوا، جو سلسلہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اب تک جاری ہے۔ فی الوقت کتبِ حدیث "مسلم شریف و ترمذی شریف" وغیرہ زیرِ درس ہیں۔

سفرِ حج: ۱۹۹۸ء میں پہلا سفرِ حج کیا، اُسی سال حضرت مولانا شاہ اَبرار الحق ہردُوئی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت قاری اَمیر حسن رحمۃ اللہ علیہ کا بھی سفرِ حج تھا۔ اِن حضراتِ مشائخ سے خوب اِستفادہ کے مواقع ملے۔ ۲۰۱۲ء میں عمرہ اور کچھ وقفے سے دوسرے سفرِ حج کی سعادت نصیب ہوئی، اِن دونوں مبارک سفروں میں وہاں کی علمی شخصیات اور "حرم پاک" میں (تفسیر و حدیث و دیگر علومِ شرعیہ کے) قائم علمی حلقوں میں شرکت اور اِستفادہ کے مواقع نصیب ہوئے، وہاں کے طریقۂ تعلیم، نصابِ تعلیم کو بغور قریب سے دیکھنے اور جائزہ لینے کا موقع ملا، وہاں کی علمی مجالس میں شرکت ہوئی اور بعض مسائل میں علمی مذاکرہ اور تبادلۂ خیال ہوا۔

دعوت و تبلیغ: "دار العلوم ندوۃ العلماء" لکھنؤ کی زمانۂ طالبِ علمی سے دعوتی و تبلیغی اور اِصلاحی مختلف تنظیموں و تحریکوں سے دلچسپی اور حسبِ گنجائش وابستگی رہی، خصوصاً تبلیغی جماعت سے۔ حالات کی تحقیق کے لیے مختلف باطل فرقوں اور تنظیموں کو بھی قریب سے دیکھنے اور جائزہ لینے کی کوششیں کیں۔ اُسی وقت اپنے طور پر لب سڑک جھوپڑیوں میں آباد غریب مسلمانوں کو اپنی دعوت و تبلیغ کا میدان بنایا، مختلف اَوقات خصوصاً "جمعرات" کو بعد نمازِ مغرب یہ کام ہوتا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! اِس کے اَچھے اور نمایاں اَثرات ظاہر ہوئے، "باندہ ہتھورا" کے قیام کے زمانہ میں مولانا سیّد صدیق اَحمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ کے بعد جمعہ کے دن شہر "باندہ" کے تبلیغی مرکز اور مسجد میں دعوت و تبلیغ

کا سلسلہ قائم رہا۔ "لکھنؤ" کے قیام کے زمانہ میں "دوبگا" (منڈی، بازار) میں ہفتہ وار "درسِ قرآن و اِصلاحی بیان" کا سلسلہ قائم رہا۔ اِس کے بعد حضرت مولانا شاہ اَبرارالحق ہردُوئی رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ وحکم سے علاقہ واَطراف کی مختلف مساجد میں جمعہ کے دن دعوتی واِصلاحی پروگرام کا سلسلہ قائم کیا اور ہر جمعہ کو تقریباً چار اور کبھی پانچ مساجد میں اِصلاحی بیانات کا سلسلہ قائم ہوا جو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَب تک جاری ہے۔

تصنیف وتالیف: تصنیف وتالیف اور مضمون نگاری کا ذَوق بچپن سے رہا، زمانۂ طالبِ علمی میں اِس کی اِبتداء اور مشق حضرت مولانا سیّد صدیق اَحمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد عارف سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ سے کی، اُنہیں کی نگرانی میں چند مضامین لکھے۔

پہلی تصنیف: ۱۹۸۳ء میں "اَرکانِ الدین" نامی پہلی کتاب جو تقریباً ۱۳۰ صفحات پر مشتمل ہے، تصنیف کی جو غیر مطبوعہ ہے۔

تصنیفی کام کا میدان: حکیم الامّت حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم ومعارف اور اُن کی اِصلاحی ودعوتی اور تجدیدی کاوشیں جو اُن کی تصنیفات وتالیفات، فتاوٰی، ملفوظات ومواعظ میں منتشر ہیں، اُن کی فن اور موضوع وار جدید اُسلوب کے مطابق ترتیب وتجدید اور تبلیغ، اِس سلسلے کی سب سے پہلی شائع ہونے والی کتاب "العلم والعلماء" ہے۔ اِس کے علاوہ سُو (۱۰۰) سے زائد کتابیں مُرتّب ہوچکی ہیں۔ اکثر مطبوعہ ہیں، مزید سلسلہ جاری ہے۔ تصنیف وتالیف کا دوسرا میدان مولانا سیّد صدیق اَحمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ کے "علمی واِصلاحی اِفادات" کی جمع وترتیب ہے جس میں "درسِ قرآن ودرسِ بخاری اور اِصلاحی ملفوظات واِرشادات" بھی شامل ہیں۔ مجموعی تصانیف کی تعداد ۱۵۰ تک پہنچ چکی ہے۔

آگے کے پروگرام: مذکورۃ الصدر (حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سیّد صدیق اَحمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ کے) جو سلسلے جاری ہیں اُن میں ابھی کافی کام باقی ہے،



اُن کی تکمیل، اُس کے علاوہ اُمّت کے مختلف طبقات "تجار حکام، معالجین، مبلغین" وغیرہ میں سے ہر طبقہ سے متعلّق رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور آپ ﷺ کی ہدایات کو اِس طبقہ تک قرآن وحدیث کی رُوشنی میں پہنچانا، نیز دِین کے تمام شعبوں "تبلیغ، تعلیم، خانقاہ" وغیرہ کو زندہ کرنا اور جس شعبہ میں منکرات ومفاسد شامل ہو گئے ہیں اُن کی اِصلاح کی کوشش کرنا، مختلف رُسومات و بدعات، منکرات اور باطل اَفکار ونظریات کی تردید کرنا اور ضرورت کے مطابق قرآن وحدیث کی رُوشنی میں علمی وفقہی اور اِصلاحی رَسائل تصنیف کرنا۔

اَحقر نے اپنے بزرگ حضرت مولانا شاہ اَبرار الحق ہردُوئی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سیّد صدیق اَحمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ سے اِن خیالات وعزائم کا اِظہار کرنے کے بعد اپنی نا اہلی وکم علمی کی شکایت کی۔ تو حضرت مولانا شاہ اَبرار الحق ہردُوئی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "کام کے لیے جتنی صلاحیت کی ضرورت ہے آپ کے اَندر اُتنی صلاحیت ہے، آپ کام شروع کیجیے"۔ اور حضرت مولانا سیّد صدیق اَحمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت مسرت اور نیک دعاؤں کے ساتھ اللہ کا شکر ادا کرنے کی ہدایت فرمائی۔

اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ ○ (سُورَۃُ ھُوْد، ۸۸)

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

پہلا باب (کام کرنے کا طریقہ)

اللہ والوں کی پہچان اور سوانح عمری لکھنے کا فائدہ

فرمایا: اللہ والے اپنے کو چھپاتے بہت ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ: اُن کا جو بھی کام ہو سب اللہ ہی کے واسطے ہو، نام نمود، شہرت کا جذبہ اُن میں بالکل نہیں ہوتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ: جب کسی بندہ کے عمل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو ہدایت کرنا مقصود ہوتا ہے تو گو وہ شخص پہاڑ کی کھو میں بیٹھ کر ہی کیوں نہ کوئی عمل کرے لیکن اللہ تعالیٰ اُس کو ظاہر کر دیتا ہے۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب الرقاق، باب الریاء والسمعۃ، ج ۲، ص ۴۵۶، طبع قدیمی، کراچی)

یہ جو بزرگانِ دین کی سوانح عمریاں لکھی جاتی ہیں اور لوگوں کے سامنے اُن کے حالات آتے ہیں تو کیوں؟ اِسی وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی پاکیزہ زندگی کے ذریعہ دوسروں کو ہدایت دینا چاہتا ہے۔ اِسی ضمن میں فرمایا کہ: بزرگوں کے بہت سے حالات ایسے ہوتے ہیں کہ جن کو کوئی جانتا بھی نہیں، کتابوں میں جو لکھے جاتے ہیں وہ تو بہت تھوڑے ہوتے ہیں خصوصی حالات کی تو کسی کو ہوا بھی نہیں لگتی۔

(شوال ۱۴۰۴ھ)

حکیم الامّت حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا کارنامہ

فرمایا: حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اِتنا کام کر گئے ہیں کہ بعد کے لوگ اُسی کو لکھتے رہیں کام ختم نہیں ہوتا، ہر موضوع پر لکھا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا حال یہ تھا کہ: رات کو سوتے وقت چراغ اور ماچس سرہانے رہتی تھی جب کوئی بات یاد آئی اُسی وقت چراغ جلا کر اُس کو لکھ لیتے، پینسل کاغذ ہر وقت ساتھ رہتا۔ "بَوَادِرُ النَّوَادِر" ایک کتاب ہے اُس کو اِسی طرح لکھا ہے۔ سفر میں کوئی چیز یاد آ گئی اُسی وقت اُس کو لکھ لیا۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ: حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا کچھ اور کام ہی نہ تھا صرف لکھنا پڑھنا اور خانقاہی اِصلاحی کام تھا۔ حضرتِ اَقدس نے فرمایا کہ: یہ کوئی معمولی کام ہے؟!! اور رَمزُاٹاوی کے کچھ اَشعار پڑھے ؎

کہیں مدّت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ　　بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستورِ مئے خانہ

حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات

ایک مرتبہ اُحقر نے حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کا ذکر کیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اِس کو ناپسند فرمایا اور اِرشاد فرمایا: میں تو ایسی زندگی پسند کرتا ہوں کہ مجھے کوئی جانے نہیں کہ کون تھا؟ کیسے رہتا تھا؟ اُس کے کیا حالات تھے؟ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی حال تھا کہ: کوئی نہ جانے کیسے حالات تھے؟ اُحقر نے عرض کیا کہ: حضرتِ والا (رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ: اللہ تعالیٰ کو جس کے عمل سے دوسروں کو ہدایت دینا منظور ہوتا ہے پہاڑ کی کھو میں بیٹھ کر بھی اگر وہ کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی طرح اُس کو ظاہر کردے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الرقاق، باب الریاء والسمعۃ، ج ۲، ص ۵۶، طبع قدیمی، کراچی) اور یہ بھی عرض کیا کہ: ایک مرتبہ حضرت (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا تھا کہ: جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اَزواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو اِختیار دیا تھا کہ: خواہ مجھ کو اِختیار کرلیں اور فقر و فاقہ کی زندگی پر قناعت کریں یا مجھ سے علیحدگی اِختیار کرلیں اور میں اُن کو مال دے کر آزاد کردوں۔ اُس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عرض کیا تھا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی کو اِختیار کرتی ہوں۔ مجھے اِس میں کسی مشورہ کی ضرورت نہیں اور یہ بھی عرض کیا تھا کہ: میری یہ رائے دوسری اَزواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے نہ بتلایئے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: جب کوئی پوچھے تو کیوں نہ بتلاؤں گا؟ نہ بتلانے کا وعدہ نہیں کرتا۔

(مسند احمد، مسند المکثرین من الصحابہ رضی اللہ عنہم، مسند جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، ج ۲۲، ص ۳۹۲، طبع موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حضرت (رحمۃ اللہ علیہ) نے یہ پوری تفصیل سنا کر فرمایا تھا کہ: حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ: میں مانعِ خیر کیوں بنوں؟ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ: کسی کا حال یا کسی کی بات اگر دوسرے کے لیے خیر اور ہدایت کا ذریعہ بن سکتا ہو تو اُس کو بتلانے اور اُس کی اِشاعت میں کوئی حرج نہیں۔ یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ: پڑھنے والے طلباء آگئے اور سلسلۂ کلام ختم ہوگیا۔ درمیانِ گفتگو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ: میرے حالات کیا؟!! میں تو یہ چاہتا ہوں کہ: بس! اللہ تعالیٰ قبول فرمالے، نجات فرمادے۔[1] (آمین)

ملفوظات لکھنے کی بابت

حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ایک واقعہ بیان فرمایا تھا کہ: "سعودی حکومت" میں مجھے ایک

[1] یہ جملہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا تصحیح کردہ ہے۔

مدرسہ میں مُدرّسی کی جگہ مل رہی تھی لیکن میں نے اِس وجہ سے قبول نہ کی کہ: "ہندوستان" میں اور اپنے علاقہ میں دِین کی اِشاعت کی ضرورت زیادہ ہے۔[1] اور فرمایا کہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عرب سے دُنیا کے ملکوں ملکوں میں دِین پھیلانے کے لیے نکل گئے۔ دوسرے وقت میں اَحقر نے حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ سے اُس مدرسہ کا نام پوچھا۔ حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: تم اِس کو لکھو گے؟ اِن سب باتوں کے لکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ اب تمہارے سامنے کچھ بیان نہ کروں گا تم تو "سی آئی ڈی" ہو سب لکھ لیتے ہو۔ راقم الحروف نے عرض کیا کہ: حضرت! صرف ضروری اور مفید باتیں لکھتا ہوں۔ غور کرتا ہوں کہ: یہ بات اُمّت کے لیے مفید ہے یا نہیں؟ دوسرے تمام طبقات[2] کے لوگوں کو سامنے رکھتا ہوں۔ ایسی کوئی بات نہیں لکھتا جس میں کوئی اِعتراض کا پہلو ہو یا وہ خلافِ مصلحت اور غیر ضروری ہو۔ محض عقیدت اور حُسنِ ظن میں آ کر ہر بات نہیں لکھتا۔

اَحقر نے دوسرے وقت حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ عرض کیا کہ: حضرت! اِس معیار کے مطابق حضرتِ والا کے اِفادات جمع کرتا ہوں جس میں حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ: ملفوظات لکھنے کے لیے بڑے سلیقہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہر بات لکھنے کی نہیں ہوتی، بہت سی باتیں اور حکایتیں غیر ضروری بھی ہو جاتی ہیں۔ ملفوظات صرف وہ لکھنے چاہئیں جس میں کوئی علمی یا عملی فائدہ ہو۔

ایک مرتبہ حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ نے اَحقر کے جمع کیے ہوئے ملفوظات وغیرہ مُعتَدبِہ مقدار میں دیکھے خوش ہوئے اور فرمایا کہ: یہ تم نے کیسے جمع کر لیے؟ لکھتے رہو۔ نہ ہو سکے تو اپنے ہی اَلفاظ میں لکھ لیا کرو۔ اَحقر نے عرض کیا کہ: عشاء کے بعد طلباء کو سُنائے تو تمام طلباء بیٹھتے تھے اور بہت غور سے سُنتے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: پھر سُناتے کیوں نہیں؟ عشاء کے بعد جب میں نہ ہوا کروں وہی سنا دیا کرو۔

کام تو گمنامی میں ہی ہوتا ہے

تعویذ کی وجہ سے مہمانوں کی آمد و رَفت بکثرت رہتی تھی۔ دورانِ سبق ایک گاڑی سے کئی لوگ تعویذ کے لیے آ گئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اِن تعویذ والوں کی وجہ سے بڑا نقصان ہوتا ہے۔

---

[1] اَحقر نے "دِین کے پھیلانے" لکھا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اِس کو کاٹ کر "کی اِشاعت" تحریر فرمایا۔

[2] اَحقر نے بعض باطل فرقوں کے نام لکھے تھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کو کاٹ دیا۔

اب میں سبق پڑھاؤں یا تعویذ لکھوں؟ اِن کے تعویذ کی وجہ سے سبق بھی بند کرنا پڑے گا اور بعض لوگ دوسروں کو پھانس کر لانے کی کوشش کرتے ہیں، سوچتے ہوں گے کہ: بڑا خوش ہوگا۔ اور مجھے اِتنا کھلتا ہے کہ میں ہی جانتا ہوں۔ بہت سے لوگ اپنے مطلب کے لیے لوگوں کو یہاں لاتے ہیں کہ: ہم تم کو مولانا صاحب سے ملوادیں گے، تعویذ دلوادیں گے اور بعد میں پھر اُن سے اپنا کام لیتے ہیں۔ تعویذ کی وجہ سے بڑا وقت ضائع ہوتا ہے۔ دن بھر یہی سلسلہ لگا رہتا ہے۔ آنے والے مہمانوں کو ناشتہ بھی کراؤ، وقت بھی دو، اُن کے پاس بیٹھ کر باتیں بھی کرو۔ کتنا وقت خرچ ہوتا ہے؟!! ایسے میں اگر کوئی کتاب دیکھے یا لکھنا چاہے تو کیسے لکھ سکتا ہے؟ یہ کام تو یکسوئی چاہتا ہے۔ کام تو گمنامی ہی میں ہوتا ہے، جہاں کوئی جاننے والا نہ ہو، اکیلے جنگل میں بیٹھا ہوا ہو، کتابیں کھلی ہوئی ہوں، دن رات اُسی میں مشغول ہو۔ یہ اللہ پاک کا کرم ہے کہ: اَسباق پڑھالیتا ہوں اُس میں ناغہ نہیں ہوتا۔ آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ میں اَسباق کی کتنی پابندی کرتا ہوں۔[1]

دِین کا کام انبیاء کرام علیہم السلام کا نمونہ اِختیار کیے بغیر نہیں ہوسکتا

فرمایا: دِین کا کام اُس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک دِینی کام کرنے والا انبیاء کرام علیہم السلام کا نمونہ اِختیار نہ کرے۔ اگر صرف یہی بات سامنے ہو کہ: میری تنخواہ زائد ہو، میں کچھ بھی کروں مجھ پر کوئی رُوک ٹوک نہ کرے، کسی قِسم کی اُس کو پریشانی نہ ہو، تو ایسے شخص سے دِین کا کام نہیں ہوسکتا۔ دِین کا کام تو وہی کرتا ہے جو سب کی کڑوی کسیلی (یعنی سخت باتیں) سنتا رہے۔ سب کی باتیں بَرداشت کرتا رہے، لوگ کچھ بھی کہیں اُس کی کچھ پَرواہ نہ کرے، رُوکھی سُوکھی رُوٹی پر قناعت کرے، ایسا شخص دِین کا کام کرے گا اور ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ چمکاتا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام نے کس قدر لوگوں کی باتیں سنی ہیں؟!! کتنی مصیبتیں بَرداشت کی ہیں؟!! اب تو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ: کوئی کچھ کہے بھی نہ اور ناگوار بات نہ سننا پڑے اور دِین کا کام بھی ہوجائے۔ تو یہ کیسے ہوسکتا ہے؟

حوارِیین اور مددگار کی ضرورت

فرمایا: تنہاء تو کوئی آدمی کام کر نہیں سکتا اُس کے کچھ اَعوان و مددگار ہوتے ہیں جو اُس کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تنہاء کام نہیں کیا بل کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ساتھ

[1] خط کشیدہ عبارت کا اِضافہ حضرت رحمہ اللہ نے نظر ثانی کے وقت فرمایا۔

تھی جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ بٹایا اور ہر نبی کے کچھ حواریین ہوتے تھے جو ساتھ میں کام کرتے تھے، اَکیلے کوئی کہاں تک کرسکتا ہے؟ جس کو اَچھے اَفراد مُیسر ہوجاتے ہیں، اَچھے اَعوان و مددگار مل جاتے ہیں اُس کے کام کو ترقی ہوتی ہے اور جس کو اَچھے افراد نہیں ملتے اُس کی پریشانی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ تم لوگوں سے کتنی باتوں کے متعلق کہا گیا لیکن ایک کان سے سُنتے ہو دوسرے کان سے نکال دیتے ہو۔ اِس طرح کہیں دِین کا کام ہوا کرتا ہے؟!! (۱۴محرم ۱۴۰۵ھ)

ہر شخص کے لیے چند اہم نصیحتیں

عرضِ حال: ایک صاحب نے تحریر فرمایا کہ: ہم آپ کے مشورہ سے زندگی گزارنا چاہتے ہیں اِس کی کیا ترتیب ہوگی؟

اِرشاد: حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب تحریر فرمایا:

۱ نماز باجماعت اور تلاوت کا اہتمام کیجیے۔ ۲ کسی کے معاملہ میں دخل نہ دیجیے۔

۳ اپنے کام سے کام رکھیے۔ ۴ کوشش کیجیے کہ کسی کو اپنے سے تکلیف نہ پہنچے۔

عرضِ حال: ایک مُرید نے اپنے حالات لکھے کہ: نمازوں کی پابندی برابر نہیں ہوتی، نیز ماضی میں بھی کافی نمازیں قضاء ہوچکی ہیں اور بھی حالات لکھے تھے کہ تلاوت میں دل نہیں لگتا۔

اِرشاد: حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب تحریر فرمایا: جو نمازیں قضاء ہوئی ہیں اُن کو ادا کر لیجیے اور کوشش کیجیے کہ اب نماز قضاء نہ ہو۔ تلاوت کا بھی ناغہ نہ ہو۔ آپ کے لیے دعا کر رہا ہوں۔

اِرشاد: ایک مُرید کو نصیحت کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ: آپ کے حالات کا علم ہوا۔ مندرجہ ذیل ہدایات پر عمل کیجیے۔

۱ ذکر پابندی سے کرتے رہیے اور کوشش کیجیے کہ پوری توجہ ذکر کی طرف رہے، خیال آجائے تو پھر توجہ شروع کردیجیے۔ وساوس پر گرفت نہیں اُس کی طرف توجہ نہ کیجیے۔

۲ نماز باجماعت اور تلاوت کا اہتمام کیجیے۔ ۳ وقت ضائع نہ ہو۔

۴ حلال رُوزی کا اہتمام ہو۔ ۵ مخالف سے بالکل تعرض نہ کیجیے۔

۶ اپنے کام سے کام رکھیے۔ ۷ کسی کو اپنے سے تکلیف نہ پہنچے۔

۸ تھوڑی دیر مراقبہ کیا کیجیے کہ مرنا ہے اور یہاں سے جا کر خدا کو منہ دکھانا ہے اس سے اعمال میں اِنْ شَآءَ اللہ درستگی پیدا ہوجائے گی۔

(علمی و اصلاحی ملفوظات و مکتوبات، تیسرا باب (اِصلاحِ نفس کا طریقہ) ص ۱۷۱، طبع مکتبہ دارالعلوم صدیقیہ، کراچی)

دوسرا باب

(مدارس کی ضرورت اور اُن کے قائم کرنے کا طریقہ)

مرکزی مدارس قائم کرنے کی ضرورت اور اُس کا طریقہ

حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی پوری کوشش یہ رہتی تھی کہ: جگہ جگہ، ہر بستی اور ہر گاؤں میں دِینی مدرسے قائم ہو جائیں ۔ مرکزی قصبات اور شہروں میں معیاری مرکزی مدرسہ قائم ہو جہاں دَارُ الْاِقَامَہ کا نظم ہو۔ چناں چہ اِس کے لیے بھرپور کوشش فرماتے رہتے تھے۔ بہت سے گاؤں میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ! مکاتب قائم ہو گئے، البتہ ایک بڑے قصبہ میں مرکزی مدرسہ قائم کرنے کی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کوشش فرمائی تھی ۔ چناں چہ "مہوبا" جیسے شہر میں ایک مدرسہ قائم ہوا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی منشاء یہ تھی کہ: یہ علاقے کا بڑا مدرسہ ہو، جس میں دَارُ الْاِقَامَہ کا نظم ہو۔ اُس کے لیے حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک قدیم شاگرد کو (جنھوں نے مدرسہ "ہتھورا" کے اِبتدائی دَور میں بڑی محنت ومجاہدہ سے اپنے ہاتھ سے کھانا پکا پکا کر علمِ دِین حاصل کیا تھا۔) بھیجا لیکن اُن سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا جو منشاء تھا وہ پورا نہ ہوا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو لکھا کہ: آپ کو تو میں نے اِس لیے بھیجا تھا کہ اَطراف کا دَورہ کر کے لڑکوں کو لائیں اور مدرسہ کو ترقی دیں۔ اُس کے بعد عمارت اِنْ شَآءَ اللّٰہ بن جائے گی۔ عمارت تو میں آج کھڑی کرا دوں لیکن رہنے پڑھنے والے لوگ تو ہونے چاہئیں؟!! رہنے والے لوگ نہیں تو کیا چوروں کے لیے عمارت کھڑی کروں؟!! ایک ایک کر کے اِینٹیں اُٹھا کر لے جائیں گے کوئی نگرانی کرنے والا بھی نہ ہوگا۔ پہلے کچھ طلباء لائے جائیں، کسی جگہ عارضی طور پر رہیں اور پڑھیں ضرورت محسوس ہوگی تو عمارت کا بھی اِنتظام ہو جائے گا، اللہ کی رحمت خود متوجہ ہوگی۔ یہ کام ایسا نہیں ہے کہ بغیر محنت ومشقت کے ہو جائے، اِس میں بہت کچھ قربانی دینی پڑتی ہے۔ راحت وعیش کے ساتھ کام نہیں ہوتا، گھر کو گھر نہ سمجھے، بیوی بچوں تک کی قربانی دینی پڑتی ہے۔ اِس طرح کام نہیں ہوتا کہ: دس دن پڑھایا اور دس دن گھر جا کر آرام کیا۔ اُن سے جا کر میری طرف سے کہنا کہ: تم کو یاد نہیں کہ "ہتھورا" کے اِبتدائی دَور میں تم نے کس طرح علم حاصل کیا؟ جنگل میں لکڑیاں چُن چُن کر لاتے تھے، ہاتھ سے کھانا پکاتے اور پڑھتے بھی تھے۔

وہ دَورتم کو یادنہیں؟!! کام تو قربانی سے ہوتا ہے۔ مجھے مولوی طیب صاحب کی بڑی قدر ہے، وطن تو اُن کا "بہار" ہے لیکن اب جہاں مدرسہ کھولا ہے وہی وطن بنالیا۔ اِطلاع آئی کہ: بیٹے کا اِنتقال ہوگیا اور وہ وقت مدرسہ کی وُصولیابی کا تھا ایک ہفتہ ناغہ کرتے تو مدرسہ کا کام نہ ہوتا۔ صاف کہہ دیا کہ: جو کچھ ہونا تھا ہوگیا اب مدرسہ کا نقصان کیوں کروں؟ کام تو اِس طرح ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُن سے کام لیا بھی ہے۔ اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے علاقہ کے عبدالصمد صاحب کا تذکرہ کیا کہ: اُن کو دیکھو! نہ حافظ، نہ مولوی "کالینجر" میں مدرسہ قائم کیا، محنت شروع کی، قربانی دی، قصبہ قصبہ، دیہات دیہات کا دُورہ کیا، اَچھی خاصی عمارت کھڑی کردی، دَارُ الْاِقَامہ کا نظم ہے، ۷۰، ۸۰ بچے مقیم ہیں جن کے قیام وطعام کا نظم ہے۔ "مہوبا" تو مرکزی جگہ تھی اگر وہاں کوشش کی جاتی تو کیا وہاں ترقی نہ ہوتی؟!! لیکن کوشش ہی نہیں کی گئی! ورنہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ: بعد کے قائم کردہ مدرسے ترقی کرجائیں اور یہ وہیں کا وہیں رہے؟ کہنے کی بات نہیں عبرت کے لیے تم لوگوں سے کہتا ہوں کہ: میں نے شروع میں کس طرح کام کیا ہے؟ علاقہ کا دُورہ کرتا تھا کوئی پُرسانِ حال نہ تھا، کبھی کسی دیہات میں غیر مسلم کے یہاں رات ٹھہرنا پڑا، بھوک لگتی ساگ کھا کر گزارا کرلیتا، مہوے کھا کر بسر کرتا، فاقہ تک کی نوبت آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ: کس کو کتنی لگن ہے؟ جب قربانی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ ترقی دیتا ہے۔ شروع میں وہ حالات تھے آج یہ حالات ہیں۔ اُن سے جاکر کہہ دو کہ: مُدرّس پڑھانے کے لیے رکھ لیں اور خود علاقہ میں جاکر محنت کریں، اپنا پُرانا دَور یاد کریں اُسی طرز پر محنت کریں۔ سب لوگ اُن کا ساتھ دیں گے۔

بڑے مدارس تو چھوٹے قصبات اور دیہاتوں ہی میں ہونے چاہئیں

فرمایا: بڑے مدارس تو چھوٹے قصبات اور دیہاتوں ہی میں ہونے چاہئیں۔ ایک صاحب نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ لیا کہ: میں نے ایک دیہات میں مدرسہ کھولا ہے۔ ۱۵ لڑکے باہر کے زیرِ تعلیم ہیں باقی مقامی ہیں۔ اب میں اُس کو شہر میں منتقل کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت کا کیا مشورہ ہے؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: دیہات میں کیا پریشانی ہے؟ بڑے مدرسے تو شہر کے قریب دیہاتوں ہی میں اَچھے رہتے ہیں۔ کچھ پریشانیاں ضرور ہوتی ہیں لیکن بہت سے فتنوں سے عافیت اور سلامتی رہتی ہے۔ شہروں میں مدرسے ہونے میں دوسری بہت سی خرابیاں ہوجاتی ہیں،

مدرسہ لوگوں کی نظروں میں آجاتا ہے، حکومت کی نگاہیں اُٹھنے لگتی ہیں۔ دوسری اور بہت سی ایسی خرابیاں ہوتی ہیں کہ: اُن خرابیوں کے مقابلے میں آسانیاں کچھ بھی نہیں۔ دیہاتوں میں وہ آسانیاں تو نہیں لیکن دوسرے فوائد بہت ہیں۔ اِس لیے شہروں میں تو مکاتب کا نظام ہونا چاہیے، ہر محلہ میں ایک مکتب ہو اور بڑا مدرسہ دیہات میں ہونا چاہیے۔

شہروں کے ہر محلہ میں مکتب قائم کرنے کی ضرورت

فرمایا: "بمبئی" جیسے بڑے شہروں میں ہر محلہ میں مکتب قائم ہونے کی ضرورت ہے اور اِس کی بھی ضرورت ہے کہ: ایک بڑا اِدارہ ہو اور مکاتب سے پڑھ پڑھ کر لوگ بڑے اِداروں میں لوگ داخل ہوں۔ لیکن اب تک شہروں میں مکاتب کا رواج نہیں۔ "بمبئی" اور اُس جیسے بڑے شہروں میں جو بھی جاتا ہے وہ پیسہ وصول کرنے جاتا ہے کہ کسی طریقہ سے ہم کو پیسہ مل جائے۔ اِس کی فکر کسی کو نہیں کہ وہاں جا کر دِینی مدرسے قائم کرے، اُس کی کوشش کرے، اُن کو توجہ دلائے۔ اِمام وخطیب وہاں پیسہ کمانے جاتے ہیں، علماء، سفراء پیسہ لینے جاتے ہیں لیکن اِس کی کوشش نہیں کرتے کہ خود اُن کو دِین کی طرف آمادہ کریں، اُن کے یہاں مدرسہ قائم کرنے کی فکر کریں اور جو مولوی صاحبان ٹیوشن پڑھانے اور پیسہ کمانے جاتے ہیں وہ بھی کوشش نہیں کرتے کہ مکتب قائم ہو۔ اگر کوشش کی جاتی تو اب تک نامعلوم کتنے مدرسے ہو گئے ہوتے ؟!! ہر ہر محلہ میں مدرسہ ہوتا۔ لیکن اَفسوس کہ! اِس طرف لوگوں کی توجہ نہیں۔

ایک صاحب (مولانا تقی الدین مظاہری) جو "سعودیہ" میں رہتے ہیں، "اعظم گڑھ" سے اُن کا تعلق ہے، اُن کے واسطے سے کافی پیسہ آتا ہے اور لوگ اُن سے خوب پیسہ لیتے ہیں۔ میں نے اُن کو توجہ دلائی کہ: آپ کا علاقہ سُونا پڑا ہے، آپ لوگوں کو مدرسہ کے لیے کافی رقم دیتے ہیں خود کیوں مدرسہ نہیں کھول لیتے ؟ آپ خود مدرسہ قائم کیجیے، اُس میں پیسہ خرچ کیجیے۔ اُنہوں نے میری بات کو بہت سراہا اور کہا کہ: آج تک مجھے کسی نے توجہ نہیں دلائی۔ اُس کے بعد اُن صاحب نے مدرسہ قائم کیا جو آج تک چل رہا ہے۔ اگر توجہ دلائی جائے تو فائدہ ہوتا ہے۔ اِس لیے کہتے سُنتے رہنا چاہیے۔ اَفریقہ کے بعض لوگوں کو توجہ دلائی تو ایک ہی سال کے اَندر کئی مدرسے قائم ہو گئے۔ یہ تو ہماری بد قسمتی ہے کہ: ہم کو ایسا علاقہ ملا ہے جس میں ایک مدرّس کی تنخواہ بھی گاؤں والے نہیں دیتے۔

ایسا علاقہ ہم نے کہیں نہیں دیکھا! جتنا کر سکتے ہیں وہ بھی نہیں کرتے۔ ایک پوری بستی اپنے کھانے پینے میں ہر مہینہ ۴، ۵ لاکھ ضرور خرچ کرتی ہوگی لیکن دِین کے نام پر ایک پیسہ نہیں خرچ کرتی۔ ایک مدرّس کی تنخواہ سب مل کر نہیں دے پاتے۔

مقامی علماء سے گزارش

حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہی کے علاقے کے ایک مولوی صاحب حاضر ہوئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے حالات دریافت کیے اور بستی میں دِینی کام نہ ہونے پر اَفسوس کیا۔ وہ صاحب کسی زمانہ میں "ہتھورا" میں بھی پڑھتے تھے اور اب دوسری جگہ پڑھاتے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے فرمایا کہ: اللہ کا نام لے کر علاقہ ہی میں کام کرو، وطن سے فطری تعلّق ہوتا ہے۔ باہر کے آدمی کو اِتنی فکر اور اِتنا لگاؤ نہ ہوگا جتنا کہ مقامی شخص کو ہوگا۔ اِس لیے ڈٹ جاؤ اللہ کا نام لے کر شروع کردو۔ اللہ تعالیٰ رُوزی رساں ہے وہ غیب سے اِنتظام کرے گا۔ پھر حالات تو پیش آتے ہی ہیں اُن کو بَرداشت کیا جاتا ہے، آسانی تو بعد میں ہوتی ہے۔

قصبات اور دیہاتوں میں مکاتب قائم کرنے کا طریقہ

ایک صاحب ایک دیہات سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: حضرت! میں اپنے یہاں ایک مکتب قائم کرنا چاہتا ہوں، زمین بھی موجود ہے اُس کی طرف توجہ فرمائیں، پڑھانے کے لیے کسی مدرّس کو بھیج دیجیے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: گاؤں میں کتنے لوگ کام کرنے والے ہیں؟ تنہا آپ کے چاہنے سے تھوڑی مدرسہ چل جائے گا؟ آج کام شروع کریں گے کل مخالفت شروع ہوجائے گی۔ کچھ اور لوگوں کو یہاں لائیے، مدرسہ قائم کرنے پر آمادہ کیجیے، رُغبت دلائیے، جب کچھ لوگ تیار ہوجائیں تب کام شروع کریئے۔ اگر کچھ مخالفت بھی ہو گی تو لوگ آپ کا ساتھ دیں گے، کوئی ضرورت پڑے گی تو سب مل کر اُس کو پورا کریں گے۔ تنہا آپ کیسے اِتنا بڑا بار بَرداشت کریں گے؟ لیکن اُن صاحب کی سمجھ میں نہ آیا۔ پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے اِصرار کرنے لگے کہ: کسی مدرّس کو پڑھانے کے لیے بھیج دیجیے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ذرا سمجھ سے کام لیجیے۔ ٹھیک ہے! اَچھا! میں آج بھیج دیتا ہوں لیکن آپ کتنی تنخواہ دیں گے؟

۱۲ سُو روپے اور رہنے کے لیے مکان دیں گے؟ وہ صاحب کہنے لگے: جی حضرت! بھیج دیجیے اِنْ شَآءَ اللہ دوں گا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بات وہ کہیے جس کو نباہ سکیں۔ تنہاء آپ ہر ماہ ۱۲ سُو دیں گے؟ کھانا بھی دیں گے؟ ایک ماہ دیں گے دوسرے ماہ خود چھوڑ دیں گے۔ جو سمجھا رہا ہوں سمجھ میں نہیں آتا؟!! کہنے لگے: حضرت! سب کچھ ہو جائے گا آپ دعا کر دیجیے۔ آپ کی دعا ہو گی اِنْ شَآءَ اللہ کوئی پریشانی نہ ہو گی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: محض عقیدت سے کام نہیں چلتا اور نبی سے زیادہ کسی اور سے عقیدت نہیں ہونی چاہیے۔ دُنیا دارُ الْاَسْبَاب ہے یہاں تو اَسباب ہی اِختیار کرنے پڑیں گے ورنہ پیغمبر کی دُعا سے سب کام چل جاتا لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اَسباب اِختیار کیے۔ کام کی ترتیب یہ بتلاتی ہے کہ: پہلے کچھ لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے، جب کچھ اَفراد تیار ہو جاتے تب کام شروع ہوتا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ہجرت بعد میں فرمائی اُس سے پہلے کچھ لوگ اِسلام لے آئے تھے، اپنے کچھ اَفراد تیار ہو چکے تھے اُس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ مرکز بنا اور پھر کام کو ترقی ہوئی۔ سنّت طریقہ یہی ہے اور سنّت طریقہ پر جو کام ہوتا ہے اُس میں برکت ہوتی ہے اور کام آگے بڑھتا ہے۔ یہی میں آپ سے کہہ رہا ہوں کہ: کچھ اور لوگ تیار کیجیے، کچھ لوگوں کو یہاں لائیے، اپنے آدمی بنائیے پھر مدرسہ کی کوشش کیجیے۔ اپنے گاؤں سے کچھ لڑکوں کو پڑھنے کے لیے یہاں بھیجیے، وہ یہاں آئیں، کچھ دن رہیں، پڑھیں، اُن کا ذہن بنے پھر آگے کام کرنا آسان ہو گا۔ ورنہ آج کام شروع کریں گے اور کل بند کرنا پڑے گا۔ اُن صاحب کے سمجھ میں آ گیا اور یہ کہہ کر چلے گئے کہ: اِنْ شَآءَ اللہ کچھ رُوز بعد اور لوگوں کو لے آؤں گا۔ (۱۳ شوال ۱۴۱۷ھ)

مدرسہ چلانا سب کے بس کی بات نہیں اور نہ ہر ایک پر فرض ہے

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک عالم صاحب حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: حضرت! میں اپنے گھر پر ہی بچوں کو پڑھاتا ہوں، کافی لڑکے پڑھنے آتے ہیں، میں نے فی لڑکا ۷۵ روپے فیس مقرر کر رکھی ہے۔ طلباء کی زیادتی کی وجہ سے ایک مدرّس کو بھی رکھنا پڑا، اب کچھ لڑکے باہر کے بھی ہیں جن کے قیام وطعام کا بھی مسئلہ ہے اِس لیے اب اِرادہ ہو رہا ہے کہ: مستقل مدرسہ قائم

کیا جائے۔ اُس کے لیے زمین لینی پڑے گی، چندہ بھی کرنا ہوگا۔ حضرت! اِس سلسلہ میں آپ سے مشورہ چاہتا ہوں؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: دوصورتیں ہیں: اگر واقعی مدرسہ چلانا ہے تو جس طریقہ سے اور مدرسے چل رہے ہیں اُسی طریقے سے چلانا ہوگا۔ (پھر طلباء سے اِس طرح فیس بھی نہ لی جائے گی۔) جب مدرسہ چلانا ہے تو اپنے کو تج دینا پڑے گا، خون پسینہ ایک کرنا ہوگا، راحت و آرام قربان کرنا پڑے گا، بیوی بچوں کے حُقوق میں بھی کچھ فرق آئے گا، اپنے تقاضوں کو دبانا پڑے گا۔ مدرسہ چلانا آسان نہیں، نہ ہر ایک کے بس کی بات ہے، نہ ہر ایک پر فرض ہے۔ جو اِتنی قربانی دے سکتا ہو وہ مدرسہ چلائے، سب کے بس کی بات نہیں۔ اگر اِتنا آپ کر سکتے ہوں تو شروع کیجیے اللہ آپ کی مدد کرے۔ ورنہ پھر جس طرح چل رہا ہے چلنے دیجیے آگے نہ بڑھائیے۔ اُن صاحب نے عرض کیا کہ: باہر کے لڑکے آ رہے ہیں؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: اُن کو منع کر دیجیے یا دوسری جگہ بھیج دیجیے۔ قیام و طعام والے طلباء کو نہ لیجیے، محدود طلباء رکھیے۔ اُن صاحب نے پوچھا کہ: کیا اور کم کر دوں؟ مدرّس کو بھی ہٹا دوں؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ: اُن کی تنخواہ کہاں سے دی جاتی ہے؟ عرض کیا کہ: فیس سے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ٹھیک ہے! چلنے دُو، اُن کو ہٹانے کی کیا ضرورت ہے؟ جب کوئی دُشواری پیش آئے گی تب دیکھا جائے گا۔ عالم صاحب رُخصت ہو کر چلے گئے۔

کام کرنے والوں کو یہ خیال دل سے نکال دینا چاہیے کہ بستی والے ہمارے ساتھ تعاون کریں گے

چند نوجوان علماء حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے علاقہ میں مدرسہ کھولنے کی بابت مشورہ کر رہے تھے۔ اُن حضرات نے عرض کیا کہ: حضرت! ہمارے گاؤں میں مدرسہ تو ہے لیکن گاؤں والے تعاون نہیں کرتے۔ ایک مدرّس کو ۳۰۰ روپے تنخواہ پر رکھا تھا اِتنی تنخواہ بھی نہیں دے سکے اور مدرسہ ٹُوٹ گیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: کسی طرح مدرسہ تو چلانا ہی ہے، کسی بھی صورت میں چلایا جائے۔ اِتنا بڑا گاؤں اور پورا علاقے کا علاقہ سُونا ہے وہاں ایک مدرسہ بھی نہیں؟!! بڑے تعجب اور اَفسوس کی بات ہے۔

اب تو مدرسہ چلانے والوں کو دِل سے یہ خیال نکال دینا چاہیے کہ: گاؤں والے ہماری مدد کریں گے۔ اب تو حالات ایسے ہیں کہ: ہم کو کام کرنے کا موقع مل جائے، کہیں بیٹھنے اور ٹھہرنے کی جگہ مل جائے، مسجد میں جگہ مل جائے یا مدرسہ کی زمین ہی مل جائے اُسی کو غنیمت سمجھنا چاہیے، یہی بہت بڑی بات ہے۔ گاؤں والوں کے تعاون کا خیال دل سے نکال دینا چاہیے۔ گھُسنے کی جگہ مل جائے، ٹھہرنے کا ٹھکانہ ہو جائے تو فوراً کام شروع کر دیں اور یہ سمجھ کر کام شروع کریں کہ: سارا کام ہم ہی کو کرنا ہے۔ گاؤں والے مخالفت نہ کریں یہی بہت بڑی بات ہے اور یہی اُن کا بڑا تعاون ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: جیسے کارخانے والے ہوتے ہیں کہ: اِدھر اُدھر گاؤں میں زمین تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ جہاں کہیں اَچھی زمین مل جاتی ہے اور ٹھہرنے کی جگہ مل جاتی ہے تو بس! کارخانہ قائم کر دیتے ہیں، سارا کام اور اِنتظام بھی خود ہی کرتے ہیں۔ اِسی طریقہ سے ہم کو بھی کرنا چاہیے۔ یہ دیکھ لیں کہ: مدرسہ کے لیے کون سی زمین اَچھی رہے گی؟ اور ٹھہرنے کا ٹھکانہ مل جائے بس! اپنا کام شروع کر دیں اور اللہ پر بھروسہ کریں، اللہ پاک غیب سے اَسباب پیدا فرمائیں گے۔

مدرسہ کو مرکز بنا کر سارے کام اُس کی ماتحتی میں کرنے چاہئیں

ایک عالم صاحب رَدِّ قادیانیت پر اپنے علاقے میں کام کر رہے تھے۔ اُس کے لیے اُنہوں نے ایک تنظیمی مجلس بھی بنائی تھی۔ اِس سلسلہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ فرما رہے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے ایک اِہم بات فرمائی کہ: یہ ساری چیزیں ضمنی ہیں اَصل چیز مدرسہ ہے۔ پہلے ایک مدرسہ کی فکر کرو، اُس کو مرکز بناؤ اور ساری چیزیں اُس کے تابع ہوں۔ اُس کے بغیر کام مشکل ہوتا ہے۔ اِتنے بڑے علاقے میں ایک مدرسہ اور مرکز بھی نہیں؟!! پہلے اِس کی کوشش کیجیے۔

علاقے میں کام کرنے کا طریقہ

”جبل پور“ علاقے سے ایک عالم صاحب تشریف لائے جو اپنے یہاں مدرسہ قائم کرنا چاہتے تھے اور مقامی لوگوں سے کچھ پریشان تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے فرمایا کہ: کام کرنے والے کو چاہیے کہ: جس جگہ کام کر رہا ہے وہاں کے لوگوں سے مل جل کر کام کرے، سب سے مل کر رہے، کٹ کر نہ رہے اِس میں بہت سے نقصانات ہیں۔ میرا تو مشاہدہ ہے کہ: جہاں بھی لوگوں نے

مقامی لوگوں سے کٹ کر کام کیا ہے تو کام میں ترقی نہیں ہوئی۔ یہ کام ہی ایسا ہے کہ: سب کو لے کر چلنا پڑتا ہے، بہت سی باتیں سننا پڑتی ہیں، بہت کچھ بَرداشت کرنا پڑتا ہے اور صبر سے کام لینا پڑتا ہے۔

وہ عالم صاحب علیحدہ رِہ کر کام کرنا چاہتے تھے اور حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اُنہوں نے تحریر فرمایا کہ: ساتھ رہنے میں اِنتشار ہوتا ہے اِس لیے میں علیحدہ ہو کر کام کرنا چاہتا ہوں۔ اُن کی غیر موجودگی میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: اُنہوں نے ایک رائے قائم کر لی ہے اور ضد پر اَڑے ہوئے ہیں۔ اَحقر نے عرض کیا کہ: وہ صاحب تو فرما رہے تھے کہ: میں نے حضرت سے مشورہ کر لیا ہے اور حضرت اِس طرح کام کرنے پر راضی ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: جب مجھے اُن کا مزاج معلوم ہے وہ ایک بات طے کر چکے ہیں اور ساتھ رِہ کر کام نہیں کرنا چاہتے تو میں اُن کو کیا مشورہ دوں؟ اور اگر ساتھ مل کر کام کرنے کا مشورہ دے بھی دوں تو اِس طرح کام کرنے کو تیار نہیں۔ پورا معاملہ میرے حوالہ کر دیں پھر میں جو بہتر سمجھوں گا مشورہ دوں گا۔ ہر جگہ کے حالات ہوتے ہیں اُس کے مطابق کام کرنا ہوتا ہے۔ کہیں سب سے مل کر کام چلتا ہے، کہیں علیحدہ ہو کر کام یکسوئی سے ہوتا ہے۔ لیکن اکثر یہی دیکھا ہے کہ: کٹ کر رہنے سے کام کو ترقی نہیں ہوتی۔[1]

علاقہ کی بَد حالی پر اِظہارِ غم

ہمارے حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کوشش فرمایا کرتے تھے کہ: علاقے کے لوگ کثرت سے علمِ دِین حاصل کریں اور علاقہ ہی میں رِہ کر دِین کا کام کریں لیکن جتنے لوگ فارغ ہو کر نکلتے ہیں اور کسی قدر باصلاحیت ہوتے ہیں عموماً وہ روپیہ کمانے کے چکر میں باہر جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اِن حالات کا تذکرہ فرما کر اَفسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ: جب سب "قطر اور سعودیہ" جانے کا فیصلہ کر لیں گے تو علاقہ میں کام کون کرے گا؟ کتنی اُمیدوں سے لوگوں کو پڑھایا جب وقت آیا دھوکہ دے کر چلے گئے۔ اَصل میں یہ بھی توکّل کے خلاف ہے، کسی پر اُمید ہی کیوں لگائی جائے؟ جن پر محنت کی ہے وہی کون سا کام کر رہے ہیں؟ جب اُمید ہوتی ہے تو طبعی طور پر اَفسوس بھی ہوتا ہے۔ اللہ کی ذات تو بالکل مستغنی ہے، جو ذات اولیاء کی محتاج نہیں، جو ذات انبیاء کرام علیہم السلام کی محتاج نہیں وہ کسی اور کی کیسے محتاج ہوگی؟ اللہ جس سے چاہے اپنے

[1] حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اِضافہ شدہ۔



دِین کا کام لے لے۔ اِنْ شَآءَ اللہ اِنتظام ہوگا۔ جس کی قسمت میں دِین کی خدمت ہے وہ اِس کے لیے تیار ہوجائے گا۔[1]

مکاتب میں پڑھانے والوں کی کمی اور اُس کا ایک حل

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی جدوجہد کے بعد "باندہ" کے اَطراف کے دیہاتوں میں اور اُس کے علاوہ بھی بہ کثرت دِینی مکاتب قائم فرمادیئے تھے لیکن اُس کے باوجود دُو مشکلیں ایسی تھیں جن کا حل سمجھ میں نہیں آتا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ: یہ ایسا علاقہ ہے جس میں دِین کے نام پر لوگ خرچ کرنا نہیں جانتے، میں نے مدرسہ بنوادیا، مدرّس بھیج دیا، سارے گاؤں والے مل کر مدرّس کے کھانے اور اُس کی تنخواہ کا بھی اِنتظام نہیں کرسکتے۔ ایک دیہات میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شاگرد کو بھیجا۔ اُس نے خط لکھا کہ: یہاں کے لوگوں نے نہ کھانے کا اِنتظام کیا، نہ ناشتہ کا اور تنخواہ بھی نہیں دیتے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ حال ہے لوگوں کا! کچھ بھی ہو! جس طرح ہو سکے کام تو کرنا ہی ہے۔ اور اپنے شاگرد کو خط لکھا کہ: تم فکر نہ کرو! ناشتہ کھانا ہوٹل سے کرلیا کرو، کسی سے فی الحال قرض لے لو میں سب ادا کردوں گا۔ تنخواہ کی فکر نہ کرو میں اُس کا بھی اِنتظام کروں گا۔ اِتنی مشکل سے پڑھانے والا آدمی ملتا ہے اُس کی یہ لوگ اِس طرح ناقدری کرتے ہیں۔ ایسے دیہات میں کون ٹکے گا؟ دوسری پریشانی یہ ہوتی ہے کہ: مدرسہ تو بن گیا لیکن پڑھانے والے لوگ نہیں ملتے، جو ملتے ہیں اِنتہائی ناکارہ اور نااہل ہوتے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اُن ہی سے کسی طرح کام چلانے کی کوشش فرماتے تھے۔ ابھی چند رُوز قبل ایک دیہات سے مولوی نما ایک صاحب حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: مجھے فلاں گاؤں میں مدرسہ میں پڑھانے کے لیے بھیج دیجیے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: "قرآن پاک اور اُردو" لاؤ! کچھ سناؤ! کیسا پڑھتے ہو؟ ایک مدرّس بھی موجود تھے اُن سے فرمایا کہ: اِن کا سنیے! سنانے پر معلوم ہوا کہ: اُن کو "اُردو" پڑھنا بھی نہیں آتی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے فرمایا کہ: ہجّے لگاؤ! ہجّے بھی نہ لگا سکے۔ اور کہنے لگے کہ: میں پڑھ لیتا ہوں لیکن آپ کے ڈر اور رُعب کی وجہ سے یہاں زبان رُک گئی ہے اور ہڑ بڑا گیا ہوں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مدرّس سے فرمایا کہ: اِن کو باہر لے جاؤ اور اِن کا سنو۔ باہر جا کر

[1] خط کشیدہ عبارت کا حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تصحیح کے وقت اِضافہ فرمایا تھا۔

مدرّس صاحب نے سنا اور آ کر بتلایا کہ: اُن کو کچھ بھی نہیں آتا، ہجّے بھی نہیں لگا سکتے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے فرمایا کہ: جب تم کو خود ہی نہیں پڑھنا آتا تو کیسے پڑھاؤ گے؟ وہ صاحب کہنے لگے: مجھے آتا ہے بچوں کو پڑھالوں گا۔ مدرّس صاحب نے عرض کیا کہ: اِن کو "قاعدہ" پڑھنا بھی نہیں آتا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے فرمایا کہ: ایسا ہے کہ کچھ دن کے لیے تم یہاں رہ جاؤ، خوب محنت سے پڑھو، میں تم کو کھانا اور رہنے کے لیے کمرہ اور تنخواہ بھی دوں گا۔ کچھ دن پڑھ لو پھر پڑھانے چلے جانا۔ کہنے لگے: ابھی بھیج دیجیے، وہاں جو مولوی صاحب ہیں اُن ہی سے پڑھتا رہوں گا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ تو نہیں ہوگا! یہیں رہ کر پڑھیے ورنہ چھوڑ دیجیے۔ اُن کے لیے ایک "قاعدہ" منگایا گیا۔ کہنے لگے: یہ تو مجھ کو آتا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: آتا تو ہے! لیکن اِس میں آپ کو پڑھانے کا طریقہ بھی بتلایا جائے گا۔ دُو رُوز کی مہلت لے کر گئے اور واپس آئے اور "نورانی قاعدہ" کی مشق کرتے رہے۔

اِسی طرح حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مدرسہ میں ایک قاری و مجوّد کی ضرورت تھی، ایک صاحب پر اِعتماد کرتے ہوئے ایک قاری صاحب کو بُلالیا گیا، اُن سے نمازیں پڑھوائی گئیں لیکن معلوم ہوا کہ: چند رُکوع کی مشق تو کر لی ہے خوب گا لیتے ہیں لیکن فن سے مناسبت نہیں۔ تلفظ بھی پورے طور پر صحیح اَدا نہیں ہوتے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے بھی فرمایا کہ: کچھ دن آپ یہاں بڑے قاری صاحب سے پڑھتے رہیے، مشق کرتے رہیے اور پڑھاتے بھی رہیے میں آپ کو تنخواہ پوری دوں گا لیکن وہ اِس پر تیار نہ ہوئے اور چلے گئے۔ آج تک اُن کا پتہ نہیں کیا حال ہے؟

اِبتدائی مدرسہ و مکتب کے لیے ایک جھونپڑی بھی کافی ہوتی ہے

ایک دیہات سے ایک صاحب حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: حضرت! ہمارے علاقے میں کوئی مدرسہ نہیں کوشش فرمادیں کہ مدرسہ ہوجائے۔ مسجد تو بن گئی ہے لیکن مدرسہ ابھی نہیں ہے۔ مسجد کے پاس ایک مکان دس ہزار کا فروخت ہو رہا ہے اگر وہ مل جائے تو اُس میں مدرسہ ہوسکتا ہے۔ اگر پیسوں کا اِنتظام ہوجائے تو مدرسہ بن سکتا ہے۔ جن صاحب کا مکان ہے اُنھوں نے مسجد کے لیے زمین دی تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: اُن سے کہو کہ! مدرسہ کے لیے بھی دے دیں۔ پھر فرمایا کہ: ابھی مدرسہ کے لیے مکان کی کیا ضرورت ہے؟ کوئی کوٹھی بنانی ہے کیا؟ مدرسہ کے قابل جگہ ہونی چاہیے۔ ایک چھپر ڈال کر کام شروع کر دیجیے۔

فرمایا: مسلمانوں کا پیسہ بے جا مصارف میں بہت خرچ ہوتا ہے۔ جہاں خرچ ہونا چاہیے وہاں خرچ نہیں کرتے ۔ اگر میرے پاس وسائل ہوتے تو ہر ہر بستی میں مکتب قائم کرتا ۔ اَفسوس کہ! وسائل نہیں۔ لوگ تو مدرّس کی تنخواہ بھی نہیں دے پاتے ۔ ایک صاحب نے تیس ہزار (۳۰۰۰۰) روپے مجھے دیئے اور کہا کہ: دِینی کام میں لگا دینا۔ اِس طرح کی رقم اِسی طرح کے کاموں میں صَرف کرتا ہوں ۔ اُن ہی صاحب نے عرض کیا کہ: پڑھانے کے لیے کوئی مدرّس نہیں مل رہا، وقتی طور پر ایک بدعتی مولوی کو رکھ لیا ہے جو اِمامت بھی کرتا ہے، جب دوسرا مدرّس مل جائے گا تو اُس کو ہٹا دوں گا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: اُس کو فوراً ہٹا دو۔ ایسے مدرّس سے نہ ہونا اچھا ہے جو لوگوں کے اِیمان اور اَعمال کو خراب کرے۔ کسی طرح کام چلاؤ، اللہ تعالیٰ دوسرا کوئی اِنتظام فرمائے گا۔

بنجر علاقے میں کام کرنے کے لیے بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے

فرمایا: دِین کے کام کے لیے بہت کچھ کرنا پڑتا ہے، بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ کوئی تعویذ مانگنے آرہا ہے اگر اُس کو مقدمہ کا تعویذ نہ دوں تو وہ ناراض ہو جاتا ہے، کسی نے شادی میں بُلایا اگر اُس میں شریک نہ ہو تو وہ منہ پھُلا لے۔ ہزاروں باتیں ہوتی ہیں بڑا مشکل ہے۔ لیکن (حُدود میں رہتے ہوئے) دِین کے لیے سب کچھ کرنا پڑتا ہے، اِس کے بغیر دِین کا کام بھی مشکل ہوتا ہے۔ جب اِتنا کرتا ہوں تب لوگ دِین کے قریب ہوتے اور دِین کی باتیں سنتے ہیں۔

اور لوگوں کا بھی عجیب حال ہے کہ: نیا مکان بنوائیں گے تو اُس میں ضرور بُلوائیں گے، پیشاب خانہ، پاخانہ، غسل خانہ تک دکھلائیں گے کہ: دیکھیے حضرت! یہ ایسا ہے، ویسا ہے۔ اِس میں اِتنا خرچ ہوا ہے۔ نہ معلوم مجھے یہ سب کیوں دکھلاتے ہیں؟ اِس سے کیا فائدہ؟ مجھے اُس میں کیا کرنا؟ بعض لوگ جلسوں میں تقریر کے لیے بُلاتے ہیں اور کرایہ تک نہیں دیتے اُن کو خود سوچنا چاہیے۔ یہاں تو رُوز رُوز کا قصہ ہے۔ کیا یہاں پیسے بنتے ہیں؟

مدرسہ چلانے والوں کو مناظرہ ومباحثہ سے حَتَّی الاِمکان اِحتراز کرنا چاہیے

ایک نوجوان باصلاحیت عالم کو حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے علاقہ میں کام کرنے کے لیے

بھیجا جہاں بدعت کا زور اور اہلِ بدعت کا غلبہ تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: وہاں جاتو رہے ہو لیکن وہاں جا کر اُن لوگوں سے مقابلہ ومناظرہ نہ کرنا اِس سے دِین کا بہت نقصان ہوتا ہے اور عموماً بظاہر اِس میں جیت اُنہیں کی ہوتی ہے۔ اِسی بہانہ سے وہ لوگوں سے پیسہ اِکٹھا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: فلاں سے مقابلہ کرنا ہے، مناظرہ ہونا ہے۔ پھر خوب چندہ ہوتا ہے، گروہ بندی ہوتی ہے اور ایک طبقہ اپنے مخالف ہو جاتا ہے اور طرح طرح کی سازشیں کرتا ہے اور ہر طرح سے اِس کو نقصان پہنچانے اور مدرسہ بند کرنے اور گاؤں سے نکالنے کی کوشش ہوتی ہے اور ایسے لوگوں کو مدد کرنے والے بھی خوب مل جاتے ہیں۔ جب خدائی کا دعوٰی کرنے والے کے ساتھ بھی لوگ ہو گئے اور اُس کے بھی ہمنوا بن گئے یہ تو بہت آسان ہے۔ کوئی بھی باطل تحریک ہو ہر ایک کو کچھ نہ کچھ تو ہاں میں ہاں ملانے والے لوگ مل ہی جاتے ہیں۔

مناظرہ مباحثہ سے کام کو بہت نقصان پہنچتا ہے، ساری توجہ اُسی طرف ہو جاتی ہے۔ بس! اللہ کا نام لے کر کام شروع کردیں اور کبھی مناظرہ مقابلہ نہ کریں، ہر ایک سے مل جل کر رہیں، سب سے مل کر کام کریں۔ شروع میں کچھ پریشانیاں آتی ہیں اور بسا اَوقات کوئی ساتھ دینے والا بھی نہیں ہوتا۔ پھر اللہ تعالیٰ غیب سے مدد فرماتے ہیں اور غیب سے اُس کے اَسباب مہیا ہو جاتے ہیں، لوگ رُجوع ہوتے ہیں، علاقے والے نہیں تو باہر والے متوجہ ہوں گے۔ لیکن پہلے کوئی اللہ کے بھروسہ پر کام شروع تو کرے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق اُن صاحب نے کام شروع کیا اور مَا شَآءَ اللہ کافی ترقی ہوئی، پورا علاقہ رَفتہ رَفتہ ہم خیال ہو گیا۔ بعض اہلِ بدعت نے شُور وغل کیا، طرح طرح کے سوالات کیے، مناظرہ کا چیلنج کیا۔ اُس وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ کیا گیا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: تم لوگ مناظرہ نہ کرو، سوالات تحریری طور پر اُن سے لے لُو اور میرے پاس بھیجو میں جواب لکھ کر بھیج دوں گا۔ تم لوگ کام میں لگے رہو، بحث مباحثہ میں وقت ضائع نہ کرو۔ چناں چہ وہ سوالات حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیج دیئے گئے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جوابات تحریر فرمائے جو رِسالہ کی شکل میں ہو گئے ہیں اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُس مجموعہ کا نام "اِظہارِ حقیقت" رکھا ہے اور اُس رِسالہ کا "پیشِ لفظ" بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا تصحیح کردہ بل کہ اکثر حصہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہی کا تحریر فرمودہ ہے۔[1]

---

[1] یہ رسالہ حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کے اُس موضوع سے متعلق جملہ مضامین کے مجموعہ کے ساتھ لاحق کردیا گیا ہے۔ جس کا نام ہے۔ "بریلوی مسلک کی حقیقت اور اہلِ بدعت کے چند سوالوں کے جوابات مع تاریخ وہابیت"۔

افاداتِ صدیق رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ چلانے والوں اور تبلیغ کرنے والوں کو مباحثہ اور مناظرہ سے بہت دُور رہنا چاہیے

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک علاقہ میں اپنے شاگردوں کو دینی کام کے لیے بھیجا۔ اُنہوں نے وہاں مدرسہ قائم کیا، کچھ کام بھی ہوا لیکن اُس علاقہ اور خصوصاً اُس بستی میں اہلِ بدعت نیز قادیانیوں کا زُور تھا، آئے دن وہ لوگ نئے نئے شوشے چھوڑتے رہتے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد یہاں تشریف لائے تھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو ہدایت کی کہ: خبردار! بحث ومباحثہ، مناظرہ میں نہ پڑ جانا۔ اُن صاحب نے عرض کیا کہ: حضرت! فلاں صاحب تو کہہ رہے تھے کہ: خوب تیاری کرکے آنا یہاں تقریر کرنی ہے، اُن کے اِعتراضات کے جوابات دینے ہیں میں بھی تیاری کر رہا ہوں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ناگواری ہوئی اور فرمایا کہ: اِس طرح اُنہوں نے کتنا کام کرلیا؟ کام اِس طرح نہیں ہوتا۔ جب اِسی میں پڑ جاؤ گے تو کام کیا کرو گے؟ جو لوگ بھڑکانے والے ہیں اُن سے صاف کہہ دو کہ: یہ سوالات جو تم کرتے رہتے ہو کوئی نئی بات نہیں اِس سے پہلے ہمارے بڑے سب باتوں کا جواب دے چکے ہیں، کتابیں موجود ہیں جس کو دیکھنا ہو دیکھ لے، زیادہ کچھ پوچھنا ہو تو ہمارے بڑے موجود ہیں اُن سے جا کر پوچھو، ہم تو کام کرنے آئے ہیں۔ جس کو پڑھنا ہو، بچوں کو پڑھوانا ہو آئے ہم پڑھا دیں گے۔ تم جو کرتے ہو کرتے رہو ہم تم سے کچھ نہیں کہتے، تم اپنا کام کرو ہم اپنا کام کر رہے ہیں۔ بحث مباحثہ سے کوئی فائدہ نہیں بل کہ نقصان ہے، کام بند ہو جائے گا اُن کی مخالفت بڑھ جائے گی نتیجہ کچھ بھی نہیں نکلے گا۔

فروعی مسائل کو موضوعِ بحث بنا کر اِختلاف نہیں کرنا چاہیے کام کرنے والے کو بہت سی باتیں انگیز کرنی (سہنی) پڑتی ہیں

اُسی بستی میں ایک مسئلہ اور کھڑا ہوگیا کہ: عید کی نماز میں دعا خطبہ کے بعد ہونی چاہیے یا نماز کے بعد ہونی چاہیے۔ بے شک! سنّت طریقہ نماز کے بعد ہی دعا کرنے کا ہے لیکن جہالت کی وجہ سے عموماً خطبہ کے بعد ہی دعا کرنے کا رواج ہے۔ نئے نئے مولویوں نے حق پرستی کے زُور میں

موقع محل اور نزاکت کو نہ سمجھتے ہوئے اِس پر اِصرار کیا بل کہ ضد کی کہ دعا خطبہ کے بعد ہونے کے بجائے نماز کے بعد ہونی چاہیے۔ گو اُن کی بات فِیْ نَفْسِہٖ صحیح تھی لیکن ابھی اِس کا موقع نہیں تھا کہ: اِس مسئلہ کو موضوع بنا کر فتنہ کا بازار گرم کر دیا جائے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ: بحث مباحثہ شروع ہوا، فتوے بازی ہونے لگی اور مناظرہ کی صورت پیدا ہوگئی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لوگوں کو سمجھایا کہ: کام کرنے میں بڑی نزاکت ہوتی ہے، یہ مسئلہ کوئی ایسا نہیں ہے کہ: اِس کو اِتنی اہمیت دی جائے۔ تم لوگ اِسی کو لے کر بیٹھ گئے؟!! اِس سے کام کو نقصان پہنچتا ہے، رُکاوٹیں پیش آنے لگتی ہیں، کام کرنے والے کو تو بہت سی باتیں نظر اَنداز کرنی پڑتی ہیں، بہت سی باتیں اَنگیز کرنی (سہنی) پڑتی ہیں۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی لوگوں کی رعایت میں بہت سی باتیں اَنگیز فرمائی (سہی) ہیں، ایک کام کرنے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جی چاہتا تھا لیکن لوگوں کی وجہ سے نہیں کیا۔

خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: عائشہ! میرا جی چاہتا ہے کہ: خانہ کعبہ کو اِس اَنداز سے تعمیر کروں لیکن نئے لوگ اِسلام میں داخل ہوئے ہیں وہ کہیں گے کہ: یہ کیسے نبی ہیں خانہ کعبہ کو منہدم کر کے دُوبارہ تعمیر کر رہے ہیں؟ (کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال بتغیر الالفاظ، حرف الفاء، الباب الثامن، الفصل الاوّل الامکنۃ، ج ۱۲، ص ۲۲۲، طبع موسسۃ الرسالۃ، بیروت)
رُوز رُوز نئی باتیں کرتے ہیں۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ: اِس مضمون کو حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیان فرمایا ہے اور اِس میں اِتنا اِضافہ بھی فرمایا ہے کہ: بشرط یہ کہ وہ کام ضروری اور واجب نہ ہو ورنہ دوسروں کی رعایت اور بدنامی کا لحاظ کیے بغیر اُس کا کرنا ضروری ہوگا۔ وَاللہُ اَعْلَم۔

بعد میں "فتاوی رحیمیہ" میں اِس کی تفصیل نظر سے گزری جس کا حاصل یہ ہے کہ: نصوص میں نہ تو عید کی نماز کے بعد دعا کا ذکر ہے اور نہ خطبہ کے بعد دعا کا ذکر ہے۔ البتہ بعض اَحادیث میں مطلقاً دعا کا ذکر ہے جس کو بعض علماء نے خطبہ کی دعا پر محمول کیا ہے۔ البتہ عمومی دلائل سے چوں کہ نمازوں کے بعد دعا کا قبول ہونا ثابت ہے اِس لیے خطبہ کے بجائے نماز کے بعد دعا کرنا اَفضل ہے۔ لیکن گنجائش خطبہ کے بعد بھی لکھی ہے گو بعض دوسرے محققین نے خطبہ کے بعد دعا کرنے کو سختی سے منع کیا ہے۔ تفصیل کے لیے "فتاوی رحیمیہ، جلد ۶" ملاحظہ ہو۔

(فتاوی رحیمیہ، کتاب الصلوۃ، الاذکار المتواردۃ بعد الصلوۃ، ج ۶، ص ۶۸، طبع دار الاشاعت، کراچی)

حالات کی وجہ سے دِین کا کام بند نہیں کرنا چاہیے

فرمایا: دُنیا کا کوئی کام ایسا نہیں جس میں عوارض اور حالات پیش نہ آتے ہوں، ہر کام میں رُکاوٹیں ہوتی ہیں، پریشانیاں آتی ہیں، حالات آتے ہیں اور اُن حالات کی وجہ سے کام بند نہیں کیا جاتا بل کہ عوارض دُور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور حالات کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ تو اگر دِین کے کام میں کسی قِسم کے عوارض اور حالات پیش آئیں تو اُن کی وجہ سے بھی دِین کا کام چھوڑنا نہیں چاہیے بل کہ ڈٹ کر اُس کا مقابلہ کرنا چاہیے، صبر و ہمّت سے کام لینا چاہیے، عوارض کو دُور کرنے کی تدبیر کرتے رہنا چاہیے۔ بندے کا کام کوشش کرنا ہے اللہ تعالیٰ نُصرت فرماتا ہے۔ (۱۴۰۶ھ)

لوگوں کے طعن و تشنیع سے گھبرانا نہیں چاہیے انبیاء کرام علیہم السلام بھی اِس سے نہیں بچے

فرمایا: علماء تو انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں اِس لیے جو حالات انبیاء کرام علیہم السلام پر آئے ہیں اِس قِسم کے حالات علماء پر ضرور آنے چاہئیں۔ جب انبیاء کرام علیہم السلام کو بہت سی کڑوی، کسیلی، سخت باتیں سننی پڑیں تو اہلِ علم کو بھی سننی چاہئیں۔ لوگوں نے جب نبی و رسول کو نہیں چھوڑا تو کیا وہ تم کو بخش دیں گے؟ حضرت شعیب علیہ السلام کو اُن کی قوم نے کس طرح کی باتیں سنائیں؟ حضرت نوح علیہ السلام کو کس قدر پتھروں سے مارا؟ لیکن کبھی اُن کے دل میں یہ خیال نہ آیا کہ: میں تو نبی اور پیغمبر ہوں اور لوگ میرے ساتھ یہ سُلوک کرتے ہیں؟!! عالمِ دِین کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔ اگر اُس کو کوئی بُرا بھلا کہہ دے یا کوئی اُس کی مخالفت کرے، طعن و تشنیع کرے تو اُس کو ہرگز اِس کا خیال نہیں کرنا چاہیے کہ: میں تو عالم اور بڑا ہوں! مجھے اِس طرح کہہ دیا؟!!

اور اِس نیت سے تو کبھی علم حاصل ہی نہیں کرنا چاہیے کہ: لوگ ہماری عزت کریں گے، ہمارا نام ہوگا، شہرت ہوگی، یہ تو بہت کم درجہ کی چیزیں ہیں علم تو بہت بڑی نعمت ہے۔

لوگوں کے طعن و تشنیع سے گھبرانا نہیں چاہیے

ایک صاحب نے بڑے رَنج و غم کے ساتھ اپنے حالات عرض کیے کہ: میں نے ایسی حرکت

نہیں کی ہے لوگوں نے خوامخواہ مجھ کو بدنام کر رکھا ہے، مجھے طعنے دیتے ہیں، ذلیل ورُسوا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، مجھ سے سیدھے منہ بات نہیں کرتے اور وہ صاحب بہت زیادہ شکایتیں کرتے جارہے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ارے چھوڑو! یہ دُنیا ہے، دُنیا میں ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں، کہتے ہیں کہہ لینے دو۔ جو کسی کو بدنام کرنے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کو ذلیل ورُسوا کرے گا۔ تم خود کوئی ایسا کام نہ کرو، لوگ بدگمان ہوں تو ہوا کریں! اِس میں تمہارا نقصان نہیں بل کہ اِس سے بھی درجات کی اِیسی ترقی ہوتی ہے جو بڑے بڑے مجاہدوں سے بھی نہیں ہوتی۔ مجھ کو نہیں دیکھتے کہ! لوگ مجھے بھی بُرا بھلا کہتے ہیں، بعض لوگ میرے پیچھے پڑے ہیں، میں سب کچھ بَرداشت کرتا ہوں۔ اللہ پر بھروسہ رکھیں اور اُسی سے دُعا کریں وہ اِسی میں خیر پیدا فرما دے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کس قدر پریشان ہوئے؟ بادشاہ نے تنگ کردیا تھا لیکن اِسی پریشانی میں اللہ تعالیٰ نے خیر فرمادی۔ حضرت سارہ علیہا السلام ہدیہ میں آئیں اُن سے اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے اور آپ علیہ السلام ہی کے خاندان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔

ایک علاقہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کام کرنے کی کامیاب جدوجہد

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ”کرواں“ سے گاڑی پر سوار ہوکر فرمایا کہ: یہ وہ علاقہ ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو کسی زمانہ میں دِین سے بالکل دُور تھے، مجھے جانتے بھی نہ تھے، پورے علاقہ میں مجھے کوئی جاننے والا نہ تھا لیکن میں نے آمد ورَفت کا سلسلہ شروع کیا اور برابر آتا جاتا رہا۔ کوشش میں لگا رہا کہ: کسی طرح یہاں ایک مکتب کی شکل ہوجائے۔ دِھیرے دِھیرے کچھ لوگ ہم خیال ہوئے۔ لیکن یہاں آنے کے بعد کھانا وغیرہ کبھی اُن کے یہاں نہ کھاتا تھا بل کہ اپنا کھانا ساتھ لاتا تھا اور وہی کھاتا تھا۔ آنے جانے کا سلسلہ برابر جاری رہا، پورے علاقہ میں بدعت کا رِواج تھا۔ اُس زمانہ میں ایک بدعتی مولوی آتے تھے، اُن کی تقریریں بھی ہوتیں اور تمام ہدایا وتحائف سمیٹ کرلے جاتے تھے۔ میری مخالفت بھی ہوئی لیکن میں نے کبھی جواب نہ دیا، بحث مباحثہ نہیں کیا۔ اِدھر کچھ اپنے لوگ بھی تیار ہوگئے تھے اُن کی بھی مخالفت ہونے لگی۔ میں نے اُن سے کہا کہ: اپنا کام کیے جاؤ اُن سے مزاحمت ہرگز نہ کرنا، مقابلہ نہ کرنا، بحث نہ کرنا، وہ جو کریں کرنے دینا، رَفتہ رَفتہ سب ٹھیک ہوجائے گا۔ اُن لوگوں نے مدرسہ کی بنیاد ڈال دی تھی، مدرسہ کئی بار بند ہوا پھر کھلا اِس

طرح سلسلہ چلتا رہا۔ مسجد میں سلام بھی ہوتا تھا میں نے اپنے لوگوں کو اُس کی مخالفت سے بھی منع کر دیا تھا اور میں خود برابر جاتا رہا، لوگوں سے ملاقات کرتا رہا۔ اللہ کا شکر ہے کہ! اب صورتحال یہ ہے کہ: سارے لوگ اپنے ہیں، مدرسہ بھی چل رہا ہے، بدعت کا زُور بھی ختم ہے اور اُن کا تو آنا ہی بند ہو گیا، اب اُن کو کوئی جانتا بھی نہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اِبتدائی دَور اور علاقوں میں کام کرنے کی مختصر رودَاد

گاڑی ہی میں بیٹھے بیٹھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے علاقہ میں کام کرنے کی مختصر رودَاد بیان فرمائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: میں نے پورے علاقہ میں اِسی طرح کام کیا ہے، وہ زمانہ بڑی غربت کا تھا، کھانے پینے کا بھی ٹھکانہ نہ تھا، پیدل سفر کرتا تھا۔ مجھے خوب یاد ہے! ہمارے یہاں پہلے بہت غربت تھی، بچپن میں میری والدہ اور ایک عورت پڑوسن دونوں ساتھ میں رات کی چاندنی میں سُوت کاتا کرتی تھیں، چراغ کے تیل تک کے پیسے نہ ہوتے تھے۔ گھر میں کچھ کھانے کو نہ ہوتا، "مہوے اور ساگ" کھا کر بسر کرتے تھے، اُسی میں تھوڑا آٹا ملا کر اُبال لیتے تاکہ زیادہ ہو جائے۔ حبیب صاحب (حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادہ جو مَاشَآءَ الله اِس وقت بڑے عالم تدریسی خدمات اَنجام دے رہے ہیں اور حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے شروع میں علاقہ کے جن دیہاتوں میں جا جا کر محنت کی تھی، پورے علاقہ میں مکاتب کے قیام اور مساجد کی تعمیر اور اِس کے علاوہ بہت سے اُمور کی نگہداشت فرماتے ہیں۔ وَفَّقَنَا اللهُ اِيَّانَا وَاِيَّاهُمْ لِمَا يُحِبُّ وَيَرْضٰى [1]) وغیرہ نے خود وہی کھانا عرصہ تک کھایا ہے اُس کو بھی یاد ہوگا۔ لیکن اب وہ زمانہ بھول گئے، اللہ نے بہت کچھ دے دیا۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ: یہ "مہوہ اور ساگ" کھا کر بسر کرنے والے ہیں؟ اللہ کا شکر ہے! یہ سب لوگ کرتے دھرتے ہیں مدرسہ سے تنخواہ نہیں لیتے لیکن میں حرص کو پسند نہیں کرتا اُن لوگوں کو قناعت ہی نہیں ہوتی۔ اِتنا سب کچھ ہے، کھیتی ہے، غلہ ہے، سب کچھ ہے کسی چیز کی کمی نہیں لیکن پھر بھی دُنیا کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ مجھے اَفسوس تو بس اِسی بات کا ہے! اُس زمانہ میں یہ لوگ تو کچھ کرتے نہ تھے، اِس قابل ہی نہ تھے اور گھر کا پورا خرچ تنہاء میں ہی چلانے والا تھا۔ "کانپور" سے کپڑا میں خود خرید کر لاتا اور بازاروں میں بیچتا، گشت کرتا اور ساتھ ہی دِین کا کام بھی کرتا رہتا۔

---

[1] اور مَاشَآءَ اللہ اب تو مدرسہ کے ناظم ہیں اور حضرت (رحمۃ اللہ علیہ) کی نیابت میں جملہ اُمور انجام دیتے ہیں۔

اُس زمانہ میں "کانپور" کے اَندر مجھے کوئی نہ جانتا تھا بس ایک حافظ جی تھے وہ بیچارے سامان گاڑی میں رکھوا دیتے تھے اور میں چلا آتا تھا۔

اَحقر نے عرض کیا کہ: حضرت! اُس زمانہ میں علاقہ میں کس طرح کام کرتے تھے؟ لوگ کیسے مانوس ہوئے؟ کیا تعویذ کا سلسلہ اُس وقت بھی تھا؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تعویذ تو اُس وقت نہیں لکھتا تھا، نہ اِس کام کی اِتنی شہرت تھی کبھی کسی کو لکھ دیا تو لکھ دیا۔ بس! میں تو جا کر لوگوں سے ملاقات کرتا تھا، کبھی کچھ لوگوں کو جمع کیا اور دُو چار باتیں کہہ دیں اور واپس آ گیا۔ اُن سے لیتا کچھ نہ تھا، کھانا بھی اُن کے یہاں نہ کھاتا تھا۔ کبھی ساگ وغیرہ کھا لیا کرتا تھا اور اکثر مسجد میں سو یا کرتا تھا، کبھی کسی کے کھیت کھلیان میں سُوجایا کرتا تھا اور پورا سفر پیدل ہی کرتا تھا۔

ایک مرتبہ کئی دیہاتوں کا سفر کرتے کرتے بھٹک گیا، معلوم نہیں کس طرح میں جنگل پہنچ گیا؟ چاروں طرف جنگل ہی جنگل دُور دُور تک کوئی آبادی نظر نہیں آ رہی تھی، میں جنگل میں بالکل تنہاء شام ہوگئی، رات ہوگئی اب میں بہت ہی پریشان ہوا۔ سامنے سے دیکھا کہ: دو بھیڑیئے چلے آ رہے ہیں میں بہت گھبرایا کہ: اللہ! اب تو خیر نہیں۔ اُسی وقت اللہ سے دعا کی اور یہ آیت پڑھی:

اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًاۙ وَّاَكِيْدُ كَيْدًاۚۖ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا

(سُوْرَۃُ الطَّارِق: ۱۵ تا ۱۷)

وہ بھیڑیئے بھاگ گئے۔ بڑی مشکل سے مجھے راستہ ملا اور ایک گاؤں میں جا کر ہندو کے یہاں میں نے رات گزاری۔ بسا اَوقات ایسا بھی ہوا کہ: خالص ہندوانہ بستی جہاں صرف ایک دو گھر مسلمانوں کے تھے اُن کے یہاں جاتا اور وہاں جا کر لوگوں سے ملاقات کرتا، رات میں اُنہیں کی چوپال میں ٹھہرتا، وہیں نماز پڑھتا۔ پورے علاقہ میں کثرت سے اِسی طرح سفر ہوتا تھا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جد و جہد کا ثمرہ
بنجر علاقہ اور دیہات کے رہنے والے طلباء کے ساتھ چشم پوشی کا برتاؤ

یہاں مدرسہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ معمول مقرر فرما دیا تھا کہ: فجر، ظہر کی نماز میں طلباء کی حاضری ہوا کرے گی اور غیر حاضر طلباء کا کھانا بھی بند ہوگا۔ چناں چہ ایسا ہوتا بھی تھا اور طلباء جب

درخواست لے کر آتے تھے کہ: اُن کا کھانا جاری کر دیا جائے اُس وقت اُن کو تنبیہ کی جاتی تھی اور آئندہ کے لیے عہد لیا جاتا تھا کہ: اب نماز نہ چھوٹے گی۔ پھر کھانا کھول دیا جاتا تھا۔

ایک چھوٹا بچہ (طالبِ علم) جس کی عمر ٦ یا ٧ برس سے زائد نہ ہوگی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں درخواست لے کر آیا اور کہا کہ: میرا کھانا بند ہوگیا ہے۔ دس کھت (دستخط) کر دیجیے تا کہ کھانا کھل جائے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: کیوں بند ہوگیا؟ اُس نے کہا: نماج (نماز) نہیں پڑھی تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے اور پوچھا: کہاں رہتے ہو؟ اُس نے ایک دیہات کا نام بتلایا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کلمہ سناؤ! اُس نے کلمہ سُنا دیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: کیا پڑھتے ہو؟ اُس نے کہا: سندل کرآن (یعنی یَسَّرْنَا الْقُرْآن) حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سناؤ! کہاں پر سبق ہے؟ کیا پڑھا ہے؟ بچے نے کہا: لَہ تک سبق ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: لَہ کے ہجّے کرو۔ اُس نے کہا: نہیں آتے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: تمہارے گاؤں کے کتنے لڑکے اور ہیں؟ اُس نے تین لڑکے اور بتلائے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سب کو بُلالاؤ اور "قاعدہ" لے کر آؤ سبق سُناؤ کیا پڑھا ہے؟ پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سچ کہتا ہوں! یہ ایسے گاؤں کے اور ایسی جگہ کے رہنے والے ہیں جہاں کا ایک مسلمان بھی کلمہ جاننے والا نہ تھا، اُن کا لباس، اُن کے نام بھی ہندوانہ طرز پر ہوتے تھے۔ ایسے لوگوں کا صرف مدرسہ میں پڑا رہنا ہی فائدہ سے خالی نہیں۔ مدرسہ میں پڑے رہیں گے، نماز پڑھتے دیکھیں گے اور کبھی نماز خود بھی پڑھیں گے کچھ تو ماحول میں تبدیلی ہوگی، کچھ تو زندگی بنے گی۔ اِس نے کلمہ سُنا دیا یہی بہت بڑی بات ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً اُس کا کھانا کھول دیا۔

چھوٹے بچوں کا حضرت رحمۃ اللہ علیہ فوراً کھانا کھول دیتے تھے خصوصاً ایسی جگہ کے رہنے والے طلباء کا جہاں جہالت کا غلبہ ہو۔ اِس قِسم کے لوگوں کی بہت رعایت کرتے تھے اور بھرپور کوشش فرماتے تھے کہ: یہ کسی طرح سے پڑھ لیں۔

دیہاتوں میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی محنت

فرمایا: شروع شروع میں اِس قِسم کے دیہاتوں میں میں اکثر جایا کرتا تھا اور کوئی مجھے جاننے والا نہ تھا لیکن دِینی کام کی وجہ سے جاتا تھا۔ پیدل سفر کرتا، کھیتوں میں مارا مارا پھرتا،

رہنے سُونے کا بھی کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ایک گاؤں میں ایک صاحب سے کچھ تعارف تھا وہ کھیت میں رہتے تھے، جب وہاں جانا ہوتا تو اُنہیں کے ساتھ میں بھی کھیت میں رِہ لیتا تھا، پھر موقع نکال نکال کر دیہاتوں میں جاتا لوگوں کو دِین کی باتیں بتلاتا، دِین کی طرف آمادہ کرتا۔ بڑی مشکل سے یہ لڑکے اُن علاقوں سے اب مدرسہ میں آنے لگے ہیں ورنہ کوئی بات سننے کو تیار نہ ہوتا تھا۔

کام تو اِس طرح ہوتا ہے

فرمایا: جب تک اپنے کو گھیر نہ لیا جائے اور اَوقات کا پابند نہ بنالیا جائے اُس وقت تک کام میں کامیابی نہیں ہوسکتی۔ کام تو اِسی طرح ہوتا ہے کہ: اپنے کو بالکل پابند بنالے اور ہمّت کرے، پھر دیکھو! کام ہوتا ہے یا نہیں؟ جن لوگوں نے کام کیا ہے اِسی طرح کیا ہے کہ: ایک منٹ بھی ضائع نہیں ہونے دیا، ہر وقت کسی نہ کسی کام میں مشغول رہتے تھے۔ وہی ۲۴ گھنٹے، وہی دن رات، آج بھی ہیں جو پہلے تھے لیکن کرنے والے اِسی دن رات میں بہت کچھ کر گئے۔ اگر ہم کرنا چاہیں تو کیا نہیں کرسکتے؟ اب بھی اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے موجود ہیں کہ اُن کا ایک منٹ بھی ضائع نہیں ہونے پاتا، مدارس میں رِہ کر اگر ہم دُنیا سے محروم ہیں تو کم اَز کم دِین تو کما ہی لیں۔

(۲۴ صفر ۱۴۰۵ھ)

اہلِ مدارس کے لیے ضروری ملفوظ

حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کی صحت ٹھیک نہیں رہتی تھی۔ دن بدن کمزوری بھی تیزی سے بڑھتی جارہی تھی اور بڑھاپا بھی تھا۔ سفر کے قابل تو ہرگز نہیں تھے لیکن لوگ اِصرار کر کے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے تاریخ لے لیتے تھے اور بعد میں دُشواری پیش آتی تھی۔ ایک مقررہ تاریخ پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو سفر میں جانا تھا اور صحت اِس قابل نہ تھی۔ حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان نے بڑے اِصرار سے سارے اَسفار ملتوی کردینے کی کوشش فرمائی اور فرمایا کہ: سب جگہ یہ اِطلاع بھیج دی جائے کہ جب تک ہوسکتا تھا سفر کرتے تھے اب نہیں ہو پاتا۔ لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے قبول نہیں فرمایا۔ اور فرمایا کہ: جب ہم دوسروں کی دعوت میں شریک نہ ہوں گے، اُن کے بُلانے پر نہ جائیں گے، اُن کی خوشی غمی میں شریک نہ ہوں گے تو وہ ہمارے کام کیسے آئیں گے؟ اور کس طرح دِین کے

قریب ہوں گے؟ اور اپنے بیٹوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: زیادہ خیر خواہی ظاہر نہ کرو! کیا میں نہیں جانتا؟ مجھے اپنی راحت کا خیال نہیں؟ مجھے مدرسہ میں رہنے کا اِحساس نہیں؟ تم سے زیادہ ہے لیکن حالات ایسے آجاتے ہیں کہ جانا پڑتا ہے۔ آخر وہ بھی تو دِینی جذبہ سے دِین ہی کے لیے بُلا رہے ہیں، چار سال سے اُن کا وعدہ ٹل رہا ہے اب موقع آیا ہے تو میں کیسے نہ جاؤں؟

مدرسہ چلانا آسان نہیں ہے۔ جب اِتنا سب کرتا ہوں تب کہیں لوگ اِس طرف رُخ کرتے ہیں۔ یہ "منی آرڈر پر منی آرڈر، ڈرافٹ، چیک" سب چلے آرہے ہیں، یوں ہی چلے آرہے ہیں؟!! محنت کی گئی ہے تو لوگ از خود بھیجنے لگے ہیں۔ ذرا بڑے بڑے مدرسوں کے سفیروں کو دیکھو! کہاں کہاں جا کر کوشش کرتے ہیں؟ اور یہاں اللہ کا شکر ہے! بغیر سفیر کے کام چل رہا ہے، لوگ از خود بھیجتے رہتے ہیں۔ جب تک ہم دوسروں کے کام نہ آئیں گے تو لوگ کیسے ہمارے دِینی کاموں میں تعاون کریں گے؟ تم لوگوں سے اِتنا نہیں ہوسکتا کہ: کم اَز کم کچھ تقریر سیکھ لیتے؟ "باندہ" میں جا کر کبھی مسجد میں، کبھی عورتوں کے اِجتماع میں جا کر تقریر کر دیتے۔ "باندہ" میں کوئی دِین کا کام نہیں ہو رہا اور مدرسہ والوں سے کوئی فائدہ نہیں ہو رہا؟ کم اَز کم کوئی جا کر کچھ بیان کر دیا کرے، تھوڑا بہت جو کام کرتے ہیں تبلیغ والے کرتے ہیں۔

تقریر کا اِتنا اَثر نہیں ہوتا جتنا اَخلاق کا اَثر ہوتا ہے

ایک دیہات سے ایک صاحب تشریف لائے اور عرض کیا کہ: میرے والد صاحب بہت بیمار ہیں آپ کو بلایا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اَچھا آؤں گا۔ چناں چہ آپ رحمۃ اللہ علیہ دوسرے دن تشریف لے گئے اور اُسی دن ایک دیہات سے دوسرا شخص آیا کہ: میرے والد صاحب کا اِنتقال ہو گیا ہے جنازہ میں شرکت کے لیے آپ کو آنا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی صحت ٹھیک نہیں تھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وعدہ فرما لیا اور تشریف بھی لے گئے۔ اور فرمایا کہ: ایسے لوگوں کا بہت خیال رکھنا چاہیے اور مجھے تو اِسی سے کامیابی حاصل ہوئی۔ تقریر کا اِتنا اَثر نہیں ہوتا جتنا اِن اَعمال کا ہوتا ہے۔ کوئی بیمار ہے اُس کی عیادت کرنے چلے گئے، پیسے ہوئے کچھ ہدیہ پیش کر دیا، کوئی دوا لے گئے، دس مرتبہ کی تقریر میں وہ اَثر نہیں ہوتا جتنا اِس عمل کا اَثر ہوتا ہے مگر لوگ اِن باتوں کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

مدرسہ چلانا بہت مشکل کام ہے
کھانا اچھا نہ ملنے پر طلباء کو شکایت نہیں ہونی چاہیے

فرمایا: مدرسہ چلانا واقعی بہت مشکل کام ہے، مدرسہ کی نظامت کبھی قبول نہ کرو۔ اُس کا حال میں جانتا ہوں کتنی پریشانی ہوتی ہے؟!! بڑی ذمہ داری اور اَمانت داری کا معاملہ ہوتا ہے۔ سب سے بڑی پریشانی تو کھانا پکانے کی ہوتی ہے۔ مجھے مدرّسین کی اِتنی خوشامد نہیں کرنی پڑتی جتنی خوشامد اِن باورچیوں کی کرنی پڑتی ہے۔ باورچی ملتے ہی نہیں ذرا کوئی بات ہوئی غصہ ہو کر چلے گئے، اب لڑکے بے چارے پریشان ہیں۔ غلہ کے لیے بہت اِدھر اُدھر جانا پڑتا ہے۔ "فتح پور" سے "کانپور" سے کہاں کہاں سے منگواتا ہوں۔ کہیں رات میں کسی دیہات جانا ہوتا ہے، سواری کا اِنتظام نہیں ہے۔ ہمارے تو خیر تعلّقات ہیں کہیں بھی ٹھہر جاتا ہوں زیادہ پریشانی نہیں ہوتی، لیکن دوسروں کے لیے بڑی پریشانی کی بات ہے وہ بے چارے رات میں کہاں ٹھہریں اور کیا کھائیں پئیں؟

یہ سب طلباء کو آرام پہنچانے، اُن ہی کو کھلانے کے لیے کیا جاتا ہے۔ دل کا حال تو خدا بہتر جانتا ہے کہ: میں لڑکوں کے ساتھ کیا کچھ نہیں کرنا چاہتا؟ اُن کو کتنا اچھا کھلانا چاہتا ہوں لیکن کیا کروں؟ جتنا ہوسکتا ہے اُتنا ہی کر پاتا ہوں۔ پوری کوشش کے بعد بھی اگر اِنتظام صحیح نہیں ہو پاتا، کھانا اچھا نہیں ملتا تو سمجھ لو کہ: اِس کا فیصلہ اُوپر ہی سے اِس طرح کا ہوا ہے، اُن کے مقدّر میں اِسی طرح کا کھانا اور اِسی طرح کی پریشانی لکھی ہے، اب اِس میں شکوہ شکایت کی کیا بات؟ اللہ کے فیصلہ پر راضی رہنا چاہیے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کے نانا کا حال
کام کرنے والوں نے ایسے بھی کام کیا ہے

فرمایا: میری والدہ کے نانا صاحب یہاں رہا کرتے تھے۔ جس مکان میں ہم رہتے ہیں وہ اُن ہی کا مکان ہے، بعد میں ہمارا ہوگیا۔ اُن کا مستقل ذریعہ معاش کچھ نہ تھا، اِسی حال میں بچوں کو دِینی تعلیم بھی دیتے تھے۔ سات سات رُوز تک مسلسل فاقے ہوئے ہیں، ساتویں رُوز مونگ کی

دال کا پانی پینے کو ملا ہے۔ لیکن کام برابر کرتے رہے اور کسی کو اُن کے فاقہ کی خبر بھی نہ ہوئی۔ کام تو ایسے بھی ہوتا ہے لیکن کوئی کرے تو۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک سے اُس کی اِستطاعت کے موافق آزمائش کرتے ہیں۔

حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ پاک میں "درسِ حدیث" دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اِکیس (۲۱) رُوز کا فاقہ ہوا۔ لیکن بعد میں جب اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے تو اِس قدر کہ پچاسوں آدمی رُوزانہ اُن کے دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔ پہلے تو مجاہدہ کرنا پڑتا ہے پھر فتوحات کا دروازہ کھلتا ہے۔ (۱۴۰۵ھ)

محض کھانے خوراک کی وجہ سے طلباء کو واپس نہیں کرنا چاہیے

فرمایا: میرا تو مزاج یہ ہے کہ: محض رُوٹی کی وجہ سے کہ طلباء بہت زائد ہو جائیں گے تو اُن کے کھانے کا نظم کیسے ہوگا؟ محض اِس وجہ سے کسی طالبِ علم کو واپس نہیں کرنا چاہیے۔ البتہ اگر کوئی اور دوسری معقول وجہ ہو تو بات دوسری ہے کیوں کہ جو جہاں بھی جاتا ہے اپنی رُوزی لے کر جاتا ہے۔ رازق تو اللہ تعالیٰ ہے ہم نہیں ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اُس کو یہاں بھیجا ہے تو اُس کی رُوزی یہیں مقدّر ہے۔ ہم تو صرف ظاہری اَسباب کے تحت اِنتظام کرتے ہیں، اَصل رِزق تو اللہ تعالیٰ پہنچاتا ہے وہی اِنتظام بھی کردے گا۔ میرا مزاج تو یہی ہے لیکن میں کسی پر نکیر نہیں کرتا۔ دوسرے حضرات جو کچھ کرتے ہیں اپنی صواب دید کے مطابق کرتے ہیں۔

حضرت قاری عبدالرحمٰن پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد کی حکایت

حضرت قاری عبدالرحمٰن پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں پنجاب سے ایک شخص پڑھنے گیا۔ بے چارہ پردیسی مسافر تھا۔ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: یہاں مدرسہ کی طرف سے کھانے کا معقول نظم نہیں ہے تم کو کہیں پریشانی نہ ہو؟!! اُس پنجابی طالبِ علم نے کہا: ہم آپ پر کھانے کا بُوجھ نہیں ڈالنا چاہتے، کھانے کے ذمہ دار ہم خود ہوں گے، ہم تو صرف آپ سے علم حاصل کرنے آئے ہیں۔ اُسی زمانہ میں بستی میں کسی کا اِنتقال ہوگیا، صدقہ جاریہ اور اِیصالِ ثواب کے لیے اُس کے ورثاء نے مستقل طور سے اُس طالبِ علم کو کھانا کھلانا شروع کردیا۔ کچھ عرصہ بعد ایک دوسرے طالبِ علم

بھی پہنچ گئے اور وہ بھی اُسی کھانے میں شریک ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے اُس کا بھی اِنتظام فرما دیا۔ جو جہاں جاتا ہے اپنی رُوزی لے کر جاتا ہے، اللہ تعالیٰ سب کا کفیل ہے، وہ سب کا اِنتظام کرتا ہے۔

کند ذہن طالبِ علم کی بھی قدر کرنی چاہیے

فرمایا: میرا تو یہ حال ہے کہ: مدرسہ میں جتنے طلباء ہیں کسی کے متعلّق میں یہ نہیں کہتا کہ: فلاں سب سے فائق ہوگا اور سب سے اچھا کام کرے گا اور فلاں ایسا نہیں ہے۔ معلوم نہیں اللہ تعالیٰ کس سے کیا کام لے لے؟!! کسی کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے خواہ اُس کو کچھ بھی نہ آتا ہو اور دُو لفظ بھی عبارت صحیح نہ پڑھ سکتا ہو۔ کسی کو کیا خبر کہ آگے چل کر اللہ تعالیٰ اُس سے کیا کام لینے والا ہے؟ کیا صرف "بخاری شریف" پڑھانے والے اور ذی اِستعداد لوگ ہی دِین کا کام کرتے ہیں؟!! اور دوسرا کوئی نہیں کرتا؟ اِس لیے کبھی کسی شخص کو حقیر اور کمتر نہیں سمجھنا چاہیے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰه! میں ہر طالبِ علم کی قدر کرتا ہوں لیکن مجھے غصہ تو اِس وجہ سے آتا ہے کہ: محنت کا موقع ہے اور محنت کر سکتے ہیں پھر بھی نہیں کرتے، جی چراتے ہیں۔

دوسرے مدرسہ کے طلباء کو داخل کرنے میں اِحتیاط

ایک صاحب کسی لڑکے کو "ہتھورا" مدرسہ میں داخلہ کے لیے لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: "لکھنؤ" میں یہ لڑکا پڑھتا تھا لیکن بیماری کی وجہ سے غیر حاضری رہی جس کی وجہ سے نام کٹ گیا ہے اِس لیے یہاں داخلہ کے لیے لائے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: نام کاٹ دیا گیا ہے تو دوبارہ لکھوا لیجیے۔ عرض کیا کہ: میں نے کہا تھا۔ تو مدرسہ والوں نے کہا کہ: والد صاحب کو ساتھ لے کر آؤ، وہ آکر داخلہ کرائیں تب داخلہ ہو سکتا ہے۔ اِس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: دُنیاوی تعلیم ہوتی اور اسکول و کالج میں داخلہ کرانا ہوتا تو دُوڑتے ہوئے جاتے اور سفارش کرواتے پھرتے۔ لیکن علمِ دِین کی قدر نہیں اِس لیے وہاں جانے میں اُن کی ناک کٹی جا رہی ہے، اِسی میں اُن کو شرمندگی ہو رہی ہے۔ یہ سب تکبر نہیں تو اور کیا ہے؟!! آج کل دِین کی وُقعت ہی نہیں۔ پھر فرمایا: اَچھا! میں پرچہ لکھ دیتا ہوں داخلہ ہو جائے گا۔

طلباء کو اِختیار ہے جہاں جی چاہے داخلہ لے لیں

اَخیر سال میں طلباء سے فرمایا: آئندہ سال جس کو جہاں جانا ہو میری طرف سے اِجازت ہے۔ میرے یہاں ایسی پابندی نہیں ہے کہ: کیوں جارہے ہو؟ تصدیق نامہ نہیں دیا جائے گا۔ میں اِس کو خیانت سمجھتا ہوں، آدمی کا جہاں جی لگے وہاں جاسکتا ہے۔ اِس لیے میری طرف سے خوشی سے اِجازت ہے، البتہ طبعی طور پر اَثر ضرور ہوتا ہے۔ آدمی کو جس سے تعلّق ہوتا ہے، جہاں کچھ دن رِہ لیتا ہے اُس کی جُدائی اور اُس کے چلے جانے سے غم تو ہوتا ہی ہے۔ کسی کی مُرغی کھو جائے، مَرجائے تو غم ہوتا ہے۔ چار رُوپے گر جائیں تو غم ہوتا ہے۔ اِسی طرح جس سے تعلّق پیدا ہوجائے اُس کے جانے سے بھی غم ہوتا ہے۔ یہ تو طبعی اَمر ہے لیکن میں منع کسی کو نہیں کرتا۔ جس کو جہاں جانا ہو خوشی سے اِجازت ہے۔

دوسرے مدرسہ کے اِنتخاب کا معیار

لیکن دوسرے مدرسہ میں جانے سے پہلے یہ سُوچ لینا چاہیے کہ: ہم کیوں جارہے ہیں؟ کس مقصد سے اور کیا نیت لے کر جارہے ہیں؟ معیار یہ ہونا چاہیے کہ: تعلیم دیکھیں، تربیت دیکھیں، محض نسبت وشہرت اور اپنی آسانی نہ دیکھیں کہ: وہاں کھانا اَچھا ملتا ہے، وہاں سہولتیں زیادہ ہوں گی بل کہ یہ دیکھیں کہ ہمارا جو مقصد ہے وہ وہاں اَچھی طرح پورا ہوگا یا نہیں؟ بہت سے لوگ شروع میں جاتے تو ہیں اَچھی نیت سے لیکن بعد میں وہ بات نہیں رہتی۔ جانے کتنوں کو دیکھا بڑے اِداروں میں جانے کے بعد اُن کی حالت بدل گئی، سَر کے بال بھی بڑے ہوگئے، لباس بھی تبدیل ہوگیا، نمازیں بھی چھوٹنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ شہرت سے بچائے۔ **(آمِیْن)**

عام طور سے طلباء شہرت اور نسبت حاصل کرنے ہی کے غرض سے بڑے اِداروں میں داخلہ لیتے ہیں۔ سات سال جہاں پڑھا، جہاں پر محنت کر کے سب کچھ بنے اُس کو بھول گئے ؟!! اور ایک سال دوسرے مدرسہ میں رِہ کر اُس کی طرف نسبت کر دی، ایک ہی سال میں "مظاہری، ندوی، قاسمی" بن گئے۔ ارے! جس کی طرف نسبت کرتے ہو کم اَز کم اُن جیسے تو بنو۔ آسان ہے قاسمی بننا؟!! جن لوگوں نے یہ "دارالعلوم" قائم کیا ہے اُن لوگوں نے کون سے "دارالعلوم" میں پڑھا تھا؟

شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے شاگردوں نے کہاں پڑھا تھا؟ وہاں تو دَارُ الاِقامہ کا نام بھی نہ تھا۔ مولانا عبدالحیَ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے باپ سے پڑھا اور بھی جتنے بڑے بڑے لوگ ہیں مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا رشید اَحمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جن کو اللہ نے بڑا کمال نصیب فرمایا تھا اُنہوں نے کون سے "دارالعلوم" میں پڑھا تھا؟ جن کے طفیل میں "دارالعلوم" قائم ہوا۔

اِس لیے کسی مدرسہ میں جانے میں شہرت اور نسبت کو نہ دیکھو بل کہ جذبہ یہ ہونا چاہیے کہ: ہمارا علمی وعملی نفع کہاں زیادہ ہوگا؟ جب تک پڑھو تو یہ خیال رکھو اور جب پڑھانے لگو تو یہ دیکھو کہ: ہمارے ذریعہ لوگوں کو نفع کہاں زیادہ ہوگا؟ اُسی جگہ کا اِنتخاب کرو۔

جناتوں کا ذکر
بے اُصولی اور وعدہ خلافی کرنے والے طلباء اِخراج کے مستحق

❁ طلباء کی کاہلی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ: عموماً طلباء کھانے کے وقت پانی لے کر نہیں بیٹھتے۔ ایک جگہ کا ذکر ہے کہ: کمرہ میں بیٹھے طلباء کھانا کھا رہے تھے ایک طالبِ علم کے حلق میں لقمہ اَٹک گیا، پھندا لگ گیا، پانی مانگنے لگا کوئی لڑکا نہ اُٹھا ہر ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ: تم پانی لے آوَ! تھوڑی دیر میں لقمہ نیچے اُتر گیا۔ کہنے لگا: بس بس!! اب پانی نہ لاوَ۔

❁ اِسی مناسبت سے یہ واقعہ ذکر فرمایا کہ: حکیم الامّت حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں "جامع العلوم پٹکا پور" میں جنات بھی مدرسہ میں پڑھتے تھے۔ حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے داخلہ کے وقت اُن سے شرط لگا دی تھی کہ: کبھی اپنا حال طلباء پر ظاہر نہ کرنا۔ ایک مرتبہ کمرہ میں بیٹھے بیٹھے تکرار کر رہے تھے چراغ بجھ گیا، ہر ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ: تم ماچس اُٹھاوَ، بالآخر ایک لڑکے نے بیٹھے بیٹھے ہاتھ لمبا کر کے ماچس اُٹھا دی اور وہ جن تھا جو طالبِ علم کی شکل میں رہتا اور پڑھتا تھا۔ جن طلباء نے یہ حال دیکھا وہ ڈر گئے اور بے ہوش ہو گئے۔ حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اِس کا علم ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اُس جن طالبِ علم کو مدرسہ سے خارج کر دیا اور فرمایا کہ: اِجازت دینے کا یہ مطلب نہیں کہ تم اِس طرح کی حرکت کرنے لگو۔ بہت معافی مانگی مگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اِجازت نہیں دی کیوں کہ طلباء ڈر چکے تھے۔

مدرسوں میں جنات بھی پڑھتے ہیں

ایک طالبِ علم کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ: مدرسوں میں جنات بھی پڑھتے ہیں۔ آخر وہ کہاں پڑھنے جائیں؟ کبھی تو اِنسان کی شکل میں آکر پڑھتے ہیں اور کبھی شکل ظاہر نہیں ہوتی خفیہ طور پر آکر پڑھتے ہیں۔ ایک طالبِ علم نے پوچھا کہ: اپنے مدرسہ میں بھی پڑھتے ہیں؟ فرمایا: ہاں! اِس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ یہ کوئی فخر کی بات نہیں۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ: اِنسان کا درجہ تو جنات سے بڑھا ہوا ہے اِنسان تو اَشْرَفُ الْمَخْلُوْقَات ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ایک مرتبہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تھے اَفریقی منزل میں اُن کو ٹھہرایا۔ صبح حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: آج تمہارے شاگردوں نے بہت پریشان کیا، سونے نہیں دیا، کوئی پیر دبا رہا ہے، کوئی ہاتھ دبا رہا ہے۔ ہیں تو یہاں بھی۔

ایک اور طالبِ علم کا اِستفسار پر فرمایا کہ: سوتے میں کبھی مجھ کو جگا دیتے ہیں، یہاں تو نہیں، جب کمرہ میں سونا ہوتا ہے وہاں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ تہجد کے وقت جیسے کسی نے اَنگوٹھا پکڑ کے ہلا دیا ہو، آنکھ کھل جاتی دیکھا تو کوئی بھی نہیں۔

ایک مرتبہ مولوی شبیر (مسونی والے) چھت کے اُوپر اَوّابِین پڑھ رہے تھے کسی نے آکر ایک ہاتھ زُور سے مارا اور کہا کہ: رُوز رُوز یہیں آکر کھڑا ہو جاتا ہے یہاں ہم لوگ پڑھتے ہیں۔ دیکھا! تو کوئی نہیں اور یہ آواز کئی لڑکوں نے سنی۔

ایک مرتبہ "بَرولی" سے بہت سے لوگ آگئے اور مدرسہ کی چھت پر سوئے، اُن میں ایک غیر مسلم نے چھت کے اُوپر ہی سے بیٹھے پیشاب کرنا شروع کر دیا کسی نے گلے میں ہاتھ ڈال کر اُس کو نیچے دھکیل دیا لیکن چوٹ بالکل نہیں آئی تھی۔

جنات اور حضرت مولانا سید حسین اَحمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا سیّد حسین اَحمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ "چاٹ گام" تشریف لے گئے اور بہت کثرت سے آپ رحمۃ اللہ علیہ جایا کرتے تھے، کافی مُریدین بھی تھے۔ ایک مرتبہ تشریف لے گئے تو بہت سے ملاقاتی آئے، ایک شخص نے آکر مصافحہ کیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: کون؟ اُس نے کہا:

میں اِتنے سنہ میں "اُسن" نام کا ایک لڑکا آپ سے پڑھا کرتا تھا میں وہی ہوں اور جنات میں سے ہوں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم اَنگریزوں کے نکالنے میں میری مدد نہیں کرتے؟ جنات نے کہا کہ: حضرت! ہم لوگ تو تعداد میں نمک کے برابر ہیں، غیر مسلم زیادہ ہیں اگر ہم اِدھر ساتھ دیں تو وہ لوگ بھی مقابلہ میں آجائیں گے اِس لیے مجبوراً ہم لوگ خاموش رہتے ہیں۔ قاری عبدالرحمٰن پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا جب اِنتقال ہوا ہے ایک سال تک رُونے کی آواز برابر آتی رہی۔

مدرسہ "ہتھورا" کے اِبتدائی دَور کی کچھ باتیں

مدرسہ "ہتھورا" کے اِبتدائی حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: شروع کا دَور کتنا اَچھا دَور تھا، اُس وقت مجھے کوئی جانتا بھی نہ تھا، مہمانوں کی آمدورَفت بھی اِتنی نہ تھی، ہر وقت لکھنے پڑھنے کا کام تھا۔ طلباء بھی اُس وقت محنت سے پڑھتے تھے۔ چلا گیا وہ دَور۔ وہ کیسے لڑکے تھے کہ! اپنے ہاتھ سے چکی پیستے، جنگل سے لکڑی کاٹ کر لاتے اور اپنے ہاتھ سے رُوٹی پکاتے، ایک وقت پکالی دونوں وقت کھالی۔ شروع میں ۵۰، ۶۰ لڑکے تھے، ہر وقت پڑھنے پڑھانے کا معمول تھا، کسی دن سبق کا ناغہ نہیں ہوتا تھا، فجر سے پہلے سارے طلباء جاگ جاتے تھے، سب مل کر رہتے، سب ایک دل تھے، نہ لڑائی بھڑائی، نہ شُور وشغب، اپنے کام سے کام اب تو وہ برکت ہی ختم ہوگئی۔ برکت تو اَعمال سے ہوتی ہے اگر اَعمال نہ ہوں گے تو خیر و برکت بھی اُٹھتی چلی جائے گی۔ ماحول تو بنانے سے بنتا ہے اگر اب بھی طلباء ایسی فَضاء بنائیں تو کیا مشکل ہے؟ لیکن چاہتے ہی نہیں! ذَوق ہی نہیں! ذرا ذرا سی بات میں لڑائی جھگڑے۔

بہترین لڑائی

اِسی ضمن میں فرمایا: جہاں چند لوگ ایک ساتھ رہتے ہیں کچھ نہ کچھ کھٹ پٹ ہوتی رہتی ہے لیکن مار پیٹ تک نوبت نہیں آنی چاہیے۔ بات ہوئی اور ختم ہوگئی پھر سب ساتھ ہوگئے۔

اُسی زمانہ کی بات ہے کہ: دو لڑکوں میں آپس میں لڑائی ہوئی۔ ایک نے دوسرے سے کہا: میں تم کو ماردوں گا۔ اُس کو مارنے کی سازش کی۔ اُس نے کہا: کیوں مجھے مارو گے؟ کیا میں نے تم کو مارا ہے؟ مطلب یہ تھا کہ: زبان سے ہم نے کہا ہے زبان سے تم بھی کہہ لُو۔ مار پیٹ کیوں کرتے ہو؟ نہ ہم

تم کو ماریں نہ تم ہم کو مارو۔ بس! بات بات کی لڑائی ہوتی تھی، لڑ بھڑ کر پھر ساتھ ہو گئے، ایک ساتھ کھانے لگے، ایک وقت میں لڑے دوسرے وقت ساتھ کھانا کھانے لگے سب کچھ بھول گئے۔ قصہ ختم ہو گیا۔

شہرت میں خطرہ ہے

فرمایا: شہرت آدمی کو لے ڈوبتی ہے۔ اُس سے کام بھی رُکتا ہے۔ دوسرا اِس میں اور بھی بہت سی خرابیاں ہوتی ہیں، خود اُس کے بگڑنے کا اَندیشہ ہوتا ہے۔ بس! اللہ ہی حفاظت فرمائے۔ (آمین) شہرت ہو جانے کے بعد پھر کام نہیں ہو پاتا کام تو گمنامی میں ہوتا ہے۔ میں نے جتنی کتابیں لکھی ہیں یہ سب اُسی وقت کی ہیں اُس وقت مہمانوں کی اِتنی آمد نہیں تھی، بس! پڑھنا پڑھانا اور لکھنا یہی کام تھا۔ اب تو مہمانوں اور تعویذ والوں ہی سے چھٹی نہیں ملتی۔ تعویذ تو میرے لیے مصیبت ہے اِس سے بہت نقصان ہوا۔ جتنی دیر میں تعویذ لکھتا ہوں اُتنی دیر میں تو ایک کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ تھک جانے کے بعد پھر لکھنے کی ہمّت نہیں ہوتی اور کتاب وغیرہ لکھنے کے لیے صرف تھوڑا سا وقت مل جانا کافی نہیں ہے، ذہن بھی تو بنانا پڑتا ہے، یکسوئی بھی ہونی چاہیے۔ یہاں ہزاروں فکریں لگی ہیں ایسے حال میں کیا لکھوں؟ اِس سے اَندازہ ہوتا ہے کہ: ہمارے اَسلاف نے موانع و مشکلات کے باوجود کس طرح محنت سے کتابیں لکھی ہوں گی؟

مدرسہ کے اِبتدائی حالات

ایک قدیم طالبِ علم جو اُس وقت اپنے وطن سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے تھے، جنہوں نے مدرسہ کے اِبتدائی دَور میں تعلیم حاصل کی تھی، اُن سے حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے بعد عشاء فرمایا کہ: اِس مدرسہ کے اِبتدائی حالات اِن کے سامنے بیان کرو کہ: تم لوگوں نے کس طرح تعلیم حاصل کی تھی؟ چناں چہ وہ کھڑے ہوئے اور فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! آج تو آپ کو مدرسہ میں بڑی آسانیاں ہیں، ہم لوگ جب پڑھا کرتے تھے تو کھجوروں کے جنگلوں میں جا کر اپنے ہاتھوں سے لکڑیاں توڑ کر لاتے تھے اور حضرت مولانا دامت برکاتہم بھی ساتھ جایا کرتے تھے، وہاں سے لکڑیاں اپنے سروں پر لاد کر لاتے پھر اپنے ہاتھ سے کھانا پکاتے اور پڑھتے بھی تھے، عمارت بھی اپنے ہاتھ سے بناتے تھے۔ اِس مسجد کی چھت ہم ہی لوگوں نے ڈالی تھی جس کی وجہ سے ہم لوگوں کے

ہاتھ کٹ گئے تھے اور ایک ماہ تک ہاتھ سے کھانا نہ کھا سکتے تھے، چمچے سے کھایا کرتے تھے۔ آج تو آپ لوگوں کو کچھ بھی نہیں کرنا پڑتا، ترقی کا دَور ہے۔ لیکن جیسے جیسے ترقیاں اور سہولتیں ہوتی جارہی ہیں ہمارے بھائی دِینی ترقی سے پیچھے ہٹتے جارہے ہیں، تیزی سے تنزلی کی طرف جارہے ہیں۔ آپ کو نہ کھانا پکانا پڑتا ہے، نہ جنگل سے لکڑیاں توڑ کر لانی پڑتی ہیں، بجلی ہے، پنکھے لگے ہیں، ہر طرح کی راحت حاصل ہے پہلے یہ سب کچھ نہ تھا۔ لیکن یاد رکھیے! اِتنی آسانیوں کے باوجود اگر آپ لوگوں نے صحیح معنی میں تعلیم حاصل نہ کی تو سچ جانیے کہ: آپ لوگوں سے زیادہ بدنصیب کوئی نہ ہوگا۔ اگر عملی زندگی اور نماز کی پابندی، نوافل کا اِہتمام آج آپ کے اَندر نہ ہوگا تو پھر کبھی نہ ہوگا۔ آپ تجربہ کر لیجیے جو طالبِ علم زمانۂ طالبِ علمی میں اِن باتوں کا خیال نہیں کرتا وہ پھر زندگی بھر نہیں کر پاتا۔

"سہارنپور" میں ایک عالم صاحب کے پاس ایک شخص ایک مولوی کی تلاش میں آیا اور کہا کہ: ایسا مولوی دیجیو جو نمازی بھی ہو۔ آج ہماری حالت اِتنی اَبتر ہوگئی کہ لوگ یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ: ایسا مولوی ہو جو نمازی بھی ہو۔ اِس لیے آپ لوگ ایسے نہ بنئے گا کہ آپ کے متعلّق کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ یہ نمازی ہے یا نہیں؟ آپ لوگ اپنے لیے بھی اور میرے لیے بھی دعا کریئے کہ: اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمِین) (۱۹ ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ بعد عشاء)

مدرسہ کے اِبتدائی دَور کی کچھ باتیں

طلباء سے فرمایا کہ: یہاں کے شروع کے حالات اگر میں تم کو سُنانے لگوں تو شاید تم کو یقین بھی نہ آئے۔ شروع میں تنہاء میں ہی تھا، ساری تعلیم میرے ہی ذمہ تھی، ناظرہ اور حفظ کے بچوں کو میں ہی پڑھاتا تھا اور عربی فارسی کی سب کتابیں تنہاء میں پڑھاتا تھا۔ درجہ حفظ کے طلباء کا تو فجر سے پہلے ہی سبق سُن لیتا تھا اور کچھ کتابوں کے اَسباق بھی پڑھا لیتا تھا۔ اب اُس طرح کے لڑکے نہیں رہے ورنہ آج بھی ہوسکتا ہے۔

(اَحقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ: آج سے پانچ سال قبل حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ فجر سے پہلے ہی "ہدایہ ثالث" پڑھایا کرتے تھے۔ اَحقر نے اور پوری جماعت نے فجر سے پہلے ہی "ہدایہ" پڑھی ہے۔) اب بھی اکثر اَوقات فجر سے پہلے کوئی نہ کوئی سبق ہوتا ہے۔[1]

[1] خط کشیدہ عبارت حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اِضافہ کردہ ہے۔



اور جب مصروفیات بڑھ گئیں، پریشانی ہونے لگی تو خیال ہوا کہ: کاش! دوسرا مدرّس ہوتا تو آسانی ہوجاتی کیوں کہ مدرسہ کے دوسرے کام بھی مجھ ہی کو دیکھنے پڑتے تھے۔ بستی کے ایک ہمارے پُرانے ساتھی تھے اور اَچھے ساتھی تھے، اُن کو میں نے یہاں کے لیے بڑی اُمیدوں سے خط لکھا۔ لیکن وہاں سے جواب آیا کہ: تنخواہ کتنی ہوگی؟ بجلی اور پنکھا ہے یا نہیں؟ دُھوبی کا اِنتظام ہوگا یا نہیں؟ اور نہ معلوم کیسی کیسی شرطیں لکھی تھیں۔ میں نے کان پکڑے اور اُس خط کو لے کر ایک کونے میں ڈال دیا۔

ہم لوگوں سے کام کیوں نہیں ہوتا؟

جب مزاج تن پَروری اور عیش پَرستی کا بن جاتا ہے تو پھر کوئی کام نہیں ہوتا۔ آج کل ہم لوگوں کا مزاج اِسی طرح کا بن گیا ہے، اِسی لیے ہم لوگ کسی کام کے نہیں رہے۔ ایک دُنیادار، مال کا حریص، لاکھوں رُوپیوں کی بلڈنگ اور عیش وعشرت کے تمام سامان کو قربان کر کے دُنیا کمانے اور چند ٹکوں کے خاطر سفر کرتا ہے، ہر قِسم کی تکلیف بَرداشت کرتا ہے، اپنے ہاتھ سے کھانا پکاتا ہے، کچا پکا سب کھا لیتا ہے اور خوش بھی رہتا ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ: طالبِ دُنیا اور مال کا حریص تو سب تکلیف بَرداشت کر لے اور طالبِ آخرت اور جنّت کا حریص اِتنا بھی نہ کر سکے!۔

دراَصل آخرت کی فکر اور جنّت کی طلب ہی نہیں، اللہ کی رضا چاہتے ہی نہیں ورنہ پھر اُس کے لیے بھی مجاہدے بَرداشت کرتے، عیش پَرستی کا مزاج نہ بناتے۔ اب تو حال یہ ہوگیا ہے کہ: ذرا سی کوئی بات مزاج کے خلاف ہوئی، رہنے کا اِنتظام مَرضی کے موافق نہیں ہوا یا بجلی اور پنکھے کا نظم نہیں، کھانا اَچھا نہیں تو بس! اِسٹرائک کی سُوجھتی ہے، ہنگامہ کی نوبت آجاتی ہے اور مدرسہ کا نظام معطل اور تعلیم بند کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، کسی کی مار پیٹ، کسی کا بائیکاٹ، مار دھاڑ سب شروع ہوجاتی ہے اور کبھی اَساتذہ مل کر اپنے اپنے مطالبات پیش کرنے لگتے ہیں۔ یہ سب نعمت کی ناقدری کا وَبال ہے۔ (ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ)

مدرسہ کے سلسلہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اِہلیہ کی خدمات

فرمایا: میری اِہلیہ بہت بڑے گھرانے کی ہیں، میرے خسر صاحب بہت بڑے آدمی تھے،

کافی زمین تھی، سات سُو مَن غلہ پیدا ہوتا تھا، کئی لڑکوں کے بعد صرف ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی اِس لیے ماں باپ کی بہت دُلاری تھیں، بڑی ناز نعمت اور لاڈ پیار سے پرورش پائی۔ لیکن بڑی صابرہ وشاکرہ ہیں، بڑی عسرت اور تنگ دستی میں زندگی گزار دی اور کبھی کسی قسم کا شکوہ شکایت زبان پر نہیں آیا۔"شروع شروع میں جب مدرسہ میں لڑکے کم تھے تو تیس پینتیس لڑکوں کا دونوں وقت کا کھانا خود پکاتی تھیں، مکان کا پلاسٹر بہت اچھا کر لیتی تھیں، اپنے ہاتھ سے ایک مرتبہ مدرسہ کے مکان کی دیوار کا پلاسٹر کرتے ہوئے اُوپر سے گر پڑیں، ہڈی میں چوٹ آ گئی، اب بھی سردی کے موسم میں کبھی کبھی سخت دَرد ہوتا ہے۔[1]"

مدرسہ کے تعمیری کام میں طلباء کی شرکت اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ترغیب

مدرسہ میں ایک بڑی سلیپ پڑنے والی تھی اُس موقع پر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے طلباء کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ: دیکھو بھائی! یہ بہت بڑی سلیپ ہے، اِتنی بڑی سلیپ مدرسہ میں آج تک نہیں پڑی اور شاید اِتنی بڑی اب پڑے بھی نہیں[2]۔ مجھے بہت پریشانی ہے، تم لوگ ہمّت کرو اور ساتھ دُو تو اِن شَآءَ اللہ آسانی ہو جائے گی۔ نیک کام میں مدد کرنی چاہیے یا نہیں؟ قرآن شریف میں ہے: وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ۔(سُوْرَۃُ الْمَآئِدَۃ، ۲) (یعنی تقویٰ اور نیکی کے کاموں میں مدد کرو) اور یہ نیک کام ہے یا نہیں؟ سب نے کہا: جی ہاں! حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: وقت پر کوئی اِدھر اُدھر نہ چلا جائے، ہمّت نہ ہارنا اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا، اگر ہم ہمّت کرلیں گے تو اللہ کی تائید اور اُس کی نُصرت ضرور ہوگی۔ نُصرت کی بہت سی صورتیں ہوتی ہیں یہ بھی نُصرت ہے کہ: بہت سے لوگ کام کرنے والے ہوں اور یہ بھی نُصرت ہے کہ ایک آدمی سے دس آدمی کا کام ہو جائے، ایک ہاتھ سے دس ہاتھوں کے برابر کام ہونے لگے اور کام کرتے ہوئے تھکاوٹ کا اِحساس نہ ہو، یہ سب نُصرت ہی کی شکلیں ہیں۔ اِس کام میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اَجر بہت ملے گا۔ حدیث شریف اور علمِ دِین اِس میں پڑھایا جائے گا، اللہ کے نیک بندے اِس میں آئیں گے، کیا دُنیا میں اللہ کے نیک اور محبوب بندے نہیں ہیں؟ اور جب ہیں تو کیا یہاں نہیں آسکتے؟ اور جو یہاں موجود ہیں کیا اُن میں نیک نہیں؟ پھر کیا پتہ کہ کون اللہ کا بندہ آئے اور اِس میں بیٹھے، اُس کی دعا کی برکت سے سب کا بیڑہ پار ہو جائے؟!!

---

[1] اخیر کی سطریں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کردہ ہیں۔

[2] خدا کا شکر ہے کہ: اِس سے بڑی سلیپ بھی مدرسہ میں بعد میں پڑی ہے۔ (بقلم حضرت رحمۃ اللہ علیہ)



جو بھی کام کرنا چاہو اِسی نیت سے کرو کہ: شاید اللہ تعالیٰ میرے اِس عمل سے راضی ہو جائے اور یہ معمولی سا عمل بھی نجات کے لیے کافی ہو جائے۔ بہت سے اَعمال دیکھنے میں چھوٹے معلوم ہوتے ہیں لیکن وہی اَعمال نجات کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ اِس لیے جو بھی کام کرے اِس نیت سے کرے کہ: اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے کر رہا ہوں۔ چلنا، پھرنا، دیکھنا، کھانا، پینا ہر عمل میں یہی نیت ہونی چاہیے۔ کیا پتہ اللہ کو کون سا عمل پسند آجائے اور اُس کی وجہ سے بخشش ہو جائے؟ اِس کام کو بھی تم لوگ اِسی نیت سے شروع کرو اور اِس طرح کام کرو کہ تعلیم کا نقصان بھی نہ ہو۔ حفظ والے طلباء ایک مرتبہ اِینٹیں ڈال کر پڑھنے چلے جائیں اور عربی والے طلباء بیٹھے رہیں۔ (۸ ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ)

(اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! سلیپ بہت آسانی سے پڑ گئی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُس موقع پر مسجد میں اِعتکاف فرمایا اور جب تک سلیپ پوری نہ پڑ گئی اِعتکاف ہی میں رہے اور برابر دعا فرماتے رہے۔ مدرسہ کے تمام مدرّسین اور طلباء کام میں شریک رہے۔)

مدارس کی ترقی وتنزلی

بعد عشاء مجلس میں طلباء سے فرمایا کہ: ماحول تو بنانے سے بنتا ہے اگر مدارس میں رہ کر دِینی ماحول نہ بنے گا تو پھر کہاں بنے گا؟ میں دیکھتا ہوں کہ: برابر دن بدن تنزلی ہی آتی جارہی ہے، ہر سال اپنے پہلے سال کے مقابلہ میں زَوال پذیر نظر آتا ہے۔ حدیث شریف میں صحیح فرمایا گیا ہے:

خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ج ۱/ص ۲۶۲، طبع دار الفکر، بیروت)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ خیر کا زمانہ ہے پھر اُس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ پھر وہ زمانہ جو اُس کے بعد ہوگا۔

یہ اِس لیے کہ خَيْرُ الْقُرُوْن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجاہدات تھے، ریاضتیں تھیں، خلوص تھا، تَعَلُّق مَعَ اللہ تھا، پھر رَفتہ رَفتہ یہ باتیں ختم ہوتی گئیں تو خیر بھی کم ہوتی گئی۔ یہی حال مدارس دِینیہ کا بھی ہوتا ہے کہ: اُس کی اِبتداء مجاہدوں سے ہوتی ہے اور شروع میں اِخلاص بھی ہوتا ہے لہٰذا ترقی اور برکت ہوتی ہے، پھر رَفتہ رَفتہ اُس میں زَوال آتا رہتا ہے، ظاہری اِعتبار سے تو

خوب ترقی ہوتی ہے، سہولتیں بڑھتی جاتی ہیں، اِنتظامات ہوتے رہتے ہیں لیکن حقیقی رُوح ختم ہو جاتی ہے اور یہ زوال کی علامت ہے ہر مدرسہ کا یہی حال ہوتا ہے۔ (۲۴ صفر ۱۴۰۵ھ)

ایک مدرسہ کی نظامت سے متعلق حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فرمودات

"بہار" کے علاقے کے رہنے والے جناب مولوی محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ نگرانی تعلیم و تربیت پائی اور اِس قابل ہوئے کہ: دِینی میدان میں اُتر کر کام کریں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو "فتح پور" کے مضافات "موضع عالم گنج" میں بٹھا دیا کہ تم کو یہیں کام کرنا ہے۔ اُس وقت اِس گاؤں کے عجیب حالات تھے، مدرسہ کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ لمبی چوڑی عمارت کا کسی کو خواب و خیال بھی نہ تھا، بیرونی طلباء تو کیا مقامی طلباء کو لاکر تعلیم کا نظم کرنا بھی مشکل تھا۔ اللہ نے توفیق دی اور اُن کی محنت جدوجہد سے سب کچھ ہوگیا۔ مدرسہ کی بڑی عمارت بھی ہے اور کافی تعداد میں مقامی و بیرونی طلباء بھی زیرِ تعلیم ہیں۔ پورے علاقہ میں مولوی طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ چھائے ہوئے تھے اور حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ نے اُنہیں کو مدرسہ کا ناظم اور علاقہ کا ذمہ دار بنا کر بھیجا تھا۔ لیکن اب "بہار" کے ایک بڑے مدرسہ کے ناظم اور بزرگ جناب مولانا محمد طیب صاحب[1] رحمۃ اللہ علیہ ناظم "مدرسہ اَشرف العلوم کنہواں" نے اپنے ایک قاصد کو بھیجا کہ: مولوی طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اُن کے مدرسہ میں بھیج دیا جائے تاکہ میرے بعد مدرسہ کا نظام وہ چلاسکیں میری نظر میں یہاں کوئی نظام چلانے والا نہیں۔ چناں چہ وہ قاصد "عالم گنج" پیغام لے کر پہنچا۔ ایک دن کے بعد ایک گاڑی میں مولوی طیب صاحب اور وہ قاصد نیز بستی کے چند معزز حضرات حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عشاء کے بعد اِس مسئلہ پر گفتگو ہوئی۔

قاصد صاحب نے مولانا محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا رُقعہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا جس میں یہی مضمون لکھا ہوا تھا اور مولوی طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مدرسہ میں بلانے کی درخواست کی تھی اور لکھا تھا کہ: اگر آپ اُن کو نہ بھیج سکیں تو آپ ہی کسی شخص کا اِنتظام فرمادیں جو ہمارے مدرسہ کو سنبھال سکے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے قاصد صاحب سے فرمایا کہ: آپ جو یہ پیغام لے کر آئے ہیں کیا سب کی متفقہ رائے ہے اور سب لوگ اِس بات پر راضی ہیں کہ: اِن کو ناظم بنادیا جائے؟

---

[1] اُن کا نام بھی طیب ہے۔ (بقلم حضرت رحمۃ اللہ علیہ)



وہاں تو پورے علاقہ میں علماء بھرے پڑے ہیں۔ ایک دُو نہیں جانے کتنے مل جائیں گے؟!! اُن میں سے کسی کو بنادیں۔ میرے پاس مشکل سے ایک آدمی تیار ہوا ہے اُس کو بھی آپ لے رہے ہیں۔ قاصد صاحب نے عرض کیا: وہاں علماء کی کثرت ضرور ہے لیکن وہ اِس قابل نہیں۔ اکثر علماء بورڈ کے اِسکولوں سے ملحق ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ارے! خود اُسی مدرسہ میں جانے کتنے نظامت کے لیے منہ پھیلائے بیٹھے ہوں گے؟!! درمیانِ گفتگو یہ بھی فرمایا کہ: جو نظامت کا خود طالب ہو وہ ناظم بننے کا اِہل نہیں اور جو اُس سے بھاگتا ہو بچتا ہو وہی اِس کا اِہل ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مجھے وہاں کا حال خوب معلوم ہے، اگر آج میں مولوی طیب صاحب کو وہاں بھیج دوں ایک ہی گھنٹہ بعد اُن کے خلاف وہاں سازشیں اور میٹنگیں ہونے لگیں گی۔ ایک نہیں جانے کتنے مخالفین حاسدین پیدا ہو جائیں گے؟!! ایسی حالت میں یہ کام کر سکتے ہیں؟ جو کرنا چاہیں گے وہ بھی نہ کر سکیں گے۔ آپ کے کام کے تو یہ ہیں نہیں۔ اِن کا مزاج تو یہ ہے کہ: اِختلاف اِنتشار سے یہ بہت گھبراتے ہیں۔ "عالم گنج" میں اگر ایک آدمی بھی کہہ دے تو اُسی دن آدھی رات کو اُن کا بستر بندھ جائے گا، وہ نہ ٹھہریں گے۔ ایسے مزاج والا آدمی آپ کے یہاں کس طرح ٹھہر سکے گا؟[1] میں اِنکار نہیں کرتا اِن کا تو وطن ہی وہیں ہے، میں اِن کا وطن نہیں چھڑاتا سال میں ایک دُو مرتبہ آئے جائیں گے۔ ضرورت پڑے گی وہاں قیام بھی کریں گے لیکن کام تو اللہ تعالیٰ اِن سے یہیں لے رہا ہے۔

یہ صرف مدرسہ کے نہیں اور اِن کو صرف نظامت کے لیے نہیں بھیجا گیا کہ: گدی میں بیٹھے بیٹھے دستخط کرتے رہیں بل کہ یہ تو پورے علاقہ کو سنبھالے ہوئے ہیں، پورے علاقہ میں چھائے ہوئے ہیں۔ سارے لوگ اِنہیں سے وابستہ ہیں، گاؤں گاؤں میں اِن کا اَثر ہے، اِنہوں نے دُوڑ دُھوپ کر کے علاقہ میں محنت کی ہے، اللہ نے اِن کا مزاج بھی محنت کرنے والا بنایا ہے، ہر ایک اِتنا نہیں کر سکتا، میں بھی اِتنا نہیں کر پاتا جتنا یہ کر لیتے ہیں۔ اگر آپ کو میری بات پر یقین نہ ہو تو "عالم گنج" میں کہہ کر دیکھیے کہ: میں مولوی طیب صاحب کو لینے آیا ہوں اور وہ یہاں سے جارہے ہیں۔ پھر دیکھ لیجیے کیا ہوتا ہے؟ کہرام مچ جائے گا! سچ کہتا ہوں: گھروں میں چولہا نہ جلے گا۔ یقین نہ ہو تو جا کر کہہ کر دیکھ لیجیے! "عالم گنج" میں تو کم اور قریب کے علاقوں میں زیادہ۔

[1] خط کشیدہ عبارت حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تصحیح کے وقت اِضافہ فرمائی۔

پاس رہنے والے علماء کی ناقدری

"عالم گنج" میں اِن کی اتنی قدر نہیں۔ علاقہ اور اَطراف میں اِن کی قدر زیادہ ہے، گھر کی مرغی دال برابر، آدمی جہاں رہتا ہے کچھ لوگ اُس کی شکایت کرنے والے اور بُرائی کرنے والے ہوتے ہی ہیں۔ اِس سے تو نبی نہیں بچا عالم صاحب کیا بچیں گے؟ میں "عالم گنج" والوں سے کہتا ہوں کہ: اب تک تم لوگ اِن کے مکان کا اِنتظام نہ کر سکے۔ ایک ایسا شخص جس نے تمہارے علاقہ میں اِتنی محنت کی، دن رات ایک کیا لیکن تم لوگ ایک کوٹھری کا اِنتظام نہ کر سکے؟ شادیوں میں کتنا خرچ کرتے ہو؟ علاج میں کتنا خرچ ہوتا ہے؟ مقدمہ بازی میں کتنا پیسہ جاتا ہے؟ ہاتھ سے زمین نکل جاتی ہے۔ ضرورت پڑتی ہے تو اپنے کھیت کو مکان بنا لیتے ہو لیکن اِن کے لیے ایک کوٹھری کا بھی اِنتظام نہیں کر سکتے؟ یہ ناقدری نہیں تو اور کیا ہے؟ مجھے تو اُن لوگوں سے شکایت رہی ہے اور اب بھی ہے اور اُن قاصد صاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: اِس علاقہ سے مولوی طیب کے جانے سے بڑا خلا پیدا ہو جائے گا۔ صرف مدرسہ ہی کی بات نہیں پورے علاقہ کی بات ہے۔ اگر اِس علاقہ سے یہ جائیں گے تو بہت نقصان ہوگا اور قاصد صاحب سے فرمایا کہ: آپ کیوں نہیں تیار ہو جاتے؟ آپ نظام سنبھال لیجیے میں آپ کو اِس کا اہل سمجھتا ہوں۔ اُن صاحب نے اِنکار فرمایا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جو اِنکار کرے وہی تو اِس کا اہل ہے۔

مدرسے تو سب اپنے ہیں ایک منتظم کئی مدرسوں کا ناظم بن سکتا ہے

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ پاک اِس مدرسہ کا کوئی نظم فرما دے۔ مدرسے سب اپنے ہیں یہ بھی مدرسہ اپنا ہے اور وہ بھی اپنا ہے، اُس کا بھی کوئی اِنتظام کرنا چاہیے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ: دُوری اِتنی ہے ورنہ اُس مدرسہ کی نظامت میں خود اپنے ذمہ لے لیتا جیسے حضرت مولانا شاہ اَبرار الحق صاحب ہردوئی مُدَّظِلُّهُ الْعَالِی بہت سے مدرسوں کے ناظم ہیں اور وقتاً وقتاً پہنچ جاتے ہیں پوری نگرانی کر لیتے ہیں، اُن ہی کی زیرِ نگرانی پورا نظام چل رہا ہے۔ میں خود "فتح پور" مدرسہ کا بھی ناظم ہوں اور کبھی کبھی جایا کرتا ہوں، نظام تو اِس طرح بھی چل سکتا ہے۔ لیکن وہاں مدرسہ کی دُوری اِتنی ہے کہ پہنچنا مشکل ہے۔ سب لوگ مل کر دعا کرو اللہ پاک غیب سے کوئی اِنتظام فرما دے۔ (آمین)

ہر مدرسہ کے بانی و مہتمم کو اپنے بعد کے لیے کیا کرنا چاہیے؟

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن قاصد صاحب سے فرمایا کہ: آپ میری طرف سے حضرت ناظم صاحب (مولانا محمد طیب صاحب) سے فرمایئے گا کہ: آپ تو وہی طے فرمائیں جو میں نے طے کر رکھا ہے کہ: اپنی طرف سے تو کسر نہ اُٹھی رکھیں۔ لوگوں کو بنانے کی بھرپور کوشش کرتے رہیں۔ اُس کے بعد اللہ کے حوالہ کر دیں، اللہ تعالیٰ جس طرح چاہے چلائے گا، اپنے بس میں جتنا ہو کر دیں اُس میں کوتاہی نہ ہو، پھر اللہ کے سپرد کر دیں۔ زیادہ پَریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ قاصد صاحب نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ: پھر آپ ہی کسی کو بھیج دیجیے، اپنے بیٹوں میں سے مولانا حبیب صاحب کو بھیج دیجیے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ہاں! میری طرف سے بالکل اِجازت ہے تینوں میں سے جس کو چاہیں لے جائیں مجھے تو خوشی ہوگی کہ: دِین کا کام کرنے کا موقع ملا۔ لیکن میں خود جانتا ہوں کہ اُس کے اَندر صلاحیت نہیں ہے اور وہ خود بھی جانے کو تیار نہیں ہوگا۔ اور اِدھر اُس کی والدہ کا یہ حال ہوگا کہ: رُوتے رُوتے پریشان ہو جائیں گی۔ شروع ہی سے اُن کا مزاج ایسا بنا ہے کہ: جدائیگی بَرداشت نہیں ہوتی۔ اُس کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُس مدرسہ کے ناظم مولانا محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام ایک پرچہ تحریر فرمایا اور قاصد صاحب کے حوالہ فرما دیا۔

(اَفسوس کہ! مہمانوں کے ہجوم اور کثرت مشاغل کی وجہ سے اَحقر اُس پرچہ کو پورا نقل نہ کر سکا۔ کاش! میرے کام میں کوئی ہاتھ بٹا دیتا اور مجھے پرچہ نقل کرنے کا موقع مل جاتا اور اِہلِ مدرسہ خصوصاً منتظمین اُس سے اِستفادہ کرتے۔)

تیسرا باب
(تعلیم وتدریس کی ضرورت واِہمیت)

علمِ دِین پڑھنے کے بعد دِینی کام کی توفیق نہ ہونا اللہ کا عذاب ہے

فرمایا: یہ بھی اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے کہ: آدمی علمِ دِین حاصل کرے، قرآن وحدیث پڑھے پھر پڑھنے کے بعد اُس کو دِین کے کام کی توفیق نہ ہو۔ علم تو ہے لیکن اُس سے فیض نہیں ہوتا، بجائے ہدایت کے اُس کے ذریعے گمراہی پھیلتی ہے۔ کتنے ایسے ہیں جو پڑھ کر فارغ ہوئے، قاسمی اور مظاہری بن گئے، لمبی لمبی سند لے لی اور پھر "طبیہ کالج" یا کسی "یونیورسٹی" میں جا کر داخلہ لے لیا، ڈاکٹر بن گئے۔ میں ڈاکٹر بننے کو منع نہیں کرتا لیکن ایسے لوگ جب "کالجوں" میں جاتے ہیں تو صرف ڈاکٹری نہیں پڑھتے بل کہ پہلے اُن کے لباس میں تبدیلی آتی ہے، کرتہ پجامہ سے ہٹ کر کوٹ پتلون میں آجاتے ہیں، کچھ دنوں کے بعد داڑھی بھی صاف ہو جاتی ہے اور نمازیں غارت ہونے لگتی ہیں، پھر اُس کو کوئی مولوی صاحب یا مولانا صاحب کہے تو وہ اُس میں اپنی توہین سمجھتا ہے، ڈاکٹر صاحب کہنے میں اپنی عزت سمجھتا ہے، اُس کو اپنے آپ کو "قاسمی" کہنے میں عار آتی ہے اور "بی اے اور ایم اے" کہنے میں فخر محسوس کرتا ہے، علمِ دِین حاصل کرنے میں جو وقت خرچ ہوا اُس کی بابت کہتا ہے کہ: خوامخواہ وقت ضائع کیا۔ ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں جن سے ہدایت تو کیا پھیلتی دوسروں کی گمراہی کا سبب بنتے ہیں، اُن کے ذریعہ گمراہی پھیلتی ہے۔ یہ عذاب نہیں تو اور کیا ہے؟ اگر کسی کو کسی عہدے سے گرا دیا جائے کیا یہ ذلت اور عذاب نہیں ہے؟ یہاں اُس کو علمِ دِین حاصل تھا، علمی منصب پر فائز تھا اور عالمِ دِین نبی کا نائب اور جانشین ہوتا ہے لیکن اُس کو مکھی کی طرح باہر نکال کر پھینک دیا گیا اور اُس سے اُس کا منصب چھین لیا گیا۔ کیا یہ عذاب نہیں ہے؟ ایسا کیوں ہوا؟ اِس لیے کہ اُس نے علمِ دِین کی نا قدری کی، جب خود ہی اُس کی نا قدری کی تو اُس کا خسارہ بھی اُسی کو ہوا۔ لیکن تعجب ہے کہ! وہ اِسی کو ترقی اور کامیابی سمجھتا ہے یہ اور بڑا عذاب ہے کہ: تنزلی کو ترقی سمجھتا ہے۔ اللہ ہی حفاظت فرمائے۔ (آمین) (محرم ۱۴۰۵ھ)

اگر سب "سعودیہ اور دبئ" چلے جائیں گے تو یہاں کام کون کرے گا؟

فرمایا: "سعودیہ اور دبئ" جانے کا بڑا رِواج ہوگیا ہے، جس کو دیکھو وہیں جانے کو سوچ رہا ہے، اِتنی محنت سے پڑھایا لکھایا، جن سے بڑی اُمیدیں وابستہ تھیں جب کسی قابل ہوئے تو "سعودیہ" چلے گئے، علاقہ سُونا پڑا ہے، کوئی کام کرنے والا نہیں۔ بس! پیسہ کمانے کے لیے چلے گئے، وہاں جا کر دِین کی اِشاعت تو کر نہیں سکتے کیوں کہ جس طرح یہاں وَعظ وتقریر کی اِجازت ہے وہاں نہیں ہے، وہاں وَعظ وتبلیغ کچھ نہیں کرسکتا۔ ہاں! اِمامت کرلے گا۔ دِین کا کام کرنا ہے تو یہیں رِہ کر کام کرو۔ جب سب "سعودیہ اور دبئ" چلے جائیں گے تو یہاں کون کام کرے گا؟ میں ناجائز حرام نہیں کہتا لیکن جس سے آدمی کو کچھ تعلّق ہوتا ہے اُس کو تو منع ہی کرتا ہوں۔ جن سے کچھ اُمیدیں وابستہ ہوتی ہیں اُن کے جانے سے تکلیف تو ہوتی ہی ہے۔ پھر ایسے لوگ جن کے گھروں میں بیتُ الخلاء نہیں، جن کے گھر کی عورتیں باہر جنگلوں میں پاخانہ کرنے جاتی ہیں ایسے گھر کے لوگوں کے خیالات اِتنے اُونچے ہوگئے کہ اپنے علاقہ اور دیہات میں رِہ کر کام کرنے پر تیار نہیں۔ مال کمانا ہو تو "سعودیہ دبئ" جاؤ اور جنّت کمانی ہو تو یہیں رِہ کر کام کرو۔ کام تو ایسے ہی ہوتا ہے اور کام ایسے ہی لوگ کرتے ہیں جو سب کچھ بَرداشت کرنے کو تیار ہوجائیں۔ بس! ایک ہی کے ہوکر رہیں کسی طرف نگاہ اُٹھا کر بھی نہ دیکھیں۔ اِسی میں اُن کی عزت ہے۔

علماء کی عزت دِینی کام کرنے اور سادہ زندگی گزارنے میں ہے

فرمایا: میں سچ کہتا ہوں کہ: علماء کی عزت بھی اِسی میں ہے کہ وہ دِینی کام کریں۔ دُنیا دار علماء کی لوگوں کی نگاہ میں وہ عزت اور مقام نہیں ہوتا جو دِینی کام کرنے والے کا ہوتا ہے۔ میرا خوب تجربہ ہے، یقین سے معلوم ہے کہ: لوگوں کے حالات کیسے بھی ہوں، اپنے لیے وہ کچھ بھی پسند کرتے ہوں اور اُن کا معیارِ زندگی کتنا ہی بلند ہو چکا ہو لیکن علماء کو وہ سادہ زندگی ہی میں دیکھنا چاہتے ہیں اور ایسی ہی زندگی اُن کے لیے پسند کرتے ہیں، ایسے ہی علماء کی وُقعت اُن کے قلوب میں ہوتی ہے، دُنیا دار، عیش پرست، آرام طلب علماء کی وُقعت اُن کے قلوب میں نہیں ہوتی۔

"سعودیہ اور دبئی" جانے والے اہلِ علم سے خطاب

فرمایا: جتنا سمجھ دار، پڑھا لکھا، ذی اِستعداد طبقہ ہے وہ تو ہاتھ لگتا نہیں سب "سعودیہ اور دبئی" چلے جاتے ہیں اور جن کو کچھ نہیں آتا، جو بالکل کوڑا ہیں وہ یہاں رِہ جاتے ہیں، پھر کیسے کام چلے؟ بہت بڑا خلا ہوتا جارہا ہے۔ اَچھے خاصے پڑھے لکھے ایسے ایسے لوگ جن کے اَندر شیخ الحدیث بننے کی صلاحیت ہے وہ "سعودیہ" جاکر گدھے چرارہے ہیں اور اِس پر خوش ہیں، کوئی جاکر اِمامت کرتا ہے، کوئی ٹیوشن پڑھاتا ہے۔ میں اِس کو ناجائز حرام نہیں کہتا لیکن اللہ نے جس کو صلاحیت دی ہے جو دِین کا کچھ کام کرسکتا ہے اُس کو تو یہیں کام کرنا چاہیے۔ یہ تو نعمت کی بڑی ناقدری ہے کہ: علمِ دِین کو صرف دُنیا کمانے کے لیے اِستعمال کیا جائے۔ قیامت میں اللہ تعالیٰ سوال کرے گا کہ: ہم نے تم کو علمِ دِین کی نعمت دی تھی تم نے اُس سے کیا کام لیا؟ تو کیا یہ جواب دو گے کہ: میں نے "پچاس ہزار رُوپے" کمائے؟ یا جواب نہ بھی دُو تمہارے نامۂ اَعمال میں تو لکھا جائے گا کہ: اِس نے علمِ دِین کے ذریعہ رُوپے کمائے۔ کیا تم کو یہ پسند ہے؟ کتنے رُوپے کما لُو گے؟ اِمامت کرو گے، ٹیوشن پڑھاؤ گے تو رُوپے مل جائیں گے اور یہاں کام کرو گے تو پانچ سُو تمہارے شاگرد ہوں گے یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔ دِین کی محنت اور دِینی خدمت جو یہاں رِہ کر کرلو گے وہاں جاکر نہیں کرسکتے۔ وہاں تو سخت پابندی ہے، نہ تقریر کرسکتے ہو اور نہ تبلیغ۔ بس! ٹیوشن پڑھا کر پیسے ہی کما سکو گے۔

علماء، طلباء اور دِینی کام کرنے والوں سے چند باتیں

فرمایا: جتنے دُنیادار کاروں میں پھرنے والے، بلڈنگوں میں رہنے والے ہیں ہم نے تو آج تک کسی کو چین سکون سے نہیں دیکھا۔ اگر کاروں میں پھرنا، بلڈنگوں میں رہنا راحت ہے تب تو واقعی اُن کو راحت ہے لیکن راحت تو قلبی سکون کا نام ہے وہ اُن دُنیاداروں کو حاصل نہیں۔ جب مجھ سے ایسے لوگ ملتے ہیں تو اپنی پریشانیاں ہی ظاہر کرتے ہیں رُوتے ہیں۔ تب اَندازہ ہوتا ہے کہ: یا اللہ! اِن سے بہتر تو ہم ہی لوگ ہیں جو چٹنی رُوٹی، دال رُوٹی کھاتے اور سکون کی زندگی بَسر کرتے ہیں۔ رہنے کے لیے جھونپڑی ہے لیکن آرام سے سُوتے ہیں اور آدمی کو چاہیے کیا؟

ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ: جس کو پیٹ بھر کر دونوں وقت کھانے کو مل جائے، رہنے کے لیے جھونپڑی ہو، عافیت کی زندگی ہو، کوئی بیماری وغیرہ نہ ہو ایسے شخص کو ساری دُنیا کی نعمت حاصل ہے۔ (جامع الترمذی، ابواب الزھد عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء فی الزھادۃ فی الدنیا، ج ۲، ص ۶۰، طبع قدیمی، کراچی)

اور دُنیا میں ہے کیا؟ جو مال دار رَئیس ہیں وہ بھی دُو ہی رُوٹی کھاتے ہیں، جو غریب ہیں وہ بھی دُو رُوٹی کھاتے ہیں۔ لیکن آج لوگوں کے مزاج بدل چکے ہیں جس کو دیکھو دُنیا کمانے کے چکر میں ہے، اِسی دُھن میں لگا ہوا ہے۔ کتنی محنت سے سالوں پڑھایا جاتا ہے، جب پڑھ کر نکلے کچھ اُمیدیں وابستہ ہوئیں کہ علاقہ میں کام کریں گے، دھوکہ دے کر چلے جاتے ہیں، صرف دُنیا حاصل کرنے کی نیت سے کوئی "لیبیا" جاتا ہے، کوئی "سعودیہ" جاتا ہے اور علاقے کے علاقے سُونے پڑے ہیں کوئی کام کرنے والا نہیں۔ بڑی سخت تکلیف ہوتی ہے۔ آخر کون لوگ کام کریں گے؟ کام تو اِنسان ہی کریں گے اللہ پاک مدد فرماتا ہے، کبھی فرشتوں کے ذریعہ مدد فرماتا ہے لیکن کام تو بندے ہی کرتے ہیں۔ کام شروع کرو پھر دیکھو! اللہ کی مدد آتی ہے یا نہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حالت تو یہ تھی کہ: جب اُن کو زیادہ دُنیا حاصل ہوتی تو رُوتے تھے کہ: یا اللہ! ہماری محنت کا صلہ کیا ہم کو دُنیا ہی میں مل جائے گا؟ آخر کچھ کام آخرت کے لیے، جنّت کے لیے، اللہ کی رَضا کے لیے بھی تو کرنا چاہیے۔ آج اگر کوئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نمونے کے اِنسان دیکھنا چاہے جو حالات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لکھے ہیں کہ: پیوند دار کپڑا پہنتے تھے، فاقہ کرتے تھے، مجاہدانہ زندگی بَسر کرتے تھے ایسے لوگ کہاں دیکھے؟ ایسے لوگوں کا ملنا مشکل ہے۔ آخر کچھ لوگ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نمونے کے ہونے چاہئیں؟ کچھ تو اِیثار کرنا چاہیے؟ دِین کے لیے کچھ تو قربانی دینی چاہیے؟ جو لوگ مجبوری میں دِین کا کام کرتے ہیں چوں کہ "سعودیہ" جانے کے حالات نہیں، دوسرے ذرائع آمدنی نہیں مل سکے اِس لیے مجبوراً دِین کے کام میں لگے ہیں یہ اُن کا کمال نہیں ہے بل کہ کمال تو یہ ہے کہ: دُنیا کمانے کے حالات موجود ہیں پھر بھی قربانی دے کر دِین کے کام میں لگے رہیں اور مقدّر کی رُوزی تو مل کر ہی رہتی ہے اور مقدّر سے زائد ہر گز نہیں مل سکتی۔

مقدّر کی رُوزی مل کر رہتی ہے اور مقدّر سے زائد کبھی نہیں ملتی

فرمایا: مقدّر کی رُوزی مل کر رہتی ہے اور اگر مقدّر میں نہیں ہے تو کوئی ہزار کوشش کرے

تب بھی نہیں ملتی۔تقدیر پرلوگوں کا جیسے اِیمان ہی نہیں رہا۔مدرسوں سے لوگ پڑھ کرفارغ ہوتے ہیں نامعلوم سب کہاں چلے جاتے ہیں؟جس کو دیکھو"سعودیہ" کی دُھن لگائے بیٹھا ہے۔"مشکوٰۃ شریف" پڑھانا چھوڑکر گئے اور وہاں جاکر کھڑے کھڑے باغ میں پانی لگایا کرتے ہیں،اُونٹ چراتے ہیں، یہ زندگی اُن کو پسند ہے۔مال کی حرص بہت بُری ہوتی ہے۔اگر سب لوگ یہی شروع کردیں گے تو پھر دِین کا کام کون کرے گا؟اللہ جو دے اُس پر قناعت کرنا چاہیے مقدّر کی رُوزی کہیں نہیں جاتی۔

عبرت ناک واقعہ

"پرتاب گڑھ" کے ایک صاحب"سعودیہ" کمانے گئے،ایک شیخ کے یہاں نوکری کرتے تھے۔ کئی سال میں اُنہوں نے نولاکھ روپے جمع کیے اور اِرادہ کیا کہ:اب گھر چلیں پوری تیاری کرلی۔ چلتے وقت سُوچا کہ:عمرہ بھی کرلیں یا اور کسی ضرورت سے گئے اور اَٹیچی جس میں وہ نولاکھ رُوپے رکھے تھے ایک صفائی کرنے والا ملازم جواُن کے گاؤں کا تھا اُس کے ہاتھ میں تھمادی کہ تم دیکھو میں ابھی آتا ہوں۔واپس آئے تو دیکھا غائب،اِدھراُدھر تلاش کیا کہیں نہیں ملا،وہ رُوپے لے کر بھاگ گیا اور اُلٹا جاکر شیخ سے (جس کے یہاں یہ ملازم تھے)اُس سے جاکر شکایت کردی کہ: تمہارا ملازم رُوپے لے کر بھاگے جارہا تھا،اُس کے پاس اِتنا روپیہ کہاں سے آیا؟اُس نے غَبَن کیا ہوگا۔اُس نے بلواکر پکڑواکر پولیس کے حوالہ کردیا اور جیل پہنچوادیا۔وہاں جیل بہت جلد بھیج دیتے ہیں،ذرا سے شبہ کی وجہ سے بند کردیتے ہیں۔لاکھ کوئی اِنصاف اِنصاف کہے۔یہ اِنصاف میری سمجھ میں نہیں آتا،پتہ نہیں کیسا اِنصاف ہے کہ تحقیق کے بغیر جیل میں بند کردیتے ہیں؟!!

الغرض اُس بے چارے کو لینے کے دینے پڑ گئے،جان بچانا مشکل ہوگیا۔بڑی کوشش کے بعد تو وہاں سے چھٹکارا ملا۔اُن کے گھر والے خود مجھ سے ملے تھے اور پریشانی کا اِظہار کرتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ:مولانا!یہی دعا کردیجیے کہ جان چھوٹ جائے صحیح سلامت آجائیں مال ملے یا نہ ملے۔پھر جان چھوٹ گئی تو پیسے کی بھی دعا کرانے لگے۔وہاں سے بالکل خالی ہاتھ آئے تھے۔ کتنے سالوں میں ۹ لاکھ جمع کئے ہوں گے؟ایک منٹ میں ہاتھ سے نکل گئے۔مقدّر میں نہیں تھا نہیں

ہاتھ آئے۔ پیسے بھی گئے جان بھی خطرہ میں پڑی اور وہ ملازم (بھنگی) لکھ پتی بن گیا، اُس نے وہاں مکان بھی خرید لیا اور اب بہت بڑا آدمی بن گیا ہے۔ مقدر ہی کی رُوزی آدمی کو ملتی ہے ورنہ نہیں ملتی۔

اِس کے بَرخلاف دوسرا نمونہ بھی ہے۔ "بمبئی" میں ہمارے ایک ملنے والے ہیں، شروع میں اُن کی حالت بہت خستہ تھی، سڑکوں کے کنارے فٹ پات پر دُکان لگاتے اور کیلے بیچتے تھے۔ بڑی کسم پُرسی کی حالت میں زندگی گزار رہے تھے، رَفتہ رَفتہ ترقی کی اور یہاں تک پہنچے کہ "بمبئی" میں عالی شان مکان بنوایا۔ ۷، ۸ لڑکے ہیں اور ہر لڑکے کی گاڑی اَلگ ہے۔ جب میں نے گاڑی کھڑی ہونے کی جگہ اور بہت سی گاڑیاں دیکھیں تو سمجھا کہ: جس طرح شہروں میں گاڑیاں کھڑی ہونے کی متعین جگہ ہوتی ہے اِسی طرح کی جگہ ہوگی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ: یہ جگہ اور گاڑیاں سب اُن ہی کی ہیں۔ مکان اِتنا عالی شان کہ اِس وقت تک اِتنا اَچھا خوبصورت مکان میں نے نہیں دیکھا۔ جنّت ہی میں اُس سے اَچھا مکان ملے گا۔ پورا فرش دیواریں سب سنگِ مَرمَر کی ہیں اور عجیب طرح کی اُس میں سجاوٹ کر رکھی ہے۔ کوئی اُن کو دیکھ کر کیا کہہ سکتا ہے کہ: یہ وہی کیلے بیچنے والے، فٹ پات پر دُکان لگانے والے ہیں۔ ارے! جس کے مقدر میں جو ہوتا ہے وہی ملتا ہے۔ مقدّر کی رُوزی کہیں نہیں جاتی آدمی دِین کا کام کرے اللہ مدد کرتا ہے۔

حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کا تدریسی دَور اور قلیل تنخواہ

فرمایا: جس وقت میں "فتح پور" پڑھانے گیا تھا اُس وقت میری عمر تقریباً ۲۱ برس کی ہوگی، شروع میں ہی مجھ کو بڑی کتابیں پڑھانے کو مل گئیں تھیں۔ لوگوں کو اِس سے تعجب ہوتا تھا، اُس وقت میرا حافظہ بہت اَچھا تھا، "شرح جامی" کی پوری تقریر میں نے سبق کے بعد لکھی تھی۔[1] خوب اَچھی طرح مطالعہ کر کے جاتا تھا، جب پڑھانا شروع کیا تو خوب تقریر کرتا تھا، لوگ چھپ کر میرا سبق سنتے تھے، دیکھیں کیسا پڑھاتا ہے؟ مولانا عبدالوحید صاحب بھی میرا اسابق سُنا کرتے تھے۔ بعد میں لوگوں نے کہا: جیسا سُنا تھا اُس سے کئی زائد پایا۔ سب سے زائد کتابیں میں پڑھاتا تھا اور کتابیں بھی بڑی بڑی تھیں اور تنخواہ میری سب سے کم یعنی ۳۰ روپے ماہانہ تھی۔

[1] یہ جملہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بعد میں اِضافہ فرمایا ہے۔

حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کی سادگی
سادات کا مال دار نہ ہونا اچھا ہے

فرمایا: سادات کی خوبی یہی ہے کہ: سادگی کے ساتھ زندگی گزار دیں۔ حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: اِس خاندان میں جب بھی دُولت آئی فتنہ فساد آیا۔ خود مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی سادگی کے ساتھ زندگی گزار دی ہے۔ دوسرے ممالک میں جتنے وسائل مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل تھے کم لوگوں کو حاصل ہوئے ہوں گے؟ اگر چاہتے تو نا معلوم کیا کر لیتے؟!! اپنے لیے پختہ عمارت بھی نہ بنوائی۔ تھوڑی سی عمارت تو اب بعد میں بن گئی ہے جب مہمانوں کی آمدورَفت کثرت سے ہونے لگی۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی غیر موجودگی میں جلدی جلدی مہمان خانہ بنوا دیا گیا۔ "ندوہ" میں جو مہمان خانہ ہے اُس کا بھی یہی حال ہے کہ: مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ تو سفر میں تشریف لے گئے تھے اِدھر مولانا معین اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جلدی جلدی کام شروع کرا دیا۔ مولانا کے آنے سے پہلے ہی بن کر تیار ہوگیا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: آپ نے میرے ساتھ اَچھا نہیں کیا۔ مولانا معین اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اَچھا ہو یا بُرا ہوا اللہ واسطے کیا ہے۔ حضرت! اِس کی بہت ضرورت تھی۔[1]

بڑوں کے ساتھ تَصنُّع وتکلّف نہیں کرنا چاہیے

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد جن کی علمی صلاحیت بھی کوئی خاص نہ تھی اُنہوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے تاریخ مانگی اور اِس طرح کے جملے لکھے کہ: "پہلی بار آپ کو آواز دے رہا ہوں محروم نہ فرمایئے گا"۔ بعد میں خود بھی حاضر ہوئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ کون سا لکھنے کا اَنداز ہے؟ ہمیشہ سادہ اَلفاظ اِستعمال کرنے چاہئیں۔ تَصنُّع وتکلّف سے اِحتراز کرنا چاہیے۔ اُن کے ایک ساتھی نے کہا کہ: یہ "جماعتِ اِسلامی" کی کتابیں بہت پڑھتے ہیں۔ فرمایا کہ: وہی لوگ اِس طرح کے جملے بہت اِستعمال کرتے ہیں۔ میں مضمون نگاری سے منع نہیں کرتا اِس کی تو مشق کرنی چاہیے، مضمون نگاری سیکھو یہ بھی ضروری ہے لیکن تکلّف وتَصنُّع سے اِحتراز ہونا چاہیے۔

---

[1] یہ جملہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تصحیح کے وقت اِضافہ فرمایا ہے۔

حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری کا واقعہ اور ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اِستغناء

فرمایا: اِس گاؤں کا سب سے پہلا کاریگر میں ہی ہوں۔ہم سب لوگ باہر جنگل میں پاخانہ کرنے جایا کرتے تھے، اُسی زمانہ میں مدرسہ میں جلسہ ہوا ہم نے مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت دی تھی اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے لیے اپنے ہاتھ سے اینٹوں کا بیتُ الخلاء بنایا تھا۔لیکن حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: میں بھی جنگل ہی جاؤں گا عیدگاہ کے قریب تشریف لے گئے تو فرمایا کہ: یہاں آکر تو مجھ کو اَپنا "تکیہ رائے بریلی" یاد آ گیا۔وہاں بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ جنگل میں ہی قضاءِ حاجت کے لیے جایا کرتے تھے اگر چہ گھر میں بیتُ الخلاء موجود تھے،لیکن چوں کہ مہمانوں کے لیے اُس وقت بیتُ الخلاء کا اِنتظام نہ تھا اور وہ باہر جاتے تھے اِس لیے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ بھی باہر جاتے تھے۔وہاں بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے گھر اور مسجد کے قریب ایک ندی ہے یہاں بھی نالہ ہے۔حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اِس جگہ کو بہت پسند فرمایا۔پھر رات میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہوا۔بیان کے بعد مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ: میری عادت تو نہیں ہے لیکن اگر تم کہو تو میں تمہارے مدرسہ کے لیے کچھ لکھ دوں اور کوشش کروں تاکہ کچھ پیسوں کا اِنتظام ہو جائے۔میں نے عرض کیا: حضرت! نہ میں نے اِس لیے بلایا ہے اور نہ میں یہ چاہتا ہوں۔حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اِصرار کے بعد بھی میں اِنکار کرتا رہا۔آدمی کام کرے تو ہمّت کرے اور اللہ پر بھروسہ رکھے اور اللہ ہی سے مدد چاہے۔

حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کا اِستغناء

فرمایا: حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کا اِستغناء دیکھو! چاہتے تو دولت واَسباب سے گھر بھر لیتے، اِتنی کثرت سے عرب جاتے تھے اور مقبولیت بھی خوب حاصل تھی لیکن جب بھی اُن کے سامنے دولت پیش کی گئی اُس کو ٹھکرا دیا، کتنا عرصہ گذر گیا گھر میں ایک ٹیپ ریکارڈ تک نہیں لائے، کھانا بھی وہی سادا موٹا جھوٹا، لباس بالکل سادا صرف دُو تین جوڑے۔یہی باتیں تو ہیں جو اِنسان کو نا معلوم کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہیں؟!!

مجاہدہ کے بغیر ترقی نہیں ہوتی

فرمایا: اِس راہ میں جس نے بھی قدم رکھا ہے ایسا ہوا ہی نہیں کہ اُس کو مجاہدہ نہ کرنا پڑا ہو، مجاہدہ کے بغیر تو چارہ ہی نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھو! "صفہ" ایک چبوترہ تھا اُس میں پڑے رہتے تھے، نہ کھانے کا کوئی نظم تھا اور نہ بچھانے کا کوئی اِنتظام تھا، سردی ہو یا گرمی دونوں حالتوں میں مجاہدے کی زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ سردی سے بچنے کے لیے بھی کپڑے نہ تھے اور گرمی کی شدّت سے بچنے کا بھی کوئی اِنتظام نہ تھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر چاہتے تو کیا کچھ اِنتظام نہ ہوسکتا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو سُونے چاندی کے ڈھیر لگ جاتے لیکن یہ راستہ ہی اِیسا ہے کہ مجاہدہ کے بغیر اِس میں ترقی نہیں ہوتی، آدمی اپنے کو مٹادے، فنا کردے، عزت کو خاک میں ملا دے، اپنے کو کچھ نہ سمجھے تب جا کر کامیابی حاصل ہوتی ہے اور جن لوگوں نے کچھ کام کیا ہے اِسی طرح کیا ہے۔ (شوال ۱۴۰۴ھ)

مجاہدہ کے بعد خوشحالی
حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کا حال

اِس راہ میں کوئی مجاہدہ کر کے تو دیکھے کیا ہوتا ہے؟ سچ کہہ رہا ہوں: دُنیا پیچھے پیچھے پھرتی ہے، وہ دُنیا کو منہ بھی نہیں لگا تا لیکن دُنیا اور دُنیا والے اُس کے پیچھے پیچھے دوڑتے ہیں۔ حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھو اُن کے پاس کھانے پینے کو بھی کچھ نہ ہوتا تھا، بسا اَوقات مولی کے پتے چُن چُن کر لاتے اور اُن کو اُبال کر کھاتے، سردی میں اُوڑھنے کے لیے لحاف نہ تھا، چٹائی میں لپٹ کر سُو جاتے۔ پھر ایک وقت آیا کہ لوگ خوشامد کرتے پھرتے تھے کہ: حضرت! دُو منٹ کے لیے ہماری گاڑی میں بیٹھ جائیں، تھوڑی دیر کے لیے ہمارا لحاف اُوڑھ لیجیے۔ (شوال ۱۴۰۴ھ)

مخصوص مہمانوں کی سفرِ لندن کی درخواست پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اِرشادات

رمضان کے اَخیر عشرہ میں لندن اَفریقہ سے بھی بعض اَحباب بغرضِ اِعتکاف و اِستفادہ تشریف لائے تھے، رمضان سے قبل حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کا لندن سفر بھی ہو چکا تھا، سفر سے واپسی کے بعد جس قدر لوگوں کا اِشتیاق و اِصرار دُوبارہ لندن کے سفر کا ہونے لگا اُتنا پہلے نہ تھا۔ بقول اُن کے کہ: حضرت! اب تو پیاس بڑھ گئی کچھ وقت مزید عنایت فرما دیجیے، ایک مرتبہ اور

لندن کا سفر طے فرمالیجیے۔ اِعتکاف میں آئے ہوئے مہمان نے بھی حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں اِس مزاج کا آدمی نہیں، مجھ کو علاقہ ہی کے کام سے فرصت نہیں ملتی، مجھے بڑی شرم آتی ہے وہ لوگ اِتنا خرچ کرتے ہیں، علاج کے لیے بہت اِصرار کررہے تھے اور بے چاروں نے بہت خرچ کیا، دُوبارہ پھر علاج کے لیے بلایا ہے اُس وقت میں ٹالتا رہا، ہاں ہاں!! کرتا رہا کہ: آئندہ ہو جائے گا۔ مجھے بڑی شرم آتی ہے بار معلوم ہوتا ہے اور یہاں کے ڈاکٹروں کی طرح وہاں کے ڈاکٹروں کی فیس بھی معمولی نہیں ہوتی بے چارے اپنا سب کام اور کاروبار چھوڑ کر متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اُن لوگوں میں واقعی دِین کا جذبہ ہے اور دِین کے نام پر بہت کچھ خرچ کرتے ہیں، بہت قربانی دیتے ہیں۔ بڑی بڑی عمارتیں، غیروں کے عبادت خانے خرید خرید کر مسجد مدرسے بنارہے ہیں۔ ہزاروں نہیں لاکھوں رُوپیہ خرچ کررہے ہیں۔ وہاں تو خرچ کرتے ہی ہیں دوسرے علاقوں میں گجرات وغیر کے مدارس میں بھی بہت اِمداد کرتے ہیں۔ ایک ایک آدمی پورے پورے مدرسہ کا تنہاء خرچ بَرداشت کرتا ہے۔ ایک مدرسہ میں ایک آدمی نے تنہاء بائیس لاکھ روپے دیئے تھے۔ ایک مسجد کی تعمیر کا پورا خرچ تنہاء ایک شخص نے پچاس لاکھ بَرداشت کیا تھا۔ اللہ نے مال دیا ہے تو دل بھی دیا ہے اور کتنے مدرسے ایسے ہیں کہ تنہاء ایک ایک آدمی پورا خرچ بَرداشت کرتا ہے۔ بہت سے لوگ بعض مدرسوں کا سال بھر کا پورہ غلہ دیتے ہیں۔ گجرات ہی کے علاقہ کی بات ہے ایک جگہ میں نے تقریر میں کہا تھا کہ: آپ لوگ بہت خرچ کرتے ہیں۔ کام کے موقعوں پر خرچ کرنا چاہیے، کچھ اَسپتال مسلمانوں کے بھی ہونے چاہئیں خصوصاً زَچہ بچہ کے لیے۔ اِس لیے کہ بعض فتنہ پسند متعصبوں نے اِسکیم بنائی ہے کہ: مسلمان عورتیں اَسپتال میں آئیں تو اُن کو اِیسا اِنجکشن لگا دیا جائے کہ آئندہ اُن کے اَولاد ہی نہ ہو یا ہو تو اَپاہج لنگڑی لُولی ناکارہ ہو۔ اِس لیے مسلمانوں کو اپنے اَسپتال قائم کرنا بھی اِس وقت بہت ضروری ہے۔ یہ تو میں نے تقریر میں کہا تھا، کچھ اللہ کے بندے اُٹھے تیار ہوئے اور اُنہوں نے اِس کی مہم چلائی، طے کرلیا اُسی وقت ایک جلسہ میں تیرہ لاکھ چندہ ہوگیا اور آئندہ سال دیکھا پوری عمارت اَسپتال کی تیار ہے۔ اِفتتاح کے لیے بھی اُنہوں نے مجھ کو بلایا تھا۔ ایک صاحب کہنے لگے کہ: حضرت! اُن لوگوں کو اللہ نے مال دیا ہے خرچ کرتے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

یہاں کے لوگوں کے پاس کیا مال نہیں ہے؟ جس درجہ کے ہیں، جو حیثیت ہے اُسی کے مطابق خرچ کریں گٹھلی تو دے سکتے ہیں وہی دیں۔ اللہ تعالیٰ تو دِلوں کو دیکھتا ہے۔ یہاں تو حالت یہ ہے کہ: شادی بیاہ میں دیکھو تو ہزاروں لاکھوں رُوپیہ نکل آتا ہے اور دِین کے نام پر ایک رُوپیہ نہیں نکلتا۔ حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ گجرات اور لندن کے لوگوں کی اِس سلسلہ میں تعریف فرما رہے تھے تو ایک بے تکلف صاحب بولے کہ: حضرت! کچھ بھی ہو سب یہیں کے علماء کی صحبت اور اُن کا فیض ہے اِس لیے اِتنا خرچ کرتے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تو آخر یہاں کے لوگوں کو اِس صحبت سے کیوں فائدہ نہیں ہوتا؟!! وہی باتیں تو میں یہاں بھی کہتا ہوں۔

لندن دُوبارہ دعوت دیئے جانے پر فرمایا:

"زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا"۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، باب الحاء، حبیب بن مسلمۃ الفہری، ج ۴، ص ۲۱، طبع ابن تیمیۃ، القاہرۃ)

ناغہ سے زیارت کرو محبت میں اِضافہ ہوگا۔

مجھے یہ پسند نہیں کہ ایک مرتبہ جانا ہوگیا تو بس بار بار جب دیکھو وہاں کے لیے تیار بیٹھے ہیں۔ وہ بے چارے بہت زیادہ خرچ کرتے ہیں۔ وہ تو مجھے نیک سمجھتے ہیں اُن کی تو بَن جائے گی لیکن میرا کیا ہوگا؟ میں اِس مزاج کا آدمی نہیں۔ اِسی ضمن میں قاری صدیق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بیان فرمایا کہ: میری دعوت پر "لکھنؤ" سے تشریف لاتے اور پورے علاقہ کا بیل گاڑی پر سفر فرماتے، ایک ایک ہفتہ کا سفر ہوتا۔ ایک مرتبہ شدید بخار تھا اُسی حال میں سفر فرمایا اور فرما رہے تھے کہ: میں تو یہ سُوچ رہا تھا کہ: اِس بے چارہ نے (میرے متعلّق کہہ رہے تھے کہ:) لوگوں سے وعدہ کر رکھا ہوگا اِس کا کیا ہوگا؟ بڑے مخلص تھے، اُن کے میرے اُوپر بڑے اِحسانات ہیں۔ ایک مرتبہ جب "بَرولی" تشریف لے گئے تو "بَرولی" والوں نے اِعزاز میں بیسوں قِسم کے کھانے تیار کرائے تھے سب دَسترخوان پر رَکھے گئے۔ قاری صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُن کو دیکھ کر آب دِیدہ ہوگئے اور فرمایا کہ: اِن بے چاروں کی تو بَن گئی مجھ کو نیک سمجھ کر خرچ کرتے ہیں لیکن ہمارا کیا ہوگا؟ یہی میں بھی اپنے متعلّق سُوچتا ہوں اُن کے اِیثار قربانی اور خلوص میں شبہ نہیں لیکن میرا کیا حال ہوگا؟

اَفریقہ جانے کی بابت

حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ عرصہ سے بیمار تھے، اَفریقہ سے بعض اَحباب کا فون آیا اور اُن حضرات نے درخواست کی کہ: یہاں تشریف لے آیئے علاج ہو جائے گا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے شدّت سے اِنکار فرمایا۔ اُن لوگوں کے اِصرار پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ایک مرتبہ ہو گیا بار بار میں وہاں کا سفر ہی کرتا رہوں گا؟!! میرے اور بھی تو کام ہیں اور بھی ذمہ داریاں ہیں اُن کو چھوڑ کر کیسے وہاں جاؤں؟ میرے ذمہ اَسباق بھی ہیں، مدرسہ کا نظام بھی دیکھنا ہوتا ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: دوسرے لوگوں نے مزاج خراب کر رکھا ہے، اُن کو بلایا جاتا ہے، وہاں جا کر رہتے ہیں، مَاکُولَات وَ مَشْرُوْبَات کا دَور چلتا ہے، کبھی یہاں جا رہے ہیں، کبھی وہاں جا رہے ہیں، مجلسیں ہو رہی ہیں، دعوتیں ہو رہی ہیں اور خوب چندہ بھی ہوتا ہے۔ ایک عام مزاج بن چکا ہے۔ وہ اللہ کے بندے خوب چندہ دیتے بھی ہیں اور مجھے دونوں کام نہیں کرنے، نہ کھانے پینے کی خواہش ہے اور نہ ہی چندہ کی غرض بل کہ میں نے تو صاف صاف منع کر دیا تھا کہ: مدرسہ کے لیے چندہ ہرگز نہ کریئے گا ورنہ میں نہ آؤں گا۔ اُن حضرات کے ذہن میں یہ بات آتی ہی نہیں کہ: یہاں کوئی آئے اور چندہ نہ کرے۔ ایک صاحب گئے تھے ۱۷، ۱۸ لاکھ چندہ لائے اور فرما رہے تھے کہ: بہت کم ہوا۔ اُن حضرات کو تو ثواب مل جاتا ہے لیکن ہم کو کیا ملتا ہے؟

ٹیوشن پڑھانے میں ذِلّت ورُسوائی

"فتح پور" کی مدرّسی کے زمانہ میں ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ: دُو تین گھرانوں میں ٹیوشن کر لیجیے اچھا رہے گا، خرچ پورا ہو جائے گا۔ میں نے اُن کو اُوپر سے نیچے تک دیکھا اور کہا کہ: مولانا! کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میں تنخواہ کی وجہ سے یہاں پڑھاتا ہوں؟ اگر میرا مقصد صرف تنخواہ ہی ہوتا تو بہت سی جگہیں ایسی ہیں جہاں یہاں سے زائد تنخواہ ملے گی، "مظاہر علوم سہارنپور" میں حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ کی مدرّسی کے بارے میں بہت اِصرار کیا تھا اور مجھ سے تین سال تک صرف اِسی وجہ سے ناراض رہے کہ: میں نے وہاں کی مدرّسی کیوں نہیں قبول کی؟ لیکن بعد میں پھر بہت خوش ہو گئے تھے اور فرمایا کہ: میرا اِجتہاد غلط تھا، صدیق کا اِجتہاد صحیح نکلا۔

"سہارنپور" میں یہاں سے زائد تنخواہ ملتی۔ اُس کے بعد مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے ندوہ کے لیے اِصرار کیا اور فرمایا کہ: ندوہ میں صرف آپ کی کمی ہے۔ اگر مجھے پیسے کمانے ہوتے تو بہت سی ایسی جگہیں ہیں جہاں تنخواہ بہت زائد ہے آج بھی جا سکتا ہوں، میں تو یہاں صرف اِس وجہ سے پڑا ہوں کہ گھر سے قریب ہے، والدہ صاحبہ کا بھی حق اَدا ہوتا رہے گا، علاقہ کے بچوں کو تعلیم بھی میرے واسطہ سے ہوتی رہے گی، اِس کے علاوہ خود میرا ذَوق بھی پڑھنے پڑھانے کا ہے۔ یہ تین وُجوہات تھیں جس کی وجہ سے میں نے یہاں کا اِنتخاب کیا۔

(لیکن کچھ مدّت کے بعد جب "باندہ" کے اَطراف میں فتنہ اِرتداد رُونما ہوا، اُس وقت حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ "فتح پور" سے تشریف لے آئے اور گاؤں گاؤں جا کر اِسلام کی تبلیغ کی اور اپنے ہی گاؤں میں ایک اِسلامی قلعہ تعمیر فرمایا جو آج مدرسہ "جامعہ عربیۃ" کے نام سے مشہور ومعروف ہے۔)

تجربہ ہے کہ ٹیوشن پڑھانے میں ذلّت ہوتی ہے

"سہارنپور" کے میرے ایک قدیم ساتھی بہت گہرے دُوست ہیں، بڑے خوش مزاج اور مزاقیہ ہیں۔ ایک مرتبہ مجھ سے کہنے لگے: ارے یار صدیق! اِتنا زیادہ بزرگ نہیں بنا جاتا، آخر ٹیوشن پڑھانے میں کیا حرج ہے؟ میں تو ٹیوشن پڑھاؤں گا۔ چند رُوز بعد آکر کہنے لگے: ارے بھائی صدیق! تم صحیح کہتے تھے، میں تمہارے سامنے کان پکڑتا ہوں اب کبھی ٹیوشن نہیں پڑھاؤں گا، اِس میں بڑی ذلّت ورُسوائی ہوتی ہے، گھروں میں جا کر دَستک دینا پڑتی ہے، دیر تک کھڑا رہنا پڑتا ہے۔ اُس کے بعد کہیں اَندر سے جواب آتا ہے کہ: ارے مولانا! آپ تو بڑی جلدی کرتے ہیں، منا ابھی اُٹھا ہے منہ دُھو رہا ہے، ذرا ٹھہریئے تو! ابھی آرہا ہے، بڑی رُسوائی ہوتی ہے، چند ٹکوں کے خاطر سب کچھ بَرداشت کرنا پڑتا ہے۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ: حضرت! جو لوگ گھروں میں پڑھانے کے لیے بلاتے ہیں اور ٹیوشن پڑھواتے ہیں اگر اُن کے گھر جا کر اُن کو نہ پڑھایا جائے تو وہ پڑھتے ہی نہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نہ پڑھیں چولہے بھاڑ میں جائیں۔ غرض کس کی ہے؟ اگر کسی کو پڑھنا ہو تو مسجد اور مدرسہ آئے اور اگر کوئی گھر گھر جا کر پڑھانا ہی چاہتا ہے تو میں اُس کو منع نہیں کرتا، شَوق سے

پڑھائے، یہ بھی سنّت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر گھر جا کر تعلیم دیا کرتے تھے۔ ایک سنّت زِندہ ہوگی لیکن صرف پیسوں کی وجہ سے نہ جائے، گھروں میں جا کر پڑھائے تو پیسے نہ لے، میں حرمت اور عدمِ جواز کا فتویٰ تو نہیں دیتا لیکن اہلِ علم کے لیے ٹیوشن پڑھانا مناسب نہیں اِس میں اہلِ علم کی بڑی ذلّت ورُسوائی ہوتی ہے۔

مدرسہ سے ہر سال حج میں جانے والوں کو تنبیہ

مدرسہ کے بعض مدرّسین ایامِ حج میں ہر سال حج کے لیے تیار رہتے ہیں۔ اُن کے متعلّق حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: تعلیم کے ساتھ یہ نہیں ہوسکتا۔ چار پانچ سال میں چلا جائے تو بات دوسری ہے لیکن ہر سال جانے میں تعلیم کا بہت نقصان ہوتا ہے۔ کہاں تک کوئی دوسرا اِنتظام کرے؟ کیا صرف یہی ایک عبادت رِہ گئی ہے؟ اور کوئی عبادت نہیں ہے؟ اگر عبادت کا اِتنا شوق ہے تو دِین کی اور باتیں بھی تو ہیں وہ زندگی میں کیوں نہیں آتیں؟ معاملات میں صفائی ہو، اَخلاق دُرست ہوں، معیشت اَچھی ہو، اُس کی فکر کیوں نہیں کرتے؟ دِین کے اور بھی تو بہت سے کام ہیں یہیں رِہ کر اُن کاموں کو کریں، اِس کی تو تُوفیق نہیں ہوتی، معاملات دیکھو تو گندے، اَخلاق دیکھو تو خراب، معیشت دیکھو تو گندی۔ بس! صرف حج کرنا رِہ گیا ہے؟ اَصل مقصود حج کرنا نہیں ہوتا بل کہ سیر وتفریح اور تجارت کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اگر ثواب کمانا اور اللہ کو راضی کرنا مقصود ہوتا تو ثواب اور اللہ کی رضا والے کام یہاں کیوں نہیں کرتے؟

ایک حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ: حج کرنے والے ایک زمانہ میں تین قِسم کے ہوں گے:

۱ ایک تو بہت مال دار جو حج کرنے تو جائیں گے لیکن اُن کا مقصد سیر وتفریح ہوگا۔

۲ دوسرے متوسط درجہ کے لوگ، یہ لوگ حج کرنے جائیں گے اور اُن کا مقصود پیسہ کمانا اور تجارت کرنا ہوگا۔

۳ تیسرے غرباء ہیں یہ لوگ حج کرنے جائیں گے لیکن بھیک مانگنے اور مال سمیٹنے کے لیے۔

(کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، حرف الجیم، کتاب الحج، الباب الثالث فی العمرۃ وفضائلھا، ج ۵، ص ۱۳۳، طبع موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

آج ہم یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اللہ حفاظت فرمائے۔ (آمِین)

(۲۵ محرم ۱۴۰۶ھ)

تدریسی کام کرنے والوں کو سیاسی پارٹیوں میں حصہ لینا نقصان سے خالی نہیں

ایک بڑے مدرسہ کے بڑے عالم اور مفتی جو تدریسی خدمات اَنجام دیتے تھے، ایک عرصہ سے مختلف تنظیموں سیاسی پارٹیوں میں شریک ہونے لگے۔ اُن کے حالات حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوئے کہ: سیاسی جلسوں مشوروں میں اُن کی شرکت بھی ہوتی رہتی ہے، پہلے جیسی یکسوئی بھی نہیں رہی، دَرس کا ناغہ بھی ہونے لگا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کے حالات پر اَفسوس کا اِظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ: علمی اور تدریسی کام کرنے والوں کو اِس طرح کے کاموں اور مختلف تحریکات میں حصہ نہیں لینا چاہیے ورنہ اِس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے۔ ہفتوں طلباء کا سبق کا ناغہ اور نقصان ہوتا ہے اور اُن کو جلسوں سے چھٹی نہیں ملتی، آدمی پھر اُن ہی کا ہو کر رِہ جاتا ہے، اِس لیے کبھی بھول کر اِس طرح کی تحریکات میں حصہ نہیں لینا چاہیے۔ (حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اِس طرح کی تحریکات میں مدرسہ کے طلباء واَساتذہ کی شرکت کو سختی سے منع فرمایا ہے۔)

اہلِ علم کے لیے تجارت کرنا

فرمایا: پڑھنے کے بعد بھی تجارت کرنا کوئی ناجائز حرام نہیں ہے۔ بس! اِس کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ: علمِ دِین کی طرف سے غفلت اور لاپرواہی نہ ہوجائے ورنہ اِس کا بہت بُرا نتیجہ ہوتا ہے۔ کوئی بھی کام کرے لیکن علم سے مناسبت باقی رکھے اور عمل میں بالکل کوتاہی نہ کرے۔ پانی پت میں جب میں پڑھا کرتا تھا اُس وقت میرے ایک اُستاد دُکان کیا کرتے تھے۔ لیکن اُن کا معمول تھا کہ: فجر بعد فوراً اَسباق پڑھانے بیٹھ جاتے اور تین چار کتابوں کا سبق پڑھا کر ہی اُٹھتے اور اُس کے بعد دُکان جاتے تھے۔ دوسرے وقت بعد ظہر بھی ایسا ہی کرتے تھے اور ہمیشہ یہی اُن کا معمول رہا۔ اَصل میں آدمی جب کوئی کام کرنا طے کرلے کہ کرنا ہی ہے تو سب کچھ ہوجاتا ہے۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ: اب اِس زمانہ میں کہاں ایسے لوگ رہے جو ایک ساتھ دُو کام کرلیں؟ جو کرتے تھے کر کے چلے گئے، آج کل تو بہت مشکل ہے، ایک ہی کے ہو کر رِہ جاتے ہیں۔ دُنیا اُن کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے اور دِینی تعلیم چھوٹ جاتی ہے۔ اِس لیے آج کل تو بس ایک ہی کام مستقل طور سے کرنا چاہیے۔ (۱۴۰۵ھ)

فارغ التحصیل طلباء کے لیے اہم مضمون

ایک طالبِ علم حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: محنت سے پڑھو اور اِس نیت سے پڑھو کہ: علاقہ میں کام کرنا ہے، علاقہ خالی پڑا ہے کوئی کام کرنے والا نہیں۔ فلاں صاحب نے بڑی محنت سے پڑھا اُن سے بڑی اُمیدیں وابستہ تھیں لیکن وہ بھی "حیدر آباد" کمانے چلے گئے۔ ارے! کچھ کام اللہ واسطے ثواب کے لیے بھی تو کرنا چاہیے۔ سب کچھ دُنیا ہی میں لینا چاہتے ہو؟!! کچھ آخرت کے لیے بھی رکھنا چاہیے۔ جب آدمی کام میں لگتا ہے کچھ تو حالات پیش آتے ہی ہیں۔ جنّت یوں ہی تھوڑی مل جائے گی؟!!

حدیث شریف میں آیا ہے: جنّت دُوزخ کو فرشتوں کے سامنے ظاہر کیا گیا۔ فرشتوں نے کہا کہ: کوئی شخص ایسا نہیں جو جنّت میں نہ جائے اور کوئی شخص ایسا نہیں جو دُوزخ میں جائے۔ اُس کے بعد جنّت کو مَکارِہ اور ناگوار چیزوں مصیبتوں سے گھیر دیا گیا اور دُوزخ پر خواہشات کا پَردہ ڈال دیا گیا یعنی خواہش نفسانی سے اُس کو گھیر دیا گیا۔ پھر فرشتوں کو دکھلایا گیا۔ فرشتوں نے عرض کیا کہ: یا اللہ! اب تو شاید ہی کوئی جنّت میں جاسکے گا اور شاید ہی کوئی شخص دُوزخ سے بچ سکے گا۔

(جامع الترمذی، ابواب صفۃ الجنۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ماجاء حفت الجنۃ بالمکارہ، ج ۲، ص ۸۳، طبع قدیمی، کراچی)

جنّت کو تو مَکارِہ اور مصائب سے گھیرا ہی گیا ہے۔ اِس لیے آدمی جب لگتا ہے تو کچھ تو پریشانیاں اور مصیبتیں آتی ہیں۔ مَکارِہ کی صورتیں مختلف ہوتی ہیں۔ نفس کے خلاف بہت سے اُمور پیش آتے ہیں۔ فقر و فاقہ، مال کی تنگی و بیماری، پَریشانی بہت سے اُمور پیش آتے ہیں یہ بھی سب مَکارِہ میں داخل ہیں۔ جب حالات آئیں اُن کو برداشت کرنا چاہیے۔ حالات ہمیشہ یکساں نہیں رہتے۔ مقدّر کی رُوزی مل کر رہتی ہے اور مقدّر سے زائد مل نہیں سکتی۔ اِس لیے آدمی کام میں لگا رہے۔ ثواب تو ملے گا ہی اور مقدّر کی رُوزی کہیں نہیں جائے گی۔ اللہ کا شکر ہے! میں نے اِسی نیت سے پڑھا تھا کہ: پڑھنے کے بعد اِسی لائن میں لگنا ہے۔ البتہ نیت میں یہ کھوٹ ضرور تھا کہ: پڑھنے کے بعد اِیسی جگہ ملے جہاں پڑھانے کو خوب کتابیں ملیں چناں چہ اِسی نیت سے کتابیں بھی خریدی تھیں۔ اللہ نے حفاظت فرمائی۔ لوگوں نے بتایا کہ: علاقہ میں اِرتداد پھیل رہا ہے، اِتنے لوگ مُرتد ہو چکے ہیں۔ بس! اُسی وقت سے طے کر لیا کہ: علاقہ میں کام کرنا ہے، کتابیں پڑھانے

کو ملیں یا نہ ملیں یہاں توکلمہ کے لالے پڑے ہیں ہم کتابیں لیے بیٹھے ہیں ۔ اللہ کا شکر! کام کیا، دُو ماہ کے بعد لڑکے "عربی، فارسی" کے آنے لگے ۔ حالات جیسے ہوں اُسی کے مطابق آدمی کام کرے، ناظرہ ہی پڑھائے، "عربی، فارسی" کے لیے دُو چار لڑکے مل ہی جاتے ہیں اُن کو بھی پڑھاتا رہے اِس میں کیا نقصان ہے؟ میں نے ناظرہ سے پڑھانا شروع کیا اَب جو حال ہے آپ لوگ دیکھ رہے ہیں۔ [1]

دِینی کام کرنے یا مدرَسی کے لیے جگہ کا اِنتخاب

ایک مولوی صاحب جنہوں نے مدرسہ "ہتھورا" میں تعلیم پائی تھی فارغ ہو کر حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت میں جگہ کی تلاش میں حاضر ہوئے تھے ۔ حضرت علیہ الرحمۃ نے اُن سے فرمایا: اگر اَچھی جگہ اور لمبی تنخواہ کی تلاش ہو تو اِس علاقہ میں بہت مشکل ہے ۔ یہاں زیادہ تنخواہ کہاں ملے گی؟ اِتفاق سے ایک مہمان صاحب کسی مدرّس کی تلاش میں تشریف لائے تھے ۔ حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ: اِن کے مدرسہ میں چلے جاؤ جگہ بھی اَچھی ہے، تنخواہ بھی مناسب ہوگی ۔ اِن سے اَچھا اِتنی آسانی سے کوئی نہ ملے گا ۔ کسی جگہ رہنے کے واسطے یہی دونوں باتیں دیکھی جاتی ہیں کہ: جگہ بھی اَچھی ہو اور آدمی بھی اَچھے ہوں ۔ یہ دُونوں باتیں ایک ساتھ مشکل سے ملتی ہیں ۔

اور اگر علاقہ ہی میں کام کرنا ہے تو ہمّت کر لُو کسی بھی دیہات میں تم کو بٹھلا دُوں اللہ تعالیٰ تم سے کام لے گا لیکن ہمّت اور صبر واِستقلال ہونا چاہیے ۔ کچھ دن تو چنے چبانے پڑیں گے ۔ شروع میں کچھ ہی دن پریشانی ہوتی ہے پھر آسانی ہو جاتی ہے ۔ اور رُوٹی بُوٹی کا مسئلہ تو تقدیر سے متعلّق ہے اگر قِسمت میں چٹنی رُوٹی لکھی ہے تو شہر میں رِہ کر بھی چٹنی رُوٹی ہی نصیب ہوگی اور اگر قسمت میں زَردہ، پلاؤ، قورمہ لکھا ہے تو گاؤں اور دیہات میں بھی اللہ تعالیٰ کہیں نہ کہیں سے بھیج دے گا ۔ اب اپنے حالات تم خود ہی دیکھ لُو ۔ اگر ایسی ہمت ہو اور آئندہ صبر واِستقلال سے کام کر سکتے ہو تو علاقہ میں کام کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ ورنہ یہ مہمان جو مدرّس کی تلاش میں آئے ہیں اِن سے گفتگو کر لُو ۔ اِن سے اَچھا آدمی مشکل سے ملے گا ۔

---

[1] یہ جملہ حضرت علیہ الرحمۃ نے بعد میں تصحیح کے وقت اضافہ فرمایا ہے۔

چوتھا باب
(چندہ اور اُس کے متعلّقات)

چندہ میں خوشامد اور چاپلوسی نہیں کرنی چاہیے

فرمایا: اپنے کو بھی ذلیل نہیں کرنا چاہیے۔ کیسے ہی حالات سامنے آجائیں لیکن لوگوں کے سامنے کبھی ہاتھ نہ پھیلائیں۔ اللہ والوں کی یہی شان ہوتی ہے کہ: فاقہ پر فاقے ہوتے ہیں لیکن مجال کیا کہ کسی کو ذرّہ برابر خبر ہو جائے؟!! آج کل مدارس کے لیے چندہ ہوتا ہے اُس میں بڑی خوشامدیں کی جاتیں ہیں، چندہ تو خیر اپنی ذات کے لیے نہیں ہوتا بل کہ دِین کے لیے ہوتا ہے اِس لیے اُس میں تو کوئی حرج نہیں۔ اِس ذلّت میں بھی اِنْ شَآءَ اللّٰہ ثواب ملے گا، لیکن اِس میں بھی خوشامد نہیں کرنی چاہیے۔ بس! کہہ دینا کافی ہے، جس کو دینا ہو دے نہ دینا ہو نہ دے۔ لگ لپٹ کر مانگنا، آرزو کرنا، خوشامد کرنا کہ چندہ لے کر ہی رہنا ہے یہ بڑی ذلّت کی بات ہے اِس کی ضرورت نہیں۔

حضرتِ اَقدس مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے چندہ کا طریقہ

حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ "سہارنپور" سے چندہ کے لیے بھیجے گئے تھے، "بمبئی" تشریف لے گئے۔ لوگوں سے صاف صاف بات فرما دیتے تھے کہ: عربی مدرسہ ہے اُس میں باہر کے اِتنے لڑکے ہیں، اِتنے مدرّس ہیں، یہ تعلیم ہوتی ہے، جو کچھ دینا چاہتے ہوں دے دیجیے۔ کسی کی خوشامد نہیں کرتے تھے۔

"ایک صاحب جو مدرسہ کے اور اپنے اَکابر کے مخالف تھے۔ اُنہوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اِس صاف گوئی پر کہا کہ: میں اگر چہ اِس مدرسہ کے موافق نہیں ہوں لیکن آپ کی اِس صاف گوئی کا میرے اُوپر بہت اَثر ہوا، اِس طرح صفائی کے ساتھ آج تک میرے سامنے کسی نے بات نہیں کی۔ مقدّر کا جو کچھ (ہوتا ہے وہ) ملتا ہے پھر خوشامد کی کیا ضرورت؟[1]" (۱۴۰۵ھ)

خلوص ہو تو اللہ تعالیٰ غیب سے مدد فرماتا ہے

"مہاراشٹر" کے علاقہ سے ایک صاحب تشریف لائے اور مولانا غلام محمد وُستانوی صاحب کا

---

[1] اخیر کی چار سطریں حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے تصحیح کے وقت اپنے قلم سے تحریر فرمائیں۔

ذکر کیا کہ: اللہ تعالیٰ اُن سے بہت کام لے رہا ہے۔ تقریباً پانچ سُو مکاتب قائم کر دیئے ہیں اور خود اُن کے مدرسہ میں تین ہزار طلباء تعلیم پا رہے ہیں اِتنے شاید کسی مدرسہ میں نہ ہوں گے۔

ایک صاحب نے عرض کیا: جہاں تک میرا خیال ہے یہ اُن کے خلوص کی بَرکت ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: خیال کی کیا بات؟ واقعی اُن کے خلوص کی بَرکت ہے۔ اللہ تعالیٰ جس سے چاہے کام لے لے۔ مجھے اُن کے شروع کے حالات معلوم ہیں، میرے بیٹے حبیب کے ساتھی ہیں، ایک مدرسہ میں پڑھاتے تھے۔ جب کتابیں تقسیم ہوتیں تو خود ہی فرما دیتے کہ: میرے اَندر صلاحیت نہیں ہے مجھے بڑی کتابیں نہ دیں۔ کئی سال پڑھاتے رہے۔ مدرسہ کے اَطراف "مہاراشٹر" کے دیہاتوں میں بھی جانا ہوتا۔ ایک دیہات میں گئے وہاں کے لوگوں کی بد دِینی دیکھ کر اُن کا دل دُکھا، وہاں محنت شروع کی، موقع نکال کر جاتے رہے۔ جب کام کچھ بڑھا ترقی ہوئی تو سُوچا کہ: ایک ساتھ دُو کام نہیں ہو سکتے مدرسہ میں اِستعفیٰ پیش کر دیا۔ مدرسہ والوں نے بہت اِصرار کیا کہ: آپ مدرسہ ہی میں رہیے لیکن نہیں منظور کیا۔ میرے پاس "سنگِ بنیاد" کے لیے خط لکھا۔ حبیب نے مجھ سے کہا کہ: یہ میرے ساتھی ہیں۔ میں نے تاریخ دے دی۔ وہاں گیا اُس وقت چھوٹی سی مسجد تھی وہیں "سنگِ بنیاد" رکھنا تھا۔ لوگوں سے نہ تعلّقات تھے، نہ تعارف، لوگوں کو میری آمد کا علم ہوا، شہرت ہوئی تمام مدارس کے مدرّسین منتظمین نے وہاں جانے کا نظام بنا لیا۔ اب یہ بے چارہ پریشان کہ: ایسے دیہات میں کیسے اِتنے لوگوں کا اور کیا کیا اِنتظام کروں گا؟ میرے ایسے رِشتہ دار بھی نہیں کہ اُن سے مدد لوں۔ اللہ تعالیٰ نے غیب سے مدد فرمائی، "سورت" کے مخیّر حضرات نے اِطلاع بھیجی کہ: آپ پریشان نہ ہوں جتنے لوگ آئیں گے سب کے کھانے کا اِنتظام میری طرف سے ہوگا۔ "اکل، کوا" سے وہ جگہ تقریباً ۱۲۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ اِتنی دُور سے ٹرکوں میں کھانا پکا کر لے گئے اور اُس معیار کا جس معیار کا وہ اپنے یہاں تقریبات میں کرتے تھے، دہی چٹنی وغیرہ سب ہی کچھ تھا، کھانے کے بَرتن، چمچ، دَسترخوان، گلاس سب ساتھ لائے تھے۔ جب اللہ واسطے کوئی قربانی دیتا ہے اللہ اُس کی مدد کرتا ہے۔

"سنگِ بنیاد" رکھا گیا اُس وقت تو صرف ایک کھیت تھا آج اُسی مدرسہ میں تین ہزار بچے پڑھ رہے ہیں اور پانچ سُو مکاتب اُس کی ماتحتی میں ہیں۔ جس وقت اُس کا خاکہ تیار ہوا تھا تو

۲۲ لاکھ کا اُس کا تخمینہ تھا۔ ایک شخص نے کہا کہ: تنہاء میں خرچ کروں گا۔ چناں ایک ہی شخص نے پوری عمارت بنوائی۔ مسجد کا پچاس لاکھ کا تخمینہ تھا تنہاء ایک شخص نے پوری مسجد بنوائی اور جتنے بھی مکاتب چل رہے ہیں سب کا یہی حال ہے کہ: تنہاء ایک ایک آدمی پورے مکتب کا خرچ بَرداشت کیے ہوئے ہے۔ دیہاتوں میں مکاتب کا جال پھیلا رکھا ہے اور "سنگِ بنیاد" مجھ سے رَکھواتے ہیں۔ جب جانا ہوتا ہے تو کئی کئی مدرسوں کا "سنگِ بنیاد" رکھا جاتا ہے ایک یہاں ہے ایک کہیں اور۔ میں بھی سُوچتا ہوں کہ: اِتنے خلوص سے کام کر رہے ہیں کچھ نہیں تو اِتنا ہی تعاون کردوں اِتنا تو کر ہی سکتا ہوں۔

حضرت مولانا ظہور الحسن رحمۃ اللہ علیہ (ناظم مطبخ) کا تقویٰ اور مدرسہ کے مال میں اِحتیاط

فرمایا: میرے اُستاد مولانا ظہور الحسن رحمۃ اللہ علیہ جلسہ کے موقع پر جب مطبخ کے ناظم مقرر ہوئے تھے اُس وقت بھی کھانہ گھر ہی سے منگا کر ہی کھاتے تھے۔ مطبخ کا کھانا ایک دُولقمہ کھالینا تو دُور کی بات ہے کبھی چکھتے بھی نہ تھے۔ اگر چکھنے کی ضرورت پیش آتی تو خود نہیں بل کہ دوسروں سے چکھواتے تھے۔ ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا کہ: صدیق! ذرا دیکھو نمک کیسا ہے؟ اور گھر سے کھانا لانے والا بھی میں ہی تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی درسگاہ میں تقریباً ایک سال قیام رہا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی سادات خاندان سے تعلّق رکھتے تھے اِس لیے بہت محبت فرماتے تھے۔

جب مدارس میں ایسے اللہ والے اور صاحبِ تقویٰ اَساتذہ ہوتے ہیں تو اُن کے طفیل میں طلباء کے اَندر بھی تقویٰ کی صفت پائی جاتی ہے، جس کے اَندر اللہ کا خوف ہو، اَمانت داری دیانت داری کوٹ کوٹ کر بھری ہو، ایسے لوگ جب کہیں بھی بیٹھ جائیں، تو علاقہ کا علاقہ اُن کے فیض سے سیراب ہوتا ہے۔

حضرت مولانا منظور اَحمد رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ

فرمایا: میرے اُستاد حضرت مولانا منظور اَحمد[1] رحمۃ اللہ علیہ بڑے درجہ کے متقی تھے۔ میں نے اُن سے "نَسائی شریف" پڑھی ہے۔ اُن کی عادت تھی کہ: ہمیشہ پیدل ہی سفر کرتے تھے گھر سے مدرسہ

[1] حضرت مولانا منظور صاحب رحمۃ اللہ علیہ "سہارنپور" کے باشندے اور "مظاہر العلوم سہارنپور" کے قدیم اَساتذہ میں سے تھے۔

تک بھی پیدل چل کر آتے (حال آں کہ گھر مدرسہ سے فاصلہ پر تھا) اور مدرسہ کا بہت کام کرتے تھے۔ اور ہمارے تمام اَکابر مشائخ کا یہی حال تھا سب سادہ مزاج تھے۔

حضرت مولانا منظور اَحمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ رمضان کے مہینہ میں مدرسہ کے کام کے لیے چندہ کے سلسلہ میں تشریف لے جاتے تھے، رُوزہ کی حالت میں نہایت ضعف اور بڑھاپے کے باوجود پیدل سفر فرماتے تھے، جب بالکل بے بس مجبور ہو جاتے تب رِکشہ کرتے، مدرسہ کی ایک ایک پائی خرچ کرنے میں بڑی اِحتیاط فرماتے تھے حال آں کہ اگر چاہتے تو ہر موقع پر رِکشہ کر لیتے کیوں کہ مدرسہ کے کام سے تھے، لیکن پھر بھی ایسا نہیں کیا۔ اِس طرح کے اور بھی اُن کے بہت سے واقعات ہیں۔

اہلِ مدارس اور سُفراء کی بَدحالی

فرمایا: اب تو لوگوں نے جگہ جگہ اپنی جیب بھرنے اور پیٹ پالنے کے لیے مدارس اور مکاتب کھول رکھے ہیں، ہر شخص اپنی ڈو اِینٹ کی مسجد علیحدہ بنائے ہوئے ہے اور شہروں میں جا جا کر مدرسہ کے نام سے چندہ کر کے اپنی کوٹھیاں بنالی ہیں۔ اُن کی نگرانی یا محاسبہ کرنے والا تو کوئی ہے نہیں، خدا کا خوف بھی نہیں، اپنی مَن مانی جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔

مدرسہ کی طرف سے چندہ کرنے جاتے ہیں تو خرچ کی ایک طویل فہرست تیار کر لی کہ: سفرِ خرچ اِتنا ہوا، کھانے پینے، سحر و اَفطار میں اِتنا خرچ ہوا، رِکشہ اور کرایہ میں اِتنا خرچ ہوا۔ خوب جی بھر کر خیانت کی جاتی ہے اور سفر میں اُن کے ساتھ تو کوئی ہوتا نہیں جو اُن کی نگرانی کرے، نہ اُن کو کوئی دیکھنے والا ہے۔ ارے! کوئی دیکھے یا نہ دیکھے اللہ تو دیکھ رہا ہے، کوئی ساتھ ہو یا نہ ہو اللہ تعالیٰ تو تمہارے ساتھ ہے، وہ تو تمہاری نگرانی کر رہا ہے، اُس کے فرشتے تو تمہاری حرکتیں دیکھ رہے ہیں اور لکھ رہے ہیں، اللہ کو منہ دکھانا ہے، اُس کے سامنے حاضر ہو کر جواب دینا ہے۔ ذرا سوچو تو کہ! اللہ تعالیٰ کو ہم کیا جواب دیں گے؟ اور کیسے اُس کے سامنے کھڑے ہوں گے؟

مدرسہ کا سامان اپنے لیے اِستعمال کرنا

فرمایا: عجیب مزاج بنتا جا رہا ہے جس کو دیکھو مدرسہ کی چیزیں اور مدرسہ کا سامان مالِ غنیمت

کی طرح ہضم کیے جارہا ہے۔ ارے! کوئی باز پُرس کرے یا نہ کرے ہم کو تو خود اپنے نفس سے باز پُرس کرنی چاہیے۔ ایسے بد دِین، خائن، دِین کے لٹیرے اور ڈاکہ ڈالنے والے کبھی آرام سے نہیں رِہ سکتے، ہمیشہ پریشان اور مصیبت ہی کا شکار رہیں گے۔ آخر اُن کا یہ مال کتنے دن چلے گا؟ اور کتنے دن وہ اِس سے اپنا پیٹ بھریں گے؟ اِیسے لوگ دُوزخ کی آگ اپنے پیٹ میں بھرتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۭ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝ (سُوْرَۃُ النِّسَآء:۱۰)

ترجمہ: بلاشبہ جو لوگ یتیموں کا مال بلا اِستحقاق کھاتے (برتتے) ہیں اور کچھ نہیں اپنے شکم میں آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب جلتی آگ میں داخل ہوں گے۔

مدرسہ کا نقصان مجھ سے بَرداشت نہیں ہوتا

حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ کے صحن کے لیے اِینٹیں منگوائیں، رَقم بھی پہلے اِرسال فرمادی لیکن بھٹے والوں نے دَانستہ یا نادَانستہ بجائے اَچھی اِینٹوں کے کم درجہ کی خراب اِینٹیں بھیج دیں حال آں کہ رَقم اَچھی اِینٹ کی دی گئی تھی۔ اِینٹیں مدرسہ میں آگئیں اور اِستعمال بھی ہونے لگیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بھٹے والوں کو اِطلاع دی اور فرمایا کہ: اَچھے اَچھے لوگوں کی تسبیح معاملات میں آکر ٹوٹتی ہے۔ صفائی معاملات کو لوگوں نے دِین سے خارج سمجھ رکھا ہے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لوگوں سے فرمایا کہ: جب سے مجھے معلوم ہوا ہے میری نیند اُڑ گئی ہے، مدرسہ کا نقصان مجھ سے بَرداشت نہیں ہوتا۔

مدرسہ کے سامان میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اِحتیاط وتقویٰ

"رمضان شریف" کے اَخیر عشرہ میں ایک صاحب اِعتکاف کی غرض سے تشریف لائے تھے۔ بعد مغرب حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے فرمایا کہ: اِس کھانے میں ذرا بھی تکلّف نہ فرمائیے، یہ کھانا مدرسہ کا نہیں ہے بل کہ ذاتی ہے، چاول کا اِنتظام میں نے پہلے ہی سے کرلیا تھا، آٹے کا ابھی کیا ہے اور جن بَرتنوں میں کھانا پکتا ہے وہ مدرسہ کے ہیں لیکن میں اُن کا کرایہ دیتا ہوں اور مدرسہ کا جو کپڑا اِستعمال ہوتا ہے اُس کا بھی کرایہ اَدا کرتا ہوں، دَسترخوان خود کا ہے۔ جو معمول حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا تھا وہی میں نے بھی اِختیار کیا ہے۔ (۱۴۰۵ھ)

پھر فرمایا کہ: کیا کروں؟ دیہات ہے یہاں کچھ ملتا نہیں ورنہ جی چاہتا ہے کہ: اور اَچھا اِنتظام ہوتا، سب سامان "باندہ" سے منگانا پڑتا ہے، یہاں دال اور آلو کے علاوہ اور کیا ملتا ہے؟ اَحقر نے عرض کیا کہ: حضرت! کافی اِنتظام تو ہو جاتا ہے، کل گوشت اور دال تھی آج آلو ہیں، سحری میں رُوز زَردہ اور اَفطار میں شربت کا اِنتظام ہوتا ہے، کسی کو کسی قِسم کی کوئی پریشانی نہیں ہے۔ فرمایا کہ: دیہاتوں میں تو آلو ہی بڑی نعمت ہے۔ ہمارے گھروں میں دَسترخوان میں اگر آلو آجاتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ بہت بڑی نعمت آگئی۔

ایک مرتبہ گھر میں کئی قِسم کے کھانے تیار ہوئے تو حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ رُونے لگے اور فرمایا کہ: ایک وقت وہ تھا کہ: صرف چٹنی رُوٹی پر اِکتفا کیا جاتا تھا اور آج یہ حال ہے کہ: کئی کئی قِسم کے کھانے ہیں اور ایسا تو بکثرت ہوتا ہے کہ: اَچانک مہمان (بلا اِطلاع) آجانے کی وجہ سے گھر کا پورا سالن بل کہ پورا کھانا مہمانوں کے لیے بھیج دیا گیا اور گھر میں سُوکھی رُوٹی چٹنی پر اِکتفا کیا گیا۔ (۱۴۰۵ھ)

مدرسہ مسجد کی تعمیر میں ضرورت سے زائد خوبصورتی کے لیے چندہ کا پیسہ نہیں لگانا چاہیے

یہاں مدرسہ میں "صدر گیٹ" زیرِ تعمیر تھا۔ گیٹ کی تکمیل کے بعد اُس کے اُوپر مینارے کی تعمیر بھی شروع ہوگئی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: گیٹ کے مناسب چھوٹے چھوٹے مینارے بنا دیئے جائیں بس! کافی ہے۔ لیکن "ضلع کانپور" کے ایک کاریگر صاحب نے اُس کو نئے اور اَنوکھے اَنداز سے بڑا قیمتی اور خوبصورت بنانے کی کوشش کی اور اُن کی تجویز یہ بھی تھی کہ: ایک بڑا سا گنبد بھی اِس کے اُوپر بنایا جائے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو جب اِس کا علم ہوا تو فرمایا: گنبد وغیرہ کچھ نہیں بنے گا۔ جس طرز پر گیٹ کے مینارے بن رہے تھے، جس میں پیسہ بھی کافی خرچ ہو رہا تھا اُس کے متعلق حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: اِس کا پیسہ مدرسہ سے نہیں دیا جائے گا، اپنی جیب سے مجھے بھرنا پڑے گا، میں خود اِس کا پیسہ اَدا کروں گا۔ مدرسہ کا پیسہ اِس طرح کی عمارت میں کیسے لگایا جا سکتا ہے؟ اور فرمایا کہ: یہ سب کچھ میرے پوچھے بغیر ہو رہا ہے۔ مجھ سے پوچھنا تو چاہیے تھا کہ: اِس اَنداز کے مینارے تعمیر ہو رہے ہیں؟ اَصل قصور تو میرا ہی ہے دوسروں کو کیا کہوں؟ مجھ کو خود جا کر دیکھنا

چاہیے تھا۔ لیکن مجھے سفر ہی سے چھٹی نہیں ملتی، برابر سفر رہا اگر کچھ موقع ملا تو فوراً پڑھا کر چل دیا۔ جیسی غلطی کی ہے ویسا بھگتوں گا۔

جامع عرض کرتا ہے کہ: حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ بکثرتِ اَسفار کے باوجود برابر تعمیری کام کا خود معائنہ فرماتے تھے۔ یہ ایک اِتفاق تھا کہ: طویل سفر کی وجہ سے، نیز اُوپر زینہ سے چڑھنا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لیے دُشوار ہوتا تھا اِس لیے حضرت رحمۃ اللہ علیہ اِس کا معائنہ نہ فرما سکے اور دوسروں نے اپنی منشاء کے مطابق منارے کو تعمیر کروالیا۔ (لیکن) اُس کا خرچ (حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے) خود ادا کیا۔[1]

مدرسہ والوں کو تنبیہ

ایک صاحب گاؤں کے رہنے والے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک بالٹی میں دُودھ لے کر حاضر ہوئے اور کہا: حضرت! اِس کو قبول فرمالیجیے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نہیں! اِس کو لے جاؤ! ضرورت نہیں ہے۔ اُنہوں نے عرض کیا: حضرت! لڑکوں کو تقسیم کردیجیے گا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: لے جاؤ! جب ضرورت ہوگی منگالوں گا اَبھی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے تمہارا حال معلوم ہے: سبزی فروخت کرکے تو تم اپنا خرچ چلاتے ہو میں کیسے تمہارا دُودھ لے لوں؟ آدمی کو حریص لالچی نہیں ہونا چاہیے کہ: جو آئے سب سمیٹ لے۔ مدرسے مال سمیٹنے کے واسطے نہیں ہیں مدرسے تو اَحکام بتلانے کے واسطے ہیں۔ جب کام چل رہا ہے، دال رُوٹی چل رہی ہے تو کیوں پیچھے پڑے؟ اور مدرسوں میں تو ہر وقت کئی کئی سفیر گھوما کرتے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے! یہاں ایسا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ مدد فرماتا ہے، لوگوں کو بھیجتا ہے۔ میں کہتا ہوں: کوئی اللہ واسطے کام شروع تو کرے پھر دیکھو! اللہ کی مدد ہوتی ہے یا نہیں؟ لڑکوں کو اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے وہی کھانے پینے کا اِنتظام کرے گا۔

بعض مدرسہ والوں کی عادت ہوتی ہے کہ: جہاں سے بھی مال آئے، جیسے بھی آئے سب لے لُو۔ یہ جائز نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بسا اَوقات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مال قبول نہیں فرمایا۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ اپنا سارا مال لے کر آئے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ: جاؤ لے جاؤ! بال بچوں پر خرچ کرو اِس میں زیادہ ثواب ملے گا۔ (صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب لا صدقۃ الا عن ظہر غنی، ج۱، ص۱۵۲، طبع یادگار شیخ، کراچی)
اِنسان کے حالات ہوتے ہیں اِسی اِعتبار سے اَحکام ہوتے ہیں۔ گھر والوں پر خرچ کرنا بھی تو باعثِ ثواب ہے۔

---

[1] یہ جملہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تصحیح کے وقت اِضافہ فرمایا ہے۔

مال خرچ کرنے کا صحیح طریقہ

"جھانسی" سے ایک صاحب اپنی گاڑی سے تشریف لائے اور طلباء کو تقسیم کرنے کے لیے مُعتَد بِہٖ مقدار میں لڈّو (مٹھائی) بھی ساتھ لائے۔ حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اِس کو پسند نہیں فرمایا اور اُن سے دریافت فرمایا کہ: آپ نے اِس میں کتنے پیسے خرچ کیے؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ: تین ہزار کے لڈّو ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اِرشاد فرمایا: آپ نے اِتنے پیسے خرچ کیے اور نتیجہ کچھ بھی نہ نکلا۔ کم اَز کم آپ مجھ سے مشورہ کرتے کہ: میں اِتنے پیسے خرچ کرنا چاہتا ہوں۔ میں آپ کو صحیح مشورہ دیتا۔ کتنے غریب بچے سردی میں اُن کے پہننے اُوڑھنے کے گرم کپڑے نہیں میں اُس کا اِنتظام کرتا۔ کھلانا ہی تھا تو میں گوشت وغیرہ پکوا کر اَچھا کھانا کھلا دیتا۔ اِتنے طلباء میں دُو دُو لڈّو بھی گئے تو کیا ہوا؟ آدمی پیسہ خرچ کرے تو سلیقہ سے خرچ کرے۔ کسی کو کچھ دینا ہو تو پہلے پوچھ لے کہ: میں اِتنا خرچ کرنا چاہتا ہوں، ضرورت کی چیز دے دے۔

اُن صاحب نے عرض کیا: حضرت! جو قِسمت کا تھا وہ لڑکوں کو پہنچ گیا۔ میرے پاس دوسری رَقم رکھی ہے اُس سے طلباء کے کپڑے کا اِنتظام کر دیجیے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ میرا مطلب نہیں! میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ: خرچ کرنے سے پہلے مشورہ کر لینا چاہیے۔

پھر اُن ہی صاحب نے تنہائی میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو کافی رَقم بطورِ ہدیہ کے دینا چاہی اور بہت اِصرار سے، خلوص سے، محبت کے ساتھ پیش کی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے قبول فرمانے سے عذر فرمایا۔ بہت اِصرار کرنے پر اُن کی دِل جوئی کے لیے اُس میں سے پچاس رُوپے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے قبول فرما لیے۔

مدرسہ کا نقصان کرنے پر طلباء کو تنبیہ

کسی طالبِ علم نے مدرسہ کا تار کاٹ ڈالا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تنبیہ کرتے ہوئے طلباء سے فرمایا کہ: اللہ کے بندو! تم لوگ مدرسہ میں کیوں آئے ہو؟ کیا مدرسہ کا نقصان اور لوگوں کو پریشان کرنے کے لیے آئے ہو؟ تار کاٹنے سے تم کو کیا مل گیا؟ تم مدرسہ میں علمِ دِین حاصل کرنے آئے ہو یا چور ڈاکو بننے کے لیے؟ کوئی نہیں دیکھ رہا کیا خدا بھی

نہیں دیکھ رہا؟ اللہ تعالیٰ کے یہاں دیر ہے اَندھیر نہیں۔ ڈھیل دی جاتی ہے لیکن جب گرفت ہوتی ہے بڑی سخت پکڑ ہوتی ہے۔ ایسے شخص پر خدا کی لعنت ہوتی ہے اُس کا غضب نازل ہوتا ہے۔ جن ہاتھوں سے تم نے یہ حرکت کی ہے کیا وہ ہاتھ شل نہیں ہو سکتے؟ کیا اُس شخص پر اللہ کا عذاب نہیں آسکتا؟

خط کے ذریعہ بیعت اور ابتدائی معمولات

عرضِ حال: انگلینڈ سے ایک صاحب نے اور اُن کی اہلیہ نے لفافہ ارسال کیا۔ شوہر صاحب نے تحریر فرمایا کہ: آنجناب جب تشریف لائے تھے احقر حضرتِ والا سے بیعت ہونا چاہتا تھا لیکن ہمت نہ پڑی اور درخواست نہ کر سکا اِس لیے خط کے ذریعے درخواست کرتا ہوں کہ مجھ کو خط کے ذریعہ بیعت فرمالیں اور کچھ معمولات تحریر فرمائیں۔ کچھ گھریلو حالات و معاملات کے متعلق دعا کی درخواست کی تھی۔

ارشاد: حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب تحریر فرمایا: آپ کا خط ملا۔ دعا کر رہا ہوں اللہ پاک تمام مقاصد میں کامیاب فرمائے۔ میں نے آپ کو سلسلہ میں داخل کر لیا ہے۔ نماز باجماعت اور قرآن پاک کی تلاوت کا اہتمام کیجیے۔ صبح و شام ایک ایک تسبیح پہلا کلمہ، تیسرا کلمہ، درود شریف، اِستغفار کی پڑھ لیا کیجیے۔ باقی جو رقم آپ نے بھیجی ہے وہ رقم آپ کی ہدایت کے مطابق صحیح مَصرف میں خرچ کر دوں گا۔

(علمی واصلاحی ملفوظات ومکتوبات، پہلا باب (بیعت اور اُس کے متعلقات) ص ۵۳۔ ۵۴، طبع مکتبہ دارالعلوم صدیقیہ، کراچی)

پانچواں باب
(مختلف نصابوں کی ضرورت)

علم کے دَرجات اور مختلف نصابوں کی ضرورت

فرمایا: علم حاصل کرنے کے بھی درجات ہونے چاہئیں، ہر ایک کے لیے "بخاری شریف" پڑھنا ضروری نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ نہ پوچھا جائے گا کہ: "بخاری شریف" کیوں نہیں پڑھی؟ اِس لیے اگر کسی کی علمی صلاحیت نہ ہو تو اَبھی چھوڑ دے اَپنا وقت ضائع نہ کرے، دِین کا ضروری علم حاصل کر کے کچھ اور کام کرنے لگے۔ مثلاً قرآن شریف کی تصحیح اور ضروری مسائل سیکھنا ضروری ہے اُس کی کوشش کی جائے۔

(راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ: حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تحریر فرمایا ہے کہ: ہر مدرسہ میں مختلف قِسم کے نصاب ہونے چاہئیں، ایک نصاب ایسا بھی ہونا ضروری ہے جس میں دِین کی ضروری باتیں سکھادی جائیں، عوامُ الناس اور جن طلباء کی علمی اِستعداد نہ بنتی ہو اُن کو اِس نصاب کی تکمیل کے بعد دُنیا کے کاموں میں لگ جانا چاہیے اور اُس نصاب کو ہر زمانہ کے محققین علماء کو تجویز کرنا چاہیے۔)

طلباء کی دُو قِسمیں اور اِہلِ مدارس کی ذمہ داری
ہر طالبِ علم کو پورا عالم کورس نہیں پڑھانا چاہیے

فرمایا: آج کل طلباء کی بالکل اِستعداد نہیں ہوتی۔ بس! رَسمی طور پر پڑھ کر عالمیت کی سند حاصل کر لیتے ہیں، مدرسہ والوں کو اور اپنے والدین کو دھوکہ دیتے ہیں۔ جن طلباء کی اِستعداد نہیں ہوتی وہ دُو طرح کے ہیں:

① ایک تو ذہین، سمجھ دار طلباء ہیں اگر محنت کریں تو اِستعداد پختہ ہو سکتی ہے، لیکن وہ محنت ہی نہیں کرتے یہ اُن کی بڑی غلطی اور کوتاہی ہے۔ اُن کو محنت کرنی چاہیے اور مدرسہ والوں کو اُن سے محنت لینی چاہیے۔

② دوسرے نمبر پر بہت سے طلباء ایسے ہیں کو کند ذہن ہیں، محنت کرتے ہیں پھر بھی کامیابی نہیں ہوتی، اِستعداد نہیں بنتی۔ ایسے طلباء کو چاہیے کہ: اِس تعلیم کو چھوڑ کر دِین کی ضروری معلومات کر کے کسی اور کام میں لگ جائیں، ہر شخص کا عالم ہونا ضروری نہیں۔

بس! مدرسہ میں صرف ایسے لڑکے ہونے چاہئیں جو ذہین ہوں، علمی اِستعداد کی صلاحیت ہو اور محنت کرتے ہوں اور علم کے مطابق عمل کرتے ہوں۔ اَبھی شروع سال ہے سب لوگ اپنے اپنے متعلّق فیصلہ کرلو اور مجھے اِطلاع کردو اور اگر پڑھنا ہے تو محنت سے پڑھو، اپنے گھر والوں کو دُھوکہ نہ دو۔ جو محنت کرتا ہے اور لگا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس سے دِین کا کام بھی لیتے ہیں خواہ کسی درجہ کا ہو۔ (۱۴۰۵ھ)

چھوٹے اور بڑے مدرسوں کے متعلّق ایک رائے

ایک مدرسہ کی بابت فرمایا کہ: جیسا پہلے تھا اب نہیں رہا اپنی طرف سے نئے نئے قوانین مقرر کردیئے ہیں۔ جب چاہا بنا دیئے اور جب چاہا توڑ دیئے۔ مجھے بہت اَفسوس ہوا کہ: کچھ لوگ وہاں صرف "دُورہ" میں شرکت کے لیے گئے تھے، وہاں کی "بخاری شریف" مشہور ہے، وہ صرف سماعت کرنے آئے تھے۔ اُنہوں نے کہا بھی کہ: نہ ہمیں کھانا چاہیے، نہ رہنا چاہیے، قیام طعام کا ہم خود اِنتظام کرلیں گے، صرف سماعت کی اِجازت دے دی جائے لیکن اُس کی بھی اِجازت نہیں ہوئی بے چارے وہ لوگ رُو کر واپس ہوئے۔

اگر بڑے مدرسہ والے یہ کرلیں کہ: "شرح جامی" (سال پنجم) اور اُس سے اُوپر تک کی تعلیم اپنے یہاں رکھیں اور نیچے درجات کو ختم کردیں تو بہتر ہے، نیچے دَرجات کی تعلیم کے لیے سیکڑوں مدرسے ہیں لیکن "بخاری شریف" جیسی وہاں ہوتی ہے ویسی کہاں ہوسکے گی؟ کس کے پاس ایسی کتابیں ہوں گی جیسی وہاں مہیا ہیں؟ اور کہاں سے ایسے اَساتذہ مہیا ہوں گے جیسے وہاں ہے؟ اور کس کے پاس اِتنا وقت ہوگا جتنا وقت وہ لوگ مطالعہ میں خرچ کرتے ہیں؟ رات رات بھر کتاب دیکھتے ہیں، بَرسہا بَرس سے پڑھا رہے ہیں، بھلا دوسرے مدارس میں اگر "دُورہ" ہو بھی جائے تو وہ بات کہاں سے پیدا ہوسکتی ہے؟

پنج سالہ نصاب

"حیدر آباد" سے ایک طالبِ علم تشریف لائے جو یہاں "پنجم سالہ نصاب" (شعبہ عربی) میں دو سال تعلیم حاصل کر چکے تھے۔ دوسرے ایک طالبِ علم بھی اُن کے ساتھ آئے اور عرض کیا کہ: حضرت! یہ پنج سالہ نصاب "سالِ سوم" میں اِس سال پڑھیں گے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اِس نصاب کے پڑھنے سے اِن کو کیا فائدہ؟ اِس سے اِتنی پختہ اِستعداد اور علمی قابلیت تو پیدا نہیں ہوتی ایسے پڑھنے سے نہ پڑھنا ہی اَچھا ہے۔ پڑھنے والے بھی اَچھے ہوں، پڑھانے والے بھی قابل ہوں تو مفید ہوسکتا ہے۔ اب نہ پڑھنے والے ایسے ہیں نہ پڑھانے والے۔ اگر تم کو پڑھنا ہی ہے تو محنت سے کامل نصاب پڑھو، دُو، تین سال کا ہی فرق تو پڑے گا یا پھر اُس کو بھی چھوڑ دو۔ پنج سالہ نصاب کی تکمیل کے بعد جو کام تم کو کرنا ہے ابھی کام شروع کر دُو، بعد میں حفظ، تجوید، قرأت ہی تو پڑھاؤ گے ابھی شروع کردو۔ اِس نصاب کو پڑھ کر عربی کی کتابیں تو تم پڑھا نہیں سکتے جو کام بعد میں شروع کرنا ہے اَبھی شروع کردو۔

اَصل میں یہ نصاب "افریقی" طلباء کے لیے تیار کیا تھا اُن ہی کے لیے "تسہیل الصرف، تسہیل النحو" کتابیں لکھی تھیں۔ "تسہیل النحو" کو بعض لوگ مشکل کہتے ہیں۔ اَصل میں ایک دُو کتابیں ہی "نحو" کی اُن کو پڑھانی تھیں اِس لیے کوشش کی گئی کہ: "نحو" کی زائد سے زائد باتیں اُس میں آجائیں۔ تو اَصلاً یہ نصاب تو اُن ہی کے لیے تجویز کیا تھا اُن کے پاس وقت کی قلت ہوتی ہے۔ نیز دیگر علوم "منطق" وغیرہ سے اُن کو مناسبت بھی کم ہوتی ہے۔ دوسرا پختہ عالم بننا اُن کا مقصود بھی نہیں ہوتا۔ بس! علمِ دِین پڑھنے کا ہوتا ہے جو ہوجائے بہتر ہے۔ نہ ہونے سے ہونا اَچھا ہے۔ اَصل میں یہ نصاب اُن ہی کے لیے تھا لیکن تمہارے لیے میری رائے یہی ہے کہ: نصاب پورا پڑھو اور نہیں پڑھنا ہے تو کام کرو۔ اُردو کی ضروری کتابیں پڑھ لو تاکہ دِین کی ضروری باتیں معلوم ہوجائیں، تجوید تم کو آتی ہے کام شروع کردو اور اگر واقعی پڑھنا ہے تو پورا پڑھو۔

اُن کے ساتھی نے عرض کیا کہ: حضرت! اِن کی نہ ماں ہے، نہ باپ دونوں کا اِنتقال ہو چکا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ماں باپ کے اِنتقال ہوجانے سے کیا ہوا؟ اگر تمہاری ماں زندہ ہوتیں تو




یہاں آکر تمھارے لیے ناشتہ تو بناتی نہیں! کیا کرتیں؟ باپ زندہ ہوتے تو آکر تمھارے کپڑے تو دھوتے نہیں! کمرہ میں جھاڑو تو لگاتے نہیں! خرچ ہی تو تم کو دیتے؟!! باپ خرچ دے سکتا ہے اللہ نہیں دے سکتا؟ سب اِنتظام ہوجائے گا تم اللہ کا نام لے کر شروع کرو۔

مدرسہ میں صنعت وحرفت کا شعبہ کھولنے کا مشورہ اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا جواب
طلباء کو تاجر نہ بنائیے بل کہ تاجروں کو دِین دار بنائیے

فرمایا: لوگ مجھ کو مشورہ دیا کرتے ہیں کہ: مولانا! آپ کے مدرسہ میں بس! ایک چیز کی کمی ہے اور وہ یہ کہ: اگر آپ کے مدرسہ میں صنعت وحرفت کا بھی کوئی شعبہ یا کارخانہ کھل جائے تو بہت بہتر ہوتا کہ مدرسہ میں پڑھنے والے تمام طلباء صنعت وحرفت میں بھی ماہر ہوں اور فراغت کے بعد تجارت بھی کرسکیں، مدرسہ میں ایسا شعبہ بہت ضروری ہے تا کہ طلباء کسی کے محتاج نہ رہیں، خود کفیل ہوں اور خود کھا کما سکیں۔

میں اُن کو جواب دیتا ہوں کہ: جس طرح آپ لوگ یہ مشورہ دیتے ہیں کہ: مدرسہ میں کارخانہ کھول دوں اِس طرح آپ لوگ یہ کیوں نہیں کرتے ہیں کہ جتنے کارخانے اور اِس قِسم کے جتنے شعبے آپ لوگوں کے قبضے میں ہیں اُس میں ہم لوگوں کو کچھ وقت دے دیا کریں تا کہ کارخانہ میں کام کرنے والے ایک طرف صنعت وحرفت میں بھی ماہر ہوں اور ساتھ ساتھ دِین دار بھی ہوں؟ کارخانہ میں خوب کام بھی سیکھیں، لیکن تھوڑے وقت میں دِینی تعلیم اور تبلیغی کام بھی ہوا کرے۔ اِس کو آپ لوگ کیوں نہیں کرتے؟ ہم لوگ جتنا کر سکتے تھے کر لیا، سب کچھ ہم ہی کریں؟!! کچھ آپ لوگ بھی تو کیجیے۔ کیا سب کام ہمارے ذمہ ہے کہ: دِینی مدارس کے لیے بھی بھیک ہم ہی مانگیں اور اِس کے لیے بھی ہم ہی بھیک مانگیں؟ آخر آپ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ آپ لوگ کارخانے کھولیے، ہم وہاں دِینی نظم چلائیں گے اور اِنْ شَاءَ اللہ اَچھی طرح چلائیں گے۔

حدیث شریف پڑھانے کا طریقہ ایک مفصّل شرح کی ضرورت

فرمایا: حدیث شریف پڑھانے میں، حدیث کے "متن" کو حل کرنے میں زیادہ محنت کرنی چاہیے، کلام بھی زیادہ اُسی میں ہونا چاہیے کہ: اِس حدیث کا یہ مطلب ہے۔ دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے۔

"رِجال" پر بحث کرنے سے زیادہ فائدہ نہیں، وہ یاد بھی نہیں رہتی۔ اِس ضمن میں فرمایا کہ: حدیث شریف کی اگر ایسی کوئی شرح لکھ دی جائے جس میں (حدیث کی شرح میں) تمام شُرّاحِ حدیث کے اَقوال کو یکجا طور پر جمع کر دیا گیا ہو۔ مثلاً یہ کہ: "علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ" نے اِس حدیث کی شرح میں یہ فرمایا ہے اور "صاحبِ فتح الباری" نے یہ لکھا ہے وغیرہ وغیرہ اور ہر ایک کا حوالہ بھی دے دیا جائے تو بہت بہتر ہے۔ اِیسی کتاب سے مطالعہ کرنے میں بڑی مدد ملے گی۔

"شرح جامی اور شرح ابن عقیل" دونوں ہی داخل نصاب رہیں

عرضِ حال ایک عربی مدرسہ میں "شرح جامی" نصاب سے خارج کر کے اُس کی جگہ "شرح ابن عقیل" داخلِ نصاب کرنے کی بات چل رہی تھی۔ اہلِ مدرسہ حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مشورے لیتے رہتے تھے۔ چناں چہ اس سلسلے میں بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ طلب کیا۔

اِرشاد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب تحریر فرمایا: عزیزم!

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ!

حالات سے آگاہی ہوئی میں بھی آج کل بہت پریشان ہوں، اللہ پاک سب کو سکون نصیب فرمائے۔ "شرح جامی" کی برکات کا لوگوں کو اَندازہ نہیں ہے اِس وجہ سے اُس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ اِس میں مطالعہ کی زیادہ ضرورت ہے اب طبائع اُس کی عادی نہیں رہیں۔ "شرح ابن عقیل" اور "شرح جامی" دونوں داخلِ نصاب رہیں تو اِس میں کیا حرج ہے؟ "شرح ابن عقیل" خارج میں ہو جائے جیسا کہ بہت سے مدارس میں ایسا ہی نظام ہے۔ مدرسہ کے لیے یہاں دعا ہو رہی ہے، اللہ پاک ہر قِسم کے شرور وفتن سے حفاظت فرمادیں۔ (آمین) حضرت ناظم صاحب ودیگر اَساتذہ کی خدمت میں بشرطِ یاد سلام۔

صدیق اَحمد

۲۷ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ

منطق وفلسفہ

فرمایا: ایک زمانہ میں مشہور تھا کہ: "بہار" کے رہنے والوں کو بغیر محنت کے منطق آجاتی ہے



اور "یوپی" والوں کو محنت کے بعد آتی ہے اور دوسرے صوبہ والوں کو محنت کے بعد بھی نہیں آتی۔ "بہار" میں منطق کا بہت زُور رہا ہے، بڑے بڑے منطقی وہاں پیدا ہوئے۔ پہلے "یوپی" میں ایسے لوگ تھے بعد میں علم "بہار" میں منتقل ہوا، اب کہیں نہیں رہا۔

"خیرآباد، ضلع سیتاپور" میں ہے وہاں بھی منطق کے ایک بڑے اِمام گزرے ہیں۔ لیکن اب تو کہیں بھی نہیں، نہ "بہار" والوں کو آتی ہے نہ "یوپی" والوں کو۔ تھوڑی بہت جو رِہ گئی ہے رَفتہ رَفتہ وہ بھی ختم ہوتی جارہی ہے۔ بڑے بڑے مدرسہ والوں نے بھی اپنے یہاں سے "سُلّم" وغیرہ سب نکال دیں۔ "جامع العلوم" سے بھی نکال دی گئی۔ ویسے منطق کی اِستعداد تو "قطبی" ہی تک بنتی ہے، جتنی مباحث اور تفصیل ہے وہ "قطبی" تک آجاتی ہے۔ اگر اُن کو کوئی اَچھی طرح پڑھ لے تو اُس کو پوری منطق آجائے۔ اِستعداد تو "قطبی" ہی تک بنتی ہے، "سُلّم" میں اُس کی تفصیل کی ہے اور دوسرے اَنداز سے بیان کردیا۔ اور فلسفہ کی تو واقعی کوئی ضرورت نہیں، "میبذی" وغیرہ سے کوئی فائدہ نہ پہلے تھا نہ اب ہے۔ اِس کے بجائے اگر سائنس کی چیزیں پڑھائی جائیں تو زیادہ بہتر ہو۔ البتہ منطق سے اِستعداد بنتی ہے، منطق کے ذریعہ سمجھنے سمجھانے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اگر منطقی اِصطلاحات سے پوری طرح واقفیت ہو تو لمبی لمبی بحثوں کو منٹوں میں سمجھایا جاسکتا ہے۔

صحیح عبارت پڑھنے اور اِستعداد پیدا کرنے کا آسان طریقہ

فرمایا: جن طلباء کی اِستعداد نہیں ہے اگر وہ تھوڑی سی محنت پابندی سے کرلیں تو بہت جلد اُن کی اِستعداد بن سکتی ہے۔ رُوزانہ ایک سطر کسی کو پڑھ کر سنایا کریں اور ہر ہر لفظ میں "صرفی ونحوی" اِعتبار سے غور کریں کہ: "ثلاثی" ہے یا "رباعی"؟ کس "باب" سے ہے؟ "ہفت اَقسام" میں سے کون سی قِسم ہے؟ "تعلیل" ہوئی ہے یا نہیں؟ پھر "نحوی" اِعتبار سے دیکھیں کہ: "عامل" ہے یا "معمول" ہے؟ "معمول" ہے تو کس کا؟ وغیرہ وغیرہ اِس طرح کرنے سے اِنْ شَآءَ اللہ ایک ماہ میں عبارت پڑھنی آجائے گی اور رَفتہ رَفتہ اِستعداد بھی بن جائے گی، شروع میں ایک سطر میں دس پندرہ منٹ لگیں گے۔ پھر رَفتہ رَفتہ اور کم وقت لگے گا۔ کوئی اِس کو کر کے تو دیکھے کتنا فائدہ ہوگا؟ یہ سب طریقے اُس کے لیے ہیں جو کچھ کرنا اور بننا چاہے اور جو کچھ کرنا ہی نہ چاہے اُس کا کیا علاج؟ (۱۴۰۲ھ)

چھٹا باب

(لڑکیوں کی تعلیم اور مَدرَسۃُ البَنات)

لڑکیوں کی تعلیم کے متعلق

ہمارے حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ لڑکیوں کی تعلیم کے مخالف نہیں، خاندان کی بعض بچیاں زنانہ اسکول میں عربی فارسی (عالمہ کورس) کر رہی ہیں اور بعض بچیاں ہندی وغیرہ بھی پڑھتی ہیں۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ: لڑکیوں کو اِتنی ہندی وغیرہ تو پڑھا ہی دینی چاہیے کہ پتہ وغیر لکھ سکیں۔

جو بچی "عربی، فارسی" پڑھتی تھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ اُس کو "صرف ونحو" کی مشق کراتے تھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کی ذہانت کی تعریف کی اور فرمایا: بہت سے لڑکوں کو بھی اِتنی "گردان، صیغے" [1] نہیں آتے، اگر محنت کی جائے تو بہت اَچھی نکل سکتی ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ: حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ایک ذہین بچی کا تذکرہ ہوا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ایسی ذہین بچی کو جی چاہتا ہے کہ: "عربی فارسی" پڑھائی جائے۔ البتہ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: یہ نصاب لڑکیوں کا جو لوگوں نے مقرر کر رکھا ہے یہ سمجھ میں نہیں آتا، ہر لڑکی کو یہ نصاب اور اِتنی کم مدّت میں کیسے حاصل کرتی ہوں گی؟ نصاب میں نظرِ ثانی کی ضرورت ہے۔

اِسی طرح ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سیانی بچیوں، بالغ لڑکیوں کو بھی اِسکولوں کالجوں میں بھیجنے کے سخت مخالف تھے۔ ایک مرتبہ فرمایا: اِس میں بڑی بے اِحتیاطی و بے پَردگی ہوتی ہے، ایسے علم سے جہالت اَچھی ہے، یہ تو فتنوں کا دَروازہ ہے، لوگ آئے دن قصے سنتے ہیں لیکن باز نہیں آتے۔ "لکھنؤ" کے ایک ڈاکٹر صاحب کی لڑکی غیر مسلم لڑکے سے شادی کرنے پر تلی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر صاحب پریشان تھے مجھ سے تعویذ لیا میں نے تعویذ دیا اور اُن کو رائے دی کہ: اُس کالج میں پڑھانا چھڑوا دیجیے۔ اِس پر وہ تیار نہیں اور پریشان ہیں۔ ہوا کریں پریشان! جو تدبیر بتلائی جاتی ہے اُس پر عمل نہیں کرتے، شریعت کے خلاف عمل کر کے ہم عزت وسکون نہیں حاصل کر سکتے۔

---

[1] اَحقر نے لکھا تھا: "گردان اور تعلیل وغیرہ" حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کاٹ کر اِس طرح لکھ دیا۔




لڑکیوں کی تعلیم اور مَدْرَسَةُ الْبَنَات کے متعلق حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

آج کل لڑکیوں کی تعلیم اور اُن کے لیے دَارُ الْاِقَامَہ کے نظم کے ساتھ مَدْرَسَةُ الْبَنَات کا بڑا رواج ہو رہا ہے۔ ایک صاحب نے کسی بہانے سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے یہاں مدرسہ کے "سنگِ بنیاد" اور دُعا کے لیے بلایا۔ وہاں پہنچنے پر معلوم ہوا کہ: مقصد کچھ اور ہے، لڑکیوں کا مدرسہ قائم کیا ہے، اِفتتاح کے ساتھ تائید میں حضرتِ والا سے تقریر کرانا چاہتے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب میں پہنچا تو ایک صاحب بڑی زُورداری سے لڑکیوں کی تعلیم کی اہمیت اور اُس کے فضائل پر تقریر فرما رہے تھے۔ مجھ سے بھی تقریر کے لیے کہا۔ میں نے کہا کہ: میں تقریر کرنے کو آیا نہیں اور ایسی تقریر مجھ سے نہ کرائیے، نہ میں کرسکتا ہوں جس سے اِس قسم کے مدارس رواج دینے کی تائید ہوتی ہو، میں اِس سے متفق نہیں ہوں، تردید بھی نہیں کرتا پھرتا، تائید بھی نہیں کرسکتا۔ اُن صاحب نے بہت اِصرار کیا۔ میں نے خیال کیا کہ: کہیں یہ نہ سمجھیں کہ ناراض ہو کر چلا گیا تو تھوڑی دیر بیان کر دیا۔ میں نے کہا: لڑکیوں کی تعلیم کی اِہمیت وفضیلت کا کون اِنکار کرسکتا ہے؟ اور کون اِس کا مخالف ہوگا؟ لیکن اَصل مسئلہ طریقۂ تعلیم کا ہے۔ ہمارے اَکابر نے اِس طرح دَارُ الْاِقَامَہ کی شکل میں طریقۂ تعلیم کو پسند نہیں فرمایا، اِس میں مفاسد زیادہ ہیں۔ لڑکوں کے نظام کو تو قابو میں رکھنا بہت مشکل ہوتا ہے، اِن کا معاملہ تو بڑا نازک ہوتا ہے نظام قابو میں رکھنا مشکل ہے۔ کہیں نہ کہیں بے اِحتیاطی ضرور ہو جاتی ہے جس سے مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔ مَردوں سے بات ہوگی، کبھی لڑکی درخواست دے گی، کبھی بات چیت کرے گی، ایسے مواقع آتے ہیں کہ: بات چیت بھی ہوتی ہے، آمنا سامنا بھی ہوتا ہے۔ میرے سامنے ایک دو نہیں کئی واقعات ہیں کہ: مدرسہ کے منتظم صاحب خود بدکاری میں ملوث ہوگئے اور یہی اُن کی عادت ہوگئی۔ ۱۲ بجے رات ہی کو لڑکیاں اپنا سامان لے کر مدرسہ سے بھاگیں۔

ہمارے اَکابر نے لڑکیوں کی تعلیم کا جو طریقہ مقرر فرمایا وہ بہتر ہے کہ: مقامی طور پر ہی اُن کی تعلیم کا نظم ہو، لڑکیاں یا تو گھروں میں تعلیم پائیں یا مدرسہ میں لیکن پورے پردہ کے اِہتمام کے ساتھ ہو اور دَارُ الْاِقَامَہ کی شکل میں نہ ہو، پڑھ کر گھر واپس آجائیں۔ دَارُ الْاِقَامَہ کی شکل

میں مفاسد زیادہ ہیں۔ اَحقر نے عرض کیا کہ: حضرت! مقامی طور پر ہر جگہ نظم نہیں ہوسکتا پڑھانے والے لوگ نہیں ہوتے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اِس کا نظم کیا جائے۔ جو لوگ نظم کرتے ہیں، کوشش کرتے ہیں اِس کی بھی کوشش کریں کہ جگہ جگہ مقامی مدارس قائم ہوں۔ اَحقر نے عرض کیا کہ: حضرتِ اَقدس مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مرتبہ اَحقر نے اِس کے متعلّق سوال کیا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ: اَخَفُّ الضَّرَرَیْن کا تقاضہ یہی ہے کہ اِس کو گوارہ کرلیا جائے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہر جگہ کے حالات جداگانہ ہوتے ہیں، شہروں میں جہاں لڑکیاں "کالج" میں جاتی ہوں اُن کے لیے تو یہی بہتر ہوگا کہ: بجائے "کالج" کے ایسے مدرسوں میں جائیں۔ یہ حالات کے لحاظ سے ہے شہر کے واقعی ایسے حالات ہوتے ہیں۔ میں تو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ: لڑکیوں کی تعلیم کے اور بھی طریقے ہیں اَکابر نے جو طریقہ اِختیار کیا ہے اُس میں مفاسد کا کم اِحتمال ہے۔ دوسرے اور طریقوں کو چھوڑ کر صرف ایک ہی طریقے کے پیچھے کیوں چل پڑے اور اَصل بات یہ ہے کہ: اِس عنوان سے مدرسہ قائم کرنے میں باہر سے پیسہ بہت ملتا ہے ورنہ قوم کی ہمدردی مقصود نہیں پیسے کمانا مقصود ہے۔ لڑکوں کے مدرسوں کے لیے اِتنا پیسہ نہیں ملتا جتنا لڑکیوں کے مدرسہ کے لیے مل جاتا ہے۔

لڑکیوں کا نصابِ تعلیم

اِسی ضمن میں نصاب کی بھی بات چلی۔ اَحقر نے عرض کیا کہ: عموماً مَدْرَسَةُ الْبَنَات میں "شرح وقایہ، ہدایہ" اور "دورۂ حدیث" وغیرہ سب پڑھاتے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: غور کرکے نصاب مقرر کرنا چاہیے یہ تو مناسب نہیں کہ یہ نصاب سب کو پڑھا دیا جائے۔ البتہ بعض واقعی سمجھدار ہوتی ہیں اُن کو پڑھا دیا جائے۔ جس طرح مَردوں میں سمجھدار ہوتے ہیں اِسی طرح عورتوں میں بھی بعض سمجھدار ہوتی ہیں۔ اَحقر نے عرض کیا کہ: "ہردُوئی" میں حضرت مولانا شاہ اَبرار الحق ہردُوئی (رحمۃ اللہ علیہ) سے ایک مرتبہ اَحقر نے عرض کیا تھا۔ حضرت (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ: یہ طریقہ تعلیم مناسب نہیں ہے لیکن اگر کسی کو کرنا ہی ہے تو اِس طرح نہیں اِس طرح کرے۔ اُس کی نظیر بیان فرمائی کہ: عورتوں کی باجماعت نماز ممنوع ہی ہے لیکن اگر کرنا ہی ہے تو اُن کا اِمام وسط میں کھڑا ہوا۔ اِسی طرح یہاں بھی سمجھنا چاہیے۔

تعلیمِ نسواں اور مَدْرَسَۃُ الْبَنَات کے متعلّق حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بعض خطوط

لڑکیوں کی دِینی و دنیوی تعلیم کے سلسلہ میں حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد مکاتیب ہیں جو اِنْ شَآءَ اللہ "علمی و اِصلاحی مکاتیب" میں شائع ہوں گے۔ چوں کہ لڑکیوں کی تعلیم اور اُس کے نصاب و نظام سے متعلّق گزشتہ ملفوظ میں تفصیل آئی ہے اِس لیے مناسب معلوم ہوا کہ: اِس سلسلہ کے بعض اہم خطوط یہاں بھی شامل کردیئے جائیں تاکہ قاری کو پڑھ کر کسی نتیجہ تک پہنچنا آسان ہو۔

نوٹ: یہ خطوط حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مع تمہید نظرِ ثانی کردہ ہیں۔

عرضِ حال: ایک صاحب کافی دُور سے (خط لکھا کہ:) مَدْرَسَۃُ الْبَنَات جس کا آج کل بڑا رِواج ہو چکا ہے، جس میں لڑکیاں اپنے وطن سے آ آ کر دَارُ الْاِقَامَہ کی شکل میں رِہ کر "درسِ نظامی" کا پانچ سالہ کورس حاصل کرتی ہیں۔ اِسی قِسم کے ایک مدرسہ سے ایک صاحب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں "ختمِ بخاری شریف" کے لیے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت دینے آئے تھے اور عرض کیا کہ: مولانا حبیب الرحمٰن صاحب شیخ الحدیث بھی تشریف لے جائیں گے آپ کو بھی وہاں چلنا ہے۔

اِرشاد: اُس وقت حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے نام مندرجہ ذیل مکتوب تحریر فرمایا کہ:

بِاسْمِہٖ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی

مخدومی حضرتِ اَقدس دامت برکاتہم

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ!

خدا کرے مزاج بعافیت ہو۔ ایک صاحب یہاں تشریف لائے تھے اور اِصرار کیا کہ: مَدْرَسَۃُ الْبَنَات میں "بخاری شریف" کا ختم ہے تم کو وہاں چلنا ہے۔ اُن سے اَحقر نے عرض کیا کہ: میرے بڑے وہاں موجود ہیں اگر وہ حضرات وہاں تشریف لے

جائیں گے تو اَحقر حاضر ہوجائے گا۔ اب تک اَحقر کے ذہن میں یہ بات ہے کہ: لڑکیوں کی اِس قسم کی تعلیم کو اپنے بڑوں نے پسند نہیں کیا۔ حضرتِ والا اِس کو زیادہ بہتر سمجھتے ہیں۔ حضرت کا کیا حال ہے؟ وہاں حضرت کی موجودگی میں اِس کام کے لیے اَحقر کا حاضر ہونا کس طرح جائز ہوگا؟ اَحقر کی ہمّت نہیں ہے۔ خادم کی حیثیت سے حاضر ہوسکتا ہے بشرط یہ کہ وہاں کی حاضری حضرتِ والا پسند فرمائیں۔ دعا کی درخواست ہے۔

(اَحقر صدیق اَحمد)

مدرسہ عربیۃ، ہتھورا، باندہ

مَدْرَسَۃُ الْبَنَات کے متعلق حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

عرضِ حال: ایک صاحب نے تحریر فرمایا کہ: مجھے ایک ضروری مشورہ کرنا ہے وہ یہ کہ: کیا لڑکیوں کے لیے مدارس کا قیام موجودہ حالات میں ضروری ہے؟ جو لوگ رہائشی مدرسہ کے قیام کے خواہش مند ہیں وہ کہتے ہیں کہ: یہ اَچھی بدعت ہے۔ چوں کہ گھر گھر آج کل سینما، ٹی وی کا رِواج ہے، گھروں میں دِینی تعلیم مشکل ہے اِس لیے یہ صورت بہتر ہے۔ حضرتِ والا اپنی رائے سے مطلع فرمائیں۔

اِرشاد: حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب تحریر فرمایا:

مکرمی زِیْدَ کَرَمُکُمْ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہ!

اَکابر نے اِس کو پسند نہیں کیا لیکن حالات کے بدلنے سے رَائے بدل جاتی ہے۔ دَارُ الْاِقَامَہ میں تو فتنہ معلوم ہوتا ہے۔ لڑکیاں پڑھ کر رُوزانہ اپنے گھر آجایا کریں ایسا اِنتظام ہوجائے تو زیادہ مناسب ہے اور مفید ہے۔

(صدیق اَحمد)

حالات کے تحت لڑکیوں کے لیے دِینی اِدارہ کھولنے کی ضرورت

ایک عالم صاحب جومختلف مدارس میں رِہ کر کام کر چکے تھے، بعض مدرسوں کی ذمہ داری بھی سنبھالتے رہے، اللہ نے چندہ کی وصولیابی کا اُچھا ملکہ دیا تھا۔ ہر مدرسہ والا چندہ کی فراہمی کی وجہ سے اپنے یہاں بلانا چاہتا تھا اور مقصد پورا ہونے کے بعد اُن کو بَرطرف کر دیا جاتا۔

عرضِ حال: اُنہوں نے تحریر فرمایا کہ: حضرت! میں تو اب عاجز آچکا ہوں۔ تعلیمِ نسواں کے نام پر یہاں رَضاخانیوں کے کئی مدرسے قائم ہیں۔ جہاں داخلہ کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ: "دیوبندیوں، وہابیوں" کو کافر کہو۔ باقاعدہ فارم میں دستخط کرائے جاتے ہیں، سند بھی اِسی شرط اور دستخط کے ساتھ دی جاتی ہے۔ تعلیمِ نسواں کے اپنے خیال کا یہاں کوئی مدرسہ نہیں۔ دِینی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے علمِ دِین کے شَوق میں اپنے خیال کے لوگ بھی اپنی لڑکیوں کو وہاں داخل فرماتے ہیں۔ فی الحال لڑکیوں کے لیے ایک اِدارہ کھولنے کا اِرادہ کیا ہے حضرتِ والا کا جیسا مشورہ ہو؟

اِرشاد: حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب تحریر فرمایا:

مکرم بندہ زِیْدَ کَرَمُکُمْ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ!

آپ کو لوگ صرف اپنے مقصد کے لیے اِستعمال کرتے ہیں پھر بعد میں بے اِعتنائی برتتے ہیں۔ آپ جس اِدارہ میں کام کریں اُن سے طے کر لیجیے کہ: میرے مشورہ سے کام کیا جائے، مجھے صرف سفیر بنا کر نہ رکھا جائے۔ اگر لوگ یہ شرط منظور کر لیں تو آپ "جامعۃ الصالحات" کو سنبھالیے۔ وہاں اِس کی سخت ضرورت ہے کہ: لڑکیوں کا اپنا اِدارہ ہو۔ اللہ پاک آپ کو صحت کے ساتھ تادیر قائم رکھے۔ (آمِین)

(صدیق اَحمد)

ساتواں باب
(اَسباق کی پابندی)

اَسباق کی پابندی کا اِہتمام اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اِبتدائی دَور کی کچھ باتیں

فرمایا: مدارس میں اب اَسباق کی پابندی کی اِہمیت نہیں۔ سال بھر میں نہ معلوم کتنی چھٹیاں ہوتی ہیں؟ میں تو اکثر کہا کرتا ہوں کہ: اگر مدرسہ والے طلباء کے قیام کا اِنتظام نہ کریں اور اِس میں اگر کوتاہی بھی ہو جائے تو ہم اِس کے ذمہ دار نہیں اور نہ ہی ہم سے اِنْ شَآءَ اللہ اِس کی باز پُرس ہوگی۔ البتہ تعلیم اور تدریس اور اَسباق کی پابندی میں اگر کوتاہی ہوگی تو ہم اِس کے جواب دِہ ہوں گے۔ اِسی وجہ سے میں تو جمعہ کے رُوز بھی پڑھانے کی کوشش کرتا ہوں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! جب میں مدرسہ میں رہتا ہوں تو میرے اَسباق کا کبھی ناغہ نہیں ہوتا، اگر کہیں کا سفر ہوتا ہے تو کئی رُوز کا ناغہ بھی پورا کرلیتا ہوں۔ پہلے تو دوسرے مدرّسین بھی جمعہ کے دن اَسباق پڑھاتے تھے، اُس وقت فجر سے پہلے ہی اَسباق شروع ہو جاتے تھے، آٹھ دس بجے تک چھٹی ہو جاتی تھی۔ صرف تین چار مدرّس تھے، سب شَوق سے پڑھتے پڑھاتے تھے۔ لیکن اب مدرسہ بڑا ہو گیا، مدرّسین وطلباء بھی کافی ہو گئے اِس لیے اب مشکل ہے۔ پہلے طلباء بھی محنتی تھے، جمعہ کے دن بھی پڑھ کر کپڑے دُھوتے، غسل کرتے اور جنگلوں سے سُوکھی لکڑیاں سَروں پر لاد کر لاتے اور کھانا بھی اپنے ہاتھ سے پکاتے تھے۔

فجر سے قبل اور بعد فجر متصلاً اَسباق پڑھانے کا میرا معمول ہمیشہ سے چلا آرہا ہے کیوں کہ اگر اُس وقت نہ پڑھاؤں تو پھر دن میں اِتنی مشغولی رہتی ہے کہ: کَمَا حَقُّہٗ اَسباق ہو نہیں پاتے، محض سبق کا نام ہی نام ہوتا ہے۔ اِسی وجہ سے میں کہیں جاتا ہوں تو اکثر رات "باندہ" آکر کبھی فجر سے پہلے اور کبھی فجر بعد فوراً مدرسہ آجاتا ہوں۔ پہلے تو بکثرت ایسا ہوتا تھا کہ رات کو "باندہ" آگیا اور سلیم صاحب اور یہاں کے امین صاحب مجھ کو سائیکل سے "ہتھورا" چھوڑنے آتے تھے۔ سخت سردی کا موسم ہوتا تھا لیکن پھر بھی بے چارے اِتنی دُور مجھ کو بٹھا کر لاتے، راستہ میں کئی جگہ لکڑی جھانکر وغیرہ جلا کر ہاتھ پیر سینک لیتے کیوں کہ سردی بہت ہوتی تھی اور سائیکل میں اور زیادہ معلوم ہوتی تھی۔ تمام پریشانی بَرداشت




کر کے صرف سبق پڑھانے ہی کی وجہ سے مدرسہ میں جلد آنے کی کوشش کرتا تھا۔ بارہا "باندہ" سے پیدل آنا بھی ہوا ہے، کبھی کبھی تو پوری رات اِسی طرح چلتے چلتے گزر جاتی، لیکن صبح آ کر سبق پڑھایا۔

(اِنہی سب مجاہدات کی برکت ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لیے تمام بسوں کو مسخر کر دیا تھا، تمام بس والے خواہ اُس کا ڈرائیور ہندو ہو یا مسلمان حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو "باندہ" سے "ہتھورا" پہنچانے کو اپنے لیے باعثِ فخر اور بڑی سعادت سمجھتا تھا۔[1])

جلسہ کی وجہ سے اَسباق کا ناغہ نہیں کروں گا

ایک صاحب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جلسہ کی تاریخ چاہی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے عُذر فرمایا کہ: میرے ذمہ بہت کام ہیں نہیں جا سکوں گا۔ لیکن وہ صاحب نہیں مانے پیچھے پڑ گئے۔ اُن کے شدید اِصرار کی بنا پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے منظوری دے دی اور رات کے وقت جلسہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا پہنچنا طے ہوا۔ چند ہی رُوز گزرے ہوں گے کہ پھر وہ صاحب تشریف لائے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ: بجائے رات کے دن میں تشریف لے آیئے گا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: میرے پاس اِتنا وقت کہاں ہے کہ جلسہ جلوس میں سیر تفریح کرتا پھروں؟ جلسہ کی وجہ سے میں اَسباق کا ناغہ نہیں کر سکتا، تعلیم کا نقصان مجھ سے بَرداشت نہیں ہوتا۔ میں تو مدرسہ کے کام کا آدمی ہوں جلسہ جلوس میں میں بہت کم شرکت کرتا ہوں۔ کوئی مقرر ہو تو اُس کو دعوت دیجیے، دن میں بھی رکھیے اور رات میں بھی ٹھہرایئے، اور کئی رُوز تک کھلایئے پلایئے، خوب مہمان نوازی کیجیے، اُن کے نخرے بَرداشت کیجیے۔ طرح طرح کی فرمائشیں کریں گے: مُرغ لاؤ، بریانی لاؤ، وَغَيْرَ ذٰلِكَ۔ مقررین کے نخرے بھی بَرداشت کیے جاتے ہیں اور بعد میں نذرانہ بھی پیش کیا جائے گا۔ یہ تو مقررین کا حال ہوتا ہے میں اِس لائن کا آدمی نہیں۔ میں نے صرف اِتنا کہہ دیا کہ: گاڑی کا اِنتظام کر دیا جائے تا کہ تعلیم کا نقصان نہ ہو اور وقت پر جلسہ میں پہنچ سکوں، آنے جانے میں سہولت ہو۔ اِس وجہ سے کہہ رہا ہوں کہ: صبح آ جاؤں تا کہ میں ٹرین سے آ جاؤں اُس وقت ٹرین جاتی ہے اور اُن کو گاڑی کا اِنتظام نہ کرنا پڑے کیوں کہ رات میں آنے کی صورت میں اپنی گاڑی کا اِنتظام کرنا ضروری ہوگا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ناگواری سے اُن صاحب سے فرمایا: آپ جایئے

---

[1] خیر کی عبارت بین القوسین حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نہیں اُحقر کی ہے۔ لیکن تصحیح کے وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اِس کو باقی رکھا۔ (زید)

میں خود آجاؤں گا آپ سے کرایہ بھی نہیں لوں گا لیکن دن میں نہیں آسکوں گا۔ (یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علاقہ ہی کا قصہ ہے۔) حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر نہ پہنچوں گا تو کہیں گے کہ: وعدہ خلافی کی۔ (۱۹ محرم ۱۴۰۶ھ)

وقت کی قدر اور اَسباق کی اہمیت

میرے نزدیک وقت کی قدر ہے مال کی قدر نہیں، میں تو ایک ایک منٹ ضائع ہونے سے بچاتا ہوں، کام کی وجہ سے پیشاب پاخانہ تک رُوکے رہتا ہوں۔ سوچتا ہوں کہ: اب جاؤں، اب جاؤں دیر میں جاتا ہوں، میرے پاس اِتنا وقت کہاں؟

مجھے بڑا تعجب ہوتا ہے کہ! مدرسہ والوں اور اہلِ علم کو بھی اِس کا خیال نہیں ہوتا، اُن کے نزدیک بھی مدرسہ کی تعلیم کا نقصان نقصان نہیں، مدرسہ کا کام کام نہیں، اُن کے نزدیک گویا اِس کی کوئی اہمیت نہیں، معمولی عذر کی بناء پر اَسباق کا ناغہ کر دیا جاتا ہے، اُن کے سامنے اگر مدرسہ کے کام یا تعلیم کا عذر پیش کیا جائے تو اُس کو معمولی بات سمجھتے ہیں۔

ایک جگہ جلسہ میں جانا ہوا اور جب اُن لوگوں نے مزید رُکنا چاہا تو میں نے اِسی طرح کا عذر پیش کیا لیکن اُن لوگوں نے کچھ خیال نہ کیا۔ پھر میں نے کہا کہ: گھر میں طبیعت بھی خراب ہے تو اُس کو عذر سمجھا۔ میں نے تو اُسی وقت اُن لوگوں سے کہہ دیا کہ: آپ لوگوں کے نزدیک مدرسہ کی تعلیم اور مدرسہ کے کام کا حرج عذر نہیں ہے اور بیماری عذر ہے؟ یہ اہلِ علم اور مدرسہ والوں کا حال ہے۔ (۹ محرم ۱۴۰۶ھ)

شادی بیاہ اور دعوت کی وجہ سے تعلیم وتدریس کا نقصان نہیں کرنا چاہیے

مدرسہ میں بعد مغرب طلباء اَسباق یاد کرتے تھے، اَساتذہ نگرانی کرتے تھے۔ گاؤں میں ایک شادی میں مدرسہ کے مدرّسین کی دعوت تھی، بعد مغرب تمام مدرّسین دعوت میں چلے گئے۔ طلباء میں آزادی ہوگئی، تعلیم کا نقصان ہوا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بعد عشاء نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

دعوت کی اِتنی اِہمیت ہوگئی کہ: اِس کی وجہ سے تعلیم کا نقصان کیا جائے؟ تمام مدرّسین دعوت میں چلے گئے سب درجے بالکل خالی تھے، لڑکے آزاد تھے۔ شادی بیاہ اور دعوت کی وجہ سے کوئی اپنے ضروری کام کو نہیں چھوڑتا، اَپنا نقصان نہیں کرتا اور ہم تعلیم کا اِتنا بڑا نقصان کرنے لگتے ہیں؟ دعوت آگے پیچھے بھی تو کی جاسکتی تھی؟ کچھ لوگ بعد میں کھالیتے؟ اَصل میں اَسباق کی اِہمیت نہیں؟ اِس نقصان کو نقصان ہی نہیں سمجھتے؟ دعوت آئی چلے جارہے ہیں! طلباء کا نقصان ہو اُس کی کچھ پَرواہ نہیں؟ اَچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ بھی اِس غلطی میں مبتلاء ہیں۔ لوگوں کے نزدیک بھی تعلیم کی کوئی اِہمیت نہیں اگر یہ عذر بیان کیا جائے کہ: دعوت میں شرکت کی وجہ سے طلباء کی تعلیم کا حرج ہوگا تو اِس کو عذر نہ سمجھیں گے، بیٹا بیمار ہو اُس کو عذر سمجھیں گے۔ جب ہمارے ہی اَندر تعلیم اور اَسباق کی اِہمیت نہیں تو دوسروں کے اَندر کیسے ہوگی؟

طالبِ علم کو نصیحت

عرضِ حال: حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد تھوڑا سے پڑھ کر بڑے ادارہ میں بغرضِ تعلیم تشریف لے گئے تھے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے خط و کتابت بھی جاری تھی۔ ایک خط میں اُنہوں نے دعا کی درخواست کے ساتھ نصیحتوں کی بھی درخواست کی۔

اِرشاد: حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب تحریر فرمایا: دعا کر رہا ہوں اللہ پاک مقصد میں کامیاب فرمائے۔ محنت سے پڑھیے، اساتذہ کا احترام ضروری ہے، نماز باجماعت ادا کیجیے، غیبت، اِفترا، فُضول گوئی سے اجتناب کیجیے۔ سلمہ سے بھی یہ باتیں کہہ دیجیے۔ یہاں اَلْحَمْدُ لِلّٰہ خیریت ہے، بارش بہت ہے غلہ نہیں مل پارہا ہے۔

(علمی واصلاحی ملفوظات ومکتوبات، تیسرا باب (اِصلاحِ نفس کا طریقہ)، ص ۷۰، طبع مکتبہ دار العلوم صدیقیہ، کراچی)

آٹھواں باب (علماء کی شان)

علماء کی شان

فرمایا: عالم کا مقام بہت اُونچا ہے، اُس کی شان تو کچھ اور ہی ہونی چاہیے، اُس کے علم کا اَثر اُس کے پورے بدن اور بدن کے ہر ہر عضو سے ظاہر ہونا چاہیے۔ جیسے کوئی بَرتن ہو اور اُس میں شہد بھرا ہو جس طرف سے بھی اُس کو دیکھو گے اور جس جانب بھی سُوراخ کرو گے اُس میں سے شہد ہی ظاہر ہوگا۔ اِسی طرح عالم کا حال ہونا چاہیے کہ: اُس کے اَندر علم کا اَثر ہر وقت اور اُس کے ہر عضو سے ظاہر ہونا چاہیے۔ ہماری آنکھ، کان، ناک سب عالم ہیں۔ اِس لیے آنکھ، کان، ناک اور دیگر تمام اَعضاء سے ایسی کوئی حرکت نہیں ہونی چاہیے جو عالمِ دِین کی شان کے خلاف ہو۔ ہمارا اُوڑھنا بچھونا اور ہمارا ہر عمل اللہ تعالیٰ کی منشاء ومَرضی کے مطابق ہونا چاہیے۔ وہ مَرنے کو کہیں تو جان دینے کو تیار ہو جائیں، وہ مال خرچ کرنے کو کہیں تو مال خرچ کر دیں۔

اِصلاحِ نفس کی ضرورت
ہمارے اَعمال واَخلاق نے علماء کو بَدنام کر دیا

ایک علاقہ میں بَرسوں کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کوشش سے ایک مدرسہ قائم ہوا جس کے اَطراف میں دُور دَراز تک کوئی مدرسہ ومکتب نہیں تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک معتمد مولوی صاحب کو علاقہ میں کام کرنے کے لیے بڑی اُمیدوں سے بھیجا۔ لیکن اَفسوس! بدقسمتی سے وہ ایسے حالات میں مبتلا ہو گئے جو عِندَ اللہ نہایت مبغوض اور عوام میں بے حد رُسوا کُن تھے۔ اِس حرکت کی وجہ سے بڑی بدنامی اور ذلّت ہوئی۔ حالات خراب سے خراب تَر ہوتے چلے گئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہیں جھک گئیں اور فرمایا کہ: میں تو اُن کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہا۔ میں کیا منہ لے کر جاؤں گا؟

دُوبارہ مدرسہ کی شوریٰ ہوئی اور حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے اور مدرسہ سے فارغ شدہ دُو صاحب کو وہاں کے لیے مقرر فرمایا جو شادی شدہ تھے اور تاکید فرمادی تھی کہ: فلاں تاریخ کو شوریٰ میں پہنچ رہا ہوں اُس وقت تک وہاں ضرور پہنچ جانا۔ لیکن نہ معلوم کیا عذر پیش آیا کہ:



وہ حضرات بھی وقت مقررہ پر نہ پہنچ سکے؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو بے اِنتہا رنج ہوا اور فرمایا: اِن کی تو "بِسْمِ اللہ" ہی غلط ہے آگے نامعلوم کیا حال ہوگا؟

یہی سب باتیں ہیں جس کی وجہ سے علماء بدنام ہو گئے۔ ہمارے اَعمال و اَخلاق ہی ایسے ہیں کہ لوگ ہم سے نفرت کرنے لگے۔ اَصل میں کسی کے پاس جا کر اپنی اِصلاح تو کراتے نہیں! کسی اللہ والے کی جوتیاں تو سیدھی کرتے نہیں! سلیقہ آئے تو کس طرح آئے؟ کسی نے زیادہ توجہ کی تو بس! "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ" کی تسبیحیں پڑھ لیں، "اِشراق، اَوّابین، تہجد" کی پابندی کر لی۔ بس! ہوگئی اِصلاح۔ اپنے کو کامل سمجھنے لگے حال آں کہ اَندر سب رَذائل چپکے پڑے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ: ہم بڑا مجاہدہ کر رہے ہیں۔ تسبیحیں پڑھنے کا نام مجاہدہ رکھا ہے۔ ارے! تسبیحیں پڑھنے میں کیا مجاہدہ؟ نماز پڑھنا اور تسبیح پڑھنا تو بہت آسان ہے۔ اَصل مجاہدہ تو یہ ہے کہ: نفس کو رَذائل سے پاک کرے اور معاصی سے پرہیز کرے، تسبیح پڑھنے اور اِن اَعمال کی فضیلت سے اِنکار نہیں لیکن رَذائل بھی تو دُور کرنے چاہئیں۔ رَذائل کے ہوتے ہوئے اِن اَعمال سے کیا ترقی ہوگی؟

عالم کی تعریف اور اُس کی شان

فرمایا: عالم وہ نہیں ہے جس کے اَندر صرف علم ہو۔ عالم تو وہ ہے جس کے اَندر خوفِ خدا اور خشیت ہو۔ اگر خوفِ خدا اور خشیت نہیں تو وہ عالم نہیں۔ خوفِ خدا کی علامت یہ ہے کہ: اُس کا اَثر بھی ظاہر ہو۔ اَعمالِ صالحہ کا اُس سے ظہور ہو۔ بے عمل کو عالم نہیں کہتے اور محض علم عمل کا ذریعہ نہیں عمل کرانے والی چیز تو خوفِ خدا اور خشیت ہے۔ جس میں یہ نہ ہو اُس کی عملی زندگی دُرست نہ ہوگی۔

فراغت کے بعد اِصلاحِ نفس کی ضرورت

فرمایا: اب تو پڑھ لکھ کر فارغ ہو جاتے ہیں اور بس! اِسی کو کافی سمجھتے ہیں، اِصلاحِ اَخلاق اور اِصلاحِ نفس کی کچھ فکر نہیں ہوتی۔ اِسی وجہ سے آج کل کے فارغین کسی کام کے نہیں ہوتے۔ پہلے لوگ فارغ ہوتے تو شیخ بن کر نکلا کرتے تھے اور اِصلاحِ اَخلاق و تہذیبِ نفس کے لیے مستقل وقت بھی خرچ کرتے تھے، محنت و مجاہدے کرتے تھے اور اِسی کی اُن کو سند دِی جاتی تھی۔ ایسے لوگ ایک دُو ہی ہوتے تھے لیکن پورے علاقہ کے لیے کافی ہو جاتے تھے، ہزاروں لاکھوں اُن کے فیض سے سیراب ہوتے تھے۔

لیکن اب تو طلباء فارغ ہو کر مختلف علوم وفنون کی تکمیل کرتے ہیں۔ دارالافتاء میں داخلہ لیتے ہیں، تکمیلِ اَدب کرتے ہیں لیکن تکمیلِ نفس اور تہذیبِ اَخلاق کی کچھ پَرواہ نہیں ہوتی۔ آٹھ دس سال تو مختلف علوم وفنون حاصل کیے لیکن نفس کی اِصلاح کے لیے کتنا وقت خرچ کیا؟ کس کی صحبت میں جا کر رہے؟ کس کی جوتیاں سیدھی کیں؟ کسی کی جوتیاں سیدھی کیے بغیر نفس کی اِصلاح نہیں ہوتی۔

اَکابر ومشائخ نے درسیات سے فارغ ہونے کے بعد اِصلاحِ نفس کے لیے مستقل وقت لگایا ہے، اِہلِ اللہ کی صحبت میں رِہ کر، اُن کی خدمت کر کے، اُن کی جوتیاں سیدھی کر کے فیض یاب ہوئے ہیں۔

خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا حال

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے تین سال میں درسیات سے فراغت حاصل کر لی تھی، اُس کے بعد اِصلاحِ نفس کے لیے کئی سال لگائے۔ پھر دیکھو! اللہ نے کیسا اُن سے کام لیا ہے؟!!

(اے طلباء!) یہی وقت ہے تمہارے بننے سنورنے کا۔ اِس وقت جیسی عادت پڑ جائے گی ہمیشہ باقی رہے گی۔ اِس لیے ابھی سے اپنے اَندر اِصلاحِ نفس کی فکر پیدا کرو۔ اللہ تعالیٰ سے تعلّق پیدا کرو، اُس کی محبت وعظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ۔

پہلے زمانہ کے علماء

بعد عشاء طلباء کو مخاطب کرتے ہوئے خاص اَنداز سے فرمایا کہ: پہلے لوگ علم کے اِعتبار سے دریا اور پہاڑ ہوتے تھے اور عمل کے بھی خوگر ہوتے تھے، اُن کی عملی زندگی نمونہ کی ہوا کرتی تھی، اُن کی شکل صورت بھی خالص اِسلامی ہوتی تھی، پھر جس علاقہ میں وہ بیٹھ گئے ہیں اللہ تعالیٰ نے اُن سے کام لیا ہے اور ایسے ہی لوگوں نے علم کے دریا بہا دیئے، علاقے کے علاقے اُن کے فیض سے سیراب ہوئے اور آج بھی ہو سکتا ہے اور کیوں نہیں ہو سکتا؟ اللہ تعالیٰ نے کوئی قَسم نہیں کھالی یا نَعُوْذُ بِاللہ اللہ تعالیٰ کی مسلمانوں سے دشمنی نہیں ہو گئی لیکن کوئی ہو تو اللہ تعالیٰ سے لینے والا؟!! اللہ تعالیٰ تو دلوں کو دیکھتا ہے۔ اَصل کمی اور کوتاہی تو ہماری جانب سے ہے، ہمارے ہی اَندر طلب نہیں رہی تو اِس کا کیا علاج ہے؟ وَرنہ بننے کے لیے تو ایک منٹ بھی کافی ہو جاتا ہے، ایک ہی

منٹ میں اِنسان کہاں سے کہاں ترقی کر جاتا ہے۔لیکن کسی کو فکر ہو تب! اب تو ہر طرف بے فکری اور غفلت چھائی ہوئی ہے۔ اِسی لیے اب طبیعت بجھتی جارہی ہے اور مدارس کی طرف سے مایوسی ہوتی جارہی ہے جب ابھی یہ حال ہے تو آئندہ کیا حال ہوگا؟ بس! اللہ ہی خیر فرمائے۔لیکن کام تو بہرحال کرنا ہے جس طرح بھی بن پڑے۔

اہلِ علم کی کوتاہی

ایک صاحب نے عرض کیا کہ: حضرتِ والا (رحمۃ اللہ علیہ) کے مدرسہ میں جو بات دیکھی کہ ہر آنے والے کی مہمان نوازی ہوتی ہے، اُس کے ناشتہ کھانے کا اِنتظام ہوتا ہے، یہ بات کہیں اور نہیں دیکھی اور اِس کا فائدہ بھی کافی ہوتا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اِس کی بڑی ضرورت ہے۔ یہی چیز تو ہے جس سے آپس میں رَبط اور میل جول پیدا ہوتا ہے، اِسی سے محبت پیدا ہوتی ہے، تعلّق بڑھتا ہے۔ علماء میں آج کل یہی چیز نہیں، اہلِ مدارس میں آپس میں میل نہیں۔ایک جگہ میں گیا تھا وہاں مجھے تو کھانے کو پوچھا لیکن دوسرے اور علماء تھے اُن کو چائے کے لیے بھی نہیں پوچھا۔ اِس سے تو دُوری ہوتی ہے قریب کرنے والی صورتیں اِختیار کرنی چاہئیں۔ میں نے اِس کو پسند نہیں کیا اور کھانے سے عذر کر دیا۔[1]

اہلِ علم کی بدتہذیبی و بداَخلاقی و بے پَرواہی

ایک مقرر صاحب جن کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بلایا تھا تشریف لائے، اُن کے ساتھ میں ایک صاحب اور بھی تشریف لے آئے جن کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بلایا نہیں تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اِن لوگوں کو کیا لگتا ہے جتنے آدمی چاہیں ساتھ رکھ لیں؟!! کرایہ وغیرہ کی کچھ فکر ہی نہیں؟ بلایا اُن کو تھا ساتھ میں دوسروں کو بھی لے آئے اب اُن کا بھی کرایہ دینا پڑے گا۔

حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اُن مہمانوں کے لیے کھانے کا بڑا اِہتمام فرمایا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ: ایک مدرّس صاحب نے اُن سب کی دعوت کر رکھی ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو بڑی تکلیف پہنچی اور فرمایا کہ: کم اَز کم مجھ کو اِطلاع تو کرنی چاہیے تھی؟ اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں کیوں پریشان ہوتا؟ پڑھے لکھے لوگوں کو بھی تہذیب نہیں، دوسرے کی رَاحت کا خیال نہیں۔

[1] خط کشیدہ عبارت حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بعد میں بڑھائی۔

کل ایک جگہ شادی میں جانا پڑا۔ لوگ آکر سر پر مسلط ہو جاتے ہیں اور جانے پر مجبور کرتے ہیں حال آں کہ وہاں کچھ اور کام نہیں صرف شادی ہی تھی۔ صرف اُنہیں کی وجہ سے سارا کام چھوڑ کر جانا پڑا۔ جب پڑھے لکھے مولوی لوگ اِس طرح کریں گے تو دوسروں کا کیا حال ہوگا؟ ارے! شادی تھی شادی کر لیتے۔ عوام کو یہاں شرکت میں تو پھر بھی مصلحت ہوتی ہے اِسی بہانے اُن کو دِین کے قریب بلایا جاتا ہے اور اِسی طرح سے اُن کو دِین کی بات سُنائی جاتی ہے لیکن تعجب تو مولویوں پر ہے! وہ بھی اِس قدر اِصرار کرتے ہیں اور جب وہاں پہنچا تو اِسٹیشن پر مجھے کوئی لینے تک نہیں آیا، میں بڑا پریشان ہوا، اِدھر اُدھر پھرتا رہا، لوگوں سے پوچھتا پاچھتا بڑی مشکل سے پہنچا، رِکشہ والے نے دَس روپے لیے۔

اُن کے لڑکے میرے شاگرد ہیں، مجھے جانتے ہیں کم اَز کم وہی لینے آجاتے؟!! وہاں پہنچا تو کھانے کو بھی نہیں پوچھا اور ذرا سی ایک چیز لے آئے کہ مولانا! یہ بڑی اَچھی چیز ہے اِیسی ہے ویسی ہے اور کھانا کچھ نہیں کھلایا۔ اور مجھے اِسٹیشن بھیجنے بھی نہیں آئے، نہ کرایہ دیا حال آں کہ جب کبھی وہ یہاں آتے ہیں تو اُن کو ہمیشہ دونوں طرف کا کرایہ دیتا ہوں۔ مجھے زیادہ اَفسوس تو اِسی کا ہے وہ میرا شاگرد ہے اُس کو تو سُوچنا چاہیے؟!!

ایک جلسہ کی تاریخ مقرر ہوئی پکا وعدہ کر کے گئے کہ: گاڑی سے لینے آؤں گا، حضرت کے لیے گاڑی بھیج دوں گا۔ نہ گاڑی بھیجی نہ آدمی بھیجا۔ بڑی مشکل سے اپنا کرایہ لگا کر خود پہنچا، وہاں پہنچنے پر معلوم ہوا کہ: جلسہ ملتوی کر دیا ہے۔ میں نے کہا: اللہ کے بندے! کم اَز کم مجھے اِطلاع تو کر دی ہوتی کہ جلسہ ملتوی ہو گیا ہے؟ مجھے کیا معلوم؟ کس قدر مجھے پریشانی ہوئی؟ یہ اہلِ علم ہیں! جو پڑھے لکھے اور دِین دار سمجھے جاتے ہیں۔ محض پڑھ لکھ لینے اور مشائخ کے یہاں رِہ لینے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک آدمی خود اپنی اِصلاح نہ چاہے۔ یہ تو کوئی سُوچتا ہی نہیں کہ: ہماری ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے، دوسرے کی رَاحت کا خیال ہی نہیں کرتے۔

اہلِ علم میں جاہ کا مَرض

فرمایا: دُنیا داروں میں تو مال کی حرص ہوتی ہے اور اہلِ علم اور دِین داروں میں جاہ کی حرص

ہوتی ہے۔ دُنیا داروں کے مقابلہ میں دِین داروں میں حرص زیادہ ہوتی ہے اور مال کی حرص سے کہیں زیادہ خطرناک جاہ کی حرص ہوتی ہے۔ اہلِ مدارس اور طبقۂ علماء میں یہ مَرض بہت آ گیا ہے، اِسی بناء پر آئے دن نئے نئے فتنے کھڑے ہوتے رہتے ہیں۔ (۲۳صفر ۱۴۰۵ھ)

فرمایا: جاہ کی حرص بھی بڑی مصیبت ہے۔ مال کی حرص میں اِتنا وَبال نہیں ہے جتنا وَبال جاہ کی حرص میں ہوتا ہے۔ علماء اِس میں بہت مبتلا ہیں۔ دُنیا کی حرص سے تو وہ بچ جاتے ہیں لیکن جاہ کی حرص میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ بعض اہلِ علم کی بابت سنا ہے کہ: اُن کو مطلوبہ کتابیں نہیں دی گئیں تو پڑھانا ہی چھوڑ دیا، مدرسہ سے استعفیٰ دے دیا۔ یہ سب جاہ کی حرص ہی تو ہے۔ اللہ حفاظت فرمائے۔ (آمین) (محرم ۱۴۰۶ھ)

حسد کی مذمت

حسد ایسی بُری بلا ہے کہ: شیطان کا کہنا ہے کہ: حاسد کے اَندر چاہے جتنے کمالات ہوں، ہزار اُس کی ریاضتیں اور مجاہدات ہوں لیکن وہ میری اُنگلیوں پر ناچتا ہے۔ اُس کو جب چاہوں پٹک دوں۔ حاسد حسد کی آگ میں جل کر، غصہ میں آ کر نہ معلوم کیا کیا کر بیٹھتا ہے؟ وہ اَنجام کو نہیں دیکھتا کہ: میں جو کر رہا ہوں اُس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ اُس پر تو ایک جنون سوار ہوتا ہے۔ حاسد دَراَصل اللہ کی تقدیر پر اِعتراض کرتا ہے، اُس کا اَنجام اَچھا نہیں ہوتا۔

کتابوں کے پڑھانے میں حسد

آج کل تو بات بات میں حسد ہوتا ہے کہ: فلاں کو فلاں کتاب پڑھانے کو کیوں مل گئی؟ ہم کو کیوں نہیں ملی؟ مستحق تو ہم تھے۔ فلاں کتاب ہم تو عرصہ سے پڑھا رہے تھے کیوں چھین لی گئی؟ اِسی میں لڑے مَرے جا رہے ہیں۔ ارے! دِین کا کام کرنا ہے جس لائن سے ہو جائے۔ اگر اِس میں اِخلاص ہوگا تو عِندَ اللہ مقبول ہوگا۔ کیا "بخاری شریف" پڑھانا دِین کا کام ہے اور "قاعدہ بغدادی" پڑھانا دِین کا کام نہیں؟ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: میں تو دِین کے کام کے لیے تیار ہوں، دِین کی خدمت کے لیے حاضر ہوں مجھ سے کوئی چاہے "بخاری شریف" پڑھوا لے اور چاہے "قاعدہ بغدادی" پڑھوا لے۔ اللہ کے یہاں خلوص کی قدر ہے اگر خلوص ہے تو "قاعدہ بغدادی"

پڑھانے والا "بخاری شریف" پڑھانے والے سے کم نہیں رہے گا بل کہ ممکن ہے کہ بعض حالات میں آگے ہی ہو جائے۔ بس! اِخلاص ہونا چاہیے وہاں تو اِسی کو دیکھا جاتا ہے اور اِسی کی قدر ہے۔ سچ کہتا ہوں کہ: اگر کسی کو اِخلاص کے ساتھ "قاعدہ" پڑھانے کی توفیق ہو جائے اُس کو سمجھنا چاہیے کہ: اللہ تعالیٰ نے اِس کو قبول فرمالیا ورنہ کتنے اہلِ علم اور ذی اِستعداد مارے مارے پھر رہے ہیں۔ میں تم لوگوں سے بھی کہتا ہوں کہ: کبھی اِس بات کے پیچھے نہ پڑنا کہ: ہم کو فلاں کتاب پڑھانے کو مل جائے اور ہم اِس کے حق دار ہیں، ہم تو ایسی صلاحیت کے مالک ہیں اور فلاں کتاب پڑھا سکتے ہیں۔

بڑی کتاب پڑھالینا کوئی فخر وکمال کی بات نہیں

فرمایا: آج کل اِس میں بڑا فخر سمجھا جاتا ہے کہ: فلاں صاحب بڑی کتابیں پڑھاتے ہیں، بڑی اَچھی اِستعداد ہے، تقریر بڑی اَچھی کرتے ہیں، ہر فن کی ہر کتاب پڑھا سکتے ہیں اور فلاں نے فلاں حدیث پر تین رُوز تک تقریر کی۔ بس! اِسی کو بڑا کمال سمجھا جاتا ہے۔ مگر یہ سب عموماً دِکھلانے کے لیے ہوتا ہے تاکہ لوگ تعریف کریں کہ: ارے! فلاں صاحب بہت اَچھا پڑھاتے ہیں، اُن کا بڑا نام ہوتا ہے، اِس سے نفس خوش ہوتا ہے، ایسا شخص اگر قیامت تک دَرس دیتا رہے، تفسیر حدیث فقہ پڑھاتا رہے تب بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں اُس کے پڑھانے کی کوئی قدر نہیں۔ وہاں تو قدر خُلوص کی ہے۔

میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ: اَچھا پڑھانا نہیں چاہیے، طالبِ علم کو سمجھانا نہیں چاہیے۔ ضرور سمجھانا چاہیے! اور خوب اَچھی تقریر کرنی چاہیے لیکن نام کے لیے نہیں بل کہ اللہ کی رَضا کے لیے اور اِس لیے کہ طالبِ علم کا حق ہے، اُن کو سمجھانا ہمارے ذمہ ضروری ہے۔ طلباء کے جس طرح اور حقوق ہیں یہ بھی ایک حق ہے کہ: طالبِ علم کو کتاب اَچھی طرح سمجھا دی جائے۔ (۱، ذی قعدہ ۱۴۰۵ھ)

کتابوں کے پڑھانے میں جھگڑا

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا اِرشاد ہے کہ: یہ بھی طالبِ علم کی کوتاہی ہے کہ اُستاد کی غیر موجودگی اُس کی حرمت وعظمت کا لحاظ نہ کرتا ہو۔ اگر اُستاد کا اِنتقال ہو جائے تو اُس کے وظیفہ یا اُس کی قیام گاہ کے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہو اور اُستاد کی اَولاد سے اِن اُمور میں مقابلہ کرتا ہو اور اپنے کو اُن سے زیادہ حق دار سمجھتا ہو۔

آج کل تو کسی اُستاد کے اِنتقال کے بعد اُس کی کتابوں میں جھگڑا ہوتا ہے، ہر شخص پڑھانے کا خواہش مند ہوتا ہے۔ مطالبہ کرتے ہیں کہ: فلاں کتاب ہم کو ملنی چاہیے اور اِسی میں اُستاد زادوں سے جھگڑا کرتے ہیں حال آں کہ اِس طرح خواہش اور مطالبہ کے بعد اگر کتاب پڑھانے کو مل بھی جائے تو اُس کے پڑھانے میں برکت نہیں ہوتی اور جو فیض ہونا چاہیے وہ نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ کی نُصرت اُٹھ جاتی ہے، البتہ اگر بڑے فیصلہ کردیں اور بڑے ہی کوئی کتاب دیں تو پھر کوئی مضائقہ نہیں۔ پھر اُس کے پڑھانے کی برکت ہی کچھ اور ہوتی ہے لیکن اپنی طرف سے چاہت نہیں ہونی چاہیے۔ (۱۹، ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ)

مدرّسین کی رِیاکاری اور دل کا چور

فرمایا: آج کل بڑی کتابوں کے پڑھانے پر فخر کیا جاتا ہے اور مدرّسین میں عام طور پر رِیا کاری پائی جاتی ہے۔ اگر کوئی اُن سے پوچھے کہ: کیا پڑھاتے ہو تو؟ سب سے پہلے بڑی کتاب کا نام لیں گے، چھوٹی کتابوں کا یا تو نام ہی نہ لیں گے یا سب سے اَخیر میں لیں گے۔ بڑے بڑے لوگ اِس مَرض میں مبتلا ہیں۔ بس! اِسی کی تمنا رہتی ہے کہ: بڑی کتابیں پڑھانے کو مل جائیں، یہ رِیاکاری نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا اِس کو اِخلاص کہا جائے گا؟

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا اِرشاد

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: میں تو دِین کے کام کے لیے حاضر ہوں خواہ مجھ سے کوئی "قاعدہ بغدادی" پڑھوالے خواہ "بخاری شریف" پڑھوالے، مقصود تو دِین کی خدمت کرنا ہے۔

فرمایا: بہت سے "قاعدہ بغدادی" پڑھانے والے کل قیامت کے رُوز اِمام بنے ہوں گے۔ آگے آگے چل رہے ہوں گے، "بخاری شریف" پڑھانے والے اُن کے پیچھے پیچھے ہوں گے، کتنے حدیث پڑھانے والے ایسے ہوں گے جو کل پریشان ہوں گے اور ناظرہ پڑھانے والوں کا دامن پکڑ رہے ہوں گے، اَصل چیز تو اِخلاص ہے۔ سچ کہتا ہوں کہ: اِخلاص کی بناء پر "قاعدہ بغدادی" پڑھانے والا "بخاری شریف" پڑھانے والوں سے بھی بڑھ سکتا ہے۔

کسی علاقہ میں لوگ اَن پڑھ ہیں، کچھ جانتے ہی نہیں، کلمہ تک سے ناواقف ہیں تو ایسی جگہ کتاب اور اِستعداد کو دیکھا جائے گا یا اُن کے دِین کو بچانے کے لیے اَلِف، بَاء، تَاء شروع کیا جائے گا۔

کام کی ترتیب

ہر شخص کو چاہیے جہاں وہ رہتا ہے اپنے علاقہ کے حالات دیکھے کہ: وہاں کس کام کی ضرورت ہے؟ اُسی کے مطابق کام شروع کردینا چاہیے۔ ایسے موقع پر کتاب و اِستعداد کو نہیں دیکھنا چاہیے، اللہ تعالیٰ خود راہیں کھولتا ہے اور وہیں بیٹھے بیٹھے کتابیں پڑھانے کی بھی توفیق ہوجاتی ہے اور پھر اُس پڑھانے کی خیر و برکت کچھ اور ہی ہوتی ہے۔ (ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ)

محض علم حاصل کرنے سے کچھ نہیں ہوتا اَصل چیز تَعلُّق مَعَ اللہ ہے ایک اِہم نصیحت ہر شخص کے لیے

طلباء سے فرمایا: جو بھی کام کرو پہلے سوچ لُو کہ: یہ کام اللہ تعالیٰ کی مَرضی کے مطابق ہے یا نہیں؟ وہ اِس کام سے خوش ہوگا یا ناراض؟ اور ہمارے اِس عمل سے کسی کو تکلیف تو نہ ہوگی۔ دوسروں کی تکلیف کا بہت خیال رکھا کرو۔ عشاء کے بعد عام طور پر لوگ زُور سے دیر تک باتیں کیا کرتے ہیں جس کی وجہ سے سُونے والوں کی نیند خراب ہوتی ہے یہ بھی تکلیف کی بات ہے اِس سے بھی اِحتیاط کرنی چاہیے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ: کمرہ میں لڑکے سُو رہے ہیں اور ایک لڑکا زُور سے رات کو قرآن کی تلاوت کرتا ہے جس سے سب کی نیند خراب ہوتی ہے، یہ بھی تکلیف کی بات ہے۔ تھوڑی سی پریشانی بَرداشت کرکے دوسری جگہ تلاوت کرلے اِس میں کیا نقصان ہے؟ دوسروں کی تکلیف کا ذریعہ تو نہ بنو، ہر وہ بات اور ہر وہ عمل جس سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہو اُس سے بچنے کی کوشش کرو۔

تم لوگوں کے کمروں کے سامنے گندگی اور کوڑا پڑا رہتا ہے، اِس سے بھی گزرنے والوں کو تکلیف ہوتی ہے، اِس لیے کمرہ کے سامنے کے حصہ کو بھی صاف رکھنا چاہیے، اگر بُری باتوں سے پرہیز کرنے کے ساتھ علمِ دِین حاصل کروگے تو اُس علم کا اَثر کچھ اور ہی ہوگا، قلب میں نور پیدا ہوگا، رُوحانی ترقی ہوگی ورنہ صرف علم حاصل کرنے سے کچھ نہیں ہوتا، اَصل چیز تو اللہ تعالیٰ سے صحیح تعلّق قائم ہونا اور اُس کی رضا مندی حاصل کرنا ہے اور خالق سے صحیح تعلّق ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ مخلوق سے صحیح تعلّق نہ ہو اور دوسروں کو تکلیف پہنچا کر یا دوسروں کی تکلیف کا ذریعہ بن کر مخلوق سے کس طرح صحیح تعلّق قائم رِہ سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ کے یہاں خلوص کی قدر ہے

فرمایا: اگر اِخلاص کے ساتھ کوئی علم حاصل کرتا ہے تو "بخاری اور جلالین شریف" وہ پڑھائے یا نہ پڑھائے، اللہ تعالیٰ دِین کا کام اُس سے ضرور لے گا۔ دِین کا کام بڑی کتابوں کے پڑھانے پر موقوف نہیں۔ قیامت کے رُوز اللہ یہ نہ پوچھے گا کہ: "بخاری شریف" پڑھائی تھی یا نہیں؟ بل کہ وہاں تو یہ دیکھا جائے گا کہ: کس نے اِخلاص سے دِین کی خدمت کی؟ کتنے محدث "بخاری اور جلالین" پڑھانے والے ایسے ہوں گے جو کل قیامت کے رُوز "ناظرہ اور قاعدہ بغدادی" پڑھانے والوں کا دامن پکڑ رہے ہوں گے کہ: ہمارے لیے سفارش کردُو۔ اُن کی سفارش سے اُن کا بیڑہ پار ہوگا۔ (۱۴۰۵ھ)

تکبر کے ہوتے ہوئے آدمی میں کوئی کمال نہیں

فرمایا: تکبر کے ہوتے ہوئے اِنسان میں کوئی خوبی نہیں، کسی کی اِستعداد اَچھی ہو، کتابیں اَچھی طرح پڑھالیتا ہو اِس سے کیا ہوتا ہے؟ جب تک اُس کے اَندر تکبر موجود ہے سب اُس کے لیے بے کار ہے۔ مگر اَفسوس کہ! دِینی مدارس میں اِس کی طرف سے بڑی غفلت ہورہی ہے، کوئی رُوک ٹوک نہیں، اِصلاح کی کوئی کوشش نہیں، اِس کی طرف کوئی توجہ بھی نہیں دلاتا۔ یہی وجہ ہے کہ: یہ مَرض کم وبیش ہر ایک میں پایا جاتا ہے، ہر طرف تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ ایسے لوگ جہاں بھی جاتے ہیں فتنہ برپا کرتے ہیں، جس مدرسہ میں پہنچے فساد شروع ہوگیا، مدرسہ کو برباد کر کے رکھ دیتے ہیں، سارے رَذائل موجود، تکبر موجود اور بن گئے "شیخ الحدیث، شیخ التفسیر،" حدیث پڑھائیں گے تو لمبی چوڑی تقریر کریں گے، اَقوال بیان کریں گے لیکن عمل سے بالکل کورے۔ اِسی وجہ سے مدارس سے خیر اُٹھتی چلی جارہی ہے، فساد بڑھتا جارہا ہے کیوں کہ اِہلیت ہے نہیں اور منصب سنبھال لیا اور تکبر کے ہوتے ہوئے اِہلیت کیسے ہوسکتی ہے؟ حدیث شریف میں ہے:

اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَھْلِہٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَۃَ۔ (صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من سئل علما وھو مشتغل فی حدیثہ، ج۱، ص۱۴، طبع یادگار شیخ، کراچی)

جب معاملہ کسی نااِہل کے سُپرد کردیا جائے تو قیامت کا اِنتظار کرو۔ (۱۴۰۵ھ)

تکبر تمام فساد کی جڑ ہے

فرمایا: تکبر تمام فسادات کی جڑ ہے، جس کے اَندر تکبر ہوتا ہے اُس کی وجہ سے فساد ہی فساد ہوتا ہے اور تکبر بڑی مشکل سے دُور ہوتا ہے، بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں اور اِس میں دھوکہ بہت ہوتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ: میرے اَندر تکبر نہیں ہے حال آں کہ اُس میں تکبر ہوتا ہے بل کہ یہ سمجھنا کہ میں تکبر سے پاک ہوں یہ خود تکبر ہے۔ وہ کسی بزرگ کی جوتیاں سیدھی کرنے، وضو کرانے سے سمجھتا ہے کہ میں متکبر نہیں ہوں، ظاہری تواضع برتنے سے خیال کر لیتا ہے کہ: میرا تکبر ختم ہو گیا حال آں کہ ابھی تکبر موجود ہوتا ہے۔ یہ بڑی مشکل سے جاتا ہے اور جس کے اَندر سے واقعی تکبر زائل ہو گیا پھر ایسے شخص میں خیر ہی خیر ہے، وہ کہیں بھی جائے گا اُس کی وجہ سے فساد نہیں بل کہ اِصلاح کے دروازے کھلیں گے، وہ اِس کو پسند ہی نہ کرے گا کہ: میری وجہ سے فساد ہو، وہ سب کچھ بَرداشت کر لے گا لیکن فساد کو بَرداشت نہیں کرے گا۔

تکبر کا مَرض عام طور پر لوگوں میں پایا جاتا ہے، خانقاہ میں رہنے والوں اور بزرگوں کی خدمت کرنے والوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ: ہم تو حضرت کے خادم ہیں، جلوت خلوت میں ساتھ ہیں، وضو کراتے ہیں، پیر دباتے ہیں، مقرب ہیں، لیکن تکبر کا ناسور اُن میں ہوتا ہے جو اَندر ہی اُن کو تباہ کرتا رہتا ہے۔ محض خانقاہوں میں رہنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک کہ آدمی خود اپنی اِصلاح کی کوشش نہ کرے اور بعض خدام نہ معلوم اپنے کو کیا سمجھنے لگتے ہیں؟!! ایسی دِل خراش بات کرنے لگتے ہیں کہ: اللہ کی پناہ! سیدھے منہ اُن کو بات کرنا ہی نہیں آتی۔ یہ اِسی تکبر کا نتیجہ ہے، اُن کا تکبر بڑھتا رہتا ہے اور اِزالہ کی فکر نہیں ہوتی۔ وہ سمجھتے ہیں کہ: ہم اِیسے بڑے شیخ کے مقرب ہیں کہ اب اِصلاح کی کیا ضرورت ہے؟

تکبر کے علاج اور قلب کی صفائی کی ضرورت

فرمایا: یہ صحیح ہے کہ: بعض اَمراض غیر اِختیاری طور پر پیدا ہو جاتے ہیں لیکن مَرض کا علم ہو جانے کے بعد اُس کا علاج بھی تو کرنا چاہیے، تکبر اگر پیدا ہو جاتا ہے تو اُس کا بھی علاج ہے۔ کیا جسمانی اَمراض مثلاً بخار کا علاج ہو سکتا ہے اور تکبر کا نہیں ہو سکتا؟ اگر ظاہر کو صاف کیا جائے تو

وہ صاف ہو جاتا ہے، باطن اگر صاف کیا جائے تو کیوں صاف نہ ہوگا؟ جھاڑوں سے اگر صحن صاف کیا جائے تو صاف ہو جاتا ہے، کپڑا اگر گندہ ہو جائے تو صابن سے صاف ہو جاتا ہے۔ کیا قلب ہی ایک ایسا ہے کہ جو صاف کرنے سے صاف نہیں ہوگا؟ ہرگز نہیں! لیکن کوئی ہو تو صفائی کرنے والا؟!! عجیب بات ہے کہ! جتنا زیادہ علم بڑھتا جاتا ہے اُتنی ہی بد اخلاقی بڑھتی جاتی ہے، باطنی اَمراض میں زیادتی ہوتی جاتی ہے۔ اِس کا بھی تو علاج کرنا چاہیے، آج کل اِس کی طرف توجہ نہیں اِسی لیے محرومی ہی محرومی ہے، جدھر دیکھو تاریکی ہی تاریکی ہے۔ ہمیشہ یاد رکھو کہ! کبھی اپنے آپ کو کسی سے اَچھا نہ سمجھو، کسی کا حال کچھ معلوم نہیں کہ کیا ہونے اور کیا بننے والا ہے؟ (۱۴۰۵ھ)

حضرت مولانا رشید اَحمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا حال صبر و تحمل اور تواضع کی ترغیب

حضرت مولانا رشید اَحمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مُرید ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا رشید اَحمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس خط لکھا کہ: بہت عرصہ سے حالات کی اِطلاع نہیں ملی۔

حضرت مولانا رشید اَحمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ: میرے اور تو کچھ حالات نہیں، حضرت کی دعا کی برکت سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! یہ بات حاصل ہے کہ: مَادِح وذَام دونوں میرے نزدیک برابر ہیں۔ کوئی تعریف کرے یا بُرائی کرے اُس کا مجھ پر مطلق اَثر نہیں ہوتا، دونوں میرے لیے یکساں ہیں۔ ایسا بھی نہیں کہ اگر کسی نے تعریف کردی تو پھولے نہ سمائے اور یہ بھی نہیں کہ اگر کسی نے بُرائی کردی تو آپے سے باہر ہو گئے۔ جس کو یہ بات حاصل ہو جائے اور جس کا مزاج ایسا بن جائے واقعی بڑی نعمت ہے۔ جس کو یہ حاصل ہو گیا اُسے بہت کچھ حاصل ہو گیا، اِنسان کا اَصلی جوہر یہی ہے۔

آج ہمارا حال یہ ہے کہ: اگر کسی نے تعریف کردی تو پھر دیکھو مارے خوشی کے پھولے نہیں سماتے ہیں اور اگر کسی نے مذمّت کردی تو پھر دیکھو کیسے ہچکولے لیتے ہیں؟ کیسے تیور بدلتے ہیں؟ آنکھیں لال پیلی ہونے لگتی ہیں کہ مجھے ایسا کہہ دیا؟ مجھے سمجھا کیا ہے؟

ارے! اِن باتوں میں کیا رکھا ہے۔ دریا بنو کسی کے کہنے کی فکر نہ کرو، اپنا کام کیے جاؤ کوئی تعریف کرے یا بُرائی کچھ پرواہ نہ کرو، اپنے کام سے کام رکھو، نہ کسی کی تعریف کرنے سے کچھ مل جائے گا اور نہ کسی کی بُرائی کرنے سے تم بُرے ہو جاؤ گے۔ عالی ظرف بنو، دریا اور سمندر بن جاؤ، جس طرح سمندر میں اِینٹ گرے، پتھر گرے، کنکر گرے سب اَندر چلا جاتا ہے اِسی طرح تم کو بھی اگر کوئی کچھ کہے اُس کا کچھ بھی اَثر نہ لو، سب ہضم کر جاؤ، دوسروں کی سخت سست باتوں کو بَرداشت کرنے کی عادت ڈالو۔

حضرت مولانا رشید اَحمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تواضع

فرمایا: حضرت مولانا رشید اَحمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی اَخیر عمر میں بینائی چلی گئی تھی۔ ایک مرتبہ ایک دیہاتی جاہل ایک مسجد میں آیا، حضرت مولانا رشید اَحمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے۔ نماز کے بعد اُس نے بہ آوازِ بلند اِعلان کیا کہ: جی! "وَاج" ہوگا (یعنی وعظ ہوگا) سب لوگ ٹھہر گئے۔ اُس نے وعظ شروع کی اور آیت پڑھی: وَالجُحٰی وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی۔ (اَصل آیت یوں ہے: وَالضُّحٰی o وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی o (سُورَۃُ الضُّحٰی ۱،۲)) اور ترجمہ کیا کہ: اے نفس! تیری یہی سزا ہے۔

حضرت مولانا رشید اَحمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بعد میں اُس سے پوچھا کہ: آپ کی تحصیل یعنی فراغت کہاں سے ہے؟ اُس نے کہا: ہماری تحصیل "ہاپڑ" ہے۔ (جو ایک شہر کا نام ہے۔) وہ سمجھا کہ: تھانہ تحصیل پوچھ رہے ہیں۔ حال آں کہ حضرت مولانا رشید اَحمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ تھا کہ: آپ نے تعلیم کہاں پائی؟ اِس لیے دوبارہ پوچھا کہ: آپ نے کہاں اور کیا پڑھا ہے؟ اُس نے کہا کہ: ہم نے تو "نورنامہ" پڑھا ہے، "ہرنی نامہ" پڑھا ہے۔ (جو ناول نما رسالوں کے نام ہیں) تو کیا جانے اَندھے؟ (یعنی تو کیا جانتا ہے تو تو اَندھا ہے؟) حضرت مولانا رشید اَحمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے خاموشی سے سُنا اور اُس کو کچھ بھی نہیں کہا: بس! یہی تواضع ہے۔ اگر ہم ہوتے تو کیا ہم بھی اِس طرح خاموش رہتے؟ ہرگز نہیں! ہم کو تو اِنتقام لینے کی فکر ہوتی اور یہی تکبر ہے۔ (۱۴۰۵ھ)

تصحیح نیت کی ضرورت اور مدارس میں فساد کا سبب

عشاء کے بعد طلباء سے فرمایا کہ: کسی بھی کام میں جب نیت دُرست نہیں ہوگی تو وہ کام بھی صحیح نہ ہوگا۔ جب نیت میں فساد ہوگا تو عمل میں ضرور فساد ہوگا، اِس عمل سے بجائے صلح کے فساد ہوگا۔

آج کل مدارس میں جو فسادات ہوتے رہتے ہیں اُس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ: لوگوں کی نیتیں صحیح نہیں اِس لیے وہ جو بھی کام کرتے ہیں اُس میں اِختلاف ہی اِختلاف اور فساد ہی فساد ہوتا ہے۔ اِس لیے ہر شخص کو سب سے پہلے اپنی نیت صحیح کرنی چاہیے اور ہر وقت اپنی نیت کا جائزہ لیتے رہنا چاہیے، شیطان نے اِس راہ سے بہتوں کو گمراہ کیا ہے۔

اِطاعت و اِخلاص کی کمی مدارس میں فساد کا سبب ہے

فرمایا: مدارس میں فساد اِس لیے ہوتا ہے کہ: جو طلباء پڑھنے کے لیے آتے ہیں اُن میں اِخلاص نہیں ہوتا اور جو بڑے ہیں اُن میں بھی اِخلاص کی کمی ہے، جو طلباء ابھی پڑھ رہے ہیں اور اُن کی عملی زندگی اب تک دُرست نہیں ہوئی تو آخر کب اُن کی اِصلاح ہوگی؟ طالبِ علمی کے زمانہ میں جو نہیں بنتا وہ آخر تک نہیں بنتا۔ بات نہ ماننے کی جو عادت ہوگئی وہ ہمیشہ رہتی ہے کبھی جاتی نہیں (اِلَّا مَاشَآءَ اللہ) اگر اُس کے باطن میں کوئی رُوگ ہے تو شیخ الحدیث بن جانے کے بعد بھی اُس کا وہ مَرض باقی رہے گا۔ اَصل چیز اِطاعت و فرماں برداری ہے یعنی جس بات کا حکم دیا جائے فوراً اُس کے مطابق عمل کیا جائے، چوں چرا نہ کیا جائے۔ جب یہ بات نہیں ہوتی تب ہی مدارس میں فساد ہوتا ہے۔ (۱۴۰۵ھ)

کس مولوی سے فساد ہوتا ہے؟

عشاء کے بعد کی مجلس میں حضرت ﷫ نے فرمایا کہ: طلباء کو اپنی اِصلاح کی فکر تو ہوتی نہیں۔ بس! یہ فکر رہتی ہے کہ سند مل جائے اور اپنے متعلّق خود ہی یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ: میں محقق ہوں، علامہ ہوں، قطب ہوں، اَبدال ہوں، وقت کا مصلح بھی ہوں حال آں کہ بات ماننے تک کا بھی اُس میں جذبہ نہیں ہے۔ ایسے شخص سے تو بجائے اِصلاح کے فساد ہی فساد ہوتا ہے۔ اگر کسی مدرسہ میں کوئی کتاب بھی پڑھائے گا تو اُس سے بھی فساد ہوگا، وہ بات کرے گا اُس میں بھی فساد ہوگا کیوں کہ خود اُس کے اَندر فساد موجود ہے۔ اِس کے بَرخلاف جس کے اَندر بات ماننے کا جذبہ ہے، وہ نفسانی اور مَن مانی نہیں کرتا، نفس کے خلاف ہو یا موافق ہر حال میں بات مانتا ہے، جو کچھ کہہ دیا جائے عمل کرنے کو تیار رہتا ہے خواہ کوئی دیکھ رہا ہو یا نہیں دیکھ رہا ہو۔ تو ایسا شخص جہاں بھی جائے گا

اُس سے اِصلاح ہوگی، اُس کی ذات سے فساد اور توڑ نہیں ہوتا بل کہ جوڑ ہوتا ہے، اُس کی طبیعت گوارہ ہی نہیں کرتی کہ میری ذات سے کسی کو تکلیف ہو یا میں فساد کا ذریعہ بنوں، وہ سب کچھ گوارہ کرلے گا مگر فتنہ وفساد اُس کو گوارہ نہ ہوگا۔

فرمایا: بہت سے پڑھے لکھے لوگ جن کی اِستعداد بھی پختہ ہے لیکن اُن کے اَعمال صحیح نہیں، اُن کی نیت میں فساد ہے جس کی وجہ سے وہ کسی کام کے نہیں رہتے مارے مارے پھرتے ہیں۔(۱۴۰۵ھ)

مدرسہ میں اِختلاف کی وجہ سے دوسری جگہ جانے کا مشورہ

ایک باصلاحیت عالم صاحب ایک مدرسہ میں مدرّس تھے۔ مدرسہ چوں کہ اِختلاف کا شکار تھا اِس لیے وہ صاحب اُس مدرسہ سے علیحدہ ہوکر دوسرے مدرسہ میں جانا چاہتے تھے۔ اِسی سلسلہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تشریف لائے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر وہ مدرسہ چھوڑنا ہی ہے تو اب علاقہ میں کام کرو علاقہ میں کام کی ضرورت ہے۔ ضمناً یہ بھی فرمایا کہ: جس مدرسہ میں آپ جانا چاہتے ہیں وہاں بھی کون سے بہت اَچھے حالات ہیں؟ آج تو وہ صاحب اِصرار سے بلا رہے ہیں آئندہ نہ معلوم کیسے حالات ہوں؟ اُن کا مزاج تو معلوم ہی ہے کہ: فلاں مدرسہ میں اِختلاف ہوا اور وہ اُس میں پورے طور پر دخیل تھے۔ اُن سے کس نے کہا تھا کہ: آپ اُس میں دخل دیں؟ اپنے مدرسہ کی فکر کریں! بلاوجہ درمیان میں پڑ کر فتنہ کھڑا کردیا۔ حق وباطل اپنی جگہ پر لیکن اِختلاف کی وجہ سے کسی کو بھی ذلیل اور اُس کی توہین کرنا بالکل ناجائز حرام ہے۔ پھر کسی عالم و مفتی کی توہین اور بڑا گناہ ہے۔ اِس لیے اُس مدرسہ میں جانے کی رائے نہیں دوں گا۔ جب تک ہیں وہیں کام کیجیے ورنہ علاقہ میں آکر کام کیجیے۔ وہاں کے لوگ آئے تھے اور مجھ سے بہت اِصرار کررہے تھے اور مجھے تو خود آپ کی ضرورت ہے، میں آپ کو اپنے مدرسہ میں رکھنا چاہتا ہوں لیکن ضرورت آپ کے علاقہ میں زیادہ ہے۔ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۔۔۔ الآیۃ (سُوْرَۃُ الْحَشر ۹) (یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان اور اہلِ اِیمان کی علامت میں بیان کیا گیا ہے کہ: اگرچہ خود اُن کو ضرورت ہو لیکن وہ اِیثار سے کام لیتے ہیں۔) اِس میں صرف کھانا پینا ہی مُراد نہیں اور بھی صورتیں داخل ہیں۔ یہ صورت بھی اِس میں داخل ہے کہ: خود مجھ کو





ضرورت ہے لیکن اِیثار کر رہا ہوں۔ اَحقر نے عرض کیا کہ: حضرت! قربات میں اِیثار کرنے کو فقہاء نے منع فرمایا ہے۔ "الاشباہ" وغیرہ میں اِس کی تصریح موجود ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ قربات میں اِیثار نہیں بل کہ اَسبابِ قربات میں اِیثار ہے اِس کی اِجازت ہے۔

نہ دوسروں سے بدگمانی کرے نہ بدگمانی کا موقع دے

فرمایا: ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں اِعتکاف فرمایا۔ ملاقات کے لیے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں، تھوڑی دیر بات چیت کی اور واپس جانے لگیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: جلدی نہ کرو دَروازہ تک میں ساتھ چلتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دَروازہ تک بھیجنے گئے۔ سامنے دیکھا دُو صحابہ کرام رضی اللہ عنہما نظر آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو بلایا اور اِرشاد فرمایا کہ: یہ صفیہ ہیں کوئی اور نہیں۔ اُن صحابہ کرام رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بارے میں کوئی غلط گمان کر سکتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: موقع تو ایسا ہے شیطان اِنسان کے جسم میں اِس طرح دُوڑتا ہے جس طرح خون رَگوں میں چلتا ہے۔ مجھے اَندیشہ ہوا کہ: تمہارے دل میں شیطان وساوس نہ پیدا کر دے۔ (صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب حل یخرج المعتکف لحوائجہ الی باب المسجد، ج ۱ ص ۲۷۲، طبع یادگار شیخ، کراچی)

اِس حدیث کے تحت حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اِرشاد فرمایا کہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہما نے بڑے تعجب سے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر کیسے کوئی گمان کر سکتا ہے؟ مسلمان کے ساتھ تو بدگمانی کرنا جائز نہیں۔ نبی اور پیغمبر کے ساتھ اگر کوئی بدگمانی کرے تو وہ مسلمان نہ رہے گا خواہ کتنے ہی حج کرے، نمازیں پڑھے، زکوٰۃ دے، کچھ بھی کرے جب نبی کے ساتھ بدگمانی ہے تو وہ مسلمان نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ: ٹھیک ہے! لیکن موقع تو بدگمانی کا ہے۔ اُمّت کو سبق سکھلانے کے واسطے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ: اِس قِسم کا موقع آئے تو بدگمانی دُور کر دینی چاہیے۔

دوسروں کے لیے حکم تو یہی ہے کہ: کسی سے بدگمانی نہ کریں اور خود کے لیے حکم ہے کہ: بدگمانی والا کام نہ کرے اور اگر ایسا کوئی موقع آئے تو صاف کہہ دے کہ: یہ حقیقت ہے تاکہ لوگوں کو غلط فہمی نہ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے طرزِ عمل سے یہی سکھلایا ہے ایسا کوئی کام جس سے دوسروں کو بدگمانی ہو سکتی ہو بتلا دینا چاہیے۔ مثال کے طور پر مدرسہ کا ذمہ دار ہے اُس نے لوگوں کی دعوت کی

یا اُس کے دسترخوان میں قِسم قِسم کے کھانے ہیں۔ بدگمانی ہوسکتی ہے مولویوں کی اِتنی قلیل تنخواہ اور اِس قدر کہاں سے خرچ کررہے ہیں؟ کاروں میں گھوم رہے ہیں، عالی شان بلڈنگ میں رِہ رہے ہیں۔ جب بدگمانی کا موقع ہو تو کہہ دے کہ: فلاں نے دعوت کی تھی یا فلاں نے اِنتظام کیا ہے۔ گاڑی میری نہیں ہے فلاں کی ہے سفر میں کر رہا ہوں۔ فرسٹ کلاس، ائیر کنڈیشن کا ٹکٹ فلاں نے بنوادیا۔ اگر اِس قِسم کی کسی کی بدگمانی کا خطرہ ہو اُس کو واضح کردینا چاہیے۔

عورتوں کو بے پردگی سے بچانے کا اِہتمام

دوسری بات اِس سے یہ بھی معلوم ہوئی کہ: حَتَّی الْاِمْکَان عورتوں کو تنہاء نہیں چھوڑنا چاہیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جہاں تک پہنچا سکتے تھے خود پہنچانے گئے۔ عورتوں کا تنہاء سفر کرنا ممنوع ہے۔ محرم کے بغیر عورت سفر نہیں کرسکتی، حج جیسی عبادت بھی عورت تنہاء نہیں کرسکتی جب تک کہ ساتھ میں اُس کا کوئی محرم نہ ہو اور آج ہمارا سفرِ حج تو میلہ ہوتا ہے، تفریح کے لیے حج کرتے ہیں، حج میں بے پردگی ہوتی ہے۔ جتنی بے پردگی حج کے موسم میں ہماری غفلت کی وجہ سے ہوتی ہے دوسرے موقع میں کم ہوتی ہے۔ بے پردگی بے حیائی کا دَور ہے، گرمیوں کی چھٹیوں میں عورتیں سیر و تفریح کرنے جاتی ہیں، محرم مَرد کے بغیر سفر کرتی ہیں۔ شریعت نے اِس سے منع کیا ہے۔ عورت کو تنہاء سفر نہیں کرنا چاہیے، ساتھ میں یا تو اُس کا شوہر ہو یا محرم مَرد ہو۔ (۱۴۱۸ھ)

کِبر وعُجب کا علاج

عرضِ حال: ایک صاحب نے تحریر فرمایا کہ: میں اپنے اندر کِبر وعُجب پاتا ہوں اِس کا علاج تحریر فرمائیں۔

ارشاد: حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب تحریر فرمایا: آپ کے حالات سے آگاہی ہوئی۔ جب اپنی بڑائی کا تصور ذہن میں آئے تو اپنی کمزوریوں پر نظر رکھیں اور اپنے اکابر کے حالات دیکھتے رہیں اِنْ شَآءَ اللّٰہ یہ مَرَض دُور ہوجائے گا۔

(علمی واصلاحی ملفوظات ومکتوبات، چوتھا باب (باطنی امراض اور رذائل)، ص ۵۷، طبع مکتبہ دارالعلوم صدیقیہ، کراچی)

نواں باب (شوریٰ اور اُس کے متعلقات)

شوریٰ سے متعلق

بعض مدارس کی شوریٰ کی ممبری میں حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کا بھی نام تھا۔ حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ شرکت بھی فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ: مدارس میں شوریٰ کیا ہوتی ہے؟ آپ بیتی سنانے بیٹھ جاتے ہیں۔ کوئی اپنے سفر کی تفصیل سناتا ہے کہ: فلاں جگہ میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا، پھر ایسا ہوا تو میں نے یوں کیا۔ دوسرا بھی سناتا ہے کہ: جی مولانا! ایک مرتبہ میرے ساتھ بھی ایسا واقعہ پیش آیا تھا۔ شوریٰ کے اِجلاس میں موضوع سے ہٹ کر خارجی باتیں ہونے لگتی ہیں، ہر شخص کے ساتھ ایک خادم ہے، چائے کا دَور چلتا ہے، باتوں باتوں میں سارا وقت چلا جاتا ہے۔ دوسرے وقت کی نشست میں آدھے لوگ آتے ہی نہیں، کوئی دَرد کا، کوئی تکان اور طبیعت کی ناسازی کا بہانہ کرتا ہے بمشکل آدھے لوگ شریک ہوتے ہیں۔ گفتگو شروع ہوتی ہے پھر طے ہوتا ہے کہ: دوسرے رُوز بحث ہوگی۔ دُو گھنٹہ کی شوریٰ میں کئی رُوز لگ جاتے ہیں۔ آرام سے آتے ہیں نہ مدرسہ کے حالات کا جائزہ لیتے ہیں کہ: تعلیم کیسی ہو رہی ہے؟ طلباء کی علمی اَخلاقی حالت کیسی ہے؟ کچھ نہیں، بس! رَسمی طور پر لوگ جمع ہو جاتے ہیں، رَسمی کارروائی ہو جاتی ہے۔ شوریٰ کے ممبران کی کچھ ذمہ داریاں بھی تو ہوتی ہیں؟!! اگر مدرسہ میں علمی یا عملی اِنحطاط ہے تو کیوں؟ اِس کے اَسباب کیا ہیں؟ اِس پر غور کریں۔ باہم اِختلاف ہے، آپس میں کشیدگی ہے تو اُس کے اَسباب پر غور کر کے اِصلاح کی کوشش کریں۔ ہوتا یہ ہے کہ: فریقین میں سے ہم خود کسی ایک کے فریق بن جاتے ہیں۔ ارے! اِتحاد اِتفاق کی کوشش کرو، کوشش کرنا اپنا کام ہے ناکامی کی صورت میں کسی کے فریق کیوں بن جائیں؟

ایک مدرسہ کی شوریٰ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ: میں بھی اُس کا ممبر تھا، مدرسہ میں اِختلاف ہوا، مدرسہ کے دو ٹکڑے ہوئے۔ میں نے ایک رائے پیش کی تھی کہ: فریقین مصالحت کر لیں اور باہم صلح کر کے اِتحاد و اِتفاق کے ساتھ دونوں فریق مل کر مدرسہ چلائیں اور اگر ساتھ ہو کر مدرسہ چلانے کی صلاحیت نہیں تو دونوں حضرات مدرسہ چھوڑ دیں۔ اِنصاف کی بات ہے۔ مدرسہ قوم کی

امانت ہے جب آپ حضرات دونوں مل کر نہیں چلا سکتے تو دونوں لوگ مدرسہ چھوڑ دیں دوسرے حضرات مدرسہ کا نظم دیکھیں۔ یہ رائے میں نے دوسرے ممبران کی خدمت میں فرداً فرداً پیش کی سب نے تائید کی اور یہی کہا کہ: مولانا! آپ آگے ہوئیے اِقدام کیجیے ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ میں نے کہا کہ: اگر میں اِس قابل ہوتا تو بڑوں سے کیوں عرض کرتا؟ اِسی لیے تو میں نے آپ حضرات سے عرض کیا۔

اِسی ضمن میں فرمایا کہ: مجھے "ندوۃ العلماء، لکھنؤ" کی شوریٰ بہت پسند آئی کوئی خارجی بات نہیں ہوتی۔ ساری باتیں پہلے سے لکھ لی جاتی ہیں اور شوریٰ میں سنادی جاتی ہیں، اِس پر کسی کو کوئی اِعتراض کرنا ہو، کچھ کہنا ہو، سننا ہو اُس کا موقع دیا جاتا ہے ورنہ تجویز پاس ہو جاتی ہے۔ دو گھنٹہ میں پوری شوریٰ ہو جاتی ہے۔

اِختلاف کے بعد بھی ایک دوسرے کا اِحترام ہونا چاہیے

فرمایا: اِختلاف کے بعد تو اللہ ہی بچائے! اِنسانی اِحترام بھی دل میں باقی نہیں رہتا۔ اِسلام نے اِنسان ہونے کی وجہ سے جو حقوق مقرر کیے ہیں وہ کم نہیں ہیں۔ اِنسانی اُخوّت بہت بڑی چیز ہے لیکن اِختلاف کے بعد اِنسانیت کی بناء پر جو اِحترام ہونا چاہیے وہ بھی نہیں ہو پاتا۔ اور اِس سے آگے بڑھ کر اِسلام اور مسلمان ہونے کی وجہ سے جو حقوق عائد ہوتے ہیں اُن کو کہاں ادا کرے گا؟ پھر اہلِ علم کے حقوق اور بھی بڑھ جاتے ہیں۔ حقوق تو درجہ بدرجہ بڑھتے رہتے ہیں۔ اِختلاف ہونے کے وقت کیا اِن حقوق کا لحاظ ہوتا ہے؟ کوئی بیمار ہوتا ہے تو کیا اُس کی عیادت کی جاتی ہے؟ اِختلاف ہونا کوئی ایسی بات نہیں لیکن اِختلاف اپنی حُدود کے اَندر رہ کر ہونا چاہیے۔

مدرسہ کے معاملات میں نہایت اِحتیاط و تحقیق کے بعد رائے قائم کرنی چاہیے

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ نگرانی بہت سے مدارس چل رہے تھے۔ ایک مدرسہ کے دفتر کے ملازم نے کسی صاحب سے اِس بات کا اِظہار کیا کہ: اب میں مستعفی ہونا چاہتا ہوں اور اُس کی مختلف وُجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی بیان کی کہ: ملازمین میں سے بعض لوگ بڑی خیانت کرتے ہیں، ہاتھی کے ہاتھی ہضم کر لیتے ہیں گویا "غَبَن" کے مرتکب ہیں۔ کسی طرح اِس کی اِطلاع حضرت رحمۃ اللہ علیہ

کو بھی پہنچ گئی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر ایسی کوئی بات ہے تو خفیہ طور پر اُن کو مجھ سے کہنی چاہیے تھی میں تحقیق کرتا۔ میں نے تو کئی مرتبہ اُن کو آزمایا مجھ کو تو آج تک کوئی ایسی پکڑ کی بات نہیں ملی؟ اِس طرح میں کیسے کسی سے بدگمان ہو جاؤں؟ کوئی بات ہو تو مدرسہ کے ذمہ دار سے شکایت کرے، یہ تو مدرسہ کا اور دیانت داری کا مسئلہ ہے مجھے تو کچھ علم نہیں میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اگر واقعی کوئی ایسی بات ہے اور وہ نہ کہیں گے تو عِنْدَ اللہ گنہگار ہوں گے۔ بغیر تحقیق کے کیسے کوئی حکم لگایا جا سکتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو زمانہ خَیْرُ الْقُرُوْن کا ہے اُس وقت حکم فرمایا گیا تھا: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا ۔۔۔ الآیۃ (سُوْرَۃُ الْحُجُرٰت: ٦) کوئی معاملہ پیش آئے پہلے اُس کی تحقیق کر لو بغیر تحقیق کے کوئی رَائے قائم کرنا یا کوئی فیصلہ کرنا صحیح نہیں۔ اِن صاحب نے تو مجھے فکر میں ڈال دیا ہے۔ (صدیق احمد)[1]

مدارس کے اِختلاف اور فتنوں سے بچنے کا طریقہ

۷ رمضان ۱۴۱۷ھ کو سحری کے وقت بعض مدرسوں کے اِختلافات کا ذکر کرتے ہوئے بہت اَفسوس کے ساتھ فرمایا کہ: ہر جگہ اِختلاف ہے کس کے بارے میں کیا کہا جائے؟ ایک بڑے مدرسہ کے بعض ذمہ دَاروں کی بابت بغیر کسی کا نام لیے فرمایا کہ: سب ذاتی اور نفسانی اِختلاف ہے۔

ایک اور مدرسہ کے اِختلاف کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: ایک صاحب دِین کے بڑے ٹھیکے دار بنتے ہیں، بڑا دِین کا کام کر رہے ہیں اور ہزاروں کی رَقم دَبائے بیٹھے ہیں اور مدرسہ والے بیچ میں مجھ کو ڈال کر نرمی سے غلط فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں۔ میں نے طے کر لیا کہ: اب اُس علاقہ کا سفر ہی نہ کروں گا حال آں کہ رمضان میں وہاں جانے کا معمول تھا۔ چناں چہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں کا سفر بالکل موقوف کر دیا۔ اور فرمایا کہ: شیطان کم بخت ہر جگہ گھسا ہوا ہے کسی کے بارے میں نہیں کہا جا سکتا کب فتنہ کا شکار ہو جائے اور شیطان اُس کو آلہ کار بنا لے؟!! دِینی مدارس تو اب فتنوں کی آماج گاہ بنے ہوئے ہیں۔ اَچھے خاصے پڑھے لکھے دِین دار لوگ بھی اُس میں محض ذاتی نفسانی اِختلاف کی بناء پر مبتلا ہو گئے۔ اُسی مدرسہ کے ایک ذمہ دار صاحب خود یہاں آئے تھے اور تنہائی میں مجھ سے رُو کر کہہ رہے تھے: مولانا! وَاللہ! یہ سب ذاتی اِختلاف کی بناء پر ہو رہا ہے خدا کے واسطے بیچ میں پڑ کر سب ختم کرا دیجیے۔

---

[1] اس ملفوظ پر نظرِ ثانی کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دستخط بھی کر دیے تھے۔

تم کو سب اِس لیے سُنا رہا ہوں کہ: اِن سب باتوں سے بچنے کی ضرورت ہے۔ شیطان ہر جگہ گھسنے کی کوشش کرتا ہے، خون کی طرح سرایت کیے ہوئے ہے، اِس طرح فتنہ میں مبتلا کر دیتا ہے کہ آدمی کو اِحساس تک نہیں ہوتا اور سارا دِین برباد کر کے رکھ دیتا ہے اور جانتے بُوجھتے ہوئے کون اپنا دِین اِیمان برباد کرے گا؟ لیکن شیطان اِس طرح سجھاتا ہے کہ: اِتنا سوچنے کا موقع ہی نہیں دیتا وہ تو اپنے کو حق پَرست سمجھتا ہے، بڑے سے بڑا اِقدام کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں صحیح کر رہا ہوں اور کرتا ہے ذاتی اِختلاف کی بناء پر۔ ساری خرابی اِسی کی ہے کہ: ہر شخص اپنے کو بڑا اور اَچھا سمجھتا ہے، اپنے عیوب پر نظر نہیں دوسروں کی فکر اور دوسروں کے عیوب پر نظر رہتی ہے۔ یہ نفسانی اِختلاف کی بناء پر ہی ہوتا ہے پھر بُول چال، سلام کلام سب بند۔

بڑا نازک دَور ہے، لگتا ہے کہ: وہ زمانہ قریب ہے کہ: آدمی تمنا کرے گا کہ کاش! میں یہ وقت آنے سے پہلے دُنیا سے رُخصت ہو چکا ہوتا۔ فتنوں سے وہی محفوظ رہے گا جو اپنے اِیمان کو بچا کر پہاڑوں میں جا کر رہے۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ: کب کس سے کون سا فتنہ ہو جائے؟ اَچھے اَچھے لوگ جن کے بارے میں گمان نہیں کیا جا سکتا تھا، اِتنا دِین کا کام کرنے والے جب وہ اِس میں مبتلا ہو گئے تو ہم لوگ کیوں نہیں مبتلا ہو سکتے؟

اَحقر نے عرض کیا کہ: حضرت! اِن فتنوں سے بچنے کی کیا صورت ہے؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: بس! اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا رہے اور قدم پھونک پھونک کر رکھے، اپنے کو دیکھے اپنے عیوب پر نظر کرے۔ جو بات زبان سے نکالے پہلے سُوچ لے کہ: یہ بات کہنے کی ہے یا نہیں؟ اِس سے فتنہ تو نہیں پیدا ہوگا؟ اُس پر غور کرے کہ: کیا کہنا ہے اور کیا کرنا ہے؟ اِحتیاط سے کام لے، اللہ سے دعا کرتا رہے، اگر واقعی بچنا چاہے گا تو اللہ مدد کرے گا۔ ایسا نہیں کہ: جو بچنا چاہے اللہ اُس کو بچائے گا نہیں۔ اللہ کا وعدہ ہے: وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ٥ (سُوْرَةُ الطَّلَاق، ۲) واقعی جو بچنا چاہے گا اللہ اُس کے لیے راستہ نکالے گا۔ غیب سے اِنتظام کرے گا خلوص شرط ہے، اِخلاص ہے تو اِنْ شَآءَ اللہ محفوظ رہے گا۔ سارا اِختلاف اِسی کا ہے کہ آج خلوص نہیں، جب خلوص نہیں ہوتا، نفسانی ذاتی اِختلاف ہوتا ہے اُسی وقت فساد ہوتا ہے۔ اللہ حفاظت فرمائے۔ (آمِین)

ایک مدرسہ کا اِختلاف اور حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایات

مدارس میں جو اِختلافات ہوتے ہیں عموماً دُو قِسم کے ہوتے ہیں:

① مالیات کی وجہ سے اِختلاف ہوتا ہے۔

② اِنتظامی اُمور میں بد نظمی کی وجہ سے اِختلاف ہوتا ہے۔

اِرشاد: حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ سَرپرستی چلنے والا ایک مدرسہ ایک عرصہ سے طرح طرح کے اِختلافات اور بد نظمی کا بُری طرح شکار تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُس مدرسہ کے حالات کے مطابق اہلِ مدرسہ کے لیے مندرجہ ذیل خط تحریر فرمایا:

بخدمت جمیع مدرّسین و ملازمین مدرسہ بتوسط مہتمم صاحب مُدَّظِلُّہُ الْعَالِی

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُه!

چند باتیں ذہن میں آئی ہیں وہ تحریر کر رہا ہوں اُس میں اِنْ شَآءَ الله مدرسہ کا نظم و نسق دُرست رہے گا اُن کی پابندی سب حضرات کریں۔

① رجسٹر حاضری دفتر میں رہے وقت کی پابندی کے ساتھ سب حضرات دَستخط کیا کریں۔ جو وقت حاضری کا ہے اُس سے دس منٹ قبل مدرسہ کا گھنٹہ بجا دیا جائے اور رجسٹر رکھ دیا جائے۔ دَستخط کے لیے جو وقت مقرر کیا گیا ہے یعنی تعلیم شروع ہونے کا جو وقت ہے اُس سے دس منٹ کے بعد رجسٹر دفتر سے علیحدہ کر کے ناظمِ تعلیمات کے پاس رکھ دیا جائے اور پھر بغیر اِجازت ناظمِ تعلیمات دَستخط نہ کیے جائیں۔ ناظمِ تعلیمات اُس کی اِطلاع مہتمم کو کر دیا کرے کہ: فلاں مدرّس یا ملازم اِتنی تاخیر سے تشریف لائے ہیں۔

② کوئی مدرّس یا ملازم بغیر کسی اِہم ضرورت کے دفتر میں نہ جائے، اگر جانا ہو تو مہتمم کو اِطلاع کر دے کہ: کس مقصد سے جا رہے ہیں؟

③ مدرسہ کے اَوقات میں مدرسہ میں کام کریں کوئی دوسرا کام نہ کریں۔

④ بغیر اِطلاع اور رُخصت کوئی سفر نہ کریں۔

۵ سفر سے تین یوم قبل رُخصت منظور کرائے اگر اَچانک کوئی ضرورت پیش آجائے تو یہ مستثنیٰ ہے۔
۶ مہتمم اور ناظمِ تعلیمات کے مشورہ سے درخواست کی جائے کہ وہ وقتاً فوقتاً تشریف لاکر تعلیمی جائزہ لے لیا کریں۔
۷ طلباء اور مدرّسین کا جو بھی معاملہ ہو اُس کی اِطلاع مہتمم صاحب کو کرنا ضروری ہے خود فیصلہ نہ کیا کریں۔ (اَحقر صدیق اَحمد ۱۴، ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ)

طریقت میں خُودرائی اور اعتراض محرومی کا باعث ہے

عرضِ حال: ایک عالم صاحب جن کا حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاحی تعلق بھی تھا۔ اپنے حالات کے ضمن میں تحریر فرمایا کہ: حضرت کے بتلائے ہوئے ذکر برابر کرتا ہوں، لیکن یہ خیال برابر رہتا ہے کہ یہ اذکار حدیث سے تو ثابت نہیں اور اِس طرح منقول بھی نہیں جس طرح کرنے کا معمول ہے، پھر اذکار غیر منقولہ کو منقولہ پر ترجیح کیوں دی جاتی ہے؟ رہی بات برکت والی تو جو برکت اذکارِ منقولہ میں ہوگی وہ غیر منقولہ میں نہیں ہوسکتی؟ لطائفِ ستّہ وغیرہ جو کتابوں میں لکھے ہیں سب بے سود معلوم ہوتے ہیں۔

اِرشاد: حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُس وقت اُن کی حالت کے پیشِ نظر مندرجہ ذیل جواب تحریر فرمایا: اِس راہ میں تقلید ہی سے کام ہوتا ہے، خودرائی محرومی کا باعث ہوتی ہے، اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک شخص سے فائدہ نہ ہو رہا ہو تو جس کی طرف قلبی میلان ہو اُس سے رجوع کرلیا جائے۔
اِس کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ و برکت سے اُن صاحب کے اشکالات بھی ختم ہوگئے اور اُن کو تسلی ہوگئی کہ یہ بزرگوں کے مُجوزہ اذکار کا بطورِ علاج کے مقرر کیے گئے ہیں ورنہ افضل اور زیادہ باعثِ برکت اذکارِ منقولہ ہی ہیں۔ محض رُسوخ اور دل جمعی و دل بستگی حاصل ہونے کی غرض سے ان کو ترجیح دی گئی ہے۔ کیوں کہ ذکرِ بسیط میں یہ خاصیت پائی جاتی ہے اور ذکرِ مرکب جو ماثور ہیں اُن سے اِس طرح کی یکسوئی نہیں ہو پاتی اِس لیے وقتی طور پر ایک مدّت کے لیے اِس کو اختیار کیا جاتا ہے۔ جیسے حفظ کرنے والا بچہ قرآن کے ایک ہی لفظ کو دس بار رٹتا ہے محض رُسوخ اور پختگی کے لیے حالاں کہ اس طرح یہ بھی ماثور نہیں ہے۔

(علمی و اصلاحی ملفوظات ومکتوبات، پانچواں باب (اذکار و معمولات)، ص ۱۱۰، طبع مکتبہ دارالعلوم صدیقیہ، کراچی)

دسواں باب
(اَساتذہ کا اَدب اور اُن کی خدمت)

اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اَدب

فرمایا: اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کوفہ تشریف لے گئے اور آمِین بِالسِّر کہا (یعنی نماز میں سُوْرَۃُ الْفَاتِحَۃ کے بعد آمِین آہستہ سے کہی) حال آں کہ اُن کا مسلک آمِین بِالْجَہَر (یعنی زور سے آمِین کہنے) کا ہے اور فرمایا کہ: میں ایسے اِمام کے وطن میں ہوں جن کا مسلک آمِین بِالسِّر تھا۔ اِمام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اِس قدر اِحترام اُن کے دل میں تھا۔ جب یہ باتیں اِنسان کے اَندر ہوتی ہیں تب وہ کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے۔

کاغذ کا اَدب و اِحترام

حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ: زمین میں گرے پڑے کاغذوں کے اُٹھا لینے کی تاکید فرماتے تھے۔ خصوصاً اُس میں اگر کوئی عربی یا اُردو کی عبارت یا کوئی دِینی مضمون لکھا ہو۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ: کاغذ کا بھی بہت اِحترام کرنا چاہیے کیوں کہ یہ بھی آلاتِ علم میں سے ہے۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ: ایک شخص کی بخشش صرف اِس بناء پر ہوگئی تھی کہ: اُس نے گرے ہوئے کاغذ کو جس پر "اللہ" لکھا ہوا تھا اَدب کی وجہ سے اُٹھالیا، اِسی پر اللہ نے اُس کی مغفرت فرمادی۔

(البدایۃ والنھایۃ، ثم دخلت سنۃ سبع وعشرین ومائتین، وفیھا بشر الحافی الزاہد المشہور، ج۱۰، ص۲۹۸، طبع دار الفکر، بیروت)

اِسی لیے میں بار بار کہتا ہوں کہ: جہاں کہیں کاغذ پڑا ہو اُس کو اُٹھالو، ڈبے رکھے ہوئے ہیں اُن میں ڈال دیا کرو۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ: بعد میں اُن کو کیا کروں؟ کیا جلا دیا کروں؟ فرمایا: ہاں! جلا دیا کرو۔ البتہ قرآن پاک کی آیتیں وغیرہ ہوں تو اُن کو ایسی جگہ دَفن کر دینا جہاں لوگوں کے پیر نہ پڑتے ہوں بہتر ہے۔ (محرم الحرام ۱۴۰۵ھ)

صفائی کی ضرورت

فرمایا: کتنی غیرت کی بات ہے کہ: راستہ پر سے گذرتے چلے جاتے ہیں اور وہیں کاغذ پڑا ہوا ہے

(ممکن ہے اُس میں اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھا ہو۔) اُس کو اُٹھانے کی توفیق نہیں ہوتی، کچھ تو اِحساس ہونا چاہیے؟!!! اِسی طرح کمروں کے سامنے کوڑا پڑا رہتا ہے، کس قدر گندگی رہتی ہے؟ بعض لوگ صفائی کر کے دوسرے کی جانب کوڑا پھینک دیتے ہیں۔ ایسی صفائی سے کیا فائدہ؟ کوڑے کو کوڑے دَان میں پھینکنا چاہیے۔

آلاتِ علم قلم کاغذ کا اَدب

فرمایا: جس طرح کتابوں کا اَدب کرنا چاہیے، اِسی طرح آلاتِ علم، قلم کاغذ وغیرہ کا بھی اَدب کرنا چاہیے۔ راستہ میں جہاں کہیں کاغذ پڑا ہو (خصوصاً اِحاطۂ مدرسہ میں اور بالخصوص جب کہ: اُس میں کچھ لکھا ہوا ہو۔) اُس کو اُٹھا لینا چاہیے۔ لیکن عجیب بات ہے کہ: اِتنی تنبیہ کرنے کے بعد بھی کسی کو اِس کے اِہتمام کی توفیق نہیں ہوتی، درسگاہ اور مسجد کے راستے سے گزرتے چلے جاتے ہیں، راستہ میں کاغذ پڑا ہے، اِینٹ پڑی ہے، کوڑا پڑا ہوا ہے اور کچھ فکر نہیں۔ صفائی ستھرائی تو مؤمن کے اَوصاف میں سے ہے۔ نہ معلوم یہ گندگی کیسے اَچھی معلوم ہوتی ہے؟ حدیث شریف میں آیا ہے کہ: بہت سے لوگوں کی بخشش صرف اِس وجہ سے ہوجائے گی کہ راستہ سے اُنہوں نے تکلیف دِہ چیز ہٹادی تھی۔ اور اِیذاء صرف اِس سے نہیں ہوتی کہ: راستہ میں کانٹا پڑا ہے، رُوڑا پڑا ہے بل کہ ہر وہ چیزیں جس سے دوسرے کو تکلیف ہو سب اِس میں داخل ہیں، راستہ میں گندگی دیکھ کر مؤمن کو اِیذاء ہوتی ہے وہ بھی اِس میں داخل ہے، اگر تم کو خود کوڑا اُٹھانے کی توفیق نہیں ہوتی تو کم اَز کم ذمہ داروں ہی کو اِطلاع کردو یہ تو اَدنیٰ درجہ کی بات ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ: ایک شخص کی مغفرت صرف اِس بناء پر ہوئی کہ: اُس نے زمین میں ایک کاغذ پڑا ہوا دیکھا جس پر "اللہ" کا نام لکھا ہوا تھا، اُس شخص نے وہ کاغذ ادب وعظمت سے اُٹھایا اور اُس کو چوما اِس عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُس کی مغفرت فرمادی۔ (البدایہ والنھایہ، ثم دخلت سنۃ سبع وعشرین ومائتین، وفیھا بشر الحافی الزاہد المشہور، ج۱۰، ص۲۹۸، طبع دار الفکر، بیروت)

اِس کے بعد بھی اگر ہم کو کاغذ اُٹھانے کی توفیق نہ ہو تو تعجب ہے۔ کیا یہ ثواب کا کام نہیں ہے؟ کیا اِس سے جنّت نہیں ملتی؟ کیا اِس سے مغفرت نہیں ہوتی؟ پھر آخر کیوں یہ کام نہیں کرتے؟!!

اَصل بات یہ ہے کہ: بے فکری کا مَرض عام ہوتا جارہا ہے، آخرت کی فکر نہیں، جنّت کی طلب نہیں ورنہ ایسے کام کیے جاتے جن سے جنّت ملے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ: ایسے شخص پر لعنت ہوتی ہے جو راستے میں ایذا پہنچانے والی چیز ڈال دے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، باب الحاء، بابو طفیل عامر بن واثل عن حذیفہ بن اسید، ج ۳، ص ۱۷۹، طبع ابن تیمیۃ، القاھرۃ) اور صرف اِیذاء کانٹوں ہی سے نہیں ہوتی، راستہ میں کوڑا اگر کٹ ڈالنے سے بھی ہوتی ہے اور ایذاءِ مسلم حرام ہے۔ اِس لیے یہ فعل بھی حرام ہوگا۔ (محرم ۱۴۰۵ھ)

بلا وُضو کتابیں نہیں چھونی چاہئیں
ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں تھانہ بھون جانے کا واقعہ

فرمایا: کتابوں کا بہت اِحترام کرنا چاہیے۔ تفسیر، حدیث، فقہ کی کتابوں کو بلا وُضو نہیں چھونا چاہیے، کوشش کی جائے تو کوئی مشکل نہیں۔

ایک مرتبہ حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ششماہی اِمتحان کے بعد تھانہ بھون جانے کا اِتفاق ہوا۔ حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اِمتحان کے پرچے ساتھ لے لیے کہ راستہ میں دیکھتا رہوں گا۔ اَحقر نے پرچوں کی گڈی پر کپڑے رکھ دیئے۔ حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ٹوکا اور فرمایا: اِس طرح نہیں کیا کرتے؟ یہ اَدب کے خلاف ہے۔ میں نے عرض کیا: حضرت! یہ کتاب تو ہے نہیں پرچے ہیں۔ فرمایا: کتاب تو نہیں ہے لیکن پرچے تو کتاب ہی کے ہیں؟!! اُس وقت مجھے بہت ندامت ہوئی۔ بسا اَوقات کسی ایک جانب اِلتفات نہیں ہوتا لیکن اِلتفات ہو جانے کے بعد تو اِحتیاط کرنی چاہیے۔ کِتاب بمعنی مَکْتُوب کے ہے۔ ہر وہ چیز جو کاپی کاغذ میں یا کتاب میں لکھی ہوئی ہو اُس کا اَدب کرنا چاہیے، اُس پر دوات وغیرہ بھی نہیں رَکھنی چاہیے۔

تفسیر کی کتاب سب سے اُوپر، پھر حدیث کی، پھر فقہ کی کتابیں ہونی چاہئیں اور سب سے بہتر یہ ہے کہ: کتابیں کھڑی رکھی جائیں تا کہ کوئی کتاب کسی کے اُوپر نہ ہو۔

اَدب سے ترقی ہوتی ہے

فرمایا: ایک بزرگ کے سامنے اِمام اَحمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیا گیا تو لیٹے ہوئے تھے اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ اُن میں اِتنا اَدب تھا اور یہاں (بلا عذر) لیٹ کر کتابیں دیکھا کرتے ہیں، بڑوں کی بے اَدبی کرتے ہیں، علم آئے تو کیسے آئے؟ اَدب سیکھو! یہی وہ باتیں ہیں جن سے اِنسان ترقی کرتا ہے۔

اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اَدب

حضرت اِمام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جس مقام پر مدفون ہیں ایک مرتبہ اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اُس مسجد میں تشریف لے گئے، نماز پڑھنے کی حالت میں بجائے سینہ پر ہاتھ باندھنے کے ناف کے نیچے ہاتھ باندھے اور رَفع یَدین بھی نہیں کیا حال آں کہ اُن کے مسلک میں سینہ پر ہاتھ باندھنا اور رَفع یَدین کرنا ہے۔ لیکن صرف اِمام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علم کے اَدب اور اِحترام کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا کیا حال آں کہ اِمام صاحب رحمۃ اللہ علیہ مَر چکے تھے مدفون تھے۔ جب یہ باتیں اِنسان میں پائی جاتی ہیں تب وہ کہیں سے کہیں پہنچتا ہے۔

اَدب کی وجہ سے مغفرت

ایک مرتبہ ایک شخص نہر پر بیٹھے وضو کر رہا تھا۔ اِتنے میں اِمام اَحمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے اور نیچے کی جانب بیٹھ کر وُضو فرمانے لگے۔ اُس شخص نے خیال کیا کہ: یہ اِتنے بڑے اِمام ہیں اور میں اُن سے اُوپر کی جانب بیٹھا ہوں میرا اِستعمال کیا ہوا پانی اُن کی طرف بہہ کر جا رہا ہے۔ صرف اِس خیال سے اَدب کی وجہ سے وہاں سے اُٹھ کر دوسری جانب بیٹھ گیا۔ جب اُس کا اِنتقال ہوا کسی نے اُس کو خواب میں دیکھا حال دریافت کیا؟ اُس نے کہا کہ: اُس عمل کی وجہ سے اللہ نے مغفرت فرما دی۔ واقعی اَدب بڑی چیز ہے آدمی اِس سے ترقی کرتا ہے۔

بلا ضرورت اُستادوں کا بدلنا اَچھی بات نہیں
حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

فرمایا: بار بار اُستادوں کا بدلنا کوئی اَچھی بات نہیں۔ آج کل طلباء کو جو فیض نہیں ہوتا اُس کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ: اُستاد بدلتے پھرتے ہیں کبھی کسی اُستاد کے پاس اور کبھی کسی اُستاد کے پاس، نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے۔ حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک اُستاد سے حفظ کیا کرتے تھے۔ حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد صاحب کا خیال ہوا کہ: اُستاد بدل دینا چاہیے، بجائے اُن کے کسی اور سے حفظ کرایا جائے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو جب اِس کا علم ہوا تو بہت رَنجیدہ




ہوئے، گھر پہنچے اِسی رَنج وغم کی وجہ سے کھانا بھی نہیں کھایا۔ حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے کھانا نہ کھانے کی وجہ سے اُن کی چچی جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو بہت چاہتی تھیں اُنہوں نے بھی کھانا نہیں کھایا۔ حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد صاحب جب گھر تشریف لائے جب اُن کو یہ حال معلوم ہوا تو فوراً اپنا اِرادہ بدل دیا اور اُن ہی اُستاد کو باقی رکھا۔ حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اِس سے بے حد خوشی ہوئی۔ جب اپنے اُستاد سے اِس درجہ تعلّق تھا، دل میں عظمت اور قدر تھی تب بنے ہیں "حضرت تھانوی"۔ اُستاد کی قدر وعظمت کی وجہ سے اللہ نے کتنا نوازا اور کتنا دِین کا کام لیا ہے؟ حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ یوں ہی "تھانوی" نہیں بن گئے پہلے کچھ کیا ہے پھر دیکھو کیسے عالَم کو چمکا یا ہے؟!! میں تو کہتا ہوں کہ: کوئی صحیح معنی میں طالبِ علم بن کر تو رہے پھر دیکھو! اللہ تعالیٰ اُس کو کیسے نوازتے ہیں؟!! (۲۳ ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ)

اَدب واِحترام کی کمی محرومی کا باعث ہے

فرمایا: اِس کی کیا وجہ ہے کہ: جو نصاب اور جو کتابیں پہلے پڑھائی جاتی تھیں اب بھی داخلِ دَرس ہیں لیکن اب کتابوں کو پڑھ کر اِیسے اَفراد تیار نہیں ہوتے جس طرح اِن ہی کتابوں کو پڑھ کر پہلے تیار ہوا کرتے تھے؟ نہ تو اُن میں علمی پختگی اور اِستعداد ہوتی ہے اور نہ اُن کی عملی زندگی دُرست ہوتی ہے، جس کی وجہ سے وہ بالکل نکمّے کسی کام کے نہیں رہتے۔

جہاں اِس کے بہت سے اَسباب ہیں ایک بڑا سبب اِس کا یہ بھی ہے کہ: لوگ اَساتذہ کا اَدب واِحترام نہیں کرتے، اِس کی وجہ سے محروم کے محروم رہتے ہیں۔ لوگ اِن باتوں کو معمولی سمجھتے ہیں حال آں کہ اِن ہی جیسے اَعمال سے لوگ نہ معلوم کہاں سے کہاں پہنچ گئے؟!! سب کچھ "ہدایہ اور جلالین" ہی سے نہیں ہوتا کتابوں کی طرح ایک اِہم سبق اَساتذہ کا اَدب اور اُن کی خدمت بھی تو ہے۔

علم کی طرح دیگر فضائل وکمالات مثلاً "حُسنِ اَخلاق" وغیرہ حاصل ہونا بھی تو ضروری ہے جو بزرگوں کی خدمت میں رِہ کر حاصل ہوتے ہیں۔ جب یہ باتیں بھی ضروری ہیں تو پھر آخر کیوں اِن سب چیزوں کے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی؟ کیوں اُس طرف سے غفلت اور بے توجہی برتی جاتی ہے؟

اَساتذہ کی بے حُرمتی محرومی کا باعث ہے

فرمایا: دِینی مدارس سے اَساتذہ کا اَدب و اِحترام اُٹھتا جارہا ہے، شاگردوں میں اَساتذہ کا اَدب اور اُن کی ہیبت و عظمت بالکل نہیں ہوتی۔ ہمارے بچپن تک یہ بات تھی کہ: اَساتذہ کے اَدب و اِحترام اور عظمت و ہیبت کی وجہ سے اُن کے سامنے آنے کی ہمّت نہ کرتے تھے۔ لیکن اب ہمارے دیکھتے دیکھتے یہ تغیر پیدا ہوگیا کہ: اَساتذہ کے سامنے طلباء زُور سے بُولتے ہیں، چیختے چلاتے ہیں، زُور سے ہنستے ہیں اور اُن سے اِس طرح خطاب کرتے ہیں جیسے کسی ساتھی سے بات کررہے ہوں۔ اَدب اِحترام سب رُخصت ہوچکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ: آج کل کے فارغین علم وعمل سے بالکل کورے ہوتے ہیں، کام کے آدمی نکلتے ہی نہیں، اَساتذہ کے اَدب واِحترام کو علمی پختگی اور عملی زندگی میں بہت بڑا دخل ہے۔ اِنسان کے بننے یا بگڑنے کا بہت بڑا ذریعہ اور اہم سبب ہے۔

اُستاد کی خدمت نہ کرنا بھی محرومی کا ایک سبب ہے

فرمایا: دوسروں سے خدمت لینے سے حَتَّی الْاِمْکَان اِحتراز کرنا چاہیے، اب وہ مزاج ہی نہیں رہا کہ طلباء خوشی سے خدمت کریں۔ اِلَّا مَا شَآءَ اللہ۔ اب خدمت لینے کا جذبہ تو ہوتا ہے لیکن خدمت کرنے کا جذبہ نہیں ہوتا اِس لیے محرومی عام ہوتی جارہی ہے۔ محرومی کے بہت سے اَسباب ہیں اُن میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ: اُستاد کی خدمت نہیں کرتے۔ دینے والی ذات تو اللہ تعالیٰ کی ہے لیکن اِس ذریعہ اور واسطہ سے دیتا ہے اور کس کے دل میں اُستاد کی کتنی عظمت و محبت ہے اللہ خوب دِلوں کا حال جانتا ہے۔

زمانۂ طالبِ علمی میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کا حال

زمانۂ طالبِ علمی میں میرا معمول تھا کہ: جمعہ کے رُوز تمام اَساتذہ کے پاس جاتا تھا اور عرض کرتا کہ: حضرت! کچھ کام ہو تو فرمایئے، دُھونے کے لیے کپڑے دے دیجیے، پوری زمانۂ طالبِ علمی میں میرا یہ معمول رہا اور حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سارا کام میں کرتا تھا، وضو بھی میں کراتا، کمرہ کی صفائی بھی کرتا تھا، بستر میں بچھاتا تھا اور بازار سے سُودا لاتا تھا اور ہاتھ پیر بھی دَباتا

تھا اور اِس کے ساتھ ساتھ محنت سے پڑھتا بھی تھا۔ کتنی مرتبہ ایسا ہوا کہ: میں بازار سُودا لینے گیا اور بھرے بازار میں کھڑے کھڑے میں نے کتاب کا مطالعہ کیا ہے۔ حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیر دبانے کی طلباء کی باری لگی تھی۔ جب دوسروں کی باری ہوتی میں کہہ دیتا کہ: تم لوگ آرام کرو میں دبالوں گا، تم دباؤ گے تو مطالعہ کا نقصان ہوگا اور میں ساتھ ساتھ مطالعہ بھی کرتا رہوں گا۔ اُونچے تکیہ پر کتاب رکھ دیتا اور پیر دبانے کے ساتھ کتاب بھی دیکھتا رہتا۔ زمانۂ طالبِ علمی میں جب میں چھوٹا تھا اپنے اُستادوں کے گھروں میں جاتا تھا اور اُن کے گھر کا پانی بھرتا تھا، گھر سے کھانا لانا، بازار سے سامان لانا سب میرے ذمہ تھا۔ مجھے اَچھی طرح یاد ہے کہ: جب میں "کانپور" پڑھنے گیا تھا تو بہت چھوٹا تھا اور گھر کا پانی نیچے سے اُوپر زِینہ پر چڑھ کرلے جانا پڑتا تھا، پانی لے کر اُوپر چڑھنا میرے لیے بہت مشکل ہوتا تھا۔ اُس زِینہ میں ۲۲ سیڑھیاں تھیں، ایک سیڑھی چڑھتا تھا اور بیٹھ کر سستا تا تھا، پھر چڑھتا تھا۔ اِس طرح میں نے اپنے اَساتذہ کی خدمت کی ہے۔ لیکن اِن سب کے باوجود میرا مزاج خدمت لینے کا نہیں ہے اور آج کل کوئی دل سے خدمت کرتا بھی نہیں ہے۔ اگر کسی سے کوئی کام کہہ دیا جائے تو منہ بنانے لگتا ہے۔

اُستاد اور اُس کے متعلّقین کا اَدب
حضرت شیخ الھند رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت

فرمایا: اُستاد کا اَدب بہت بڑی چیز ہے، اُس کے اَدب سے علم میں ترقی ہوتی ہے۔ صرف اُستاد ہی کا نہیں بل کہ اُستاد کے متعلّقین کا بھی اَدب کرنا چاہیے، نیز اُستاد کے نام کا بھی اَدب کرنا چاہیے۔
ایک بزرگ کا حال لکھا ہے کہ: وہ لیٹے ہوئے تھے اُن کے سامنے اُن کے اُستاد کا نام لیا گیا فوراً اُٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ: میرے اُستاد کا نام لیا جائے اور میں اِسی طرح لیٹا رہوں۔
اور اُستاد کے متعلّقین کا اَدب کرنے کی بابت حضرت شیخ الھند رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بیان فرمایا کہ: حضرت شیخ الھند رحمۃ اللہ علیہ نے جب سفرِ حج کا اِرادہ فرمایا تو رَوانگی سے قبل حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اِہلیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے (اُس وقت وہ بہت ضعیفہ ہو چکی تھیں) دہلیز کے پاس جا کر حضرت شیخ الھند رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ: اَماں جان! اپنی جوتیاں مجھے عنایت کیجیے، جوتیاں لے کر

سَر پر رَکھیں، دِیر تک رُوتے رہے اور فرمایا کہ: اپنے اُستاد کا تو کَماحَقُّہٗ حق اَدا نہیں کر سکا شاید میرا یہ عمل اُس کوتاہی کی کچھ تلافی کر سکے۔ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ حضرت شیخ الھند رحمۃ اللہ علیہ کی اُستاد نہ تھیں لیکن اُستاد کے متعلّقین میں سے تھیں یعنی اُستاد کی بیوی تھیں، اِس لیے اُن کا اِس قدر اَدب ولحاظ کیا۔ پھر دیکھو! حضرت شیخ الھند رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ نے کیسا نوازا اور کتنا دِین کا کام لیا ہے؟!! (۱۹، ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ بعد عشاء)

اُستاد کی خدمت کا نتیجہ میں بادشاہت ملی

فرمایا: صاحب "تعلیم المتعلم" لکھتے ہیں کہ: اِمام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے "مرو"[1] میں بادشاہ کے پاس دیکھا کہ: بادشاہ اُن کی بہت تعظیم کرتا تھا اور یہ بات بار بار کہا کرتا تھا کہ: میں نے عزت وسلطنت محض اُستاد کی خدمت کے صلہ میں پائی ہے کیوں کہ میں اپنے اُستاد قاضی اَبوزید دَبوسی رحمۃ اللہ علیہ (جن کا نام "اصول الشاشی" میں آتا ہے تم لوگوں نے پڑھا بھی ہوگا یہ وہی اَبوزید دَبوسی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔) کی بہت خدمت کیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ میں نے تیس سال تک متواتر اُن کا کھانا پکایا اور کبھی بھی اُس میں سے نہیں کھایا۔ جب اُس کے تقوے کا یہ حال تھا تو اُس کے اِنصاف کا کیا عالَم رہا ہوگا؟!! دَراَصل ایسے ہی لوگ بادشاہت کے مستحق ہوتے ہیں۔

اُستاد کی خدمت کے صلہ میں بادشاہت ملی اور آخرت میں جو اَجر ملے گا وہ الگ ہوگا۔ یہ اَوصاف حاصل کرنے کے ہیں، ایسے اَوصاف تم لوگ اپنے اَندر پیدا کرو کسی کی طرف نگاہ اُٹھا کر بھی نہ دیکھو۔ اگر لاکھوں کی تھیلی بھی کوئی تمہارے سُپرد کردے اُس کو کھول کر بھی نہ دیکھو کہ: اِس میں کیا ہے؟ اپنے کو بنانے کی کوشش کرو، کوشش کے بعد ہی آدمی کچھ بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین) (۱۳۔ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ)

اَساتذہ کی خدمت سے متعلّق چند واقعات

❁ حماد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ عاتکہ فرماتی ہیں کہ: اِمام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہمارے گھر کی رُوئی دُھنتے تھے اور دُودھ ترکاری خرید کرلاتے تھے اور اِس طرح کے بہت سے کام کیا کرتے تھے۔

---

[1] ایک شہر کا نام ہے۔

حماد رحمۃ اللہ علیہ اِمام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اُستاد ہیں۔ اُس وقت کیا کوئی سمجھ سکتا تھا کہ: حماد رحمۃ اللہ علیہ کے گھر کا یہ خادم تمام عالَم کا مخدوم ہوگا؟!!

❊ شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین اَحمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ: اُن کے اُستاد حضرت شیخ الھند مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں مہمان زیادہ آگئے۔ بیتُ الخلاء ایک ہی تھا مہمانوں کا قیام کئی دن رہا۔ حضرت مولانا سیّد حسین اَحمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ روزانہ رات کو آکر بیتُ الخلاء صاف کر جاتے اور صبح کو بیتُ الخلاء صاف ملتا۔

❊ ایک مرتبہ مولانا اَنظر شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ پسر علامہ اَنور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ یہاں مدرسہ میں تشریف لائے تھے اور طلباء کے سامنے تقریر فرمائی جس میں واقعہ بیان کیا کہ: ایک بنگالی طالبِ علم "ڈابھیل" میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کیا کرتا تھا، ذہن کے اِعتبار سے بہت کمزور تھا، محنت بھی زیادہ نہ کی تھی، سب طلباء سے کمزور رہتا تھا، لیکن اللہ پاک نے اُس سے دِین کی بڑی خدمت لی۔ اِس وقت اپنے علاقہ کے "شیخ الاسلام" ہیں۔ سفرِ حج میں اُن سے ملاقات ہوئی تو فرمایا: یہ سب حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کا ثمرہ ہے۔

❊ میرے ایک ساتھی قاری رحیم بخش صاحب، حضرت قاری فتح محمد پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی بہت خدمت کیا کرتے تھے، ذہین تھے مگر پڑھنے میں زیادہ محنت نہیں کرتے تھے، "دورۂ حدیث" تک میں دوسرے طلباء کی طرح اُنہوں نے محنت نہیں کی تھی، لیکن اُستاد کی خدمت کا نتیجہ ہے کہ: اِس وقت ملتان کے مدرسہ میں ممتاز مدرّس کی حیثیت سے ہیں اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔

❊ میرے "پانی پت" کے زمانۂ طالبِ علمی میں عزیزی حافظ سیّد نعمت اللہ صاحب اپنے اَساتذہ کی بڑی خدمت کرتے تھے، اُن کے اَعزا و اَقارب کے کام کرنے میں بھی کبھی دَریغ نہ کرتے تھے۔ چوں کہ کم عمر تھے اور دِیانت دار تھے اِس لیے محلہ کی مستورات کو جب بازار سے کوئی سامان منگانے کی ضرورت ہوتی تو اُنہیں کے ذریعہ منگاتی تھیں۔ اِسی خدمت کا صلہ ہے کہ: آج اللہ پاک اُن سے جو دِین کا کام لے رہا ہے، بڑی بڑی ڈگری والے وہ نہیں کر رہے۔

❊ اِمام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ اَساتذہ کے لیے دُعاءِ مغفرت کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ: میں نے جب بھی کوئی نفل یا فرض نماز پڑھی تو اَساتذہ کے لیے ضرور دُعا کی۔

(ماخوذ: از آداب المتعلمین، ادب چہارم، ص ۳۸ تا ۴۱، طبع مجلس نشریات اسلام، کراچی)

کیسے طلباء سے خدمت لینی چاہیے؟

فرمایا: ہمارے بہت سے اَساتذہ طلباء سے خدمت نہیں لیتے تھے اور اپنے ایک اُستاد کا نام لے کر فرمایا کہ: وہ بھی لڑکوں سے کام نہ لیتے تھے لیکن مجھ سے کام لے لیتے تھے اور اَصل بات یہ ہے کہ: کام تو اُس سے لیا جاتا ہے جو دل سے کام کرے اور اگر کوئی بد دِلی سے کام کرے تو ایسے شخص سے کون کام لے گا؟ اور قرائن سے اِس کا اَندازہ ہو ہی جاتا ہے کہ: کون خوش دِلی سے کام کر رہا ہے اور کون بد دِلی سے؟ اِسی لیے میرے اُستاد ہر طالبِ علم سے کام نہیں لیتے ہیں بل کہ جس کے متعلّق اَندازہ ہوتا کہ یہ خوش دلی سے کام کرتا ہے اُسی سے کام لیتے تھے اور فرمایا کہ: زیادہ خدمت بھی نہیں لینی چاہیے، اِس سے طبیعت اُکتا جاتی ہے اور اب طلباء کے ایسے مزاج نہیں رہے۔ اَوّلاً تو آج کل خدمت کرنے کا مزاج ہی نہیں۔ دوسرا جو لوگ اپنے اُستاد کی یا شیخ کی خدمت کرتے بھی ہیں بہت جلدی وصول کرنا چاہتے ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ: فوراً ترقی ہو جائے اور اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھنے لگتے ہیں اور خیانت بھی خوب کرنے لگتے ہیں۔ مثلاً کھانے کی کوئی چیز ہو اُس میں بھی اُن کی نیت خراب ہو جاتی ہے۔

شاگرد کا اُستاد سے خفا ہونا

مدرسہ میں ایک اُستاد کی شاگرد سے کسی مسئلہ میں نا اِتفاقی ہو گئی۔ شاگرد صاحب نے اُستاد سے بولنا چھوڑ دیا۔ اُستاد صاحب نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی اور یہ پوچھا کہ: میں شاگرد سے بولوں یا نہیں؟ اور میں اُس سے سلام کروں یا نہیں؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نہیں! اور یہ بھی فرمایا: اِیسے لوگوں کو خاک علم آئے گا؟!! آخر یہ تکبر نہیں تو اور کیا ہے؟

اُستاد کو ستانے کا اَنجام
حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

فرمایا: ایک طالبِ علم یہاں رہتا تھا، اُس نے مجھے بہت ستایا، بہت زیادہ پریشان کیا مجھے بالکل تنگ کر دیا تھا۔ میں عاجز ہو گیا اور صبر کرتا اور میں نے اُس کے ساتھ ہمیشہ اَچھا ہی سُلوک کیا۔

میں نے کبھی اُس کے لیے بددُعا نہیں کی لیکن اللہ تعالیٰ نے اُس کو عذاب میں مبتلا کر دیا وہ کوڑھی ہوگیا بالکل معذور ہوگیا۔ اب بھی اُس سے ملاقات ہوتی ہے بل کہ میں خود اُس سے ملاقات کرنے جاتا ہوں اور اَچھی طرح اُس کے ساتھ پیش آتا ہوں حُسنِ سُلوک کرتا ہوں۔ اَبھی وہ زِندہ ہے۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ: ایک طالبِ علم مدرسہ میں میرے سامنے زیرِ تعلیم تھا جو حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں بڑی گستاخی کرتا تھا۔ حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کی ڈانٹ وتنبیہ کا تمسخر کرتا تھا۔ اَحقر نے خود دیکھا کہ کچھ دنوں بعد وہ پاگل ہوگیا اور پاگلوں کی طرح پھرتا رہتا تھا۔ کسی نیک بندے کو پریشان کرنے سے اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ (آمین)

اُستاد کو راضی کیے اور معافی کے بغیر مدرسہ میں نہ آئیں

مدرسہ کے ایک طالبِ علم جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے عزیز بھی ہوتے تھے، نیز اُن کے باپ بھی مدرسہ کے قدیم اُستاد تھے، اُنہوں نے مدرسہ کے نوعمر جدید اُستاد کی شان میں گستاخی کردی۔ اِس طرح کے کلمات منہ در منہ کہے کہ: اگر مدرسہ میں رہنا ہے تو اپنی اُوقات میں رِہ کر اَچھی طرح رہیں۔ حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ کو اِس کا علم ہوا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا: شکل نہ دکھائیں۔ بعض دوسروں نے سفارش کرنی چاہی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سخت لہجہ میں ڈانٹ کر فرمایا: یہ توفیق کسی کو نہیں ہوتی کہ جا کر اُس سے معافی منگوائے؟!! اِتنی بڑی غلطی کردی۔ اُستاد کی شان میں ایسے کلمات کہے ہیں۔ بالآخر وہ طالبِ علم مدرسہ سے فرار ہوگیا اور دوسرے مدرسہ میں جا کر شریکِ دَرس ہونے لگا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں معافی نامہ بھیجا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مجھ سے معافی مانگنے سے کیا فائدہ؟ میرا اُن سے کیا معاملہ؟ جس اُستاد کی شان میں گستاخی کی ہے اُس سے پہلے معاملہ صاف کرو، اُس سے معافی مانگو اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مختصر مضمون بھی بتلا دیا کہ: اِس طرح معافی مانگنا کہ: پتہ نہیں مجھے کیا ہوگیا تھا؟ غصہ میں آکر میں نے یہ باتیں کہہ دیں، معاف فرمادیں آئندہ ایسی غلطی نہ ہوگی۔ اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی اِرشاد فرمایا: عالم بننا ضروری نہیں اَخلاق کی دُرستگی ضروری ہے۔

طبیعت مکدّر ہو جانے کے بعد فیض کا دروازہ بند ہو جاتا ہے

فرمایا: جب طبیعت مکدّر ہو جاتی ہے تو پھر فیض کا سلسلہ بھی رُک جاتا ہے کیوں کہ فیض کے جاری ہونے کا جو کنکشن ہے وہ منقطع ہو جاتا ہے۔ دیکھو! یہ بجلی کے تار ہیں، بلب اور راڈ بھی لگے ہیں جن سے رُوشنی ہو رہی ہے کیوں کہ پاور ہاؤس سے اِن کا کنکشن جڑا ہوا ہے، اگر کنکشن جڑا ہوا نہ ہوتا یا جڑے ہوئے کنکشن کو کاٹ دیا جائے تو ہزاروں بلب اور رَاڈ لگا دی جائیں سب بے کار ہیں۔ اُن سے ذرا بھی رُوشنی نہ ہوگی کیوں کہ کنکشن صحیح نہیں ہے۔ اِسی طرح یہاں بھی سمجھو کہ: فیض کا سلسلہ اُسی وقت تک باقی رہتا ہے اور رُوحانی فیض کا کنکشن اُسی وقت تک جڑا رہتا ہے جب تک کہ طبیعت مکدّر نہ ہو، جہاں طبیعت مکدّر ہوئی فوراً فیض کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے یہ لائن ہی ایسی ہے کہ اِس راہ میں اگر طبیعت مکدّر ہو جائے تو فیض کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور فیض اَصلاً تو اللہ تعالیٰ پہنچاتا ہے لیکن اُس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ: وہ اپنے بندوں کے واسطے سے پہنچاتا ہے۔ مثلاً ہم کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واسطے سے دِینِ اِسلام کی نعمت ملی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی ہماری ہدایت کا ذریعہ بنے ہیں تو اب اگر کوئی شخص خدانخواستہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض وعناد رکھے اور اُن ہی سے کسی کو نفرت اور تکدّر ہو تو وہ شخص ہدایت نہیں پا سکتا، اُس کے اَندر نُورِ ایمانی باقی ہی نہیں رہ سکتا۔ اِسی طرح طلباء کو بھی فیض اَساتذہ کے ذریعہ پہنچتا ہے، اگر اَساتذہ کی طبیعت کو مکدّر کر دیا جائے تو پھر فیض کا دَروازہ بند ہو جاتا ہے۔ طلباء کو اِس کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

بڑوں بوڑھوں کی خدمت کرنے کی اِہمیت

فرمایا: بڑوں اور بوڑھوں کی خدمت کرنے سے بہت کچھ ملتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی بوڑھے کی اُس کے بڑھاپے کی وجہ سے خدمت کرتا ہے، اُس کو راحت وآرام پہنچاتا ہے، جب وہ بوڑھا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اُس کی بھی خدمت کا اِنتظام کر دے گا اور بڑھاپے میں اُس کو راحت پہنچائے گا۔ یہی سب اَعمال ہیں جن کے ذریعہ آدمی میں کمال پیدا ہوتا ہے۔ اب تم لوگ خود سُوچو، غور کرو کیا بوڑھوں کی خدمت کرتے ہو؟ نہیں! تو کیوں؟ خدمت کرنا تو دُور کی بات ہے یہ بتاؤ کہ: بوڑھوں کو تنگ اور پریشان تو نہیں کرتے؟ اُن کے ساتھ بے اَدبی وبے حیائی سے تو نہیں پیش آتے؟ اُن کا مذاق تو نہیں اُڑاتے؟ اِس کا بڑا سخت دُنیا ہی میں وَبال ہوتا ہے۔ اللہ حفاظت فرمائے۔ (آمین)

خدمتِ خلق کی اہمیت

اَحقر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے قریب پڑوس کے حجرہ میں رہتا تھا۔ بارہا دیکھا کہ: حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ خود اپنے دَستِ مبارک سے مہمانوں کے بیتُ الخلاء دُھو رہے ہیں۔ ایک مرتبہ اَحقر کو بھی اِس کا حکم فرمایا اور قریب رہنا آسان نہیں ہے۔ قریب رہنا ہے تو بیتُ الخلاء صاف کرنا پڑے گا۔ (اَلْحَمْدُ لِلّٰه! حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے اَحقر کو بھی کبھی توفیق ہو جاتی تھی۔) پھر فرمایا کہ: حضرت مولانا سیّد حسین اَحمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ: اپنے ہاتھ سے رات کے وقت تمام بیتُ الخلاء صاف کر دیا کرتے تھے کیوں کہ بیتُ الخلاء بہت کم تھے۔ مہمانوں کی کثرت ہوتی تھی اور صبح ضرورت زائد پڑتی تھی اِس لیے رات ہی رات چپکے سے صاف کر دیتے تھے کسی کو پتہ بھی نہ چلتا تھا۔ یہ ہے خدمتِ خلق! جب یہ کام کیا ہے تب بنے ہیں "شیخ الاسلام" حضرت مولانا سیّد حسین اَحمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ یوں ہی آسانی سے نہیں بن گئے۔

مہمانوں کی خدمت بھی ترقی کا ذریعہ ہے

فراغت کے بعد اَحقر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے قِرَأةِ سَبْعَه عَشَرَه بھی پڑھتا تھا نیز مہمانوں کو کھانا کھلانے کی ذمہ داری بھی اَحقر کے سپرد تھی۔ بسا اَوقات مہمانوں کی بہت کثرت ہوتی تھی اور کام بہت بڑھ جاتا تھا۔ ایک رُوز حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اَحقر سے اَز راہِ شفقت فرمایا کہ: زید! تم بہت تھک جاتے ہو، تعلیم بھی نہیں ہو پاتی لیکن یہ مہمانوں کی خدمت بھی کام آئے گی، مجاہدہ کے بعد ہی آدمی ترقی کرتا ہے۔ دوسرے موقع پر فرمایا کہ: اِن کا قرأت کا تو سبق ہے ہی، ایک سبق مہمانوں کی خدمت کرنا بھی ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزاج وحال اور شانِ مخدومیت سے اِحتراز

زمانۂ طالبِ علمی ہی سے اللہ تعالیٰ نے اَحقر کو حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہنے اور خدمت کی توفیق نصیب فرمائی۔ ایک مرتبہ اَحقر خادم سے فرمایا کہ: تم ہر وقت خدمت کے چکر میں رہتے ہو اپنا کام کیا کرو، لکھو پڑھو، سچ کہتا ہوں مجھے بہت اُلجھن ہوتی ہے۔ دوسروں کا بہت خیال ہوتا ہے، میں اِن سب مراحل سے گزر چکا ہوں جانتا ہوں کیسی گزرتی ہے؟ میں بھی ہر وقت

خدمت کرتا تھا جب رات فارغ ہو کر آتا تب مطالعہ میں مشغول ہوتا اور بلا مبالغہ ۲ بجے رات کو مطالعہ سے فراغت ہوتی تھی، دُو تین گھنٹہ سے زائد نہ سُوتا تھا، صبح اُٹھ کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو وُضو کراتا تھا۔ اُحقر (خادم) بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو وُضو کرا رہا تھا وضو سے فراغت کے بعد لُوٹا اپنے ہاتھ میں لینے لگا۔ (حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ) مسکرا کر فرمایا: چلو میاں! مجھے اَپاہج نہ بناؤ۔

خادم پر شفقت وعنایت اور بچی کی تربیت

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی چھوٹی صاحبزادی صبح کے وقت ایک پیالہ میں کچھ کھانے پینے کے لیے لے کر آئی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے آدھا تناول فرما کر باقی اُحقر کو عنایت فرمایا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بچی بولی: نہیں! ابا جان آپ ہی سب پیجیے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے اور فرمایا: بیٹی! اِس طرح نہیں کہا جاتا۔

کسی بزرگ اور شیخ کی محبت وعقیدت میں غلو نہیں ہونا چاہیے

عرضِ حال: ایک مُدرِّس صاحب جو ایک دُور دَراز مدرسہ میں پڑھاتے تھے اُن صاحب نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں خط لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے:

کاش! یہ سیاہ کار حضرت کے جوتوں کا تسمہ ہوتا جو ہر وقت حضرت کے پائے اطہر میں لگا ہوتا۔ کاش! ہر وقت حضرت کے ساتھ ہوتا۔ اے میرے مالک! میرے آقا! آپ سے اتنی دُوری پر زندگی اُجڑی ہوئی ہے آپ ہمیں اپنے پاس رکھ لیں۔ اے میرے مالک! نفس وشیطان نے ہمیں جکڑ رکھا ہے۔

اِرشاد: حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب تحریر فرمایا: اتنا غُلو نہیں ہونا چاہیے محبت اصل ہے جو ذریعہ نجات ہے۔ جہاں آپ ہیں وہاں کا رہنا کیا کم قیمت رکھتا ہے؟ دعا کر رہا ہوں اللہ پاک ہر طرح حفاظت فرمائے۔

(علمی واصلاحی ملفوظات ومکتوبات، دوسرا باب (شیخ اور اُس کے متعلقات)، ص ۵۷-۵۸، طبع مکتبہ دار العلوم صدیقیہ، کراچی)

گیارھواں باب (اِصلاحی باتیں)

دَرس میں موقع کی مناسبت سے اِصلاحی باتیں بھی بیان کرنی چاہئیں

فرمایا: آج کل دَرس میں علمی بحثیں تو خوب کی جاتی ہیں، بڑی لمبی چوڑی تقریریں ہوتی ہیں کہ: فلاں حدیث کے اِتنے مطلب ہیں اور فلاں مسئلہ میں اِتنے اَقوال ہیں، قِرَأۃُ الْفَاتِحَۃ خَلْفَ الْإِمَام اور آمِین بِالْجَھَر میں کئی کئی رُوز تک تقریریں ہوتی ہیں۔ لیکن جہاں اِصلاح سے متعلّق اَحادیث آتی ہے اور اِصلاحی باتیں کہنے کا موقع ہوتا ہے وہاں سَرسَری طور پر گزر جاتے ہیں۔ صرف عبارت ہی پڑھ لینے کو کافی سمجھتے ہیں، نہ غور فکر کرتے ہیں، نہ اُس کے متعلّق کچھ بیان کرتے ہیں کہ: رَذائل کسے کہتے ہیں؟ اور وہ اِنسان میں کس طرح پائے جاتے ہیں؟ اُن کے دُور کرنے اور اِصلاح کا کیا طریقہ ہے؟!! اللہ تعالیٰ کا خوف اور اُس کی سچی محبت کیسے پیدا ہوگی؟ اِن باتوں کو دَرسِ حدیث کے ضمن میں کوئی نہیں بتاتا، اِس قِسم کے مضامین بھی تو بیان کرنے چاہئیں، اِس کی طرف بھی تو طلباء کو رُغبت دلانی چاہیے۔ حسبِ موقع اَکابر مشائخ کے واقعات اور اُن کے حالات بھی سناتے رہنا چاہیے۔ چوں کہ آج کل طلباء کے سامنے اِصلاح کی اِہمیت نہیں بیان کی جاتی ہے اور نہ ہی اُس کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے اِس لیے طلباء اِصلاحِ نفس کی طرف سے بالکل غافل ہوتے ہیں۔ اُن کو اپنی اِصلاح کی فکر تک نہیں ہوتی۔ صرف فارغ ہو جانے کو کافی سمجھتے ہیں۔ یہ بہت ضروری کام ہے۔

علم عمل کا زِینہ ہے

اَصل مقصود تو عمل اور رضائے اِلٰہی ہے، علم اُس کا زِینہ ہے۔ اگر کوئی شخص زِینہ پر تو چڑھ جائے اور مکان یا چھت پر نہ جائے اور زِینہ ہی پر چڑھ جانے کو کافی اور مقصود سمجھ لے کیا اُس کو لوگ بے وقوف نہ کہیں گے؟!! ایسے ہی یہاں بھی سمجھو کہ: محض علم سے کچھ فائدہ نہیں جب تک کہ عمل نہ ہو، دَرس وتدریس میں علمی بحثیں بھی ہونی چاہئیں لیکن مقصود صرف یہ نہ ہو بل کہ مقصود عمل ہونا چاہیے۔ اِس لیے جہاں عمل اور عملی زندگی سے متعلّق کوئی مضمون آجائے تو اُس کی طرف بھی طلباء کی توجہ دلانی چاہیے۔

طالبِ علم کی فضیلت اور طالبِ علم کا مصداق

حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ بحالتِ اِعتکاف ایک طالبِ علم کو "مشکوۃ شریف" کا دَرس دے رہے تھے۔ درمیانِ دَرس ایک حدیث آئی کہ: جو شخص علمِ دِین حاصل کرتا ہے اُس کے اور انبیاء کرام علیہم السلام کے درمیان صرف ایک درجہ کا فَرق رِہ جاتا ہے۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب العلم، ج ۱، ص ۳۶، طبع قدیمی، کراچی)

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: علمِ دِین حاصل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ: اِس لائن میں لگا بھی رہے۔ یہ نہیں کہ صرف طالبِ علمی کا زمانہ ہی اِس سے مُراد ہے۔ پڑھنے کے بعد پڑھانے والا اور اِس لائن سے جڑا رہنے والا بھی اِس میں شامل ہے۔ آدمی اپنے آپ کو کھپادے، سب کچھ بَرداشت کر لے لیکن یہ لائن نہ چھوڑے، دال رُوٹی تو اللہ تعالیٰ چلا ہی دیتے ہیں، "قاعدہ بغدادی" پڑھانے والا بھی اِس فضیلت میں شامل ہے۔

علم جنّت میں بھی جانے کا ذریعہ ہے اور دُوزخ میں بھی

فرمایا: علم حاصل کرتے ہوئے بھی ڈرتے اور رُوتے رہنا چاہیے کیوں کہ یہ علم سُود مند اور نفع بخش بھی ہوسکتا ہے اور نقصان بھی پہنچا سکتا ہے۔ اگر علم کے مطابق عمل کیا جائے گا تو نفع بخش ہوگا ورنہ یہی علم نقصان دہ ہوجائے گا۔ جس طرح قرآن شریف کے متعلّق آیا ہے کہ: وہ تمہارے لیے بھی حجت ہوسکتا ہے اور تمہارے خلاف بھی۔ (الصحیح لمسلم، کتاب الطہارۃ، باب فضل الوضوء، ج ۱، ص ۱۱۸، طبع یادگار شیخ، کراچی)

اِسی طرح علم کے بارے میں بھی ہے کہ: اُس سے نفع بھی ہوسکتا ہے اور نقصان بھی۔ باعمل عالم خود بھی جنّت میں جائے گا اور ہزاروں کو جنّت میں لے جائے گا اور ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ: بے عمل عالم خود بھی دُوزخ میں جائے اور ساتھ ہزاروں کو دُوزخ میں لے جائے۔ بے عمل عالم کا عذاب بھی بڑا سخت ہوگا۔ اِس لیے تم لوگ ایسے عالم نہ بنو کہ خود بھی دُوزخ میں جاؤ اور دوسروں کو بھی دُوزخ میں لے جانے کا ذریعہ بنو بل کہ ایسے بنو کہ خود بھی جنّت میں جاؤ اور لاکھوں کو اپنے ساتھ جنّت میں لے جاؤ۔ ہدایت کا ذریعہ بنو، گمراہی کا سبب نہ بنو۔

وہ علم علم نہیں جس کے مطابق عمل نہ ہو، وہ علم ہی کیا جس سے کچھ نفع نہ ہو؟ تھوڑے سے نفع اور نفسانی لذّت کے خاطر اپنی آخرت برباد کرنا کون سی عقل مندی کی بات ہے؟ علم کے مطابق عمل

نہ کرنے پر بڑی سخت وعید آئی ہے۔ یہ تو علماء یہود کی خصلت تھی کہ: وہ علم کے مطابق عمل نہ کرتے تھے۔ اُن کی مذمّت کرتے ہوئے قرآن نے کہا: لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○ (سُوْرَةُ الْبَقَرَة، ۱۰۲) کاش! وہ جانتے ہوتے؟ تو کیا وہ جانتے نہ تھے؟ یقیناً جانتے تھے لیکن اِس علم پر اُن کا عمل نہ تھا اِس لیے اُن جاننے والوں کو جاننے والا (جاہل) کہا گیا۔

علم نجات کا ذریعہ بھی اور ہلاکت کا بھی

علم آدمی کو نفع بھی پہنچاتا ہے اور اُس کے ذریعے نقصان بھی ہوتا ہے اور نفع ونقصان کا مدار آدمی کی نیت اور اُس کے عمل پر ہے۔ یہی علم نافع بھی ہوتا ہے اگر اُس پر عمل ہو اور عمل اُسی وقت ہوگا جب کہ اللہ کا فضل ہو، جب تک اللہ کا فضل نہ ہو اُس وقت تک عمل کی توفیق نہیں ہوتی۔

اِس مدرسہ کے اَندر ہم رِہ رہے ہیں کچھ باتیں سیکھیں پڑھیں یہ سب اللہ کا فضل ہے۔ اُس کا کرم و اِحسان ہے ورنہ ہمارے جیسے کتنے اِنسان ہوں گے نہ معلوم کس کس حال میں اور کس کس طرح زندگی گزار رہے ہوں گے؟!! سال بھر تک اللہ کا نام بھی نہ لیا ہوگا! ہم بھی ویسے ہوتے۔ یہ محض اللہ کا فضل ہے کہ اُس نے ہم کو توفیق نصیب فرمائی۔

عمل کرنے والے بھی خطرے میں ہیں

میں کہا کرتا ہوں کہ: محض عمل کرنے سے بھی کچھ نہیں ہوتا جب تک کہ وہ عمل عِنْدَ اللہ مقبول نہ ہو۔ عمل کرنے والا تو یہی سمجھتا ہے کہ: میں بہت اَچھا عمل کر رہا ہوں۔ لیکن وہ یہ نہیں دیکھتا کہ اللہ کے یہاں بھی ہمارا یہ عمل اَچھا ہے یا نہیں؟ شیطان کا تو کام ہی یہی ہے کہ: وہ غلط کاموں کو مزین کر کے پیش کرتا ہے۔ پہلے تو خیر خواہی دکھلاتا ہے، غلط کام کی خوبیاں بتلاتا ہے۔ آدم علیہ السلام کو کس طرح شیطان نے بہکایا؟ بڑی خیر خواہی سے پیش آیا۔ قَسم کھا کر کہا کہ: اِس درخت کو کھا لو تو ہمیشہ ہمیش کے لیے جنّت کے مستحق ہو جاؤ گے۔ اِس طرح اللہ کی نافرمانی کروادی۔ ہمارے لیے تو اُس کو قَسم کھانے کی بھی ضرورت نہیں۔ الغرض شیطان اَوّلاً تو کوشش کرتا ہے کہ: عمل کرنے نہ پائے اور اگر کوئی عمل کرتا ہے تو کوشش کرتا ہے کہ: اُس کا عمل بَرباد ہو جائے اُس کے عمل سے اُس کو نفع نہ ہو سکے۔

ہر کام میں کامیابی کی شرط

فرمایا: ہر کام کا ایک طریقہ ہوتا ہے اگر اُس کام کو اُسی طریقہ کے مطابق کیا جائے تب تو اُس میں کامیابی ہوتی ہے وَرنہ نہیں۔ کھانا کھانے کا ایک طریقہ ہے کہ: منہ سے کھایا جاتا ہے۔ اگر کوئی بجائے منہ کے کہیں اور سے کھانے لگے تو کیا اُس کا پیٹ بھر جائے گا؟ پانی پینے کا ایک طریقہ ہے اگر کوئی بجائے منہ سے پینے کے پاخانہ کی راہ سے پانی اَندر داخل کرے یا پچکاری کے ذریعہ پہنچائے تو کیا اُس کو سیرابی ہو جائے گی؟ چلنے کا ایک طریقہ ہے کہ: ایک قدم پہلے رَکھو پھر دوسرا اُٹھاؤ جب تک ایک قدم آگے نہ بڑھ جائے اُس وقت تک دوسرا نہ اُٹھاؤ۔ اگر کوئی یہ کہے کہ: نہیں صاحب! میں تو دونوں قدم ایک ساتھ اُٹھا کر چلوں گا تو کیا وہ شخص چل لے گا؟ اگر کوئی بجائے پیر سے چلنے کے سَر سے چلنا شروع کر دے تو کیا چل لے گا؟ اِس سے معلوم ہوا کہ: کوئی بھی کام ہو اگر اُس کو اُس کے طریقہ کے مطابق کیا جائے تب تو وہ کام صحیح ہوتا ہے ورنہ نہیں۔ جب ہر کام میں کامیابی کا کوئی طریقہ ہوتا ہے تو علم حاصل کرنے کا بھی ایک طریقہ ہے اگر اُس طریقے کے مطابق علم حاصل کیا جائے تب تو کامیابی ہو سکتی ہے ورنہ نہیں۔ اور علم حاصل کرنے سے پہلے اُس طریقہ کا معلوم ہونا بہت ضروری ہے۔ (۳۰ شوال ۱۴۰۵ھ)

علم حاصل کرنے کی بنیادی شرط

علم حاصل کرنے کے لیے سب پہلی اور ضروری بات یہ ہے کہ: اِخلاص ہونا چاہیے۔ اِخلاص یہ بابِ اِفعَال کا مصدر ہے۔ اِس کا مطلب ہے کہ: کسی شئ کو خالص کر لینا، ممتاز کر لینا یعنی غلط نیتوں سے علیحدہ کر لینا۔ اِخلاص ایک ایسی بنیادی چیز ہے کہ: اُس کے بغیر کامیابی ہو ہی نہیں سکتی۔ بہت سے لوگ اِس نیت سے علم حاصل کرتے ہیں کہ: فراغت کے بعد فلاں اِسکول میں اِمتحان دے کر ڈگری حاصل کرلیں گے، ملازمت مل جائے گی۔ یہ بھی خلوص کے خلاف ہے۔

علم حاصل کرنے میں تو صرف یہ نیت ہونی چاہیے کہ: اِس کے ذریعہ حق و باطل کی تمیز ہوگی، اِس کے مطابق عمل کروں گا، اللہ کی رضامندی حاصل ہوگی، علم کے لیے تو عمل ضروری اور لازمی ہے اگر علم کے بعد عمل نہ ہو تو حقیقت میں وہ علم ہی نہیں۔ (۳۰ شوال ۱۴۰۳ھ)

اِخلاص کے بغیر پڑھنا پڑھانا بھی باعثِ عذاب ہے

فرمایا: بہت سے کام ایسے ہیں جو بظاہر دُنیا کے کام معلوم ہوتے ہیں لیکن حُسنِ نیت اور اِخلاص کی بناء پر وہ بھی عبادت بن جاتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص تجارت کرتا ہے، صبح سے شام تک دکان میں بیٹھتا ہے تاکہ اُس کے ذریعہ حلال رُوزی کمائے، بیوی بچوں کو حلال رُوزی کھلائے، اُس کو اِس تجارت میں بھی ثواب ملے گا۔ دیکھنے والے تو سمجھ رہے ہیں کہ: یہ دُنیا میں پھنسا ہوا ہے لیکن حقیقت میں وہ ثواب کما رہا ہے۔ اِسی طرح بہت سے لوگ دِین کا کام کرتے ہیں لیکن اُن کی نیت صحیح نہیں ہوتی، اُن میں اِخلاص نہیں ہوتا اُس کی وجہ سے اُن کا وہ عمل اُن کے حق میں دُنیاوی عمل سے بھی بدتر ہوجاتا ہے۔ اگر وہ یہ کام نہ کرتے تو زیادہ بہتر تھا کیوں کہ وہ کام نہ کرنے میں تو صرف غفلت اور جہالت کا گناہ ہوتا اور اب تو دُو گناہ ہو گئے ایک تو غلط نیت سے علم حاصل کرنے کا۔ دوسرا اُس کے غلط اِستعمال کا یہ بہت ہی بُرا ہے۔ مثلاً ایک شخص نماز پڑھاتا ہے تو خوب قرأت کرتا ہے، چھوٹی سی سورۃ بھی اِتنی قرأت سے پڑھتا ہے کہ لوگ اُکتا جائیں۔ محض لوگوں کو دکھانے کے لیے تاکہ لوگ تعریف کریں کہ صاحب بڑی اَچھی قرأت کی۔ اِسی طرح بعض لوگ رَکعتیں اِتنی لمبی لمبی کرتے ہیں کہ مقتدی اُکتا جاتے ہیں اور یہی اِمام صاحب جب تنہا نماز پڑھتے ہیں تو بڑی جلدی جلدی۔ تو اُس کی قرأت والی اور لمبی رَکعتوں والی نماز لوگوں کو دکھانے کے لیے ہوئی نہ کہ اللہ تعالیٰ کے لیے۔ بظاہر تو وہ عبادت کر رہا ہے لیکن حقیقت میں گناہ کما رہا ہے۔ بعض طلباء محض دِکھانے کے لیے کتابیں دیکھنے لگتے ہیں، سَر جھکا کر بالکل مستغرق ہوجاتے ہیں، لوگ تو چلے گئے اور وہ ابھی گردن جھکائے بیٹھے ہیں اِس میں تو خود اُن ہی لوگوں کا نقصان ہے۔ (۱۴۰۵ھ)

علمِ دِین کے شرائط اور عالمِ دِین کے تین ضروری اَوصاف

فرمایا: حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: آدمی خواہ صندوق بھر کتابیں پڑھ ڈالے لیکن جب تک اُس میں چند اَوصاف نہ ہوں تو اُس کے علم سے اُس کو کچھ فائدہ نہ ہوگا بل کہ اُس کا علم اُس کے لیے وَبالِ جان بن جائے گا۔

① پہلی بات تو یہ کہ: اُس کے اَندر حُبِّ دُنیا نہ ہو یعنی دُنیا کی طرف محبت اور للچائی نگاہ سے نہ دیکھتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جب اُس کو علمِ دِین جیسی نعمت سے نوازا ہے تو اُس کو اُس کی قدر کرنی چاہیے۔ عالمِ دِین کی مثال تو اُس شخص کی سی ہونی چاہیے جیسے مسافر کہیں سفر میں جاتا ہے تو حالتِ سفر میں بقدرِ ضرورت ہی رَاستہ کی چیزوں سے تعلّق رکھتا ہے۔ اِیسا نہیں ہوتا کہ: راستہ میں اگر کوئی چیز دیکھ لے تو اپنے مقصد کو بھول جائے اور سفر کو چھوڑ کر اُسی کو دیکھنے میں منہمک ہو جائے بل کہ وہ تو اپنے کام سے لگا رہتا ہے اور کام ہو جانے کے بعد واپس ہو جاتا ہے۔ ایک عالمِ دِین کا دُنیا سے بس اِسی طرح کا تعلّق ہونا چاہیے اور اَصل تعلّق علمِ دِین ہی سے ہونا چاہیے، اُس کا اُوڑھنا بچھونا اور اُس کی محنت کا میدان اور اُس کی پونجی و آمدنی سب کچھ علمِ دِین ہی ہو۔

شیطان سے دُوستی اور دُشمنی

② دوسری بات یہ کہ: عالمِ دِین کو شیطان سے تعلّق اور محبت نہیں ہونی چاہیے اور شیطان سے دُوستی اور تعلّق کا مطلب یہ ہے کہ: تمام ایسے کام جو شیطان کو خوش کرنے والے ہیں، جن کو وہ پسند کرتا اور جن سے وہ خوش ہوتا ہے اُن سب کاموں سے پُورے طور پر پرہیز کرے اور شیطان صرف اُنہیں کاموں سے خوش ہوتا ہے جن کاموں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ آدمی جتنے بھی غلط اور نافرمانی کے کام کرتا ہے سب شیطان کے اِلقاء اور اُس کے اِشارے اور وَسوسے کی بناء پر کرتا ہے کیوں کہ ہر اِنسان کے ساتھ شیطان بھی لگا ہوا ہے جو اُس کے دل میں بُرے کاموں کا اِلقاء کرتا ہے اور اِسی طرح ہر اِنسان کے ساتھ ایک فرشتہ بھی ہوتا ہے جو اُس کو خیر اور بھلائی کے کاموں کی تلقین کرتا ہے۔ اگر فرشتہ کی بات کو چھوڑ کر شیطان کی تلقین کے مطابق غلط کام کر لیا تو گویا شیطان سے دُوستی کر لی۔ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ۝ (سُوْرَۃُ الزُّخْرُف،۳۸) (یعنی کتنا بُرا دُوست ہے شیطان۔) یہ مطلب یہ شیطان سے دُوستی کرنے کا۔

اِیذاء رِسانی کی مذمّت

③ تیسری بات یہ ہے کہ: وہ کسی کو تکلیف نہ پہنچائے، عالمِ دِین کو اِیسا ہونا چاہیے کہ: اُس کی ذات اور اُس کے قول وعمل سے کسی کو تکلیف نہ ہو۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ۔
(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، ج۱، ص۶، طبع یادگار شیخ، کراچی)

پکا مسلمان تو وہی ہے جس کے ہاتھ وزبان سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔ یعنی اُس کی ذات سے کسی کو تکلیف نہ ہو اور اگر ایسی بات نہیں ہے تو سمجھو کہ: اُس کے اِسلام میں کھوٹ ہے۔
یہ ہیں عالمِ دِین کے ضروری اَوصاف اور جس عالم میں یہ تین باتیں نہ ہوں تو ایسا عالم بے عمل کہلائے گا۔ اُس کے علم سے اُس کو کچھ فائدہ نہ پہنچے گا بل کہ اُس کا علم اُس کے خلاف حجت اور اُس کے لیے وَبالِ جان ہوگا۔

بے عمل عالم کا عذاب

جس عالمِ دِین میں یہ مذکورہ اَوصاف نہ ہوں گے ایسا بے عمل عالم سخت عذاب کا مستحق ہوگا، حتّٰی کہ چور ڈاکوؤں کو بھی اِتنا سخت عذاب نہ ہوگا جتنا کہ بے عمل عالم کو ہوگا۔ چناں چہ ایسے بد عمل عالم کو جب عذاب ہوگا تو اُس کی بد بو اِتنی سخت ہوگی کہ دوسرے دُوزخی اُس کی بد بو سے پریشان ہوں گے۔ چور ڈاکو اور دوسرے مبتلائے عذاب بھی اُس کی بد بو سے پناہ مانگیں گے۔ بے عمل عالم کو اُوندھے منہ گھسیٹ کر دُوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ۔ (۱۴۰۶ھ)

علمِ دِین حاصل کرنے کا مقصد

عشاء کے بعد کی مجلس میں طلباء کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ: بتاؤ! علم کیوں حاصل کیا جاتا ہے؟ طلباء نے عرض کیا کہ: عمل کے لیے۔ فرمایا: عمل سے کیا مقصود ہے؟ عرض کیا گیا کہ: اللہ تعالیٰ کی رضا۔ پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بتاؤ! ایسے علم سے کیا فائدہ جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور خوشنودی حاصل نہ ہو؟ تم لوگ علمِ دِین حاصل کرنے آئے ہو لیکن نہ تو پڑھنے میں محنت کرتے ہو اور نہ ہی عمل میں پیش قدمی کرتے ہو۔ میں تم سے پوچھتا ہوں کہ: سچ بتاؤ! تم لوگوں میں سے آج مغرب بعد کس کس نے کتاب کا مطالعہ کیا ہے؟ کیا علم یوں ہی بغیر محنت کے حاصل ہو جاتا ہے؟ اگر رُوشنی کا اِنتظام نہیں تھا تو خود اِنتظام کر لیتے، چراغ اور لالٹین خرید کر کام چلا لیتے۔ پہلے زمانہ میں لوگوں نے کس طرح علمِ دِین حاصل کیا ہے؟ کہ روشنی کا کوئی اِنتظام

اُن کے پاس نہ ہوتا تھا، سڑک کی رُوشنی میں کھڑے کھڑے کتاب دیکھا کرتے تھے اور تم لوگوں سے اِتنا بھی نہیں ہوسکتا کہ: ایک چراغ یا لالٹین کا اِنتظام کرلو؟ سیکڑوں رُوپیہ چائے پانی اور ہوٹل بازی میں خرچ کرڈالتے ہواور چند پیسے خرچ کرکے مٹی کا تیل نہیں خرید سکتے؟ آج سے ہر کمرہ میں لالٹین کا ضرور اِنتظام ہونا چاہیے، ہر کمرہ کے سب لڑکے مل کر چندہ کرلیں اور لالٹین منگا کر اپنے کمرہ میں رَکھیں۔ مٹی کا تیل مدرسہ سے مل جائے گا۔

علم کے ساتھ عمل وتقوٰی کی ضرورت

فرمایا: علم کا نورتقوٰی اور خوف وخشیت اور اَعمالِ صالحہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اِس کے بغیر علم میں نور ہی نہیں پیدا ہوتا اور جو علم عمل کا ذریعہ نہ ہو وہ حقیقت میں علم ہی نہیں اور معاصی کے ساتھ علم کا نور حاصل نہیں ہوسکتا۔

اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اُستاد سے ایک مرتبہ سُوءِ حِفْظ کی شکایت کی تو اُن کے اُستاد نے اُن کوتقوٰی اِختیار کرنے اور معاصی سے پرہیز کرنے کی وصیت فرمائی۔

اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں:

شَكَوْتُ إِلَى وَكِيعٍ سُوْءَ حِفْظِي فَأَوْصَانِي بِتَرْكِ الْمَعَاصِي
فَإِنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ مِّنْ نُوْرِ الْإِلٰهِي وَنُوْرُ اللهِ لَا يُعْطٰى لِعَاصِي

ترجمہ: اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: میں نے اپنے اُستاد وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے سُوءِ حِفْظ کی شکایت کی تو اُنہوں نے مجھ کو معاصی سے پرہیز کرنے کی وصیت فرمائی کیوں کہ علم نورِ الٰہی ہے اور اللہ کا نور نافرمان کونہیں دیا جاتا۔

جب اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر عالم سے یہ بات کہی جارہی ہے کہ: تقوٰی اِختیار کرو، تو پھر اُوروں کا کیا کہنا؟ تقوٰی اِختیار کرنے سے ذہن کھلتا ہے، نور پیدا ہوتا ہے اور معاصی سے ذہن کمزور ہوتا ہے، ظلمت چھا جاتی ہے۔ (۱۴۰۵ھ)

عمل بڑھانا چاہیے محض علم بڑھانے سے کیا فائدہ؟

ایک صاحب نے حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ سے سیرت کے کسی واقعہ کے متعلّق کوئی بات دریافت کی؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پورا واقعہ بیان فرمایا لیکن صاحبِ واقعہ کا نام حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو مستحضر نہیں تھا۔ اُن صاحب نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے نام بھی دریافت کیا؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: عبرت کے لیے مجھے واقعہ یاد ہے نام یاد نہیں۔ اگر سیرت کی کتابیں دیکھتا رہوں تو نام بھی یاد رہے لیکن مشغولی اِتنی رہتی ہے کہ: کتاب دیکھنے کا وقت ہی نہیں ملتا۔ سفر میں جب جانا ہوتا ہے تو اکثر کتاب ساتھ لے کر جاتا ہوں کہ راستہ میں مطالعہ کروں گا لیکن مطالعہ نہیں کر پاتا اور سفر میں مطالعہ میں میرا جی بھی نہیں لگتا۔ صرف قرآن پاک پڑھنے کا جی چاہتا ہے، اگر سفر میں بھی قرآن شریف کی تلاوت نہ کروں تو پھر اِس کے علاوہ اَوسط پورا کرنے کا کوئی اور وقت بھی نہیں ملتا۔ اِسی لیے سفر میں قرآن پاک کی تلاوت کے علاوہ کوئی دوسرا کام نہیں کرتا۔ اور اب تو زیادہ مطالعہ کرنے کا بھی جی نہیں چاہتا، جتنی باتیں معلوم ہیں عمل کے لیے وہ بہت کافی ہیں، محض علم بڑھانے سے کیا فائدہ؟ وہ تو بڑھتا ہی رہے گا، عمل بڑھانا چاہیے اُس میں فائدہ بھی ہے۔

اَخلاق وعادات کی دُرستگی کا شروع ہی سے اِہتمام کرانا چاہیے

فرمایا: مدرسہ کے طلباء اور بچوں میں اَچھے عمل کی عادت شروع ہی سے ڈلوانی چاہیے کیوں کہ بچپن اور زمانۂ طالبِ علمی میں جو عادت پختہ ہوجاتی ہے وہ ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ اُس میں ترقی ہی ہوتی جاتی ہے۔ اگر آج کوئی غلط کام کیا ہے تو کل اور زیادہ غلط کام کرے گا، خیانت بھی کرے گا، دُھوکہ بھی دے گا، جھوٹ بولے گا، چوری کرے گا اور اگر ابھی سے بُری باتوں سے بچتا رہے گا، مشتبہ اُمور سے بھی اِحتیاط کرے گا تو آگے چل کر "مباح" کاموں سے بھی بچنے کی توفیق ہوگی کیوں کہ "مباح" کام کا کرنا کوئی "فرض واجب" تو ہے نہیں اور بسا اَوقات "مباح" کام کسی معصیت کا ذریعہ بن جاتا ہے اِس لیے وہ اُس کو بھی ترک کردے گا۔ اِس طرح اُس کو تقویٰ کا اَعلیٰ درجہ حاصل ہوجائے گا۔

اِس کے بَرخلاف اگر ابھی زمانۂ طالبِ علمی میں "مکروہ اور مشتبہ اور خلافِ اَولیٰ" چیزوں کو بے جھجک کرتا رہے گا، "سنن و مستحبات اور آداب" کی رِعایت نہ کرے گا تو آگے چل کر "فرائض اور واجبات" میں بھی کوتاہی کرے گا، اُن کو بھی چھوڑ بیٹھے گا اور حرام میں مبتلا ہو جائے گا، جھوٹ بولے گا، دُھوکہ بازی کرے گا، کسی کا سامان بلا پوچھے لے لے گا، کسی کو پریشان کرے گا، علم کے ساتھ اُس کی بدعملی میں بھی ترقی اور بُری عادتوں میں بھی پختگی آتی جائے گی۔ اِس لیے اَساتذہ اور بڑوں کی ذمہ داری ہے کہ: اپنے چھوٹوں اور شاگردوں کی شروع ہی سے اَچھے اَعمال واَخلاق کی عادت ڈلوائیں۔ (۱۴۰۵ھ)

پڑھنے کا مقصد

پڑھنے پڑھانے کا مقصد ہی یہی ہوتا ہے کہ: آدمی اپنے اَندر اَچھے اَوصاف پیدا کرے۔ اُس کے اَندر قربانی، اِیثار، ہمدردی کا جذبہ پیدا ہو۔ کوئی شخص خراب چیز کو پسند نہیں کرتا، خراب کپڑوں کو خراب سامان کو پسند نہیں کرتا۔ تو پھر اِن رَذائل کو کیوں پسند کرتا ہے جس سے اُس کا اِیمان کمزور ہو جائے؟ اور اگر اپنے اَندر یہ اَوصاف نہیں پیدا کرنے تو پھر علمِ دِین کیوں حاصل کرتے ہو؟ علمِ دِین خود مقصود بالذات نہیں مقصود تو عمل ہے۔ علمِ دِین تو اِس لیے پڑھا جاتا ہے کہ: اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلیں، اُن کے اَوصاف اپنے اَندر پیدا کریں، اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دیں۔

علم وعمل کا رَبط

فرمایا: علم کے بعد اگر عمل نہ ہو تو ایسا علم بے کار ہے، علم کا وَقار اور اُس کا تحفظ تو عمل ہی کے ذریعہ ہوتا ہے ورنہ بغیر عمل کے علم محفوظ بھی نہیں رہتا۔ جتنے علم پر عمل ہو جائے تو سمجھو کہ: اُتنا علم کار آمد اور محفوظ ہو گیا اور جس علم پر عمل نہ ہو تو سمجھو کہ: وہ علم بے کار اور ضائع ہو گیا۔ جس شخص کا اپنے علم پر عمل نہیں ہوتا اُس کے قلب میں کدورت اور تاریکی چھا جاتی ہے، پھر اُس کے دل میں کسی اَچھی بات کا اَثر نہیں ہوتا، اُس کا قلب سیاہ اور سخت ہو جاتا ہے۔

علم سے مقصود عمل ہے اگر علم کے بعد عمل نہ ہو تو اِیسے علم سے کوئی فائدہ نہیں۔ مثلاً یہ پنکھا لگا ہوا ہے

اِس لیے تاکہ اِس سے ہوا ملے لیکن اگر یہ چلتا ہی نہ ہو تو ایسے پنکھے سے کیا فائدہ؟ یہ بلب لگا ہوا ہے تاکہ اِس سے رُوشنی ہو لیکن اگر یہ بلب رُوشنی نہ دے تو یہ بے کار ہے۔ اِسی طرح علم کو سمجھو کہ: اُس کا مقصد عمل ہے اگر علم کے بعد عمل نہ ہو تو وہ علم بے کار ہے، پھر وہ علم ضائع بھی ہو جاتا ہے۔ جیسے لالٹین اگر اُس کو اِستعمال نہ کیا جائے، اُس سے رُوشنی نہ حاصل کی جائے تو رکھے رکھے خراب ہو جائے گی، یہی حال علم کا بھی ہے اگر اُس کو اِستعمال نہ کیا جائے گا یعنی اُس کے مطابق عمل نہ ہوگا تو وہ بھی خراب ہو جائے گا۔

اِصلاح کا طریقہ

فرمایا: جو بات بتلائی جائے اُس کے مطابق اگر عمل کیا جائے تب تو ترقی ہوتی ہے ورنہ ویسا کا ویسا ہی رہتا ہے۔ ڈاکٹر کے پاس ایک مَریض جاتا ہے، ڈاکٹر اُس کے مَرض کی تشخیص اور کچھ پرہیز وعلاج بتلاتا ہے۔ اگر وہ مَریض اُس کے مطابق عمل کرے گا علاج اور پرہیز بھی کرے گا تب تو فائدہ ہوگا ورنہ نہیں۔ اِسی طرح یہاں بھی صرف تقریریں اور وعظ نصیحت سُن لینے اور بزرگوں کے پاس رِہ لینے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک کہ اُن کے بتلائے ہوئے طریقوں کے مطابق عمل نہ کرے۔

اپنے اَندر طلب پیدا کرو، بغیر طلب کے کچھ نہیں ملتا، کسی کو اَچھا دیکھا تو یہ تمنا کرو کہ: اللہ تعالیٰ مجھے بھی ایسا بنا دے اِنْ شَآءَ اللہ اللہ تعالیٰ تم کو بھی اُسی رَنگ میں رَنگ دے گا اور اگر طلب نہ ہوگی تو اللہ تعالیٰ زَبردستی کسی سے کام نہیں کراتے۔ اَنُلْزِمُکُمُوْھَا وَاَنْتُمْ لَھَا کٰرِھُوْنَ ۞ (سُوْرَۃُ ھُوْد، ۲۸) اگر واقعی طلب ہوگی تو توفیق بھی ہو جائے گی اور راہیں بھی کھلیں گی۔ وہاں تو طلب ہی دیکھی جاتی ہے۔ (محرم ۱۴۰۵ھ)

اِصلاحِ طلباء

فرمایا: اگر کسی کو کوئی بیماری لاحق ہو تو اُس کے علاج کی فکر کرتا ہے، ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے، پیسہ وقت سب خرچ کرتا ہے، مَرض سے شفاء یاب ہونے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ ظاہری اَمراض کی طرح رَذائل بھی تو اَمراض ہیں اُن کے اِزالہ کی فکر کیوں نہیں ہوتی؟ پہلے لوگ علمِ دِین حاصل کرنے کے ساتھ رَذائل بھی دُور کرتے جاتے تھے، نفس کی اِصلاح بھی ساتھ ساتھ کرتے جاتے تھے

اور اب علمِ دِین حاصل کرنے کے ساتھ رَذائل دُور کرنے کو اِس کے منافی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: یہ سب فراغت کے بعد کے کام ہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ: آخر اِس میں کیا منافات ہے کہ: علمِ دِین بھی حاصل کرو اور اَعمالِ صالحہ بھی کرتے رہو، اَچھے اَخلاق اِختیار کرو، نماز کی پابندی کرو، نوافل کا بھی اِہتمام کرو؟ کیا اِن کاموں کے کرنے اور علمِ دِین حاصل کرنے میں منافات ہے؟ پھر کیوں نہیں کرتے؟ اور نہ معلوم طلباء نے یہ حدیث کہاں سے گڑھ لی؟ يَجُوْزُ لِطَالِبِ الْعِلْمِ مَالَا يَجُوْزُ لِغَيْرِهٖ۔ طلباء کے لیے وہ کام جائز ہیں جو غیروں کے لیے جائز نہیں۔ گویا طالبِ علم کے لیے سب کچھ جائز ہوگیا۔ میں پوچھتا ہوں کہ: اَچھا! علمِ دِین حاصل کرنے ساتھ اگر اپنی زندگی بنانے میں منافات ہے تو کیا علم حاصل کرنے کے ساتھ نماز چھوڑنے، جھوٹ بولنے، تکبر اِختیار کرنے اور بداَخلاقی بَرتنے میں منافات نہیں ہے؟ کیا اِس میں منافات نہیں ہے کہ: علم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ چوری بھی کرو، سینما بھی دیکھو؟ نہ معلوم کیسا مزاج بن گیا ہے۔ اِصلاح کی باتیں سمجھتے ہی نہیں؟!! (۱۴۰۵ھ)

پہلے مَرض لکھیے پھر اُس کی اِصلاح کی جائے گی

عرضِ حال: ایک صاحب نے تحریر فرمایا کہ: حضرتِ والا کی اہلیہ مرحومہ کے لیے یہاں ایصالِ ثواب کیا گیا اور حضرتِ والا سے درخواست ہے کہ میری اِصلاح کے لیے کچھ نسخہ تحریر فرمادیں تا کہ میری اِصلاح ہوجائے۔

اِرشاد: حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب تحریر فرمایا: آپ نے اہلیہ کے لیے ایصالِ ثواب کیا اللہ پاک اُس کا بہترین اجر عطا فرمائے۔ اِصلاحی نسخہ کیا تجویز کروں؟ آپ کس چیز کی اِصلاح چاہتے ہیں؟ مَرض معلوم ہو تب ہی نسخہ تجویز کیا جاسکتا ہے۔ حالات تحریر کریں تا کہ اُس کے مطابق کوئی مشورہ دیا جائے۔

(علمی واصلاحی ملفوظات ومکتوبات، تیسرا باب (اصلاحِ نفس کا طریقہ)، ص ۶۸، طبع مکتبہ دار العلوم صدیقیہ، کراچی)

بارھواں باب
(علمی اِنہماک اور اِمتحان کی تیاری)

پہلے زمانہ کے علماء

فرمایا: قدیم زمانہ کے طلباء نے بڑی محنت سے علمِ دِین حاصل کیا ہے، اُن کے تو قیام وطعام کا بل کہ کتابوں کا بھی کچھ اِنتظام نہ ہوتا تھا، رہتے کہیں تھے، کھاتے کہیں تھے اور پڑھتے کہیں تھے۔ ایک کتاب کسی مسجد میں دیکھتے اور دوسری کتاب کہیں اور جاکر دیکھتے۔ بہت سی کتابوں کو پہلے اپنے ہاتھ سے لکھتے اُس کے بعد اُسے پڑھتے۔ واقعی بڑی مصیبت سے علم حاصل کیا ہے اُسی محنت کا نتیجہ ہے کہ: پھر ایسی کتابیں لکھی ہیں جن کو آج ہم پڑھتے پڑھاتے ہیں اور ایسی کتابیں بھی لکھیں جن کا پڑھنا پڑھانا بھی ہمارے لیے مشکل ہے۔ محنت کے بعد ہی آدمی کچھ بنتا ہے۔

ایک طالبِ علم کی حکایت

قدیم زمانہ کے ایک طالبِ علم کا قصہ لکھا ہے کہ: اُس کے قیام وطعام اور مطالعہ کے لیے رُوشنی تک کا اِنتظام نہ تھا۔ ایک دکان دار سے بات کی کہ: رات بھر میں تمہارے دکان کی نگرانی کیا کروں گا۔ دکان دار نے مزدوری پوچھی؟ تو طالبِ علم نے کہا: بس! رات بھر کے لیے رُوشنی کا اِنتظام کردو، اِسی پر بات طے ہوگئی۔ چناں چہ وہ طالبِ علم اُسی دکان پر رات بھر چراغ کی رُوشنی میں کتاب کا مطالعہ کرتے، آٹے کا چراغ بناتے اور اُسی کو رات بھر جلاتے اور صبح اُسی آٹے کی ٹکیہ بنا کر کھا لیتے۔ بس! یہی اُن کی غذا تھی، ایسے لوگ بھی گزرے ہیں اور اِس طرح بھی لوگوں نے علم حاصل کیا ہے، ایسے بھی طالبِ علمی کی جاتی ہے، کرنے والے کر کے چلے گئے۔ ایسے ہی طالبِ علم ہوتے ہیں جو غوث اور قطب بنتے ہیں، گمراہوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنتے ہیں۔ ایسے ہی طالبِ علموں کے متعلّق کہا گیا ہے کہ: فرشتے اپنے پر بچھا دیتے ہیں اور دریا کی مچھلیاں تک اُن کے لیے دعا کرتی ہیں اور اگر اُن کا اِنتقال ہوتا ہے تو شہید کی موت مرتے ہیں۔

(سنن ابی داؤد بتغیر الالفاظ، کتاب العلم، باب فضل العلم، ج ۲، ص ۱۵۷، طبع حسن، لاہور)

اور ایک طالبِ علم تم لوگ ہو، اپنا حال تم خود جانتے ہو، اگر تم لوگ بھی بننا چاہو تو کیا نہیں بن سکتے؟

کیا اللہ تعالیٰ نے تم کو قدرت واختیار نہیں دیا؟ لیکن آدمی کچھ کرنا چاہے تو کرے بھی تم لوگ کچھ کرنا ہی نہیں چاہتے، اپنی عاقبت خراب کر رہے ہو۔ کیا ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ کام لے گا؟ کیا ایسے ہی لوگ دِین کا کام کرتے ہیں جن کے اَعضاء، ہاتھ پیر ہر وقت گناہ کے کام میں ملوث ہوں؟ کتنے تعجب اور ڈوب مَرنے کی بات ہے کہ: ایک عالِمِ دِین اور طالبِ علم اپنا حشر خدا کے باغیوں کے ساتھ کرائے۔ ایسوں سے کیا اُمید کی جائے کہ: یہ لوگ آئندہ کچھ کام کریں گے؟ اگر کسی شخص کو نوکر اور ملازم بنا کر رکھا جاتا ہے تو اُس کو بھی ٹھوک بجا کر اَچھی طرح پرکھ کر رکھا جاتا ہے۔ تو کیا اللہ تعالیٰ اپنے دِین کے کام کے لیے ہر ایک کو قبول فرمالے گا؟ جو اِس کا اِہل ہوگا اُسی کو قبول کرے گا۔ کیا وہاں بھی رِشوت چل جائے گی؟ یا اللہ کے یہاں بھی کسی کا زُور اور دباؤ پڑسکتا ہے؟ تم لوگوں کو اللہ نے مدرسہ میں بھیجا ہے تو اپنی عاقبت کیوں خراب کرتے ہو؟ جن ہاتھ پیروں سے اللہ کی نافرمانی کرتے ہو کیا اِن سے اللہ کی اِطاعت نہیں کرسکتے؟ جن آنکھوں سے کھیل تماشا دیکھتے ہو اُنہیں آنکھوں سے کتابوں کا مطالعہ نہیں کرسکتے؟ اگر تم چاہو تو کیا نہیں کرسکتے؟ تم لوگ چاہو تو کیا مدرسہ کی اِصلاح نہیں ہوسکتی؟ لیکن تم لوگوں کو اِس کی فکر ہی نہیں۔

پہلے زمانہ میں اِتنی جلدی کیسے علم حاصل کرلیتے تھے؟

فرمایا: پہلے زمانہ میں لوگ علم حاصل کرنے میں محنت کرتے تھے۔ اِس لیے بہت تھوڑی مدّت میں علم حاصل کرلیتے تھے۔ حضرت مولانا عجب نور صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تین برس میں تمام کتابیں پڑھ لی تھیں۔ حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ نے جو میرے ساتھی بھی ہیں چھ ماہ میں حفظ کرلیا تھا اور چھ ماہ میں اِبتدائی "عربی، فارسی" سے لے کر "ہدایۃ النحو" تک کی پوری کتابیں پڑھ لی تھیں اور بہت اَچھی اِستعداد تھی۔ پہلے زمانہ میں ایسے ہی لوگ ہوتے تھے اور وجہ اُس کی یہ تھی کہ: محنت بہت کرتے تھے، پورے اِنہماک سے علم حاصل کرتے تھے، مطالعہ کرکے خود ہی کتاب حل کرنے کی کوشش کرتے تھے، عبارت کا ترجمہ اور اُس کا مطلب خود ہی سمجھ لیتے تھے، جہاں کہیں گاڑی اَٹک جاتی اُس کو اُستاد سے حل کرتے اور ایک دو صفحہ نہیں صفحات کے صفحات پڑھتے چلے جاتے تھے۔ اِس طرح جلدی جلدی سب کتابیں ختم کرکے تھوڑی ہی مدّت میں

پوری منزل طے کر لیتے تھے اور اُن کے وقت میں برکت بھی ہوتی تھی، یومیہ ایک ایک ہزار صفحات مطالعہ کرنے کا معمول تھا۔ لیکن اب نہ اِس طرح کا ماحول ہے نہ محنت کرنے والے لوگ رہے۔ کتاب کا مطالعہ کرنا اَزخود حل کرنا تو جانتے ہی نہیں، اگر اُستاد نے ایک دو صفحے پڑھا دیئے تو کہتے ہیں کہ: بس بس!! اِمتحان کا موقع آیا تو ہفتوں پہلے اَسباق بند کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مولانا اِدریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا علمی اِنہماک

فرمایا: حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ بہت عجیب وغریب آدمی تھے۔ ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔ حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں میں سے تھے۔ "مظاہر علوم" میں تعلیم حاصل کی، "دار العلوم دیوبند" میں مدرّس تھے، کتابیں دیکھنے کا بہت شَوق تھا۔ دورہ کے مَریض تھے، غشی طاری ہوجاتی تھی، گھنٹوں بے ہوش پڑے رہتے تھے، جب ہوش آتا تو اُسی وقت لیٹے لیٹے کتاب دیکھنے میں مشغول ہوجاتے۔ (محرم ۱۴۰۵ھ)

اللہ تعالیٰ کسی کی محنت ضائع نہیں کرتا

فرمایا: اللہ کسی کی محنت ضائع نہیں کرتا۔ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (سُوْرَةُ هُوْد، ۱۱۵) (یعنی اللہ تعالیٰ محسنین کا اَجر ضائع نہیں فرماتا۔) جو محنت کرے گا اُس کو اِس کا پھل ضرور ملے گا۔

مولانا اِعزاز علی صاحب نَوَّرَ اللّٰهُ مَرْقَدَهٗ زمانۂ طالبِ علمی میں نہایت غبی کند ذہن تھے۔

مولانا کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے میں نے خود سنا ہے کہ: مولوی اِعزاز علی (رحمۃ اللہ علیہ) پڑھنے کے زمانہ میں ایسے نہیں تھے لیکن اُنہوں نے محنت کی اور لگے رہے اللہ نے کامیابی دی۔ بڑی بڑی کتابوں میں عربی میں حاشیہ لکھا، عربی میں قصیدے کہے۔ آج کل تو عربی میں مشق کرائی جاتی ہے لیکن اُس وقت یہ سلسلہ نہ تھا، اپنے طور پر محنت کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے محنت کا ثمرہ عطا فرمایا۔

مولانا اِعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کا قصہ ہے کہ: ایک مدّت تک حضرت علامہ اَنور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے دروازہ پر چلے جاتے اور جب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ظہر کی نماز کے لیے مسجد تشریف لے جاتے تو راستہ چلتے کچھ علمی باتیں دریافت کر لیتے، اِتنے ہی وقت میں اُنہوں نے بہت کچھ حاصل کر لیا۔ اَصل چیز تو خود کی طلب ہے۔ اگر طلب ہو تو آدمی لگا رہتا ہے اور جب لگا رہتا ہے تو فائدہ بھی ہوتا ہے۔

آج کل طلب ہی نہیں۔ذہن میں یہ بات ہوتی ہی نہیں کہ: جو کتابیں میں پڑھ رہا ہوں آئندہ اُن کو پڑھنا بھی ہے۔اگر یہ جذبہ ہو اور آئندہ پڑھانے کی نیت ہو تو ویسی محنت بھی کرے، پڑھنے کے بعد پڑھانے کا جذبہ نہیں ہوتا اِسی لیے اِستعداد نہیں بناتے۔

ہمارے اکابر کی سادگی
کپڑا گندہ ہو لیکن دل گندہ نہ ہو

جمعرات کا دن دوپہر کا وقت تھا حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے داماد صاحب اور بعض خدام نے عرض کیا کہ: حضرت! کرتہ گندہ ہو گیا ہے دوسرا بدل لیجیے۔فرمایا: آج نہیں کل بدلوں گا۔ داماد صاحب نے اِصرار کیا تو فرمایا کہ: کرتہ ہی تو گندہ ہے، کرتہ گندہ ہو جانے دُو دل گندہ نہ ہو۔

پھر فرمایا کہ: حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ ہفتہ میں صرف ایک مرتبہ کپڑے بدلا کرتے تھے۔ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بہت سادے کپڑے پہنتے تھے کوئی دیکھ کر اُن کو عالم نہ کہہ سکتا تھا۔ ہمارے جتنے اکابر تھے سب ہی کا حال یہ تھا کہ: مزاج میں نہایت سادگی تھی۔مولانا مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں اُن کا تقویٰ مشہور تھا۔پیدل سفر کرتے تھے اور عموماً فجر سے پہلے ہی سفر کا معمول تھا۔ایک مرتبہ "گنگوہ" حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں قیام کیا اور صبح جلد ہی سفر کا اِرادہ تھا ناشتہ وغیرہ کے اِنتظام میں بہت دیر لگتی۔ مولانا مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: باسی کھانا جو رکھا ہو وہی لا دو تازہ میں دیر لگے گی۔ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ رُوٹی اور دال لے آئے۔مولانا مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کو رکھ لیا اور چل دیئے۔منزل پر پہنچے حکیم صاحب سے فرمایا کہ: رشید احمد بہت اچھے آدمی ہیں۔حکیم صاحب نے فرمایا: جی واقعی! بہت اچھے آدمی ہیں۔دوبارہ پھر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔حکیم صاحب نے پھر اُس کی تائید فرمائی۔تیسری مرتبہ فرمایا: بہت اچھے آدمی ہیں۔حکیم صاحب نے پوچھا: حضرت! کون سی خوبی آپ نے دیکھی ہے جو آپ بار بار فرما رہے ہیں کہ: رشید احمد بہت اچھے ہیں؟ ہم بھی تو اچھا کہہ رہے ہیں۔فیرمایا: واقعی اچھے آدمی ہیں تکلّف نہیں کرتے جو کہا فوراً اُس پر عمل کر لیا۔اِس لیے کہہ رہا ہوں کہ: بہت اچھے آدمی ہیں۔

قاسمی بننے والوں سے چند باتیں

جس کی طرف نسبت کر کے آج ہم اپنے آپ کو "قاسمی" کہتے ہیں یہ نسبت کرنا آسان نہیں ہے اور یہ نسبت آسانی سے حاصل نہیں ہوتی۔ "قاسمی" تو وہ ہے جس کے اندر حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اَوصاف پائے جائیں۔ وہ کیسے رہتے تھے؟ اُن کے اَخلاق کیا تھے؟

1. اُن کی سادگی کا عالم یہ تھا کہ: اُن کو دیکھ کر کوئی پہچان نہیں سکتا تھا کہ یہی مولانا قاسم صاحب ہیں۔ ایک مرتبہ اسٹیشن سے تشریف لا رہے تھے اُس وقت قلی وغیرہ تو تھے نہیں بعض آنے والے مہمانوں نے خود اُنہیں سے پوچھا کہ: مولانا قاسم صاحب کو جانتے ہو؟ اُن سے ملاقات کرنی ہے۔ اُن کو اَجنبی اور دیہاتی سمجھ کر اُنہیں کے سَر پر اپنا سامان لَدوایا۔ منزل پہنچ کر فرمایا: میں ہی قاسم ہوں کچھ خدمت ہو بتلایئے؟ مہمان تو قدموں میں گر پڑے معافی مانگی۔ یہ اَخلاق تھے مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے۔
2. مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد صاحب کاشتکاری کرتے تھے اور گھر سے کھانا کھیت خود مولانا رحمۃ اللہ علیہ لے جاتے تھے۔ اُن کے باپ کہتے: قاسم! تم ہل جوتو میں کھانا کھالوں۔ مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ہل جوتا کرتے تھے۔ یہ تواضع ومسکنت اور یہ اِطاعت وفرماں برداری تھی۔ ہم "قاسمی" بنتے ہیں کیا ہمارے اَندر بھی اِیسی تواضع ہے؟
3. مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مطبع میں بطورِ ملازمت کے تصحیح کا کام کرتے تھے۔ لوگوں نے مولانا کی تنخواہ میں اِضافہ کرنا چاہا تو فرمایا کہ: میں یہی سُوچتا ہوں کہ: اُن کو کہاں خرچ کروں گا؟ زائد میں تو اور فکر بڑھ جائے گی۔ ایک مرتبہ ایک صاحب نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک تھیلی رُوپیوں کی پیش کی اور فرمایا کہ: جہاں چاہیں خرچ کر دیں۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے تھیلی واپس کر دی اور فرمایا کہ: میں کیوں اپنے ذمہ لوں؟ آپ خود محتاجوں کو تقسیم کر دیجیے۔ اِس قدر زُہد تھا۔ اور ہماری حالت یہ ہے کہ: ایک ایک پیسے کے پیچھے بے اِیمانی کرتے ہیں۔ کتنے لوگ ہوں گے جو مدرسہ کی بوریاں اپنے پاس رکھے ہوں گے۔ اُس میں اپنا سامان باندھ کر لے جائیں گے۔ یہ ناجائز نہیں تو اور کیا ہے؟ آدمی جس کی طرف نسبت کرتا ہے کم اَز کم

اُن کی لاج تو رکھے، اُن جیسے اَوصاف تو پیدا کرے، نسبت اِتنی سستی نہیں ہے۔ نام ہو اور اَوصاف نہ ہوں تو نسبت حاصل نہ ہوگی اور اَوصاف ہوں خواہ نام نہ ہو تو نسبت حاصل ہو جائے گی۔ ہمارے جیسے حالات ہیں کیا حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ایسوں کو پسند کریں گے؟ اِیسوں سے خوش ہوں گے؟ بڑی جگہ جا کر آدمی اَچھا بھی بنتا ہے اور بُرا بھی۔ اَچھا بننا چاہے اور اُس کی کوشش کرے تو اَچھا بن جائے گا۔ بُرا بننا چاہے تو بُرا بن جائے گا۔ لیکن اَفسوس تو یہ ہے کہ: جس مدرسہ نے بنایا لکھایا پڑھایا دوسرے مدرسہ میں جا کر سب کو بھول جاتا ہے۔ ایک ہی سال بعد اُس مدرسہ کی بُرائی کرنے لگتا ہے۔ اِبتدائی مدرّس کا نام نہیں جانتا۔ اِیسوں کو کیا حاصل ہوگا؟ اور اِیسوں سے کیا فائدہ پہنچے گا؟ (صدیق اَحمد[1])

ہمارے اَکابر ایسے تھے
قابلِ عبرت زندگی

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مصروفیات کچھ اِس طرح کی تھیں کہ: تہجد کے وقت سے جب بیدار ہوتے تھے اور فجر کے بعد اَسباق اور اُس کے بعد آنے والے مہمانوں اور لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کا جو سلسلہ چلتا تھا بہ مشکل ہی دو پہر "قیلولہ" کا موقع ملتا تھا۔ رات دس گیارہ بجے ہی آرام کرنے کا موقع ملتا تھا بہت تھک جاتے تھے۔ فرمایا کہ: نو نو، دس دس گھنٹے اِسی طرح بیٹھا رہتا ہوں بہت تھک جاتا ہوں۔ اب بڑھاپے میں بَرداشت نہیں ہوتا۔

اَحقر نے عرض کیا کہ: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں پڑھا کہ: اُن کے والد صاحب یعنی شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فجر بعد بیٹھتے تھے تو دو پہر ہی کو اُٹھتے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ہمارے تمام اَکابر کا یہی حال تھا۔ ہم نے اِیسوں کو دیکھا ہے، اِیسوں کے پاس وقت گزارا ہے کہ اُن کی زندگی کے سامنے یہ کچھ بھی نہیں۔

میرے اُستاد مولانا عبدالرحیم پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تھے بلا مبالغہ فجر بعد اَسباق پڑھانا شروع کرتے تو مغرب تک سلسلہ جاری رہتا۔ کبھی مغرب سے پہلے، کبھی مغرب بعد سبق ختم ہوتا تھا، دو پہر کو کبھی آرام نہ فرماتے، کبھی تھوڑی دیر کے لیے ٹیک لگا کر آرام فرماتے، اَذان ہوتی فوراً اُٹھ جاتے۔

[1] اِس ملفوظ کی تصحیح کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دستخط بھی فرما دیے تھے۔

ہمارے اَکابر اِیسے تھے۔میرے دوسرے اُستاد حضرت مولانا عبد الحلیم پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اور قاری مشتاق اَحمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی حال تھا۔اُن کی محنت دیکھنے کے بعد شرم آتی ہے کہ اپنے کو محنت کرنے والوں میں شمار کیا جائے [1]

کامل اِخلاص اور کامل تواضع

فرمایا: آدمی کی نگاہ میں مَادِح اور ذَامّ سب برابر ہونے چاہئیں، اگر کوئی تعریف کرے تو خوش ہو کر پھول نہ جائے اور اگر کوئی بُرائی کرے تو بد دل اور کبیدہ خاطر نہ ہو جائے۔کسی کی تعریف اور بُرائی کرنے سے کیا ہوتا ہے؟ اگر ساری دُنیا ہماری بُرائی کرے اور ہمارے اَعمال اَچھے ہیں تو ہم کو کسی بات کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے اور اگر ہمارے اَعمال خراب ہوں تو پھر چاہے ساری دُنیا ہماری تعریف کرے سب بے کار ہے۔

"حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا رشید اَحمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا تھا کہ: آں عزیز کا حال کچھ نہیں معلوم ہوا۔اپنے حالات سے مطلع کریں۔

عرضِ حال: حضرت مولانا رشید اَحمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ: حضرت میں کیا اور میرا حال کیا؟ بس! حضرت کی جوتیوں کے طفیل میں یہ چیز حاصل ہوئی ہے کہ: مَادِح اور ذَامّ [2] سب برابر ہیں۔

اِرشاد: حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ: اِس سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہوگی؟ [3]

اِمتحان کی تیاری

عشاء کے بعد طلباء کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اِمتحان کے اب کتنے دن باقی رہ گئے ہیں؟ پندرہ دن۔اور آخرت کے اِمتحان کے کتنے دن باقی ہیں؟ اُس کا کوئی پتہ ہی نہیں۔اِس اِمتحان کی تیاری تو کرتے ہو اور آخرت کا اِمتحان جو ہونے والا ہے اُس کے لیے کیا تیاری کی؟ کیا یہی زندگی لے کر جاؤ گے؟ کیا تمہاری زندگی ایسی ہے جس کو خدا کے سامنے پیش کر سکو؟ مسجد میں باتیں کرنے کی مذمّت تم کو معلوم ہے؟ ساری نیکیاں اِس سے غارت ہو جاتی ہیں۔یہ کسی اور کا نہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔(تخریج احادیث الاحیاء المغنی عن حمل الاسفار، کتاب اسرار الصلوۃ ومہماتھا، الباب الاوّل، ص۱۸۰، طبع دار ابن حزم، بیروت)

اب تم ہی بتاؤ تمہاری نیکیاں غارت ہوتی ہوں گی یا نہیں؟ پھر کیوں مسجد میں باتیں کرتے ہو؟

---

[1] خط کشیدہ عبارت حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تصحیح کے وقت اپنے قلم سے اضافہ فرمائی۔

[2] مَادِح یعنی تعریف کرنے والا۔ذَامّ یعنی بُرائی کرنے والا۔

[3] آخری پانچ سطریں تصحیح کے وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قلم سے تحریر فرمائیں۔

تکبیرِ اُولیٰ کا اِہتمام

اَذان کیوں ہوتی ہے؟ نماز کے لیے۔ اَذان کس کی طرف سے ہوتی ہے؟ اللہ کی طرف سے۔ خدا کے اِعلان کی تم نے یہی قدر کی؟ اَذان ہو چکی اور کمروں میں بیٹھے باتیں کرتے رہتے ہو۔ نماز کی کچھ فکر نہیں؟ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ: اُن کو اللہ نے توفیق دی ہے وہ تکبیرِ اُولیٰ سے نماز پڑھتے ہیں لیکن وہ دوسرے لڑکوں کو مسجد میں لانے کی کوشش نہیں کرتے۔ مسجد آتے ہوئے جتنے کمرے راہ میں پڑیں اُن سے کہتے ہوئے آیا کریں۔ اللہ کے بندے تکبیرِ اُولیٰ سے نماز پڑھنے کے لیے میلوں کا سفر کرتے تھے۔ اَبھی میں ایک سفر میں گیا تھا ایک صاحب سے ملاقات ہوئی وہ جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے تین میل کا سفر کر کے جاتے تھے۔ اِتنا لمبا سفر کرتے تھے محض اِس وجہ سے تاکہ جماعت سے نماز نصیب ہو جائے اور یہاں مسجد اِتنی قریب ہے پھر بھی جماعت سے نماز نہیں پڑھتے۔

بد دُعا سے ڈرو

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے علم سے پناہ مانگی ہے جس پر عمل نہ ہو۔

(الصحیح لمسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ، باب فی الادعیۃ، ج ۲، ص ۳۵۰، طبع یادگار شیخ، کراچی)

اب ہم دیکھ لیں! علم پر ہمارا کتنا عمل ہے؟ اَخیر سال ہے کتابوں میں بھی خوب محنت کرو، اِمتحان کی تیاری کرو اور اَعمال کو بھی دُرست کرو۔ آخرت کے اِمتحان کی بھی تیاری کرو۔ ایسی کوئی حرکت نہ کرو جس سے مدرسہ کا نظام دَرہم بَرہم ہو۔ اَخیر سال میں دُعائیں لے کر جاؤ، بددُعائیں لے کر نہ جاؤ۔ بددُعا صرف زبان سے نہیں ہوتی بل کہ بددُعا کا تعلّق تو دل سے ہے، وہ تو دل سے نکلتی ہے۔ زبان سے کوئی کچھ بھی کہے جب دل راضی نہیں تو کیا ہوتا ہے؟ تم ستاؤ گے، پریشان کرو گے، تکلیف پہنچاؤ گے، بدنظمی پیدا کرو گے تو زبان سے کچھ کہوں یا نہ کہوں جب دل کو تکلیف پہنچے گی تو دُعا کس طرح نکلے گی؟

اِمتحان کی تیاری کی ترغیب

ششماہی اِمتحان کا وقت قریب تھا، بعد عشاء طلباء سے فرمایا کہ: اِمتحان کی وجہ سے اَسباق

تو خیر بند ہوگئے ہیں لیکن رات دن ایک کر کے خوب محنت سے پوری کتابیں دیکھ ڈالو۔ اِتنی لمبی رات ہوتی ہے، چار گھنٹے سُونا بھی بہت کافی ہے۔ مسجد ہی میں کتاب دیکھنا شروع کردو اور کتاب دیکھتے دیکھتے جب نیند آئے سُوجاؤ۔ فجر سے پہلے اُٹھ کر پھر کتاب دیکھنا شروع کردو۔ مدرّسین کو چاہیے کہ: طلباء کی نگرانی کریں۔ دیکھیں کہ: طلباء مطالعہ اور تکرار میں لگے ہیں یا نہیں؟ "درجہ حفظ وناظرہ" کے مدرّسین بھی اِس کا خیال رکھیں، اپنی نگرانی میں فجر سے قبل اُٹھنے کا اِہتمام کرائیں۔ اِمتحان کے بہانے سے کتابیں اور آموختہ یاد ہوجاتا ہے اور اِمتحان کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ: پچھلا پڑھا سب یاد ہوجائے۔ اگر یہ نہ ہو تو پھر اِمتحان سے کیا فائدہ؟ (۱۴۰۵ھ)

خود رُوشنی کا اِنتظام کر کے مطالعہ کی ترغیب

بعد عشاء طلباء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ: بتاؤ! علم کیوں حاصل کیا جاتا ہے؟ طلباء نے عرض کیا کہ: عمل کے لیے۔ فرمایا: عمل سے کیا مقصود ہے؟ عرض کیا گیا کہ: اللہ تعالیٰ کی رضامندی۔ فرمایا: بتاؤ! ایسے علم سے کیا فائدہ جس سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل نہ ہو؟ تم لوگ علمِ دِین حاصل کرنے آئے ہو لیکن نہ تو علم حاصل کرنے میں محنت کرتے ہو اور نہ ہی عمل میں پیش قدمی کرتے ہو۔

(مغرب بعد بجلی غائب تھی، رُوشنی کا کوئی نظم نہ تھا طلباء آزاد پھرتے رہے۔) حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے عشاء بعد فرمایا: میں تم سے پوچھتا ہوں کہ: سچ بتاؤ! تم لوگوں میں سے مغرب بعد کس کس نے کتاب کا مطالعہ کیا ہے؟ کیا علمِ دِین یوں ہی بغیر محنت کے حاصل ہوجاتا ہے؟ اگر رُوشنی کا اِنتظام نہیں تھا تو خود اِنتظام کر لیتے، چراغ اور لالٹین خرید کر کام چلا لیتے۔ پہلے زمانہ میں لوگوں نے کس طرح علمِ دِین حاصل کیا ہے؟ چراغ تک کا بھی اِنتظام اُن کے پاس نہ ہوتا تھا، سڑک کی رُوشنی میں کھڑے کھڑے کتاب دیکھا کرتے تھے اور تم لوگوں سے اِتنا بھی نہیں ہوسکتا کہ: ایک چراغ یا لالٹین کا اِنتظام کرلو؟ سیکڑوں رُوپیہ چائے پانی اور ہوٹل بازی میں خرچ کر ڈالتے ہو اور چند پیسے خرچ کر کے مٹی کا تیل نہیں خرید سکتے؟ اب آج سے ہر کمرہ میں لالٹین کا ضرور اِنتظام ہونا چاہیے، ہر کمرہ کے طلباء چندہ سے پیسے جمع کر کے لالٹین منگا کر کمرہ میں رَکھیں۔ مٹی کا تیل مدرسہ سے مل جایا کرے گا۔

اپنی طلب و کوشش کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوگا

عشاء کے بعد کی مجلس میں طلباء کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: عبادت دو قسم کی ہوتی ہے:

① ایک تو وہ عبادت جس کے اَندر نیابت ہو سکتی ہے کوئی دوسرا کرے تو اَدا ہو جائے گی۔ جیسے حج ہے، زکوٰۃ ہے تمہاری طرف سے تمہاری نیابت میں اگر کوئی دوسرا کرلے تو اَدائیگی ہو جاتی ہے۔

② بعض عبادتیں ایسی ہیں جن میں نیابت نہیں ہو سکتی خود کرنی پڑتیں ہیں۔ مثلاً نماز پڑھنا۔ اگر تمہاری طرف سے کوئی دوسرا پڑھ لے تو ہرگز کافی نہ ہوگا۔ باپ کی طرف سے بیٹا نماز پڑھ لے کیا کافی ہو جائے گا؟ جب تک کوئی خود نماز نہ پڑھے دوسروں کے پڑھنے سے کچھ نہ ہوگا۔ دوا خود کھانا پڑے گی ایسا نہیں ہو سکتا کہ دَوا کھائے کوئی اور فائدہ تم کو ہو۔

اب تم ہی بتاؤ کہ: علم کون سی عبادت ہے؟ دوسروں کے علم حاصل کرنے سے کیا تم کو علم حاصل ہو جائے گا یا خود تم کو محنت کرنی پڑے گی؟ دوسروں کی تکبیرِ اُولیٰ سے کیا تم کو بھی تکبیرِ اُولیٰ کا ثواب مل جائے گا یا تم کو کوشش کرنی پڑے گی؟ جب تک تم خود نہ چاہو گے، خود تم محنت نہ کرو گے کچھ بھی نہ ہوگا۔ نبی کے زمانہ میں بھی جن لوگوں نے چاہا ہدایت اُن ہی کو نصیب ہوئی ورنہ نبی کے پاس رِہ کر بھی محروم ہی رہے۔ نبی سے زیادہ کس کی زبان میں تاثیر ہوگی؟ اُن سے زیادہ کوئی فصیح گفتگو کرنے والا نہیں، اُن سے زیادہ کوئی محنت کرنے والا نہیں، اُن سے زیادہ کوئی دعا کرنے والا نہیں لیکن محروم ہونے والے وہاں بھی محروم رہے اِس لیے کہ اُن کے اَندر طلب نہ تھی اُنہوں نے خود نہ چاہا اِس لیے محروم رہے۔

یہیں سے اَندازہ لگا لو کہ: مدرسہ والے اور اَساتذہ تم پر چاہے جتنی محنت کریں اگر تم خود نہ چاہو تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ نبی سے زیادہ کیا کوئی محنت کرے گا؟ اُن سے زیادہ کون دعا کرے گا؟ نبی کے رُونے سے بھی کچھ نہ ہوا جن کی قسمت میں محرومی تھی وہ محروم ہی رہے۔ جب طلب ہو تو پھر اُس کی طرف سے دروازہ کھلتا ہے اور بندہ کی طرف سے طلب نہ تو دروازہ نہیں کھلتا۔ علم کا دروازہ بھی اُسی وقت کھلتا ہے جب علم کی طلب ہو، محنت ہو، کوشش ہو، نیکی کا دروازہ اُس وقت کھلتا ہے جب ہم نیکی چاہیں۔ کھانا سامنے موجود ہے لیکن ہم خود نہیں کھاتے تو کیا پیٹ بھر جائے گا؟



ہم خود نہ کھانا چاہیں تو کوئی نہیں کھلا سکتا اور دوسرے کے کھانے سے ہم کو کچھ نفع بھی نہ ہوگا۔ سب چیز طلب پر، کوشش پر ہوتی ہے۔ تم خود نہ چاہو گے تو کچھ بھی نہ ہوگا۔ اِس لیے خود محنت کرو، مطالعہ کرو، تکرار کرو، نیک بننے کی کوشش کرو، تکبیرِ اُولیٰ کے ساتھ نماز کا اِہتمام کرو۔ پھر دیکھو! اللہ تعالیٰ کیسا نوازتے ہیں؟

ہماری نیکیوں سے ہم کو نفع کب ہوگا؟

مال سے نفع کب ہوتا ہے؟ جب آدمی کمائے اور اُس کو باقی بھی رکھے، اُس کی حفاظت کرے۔ ہمارے پاس رُوپے تو بہت ہیں لیکن ہم نے اُس کی حفاظت نہیں کی، روپے چوری ہو گئے، کسی نے آگ لگا دی وہ رُوپے کسی کے کام نہیں آئے، اُس سے نفع تو اُسی وقت ہوگا جب وہ باقی بھی رہیں۔ لاکھوں رُوپے کمائیں اور وہ باقی بھی نہ رہیں تو کس کام کے؟ یہی حال نیکیوں کا بھی ہے۔ قرآن شریف میں آیا ہے کہ: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۔۔۔ الآیۃ (سُوْرَةُ الْاَنْعَام . ۱۶۰) جو ایک نیکی کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کو دس گنا اَجر ثواب دے گا۔ لیکن یہ نیکیاں اُسی وقت کام آئیں گی جب کہ ہمارے پاس محفوظ بھی ہوں، مَرتے وقت اُس کو اپنے ساتھ لے کر جائیں اور اٰخیر تک وہ نیکیاں اُس کے پاس باقی رہیں تب تو اُس کی نیکیاں اُس کے کام میں آئیں گی ورنہ اُس کی نیکیوں سے اِس کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ نیکی کر لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ نیکیاں اُس کے کام بھی آجائیں۔ بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں جن سے نیکیاں بَرباد ہو جاتی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ: حسد نیکیوں کو ایسا کھا لیتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا لیتی ہے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب الحسد، ج ۲، ص ۳۲۹، طبع حسن، لاہور) کسی کی حق تلفی کی ہے قیامت میں ہماری نیکیاں اُس کو دے دی جائیں گی۔

حدیث شریف میں ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: بتاؤ! مفلس کون ہے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: میری اُمت کا مفلس کنگال وہ شخص ہے جو قیامت کے رُوز نیکیوں کا ڈھیر لے کر آئے گا لیکن کسی کی غیبت کی ہے، کسی کی چغلی کی ہے، کسی کا حق دبایا ہے، تمام حقوق والے آئیں گے اور اپنے اپنے حقوق کا مطالبہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اُس کے بدلہ میں اُس کی نیکیاں دوسروں کو دے دے گا اور اِس طرح اُس کی ساری نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور اَبھی حقوق کا

مطالبہ کرنے والے باقی ہوں گے تو دوسروں کے گناہ اُس پر لاد دِیئے جائیں گے اور دُوزخ میں اُس کو بھیج دیا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: میری اُمّت کا مفلس شخص یہ ہے۔

(جامع الترمذی، ابواب الصفۃ القیامۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ما جاء فی شان الحساب والقصاص، ج ۲، ص ۶۷، طبع قدیمی، کراچی)

حُقُوقُ الْعِبَاد کا معاملہ بہت سنگین ہے۔ بندوں کا حق ایسا ہے کہ: اللہ تعالیٰ بھی اُس کو معاف نہ کرے گا جب تک کہ بندہ نہ اُس کو معاف کردے۔

کمروں کی تقسیم کے سلسلہ میں طلباء کو تنبیہ

اِبتدائی سال میں کمروں کی تقسیم ہو رہی تھی اور جس ترتیب اور نظام کے تحت کمروں کا تقسیم ہونا طے ہوا تھا بعض طلباء اِس پر راضی نہ تھے، اُس کے خلاف کرنے پر آمادہ تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: آج تو اِتنے نخرے کیے جا رہے ہیں اور ایک دَور وہ تھا کہ: رہنے کا کہیں ٹھکانہ نہ تھا، کتابیں کہیں رکھی ہیں اور لیٹتے کہیں اور ہیں، رہنے کی کوئی مستقل جگہ نہ تھی، جہاں جگہ مل گئی وہیں پڑ کر سُو گئے۔ ایک دَور تو وہ تھا اور آج یہ حالت ہے کہ: جتنی آسانیاں ہوتی جاتی ہیں اُتنی ہی نا قدری و ناشکری بڑھتی جاتی ہے۔ نخرے کیے جاتے ہیں کہ: فلاں جگہ رہوں گا۔ یہاں صرف رہنے کے لیے آئے ہو یا پڑھنے کے لیے؟ جہاں رہنے کی جگہ دی جائے وہیں رہو اور اگر مَن چاہی جگہ چاہتے ہو تو اپنا مکان جہاں بنوانا وہاں یہ سب نخرے کرنا کہ میں اِس جگہ نہیں اُس جگہ رہوں گا۔ جو بات نظام میں طے ہو جائے اُس کے خلاف نہیں کرنا چاہیے۔ (۱۴۰۵ھ)

علیحدہ کمرہ طلب کرنے والے طالبِ علم کو تنبیہ

ایک طالبِ علم حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ: مجھے تنہاء کمرہ رہنے کے لیے چاہیے۔ حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: تنہاء کمرہ کا اِنتظام کس طرح ہو سکتا ہے؟ لڑکے بہت زائد ہیں اگر کوئی کمرہ خالی ہوا تو بتلاؤں گا۔ درسگاہ خالی ہے وہاں تم رہتے ہو تنہاء ہی تو ہو وہاں سے کیوں آ رہے ہو؟ طالبِ علم نے کہا کہ: ڈر لگتا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: دوسری درسگاہ میں رات کو سُویا کرو وہاں تو ڈر نہیں لگے گا۔ لیکن اُن کا اِصرار تھا کہ: تنہاء کمرہ ملے اور خوامخواہ کی ضرورت اور عذر بیان کیا کہ: کمروں میں طلباء شُور کرتے ہیں اِس لیے کمرہ علیحدہ چاہیے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

نے فرمایا: اِس سے پہلے جس مدرسہ میں پڑھتے تھے کیا وہاں تنہاء کمرہ میں رہتے تھے؟ کہا: نہیں! حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر کمرہ گندا رہتا ہو تو تم ہی صاف کرلیا کرو، اگر وہ باتیں کریں، مجلس جمائیں تو تم اُس میں شریک نہ ہو۔ صرف پڑھنے کی بات ہے اگر وہ شُور کرتے ہیں تو پورا مدرسہ اور مسجد پڑی ہے جہاں چاہو چلے جاؤ اور کتابیں دیکھو۔ رات میں سُونے اور کھانا کھانے کی بات ہے اِس میں کیا پریشانی ہے؟

طالبِ علم کے جانے کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سارے نخرے یہیں آکر سُوجھتے ہیں۔ ایسے لوگ پڑھتے وَڑھتے کچھ نہیں۔ جب ہر وقت اِسی چکر میں رہیں گے تو تعلیم کی فُرصت ہی کب ملے گی؟ آخر اور طلباء بھی تو ہیں وہ کیسے رہتے ہیں اور پڑھتے ہیں؟ اُن کے ساتھ کیوں نہیں رہتے؟

کمروں کے متعلق طلباء کی زیادتی پر تنبیہ اور اِیثار و ہمدردی کی ترغیب

مدرسہ کے کمرے طلباء کو رہنے کے لیے دیئے جاتے ہیں۔ بعض طلباء یہ غلطی کرتے ہیں کہ: بعد میں آنے والے طلباء خصوصاً جدید طلباء کو کمروں میں رہنے کی جگہ نہیں دیتے۔ بعض ظالموں نے جدید طلباء کا سامان کمرہ سے باہر کردیا۔ طلباء کی اِس نازیبا حرکت پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تنبیہ فرمائی اور عشاء کے بعد تمام طلباء کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ: تم لوگوں کو مدرسے کے کمرہ رہنے کے لیے دیئے گئے ہیں لیکن تم نے اُن کو اپنی جاگیر سمجھ لیا ہے، گویا وہ تمہاری مِلک ہوگئے؟!! اب کسی دوسرے کو رکھنا گوارہ نہیں کرتے۔ آنے والے طلباء کا سامان پھینک دیتے ہو؟ تمہارے اَندر ذرا بھی اِیثار ہمدردی نہیں، اگر یہ کمرے تمہاری مِلک ہوتے تب بھی تم کو اِس طرح نہیں کرنا چاہیے۔ پھر یہ کمرے تمہاری مِلک تو ہیں نہیں جیسے تم ہو ویسے وہ لڑکے ہیں، مدرسہ کے ناظم نے جس طرح تم کو کمروں میں رہنے کی اِجازت دی ہے اُن کو بھی دی ہے، پہلے آنے کی وجہ سے تم مالک نہیں ہوگئے۔

اللہ کے بندو! کچھ سیکھو۔ یہی سب باتیں سیکھنے کی ہیں، اپنے اَندر اِیثار ہمدردی کا جذبہ پیدا کرو اِس سے بھی ترقی ہوتی ہے۔ اللہ کے نیک بندوں کی یہی صفات ہیں کہ: اُن میں اِیثار ہمدردی کا جذبہ ہوتا ہے۔ بعض اللہ کے بندوں کو ولایت اِسی اِیثار کی بدولت ملی ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ: اُن کے یہاں مہمان آگئے، سردی کا موسم تھا، رات کا وقت تھا۔ گھر ایسا بنا تھا کہ: اُس میں دروازے نہیں تھے سردی شدید تھی۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ پریشان تھے کہ: مہمانوں کو تکلیف ہوگی کیوں کہ دروازہ نہ ہونے کی وجہ سے ہوا آرہی تھی، جب کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آئی تو خود حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ رات بھر دَروازہ پر آڑ کیے کھڑے رہے تاکہ مہمانوں کو ہوا نہ لگے اور اَچھی طرح سُولیں۔ آدمی کے بس میں جتنا ہو اُتنا تو کرنا ہی چاہیے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اِس سے زیادہ اور کیا کرسکتے تھے؟ رات بھر کھڑے رہے کہ کچھ تو ہوا رُکے گی۔ اللہ تعالیٰ کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ اَدا بہت پسند آئی اُس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اِتنا بلند مقام نصیب فرمایا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اِیثار اور ہمدردی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اَندر یہی اَوصاف پائے جاتے تھے جس کی بنا پر اُن کی تعریف کی گئی۔ مہاجرین کی خاطر اُنہوں نے کیسی کیسی قربانیاں دی ہیں؟ اپنے گھروں میں اُن کو رکھا، خود حاجت مند تھے اپنی حاجت کو رُوک کر اِیثار سے کام لیا حتّٰی کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس دُو بیویاں تھیں ایک کو طلاق دے کر اپنے مہاجر بھائی سے شادی کرانے پر تیار ہوگئے۔ اُن ہی کی شان میں آیا ہے کہ: یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ ۔۔۔ الآیۃ (سُوْرَۃُ الْحَشر، ۹) یعنی خود وہ حاجت مند ہیں پھر بھی اپنے مقابلہ میں دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہ اَوصاف پیدا کرنے کے ہیں اِن کو پیدا کرو۔

سگریٹ بیڑی پینا بند کر دیجیے

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک طالبِ علم ضرورت سے حاضر ہوئے۔ حالت اُن کی یہ تھی کہ: سَر کے بال بڑے، ٹوپی فیشن دار، لباس بھی فیشن کے مطابق اور منہ سے بد بو آرہی تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم بیڑی پیتے ہو؟ اَفسوس کی بات ہے! حافظ قرآن ہو اور یہ تمہارا لباس، بال اِتنے بڑے، شرم نہیں آتی؟!! جس منہ سے قرآن شریف پڑھتے ہو اُسی سے بیڑی پیتے ہو؟!!

اِس میں کتنی بَد بو آتی ہے؟ فرشتوں کو اِس سے تکلیف ہوتی ہے، پھر یہ بَد بو ایسی نہیں ہوتی کہ ختم ہو جائے بل کہ بیڑی پیتے پیتے بَد بو بس جاتی ہے پھر مشکل سے ختم ہوتی ہے۔ قرآن ایک نور ہے اُس کی تلاوت کے وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور جس منہ میں اِتنی بَد بو ہوگی فرشتے وہاں کیسے ٹھہریں گے؟ بیڑی پینا بالکل بند کردو۔

ایک چیز اور چل پڑی ہے۔ "پڑیا، گٹکا" طلباء بہت کھانے لگے ہیں۔ میں قَسم کھا کر کہتا ہوں کہ! مجھ سے معتبر لوگوں نے بتلایا کہ: اِس سے بہت سے مہلک اَمراض، کینسر تک کا مَرَض اِس سے پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اور فرمایا: یہاں جن دکانوں میں فروخت ہوتی ہے اُن کو منع کر دیا جائے کہ وہ یہاں نہ فروخت کیا کریں۔

نادار طلباء اور ساتھیوں کی خبر گیری کا اِہتمام

فرمایا: اگر کوئی طالبِ علم غریب ہو یا کوئی بھی محتاج غریب ہو اُس کی مدد کرنی چاہیے، سب لوگوں کو مل کر اُس کی ضرورت پوری کرنی چاہیے۔ کمروں میں کتنے لڑکے ایسے ہوں گے جن کے پاس پیسے بھی نہ ہوں گے، دوسرے لڑکوں کو چاہیے کہ: اُن کا خیال رکھا کریں۔ اگر دس روپے ہر مہینہ اُن کے آتے ہیں تو ایک دُو رُوپے اُن کو بھی دے دیا کریں، کچھ پکائیں تو اُن کا خیال رکھا کریں، خود بھی مدد کریں اور دوسروں کو بھی اِس کی ترغیب دلائیں اور اگر خود اِستطاعت نہ ہو تو دوسروں ہی سے کم اَز کم کہہ دیا کریں اِس کا بھی ثواب ہوگا۔ کسی حاجت مند کی حاجت کا ظاہر کر دینا بھی بڑے اَجر کا باعث ہوتا ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے: اِنَّ الدَّالَ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ۔

(جامع الترمذی، ابواب العلم عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء الدال علی الخیر کفاعلہ، ج ۲، ص ۹۵، طبع قدیمی، کراچی)

یعنی (اَچھے کام کی طرف رَہنمائی کرنے والا بھی اَچھے کام کرنے والے کی طرح ہوتا ہے۔) یعنی جو ثواب اُس کو ملے گا وہ اُس کو بھی ملے گا جس نے رَہنمائی کی ہے۔ یہ اِس لیے کہہ دیا کہ: آئندہ اِس پر عمل کرنا، جو طالب غریب ہو، جس کے پاس کپڑے نہ ہوں مجھے اُس کی اِطلاع کر دیا کرو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اِیثار

فرمایا: اِیثار تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تھا، خود پیاسا رِہ کر جان دے دی لیکن اپنے بھائی کی

پیاس بجھانے کی فکر میں رہے۔ایک مرتبہ حضورِ اَقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس بحرین سے کچھ مال آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اَنصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلا کر اُن کو مال دینا چاہا۔ اَنصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)! آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہم کو تو یہ دے رہے ہیں اور ہمارے مہاجر بھائیوں کو کیا دے رہے ہیں؟ (صحیح البخاری، کتاب المساقات، باب القطائع، ج ا، ص ۳۲۰، طبع یادگارِ شیخ، کراچی) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو انصار نے مہاجرین سے کہا تھا کہ: یہ مکان ہے اِس کے ایک حصہ میں جہاں جی چاہے رہیے، ایک طرف ہم رِہ لیں گے، میری دُو بیویاں ہیں ایک کو میں طلاق دے رہا ہوں اُس سے آپ نکاح کر لیجیے۔ (صحیح البخاری بتغیر الالفاظ، کتاب المناقب، باب اخاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین المہاجرین والانصار، ج ا، ص ۵۳۳، طبع یادگارِ شیخ، کراچی)

یہ تھا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اِثیار۔ ہم سب کو اپنے اَندر اِیثار کی صفت پیدا کرنی چاہیے۔

غریبوں کے ساتھ ہمدردی اور حاجت رَوائی

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک غریب محتاج آدمی آئے اور حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کے توسط سے لوگوں سے بطورِ قرض یا بطورِ "بَیْعِ سَلَم" کے کچھ رقم چاہتے تھے۔ حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ کو اُن کی بات پر اِعتماد تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مدرّسین اور بعض گاؤں والوں کو جمع کر کے فرمایا کہ: جو جتنا کر سکتا ہو کر دے، کچھ لوگ پیسہ دے دیں، کچھ غلہ دے دیں۔ یہ لے کر بھاگیں گے نہیں، جو کچھ لیں گے اُس کے ضمانت میں لے رہا ہوں، یہ نہ دیں گے تو میں ادا کروں گا، ایک ہزار میں نے بھی اِن کو دیا ہے اور میں نے تو بغیر قرض کے یوں ہی دیا ہے۔ جس سے جو کچھ ہو سکے اُس میں دریغ نہ کرے۔

طلباء کو مجاہدہ والی سادی زندگی گزارنی چاہیے

فرمایا: اَچھا تو یہی ہے کہ: زمانۂ طالبِ علمی ہی میں مجاہدہ والی زندگی گزارے، کپڑے بہت زیادہ نہ ہوں، سُوٹ کیس اور زیادہ ٹھاٹ باٹ کے سامان نہ ہوں، بستر عالیشان نہ ہو، کھانا اور ناشتہ بہت عمدہ قسم کا نہ ہو، رِہن سہن اعلیٰ درجہ کا نہ ہو۔ طالبِ علم کی شایانِ شان یہی باتیں ہیں کیوں کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایسی ہی زندگی تھی۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چاہتے تو کیا خوب اَچھا پہن نہیں سکتے تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چاہتے تو سب کچھ ہو سکتا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فقر و فاقہ اور مجاہدہ والی زندگی کو پسند فرمایا۔ اِسی طرح ہم کو بھی زندگی بسر کرنی چاہیے تب اِنْ شَآءَ اللہ پورے طور پر علم کا نور حاصل ہوگا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ

فرمایا: "سہارنپور" میں زمانۂ طالبِ علمی میں ایک مرتبہ مجھے مٹھائی کھانے کا شوق ہوا اور پیسے پاس تھے نہیں۔ ایک مرتبہ بہت جی چاہا اور دو پیسے کہیں سے جمع ہو گئے، مٹھائی والے کی دکان مٹھائی لینے گیا۔ اُس نے کہا کہ: کہیں دُو پیسے کی مٹھائی ملتی ہے؟ اور دُکان سے واپس کر دیا۔ بس! سارا مٹھائی کا شوق نکل گیا، پھر کبھی ہوٹل نہیں گیا۔

فرمایا: کمروں میں ہر طرح کے لڑکے ہوتے ہیں، مال دار بھی غریب بھی، اگر کبھی کوئی کوئی چیز پکائے یا خرید کر کھائے تو اپنے غریب بھائی کا بھی خیال رکھنا چاہیے یا پھر کم اَز کم اُن کے سامنے نہ کھائے۔ علماء نے لکھا ہے کہ: کوئی چیز کھا کر اُس کے چھلکے بھی غریب کے دروازہ پر نہ ڈالیں کیوں کہ غریب جب اُن چھلکوں کو دیکھے گا تو اُس کو اِس کا اِحساس ہوگا۔ بڑی اِحتیاط کرنی چاہیے۔

طلباء کے لیے ضروری مُراقبہ

فرمایا: میں نے کتنی مرتبہ تم لوگوں سے کہا ہے کہ: رُوزانہ دن میں کسی وقت پانچ منٹ کا مُراقبہ کیا کرو اور سُوچا کرو کہ: آج کون کون سے اَچھے کام کیے اور کون سے غلط کام کیے؟ اَچھے کاموں پر اللہ کا شکر ادا کیا کرو اور غلط کاموں پر نادم ہو کر آئندہ کے لیے نہ کرنے کا عہد کیا کرو۔ لیکن اِتنا کہنے کے باوجود کسی کو بھی اِس کے اِہتمام کی توفیق نہیں ہوتی ؟!! مغرب کی نماز سے دس منٹ پہلے اگر مسجد آ جایا کرو اور پانچ منٹ مراقبہ کر کے دعا کر لیا کرو تو کیا یہ کوئی مشکل کام ہے؟ لیکن کیا کروں ایسی بے حسی طاری ہے کسی کو کچھ فکر نہیں؟!! اَذان کا وقت قریب ہے اور کھیل میں مَست ہیں، کمروں میں بیٹھے باتیں کر رہے ہیں اور دوسرے لوگ جو اُن کو دیکھ رہے ہیں کیا وہ اُن کو نماز کے لیے کہہ نہیں سکتے ؟ ایسی بے حسی تو کہیں دیکھی نہیں۔ جو اِتنا بھی نہ کر سکتا ہو وہ کیا دِین کا کام کرے گا؟ اور ایسوں سے کیا اُمید کی جائے کہ وہ کچھ کام کریں گے؟ اِسی لیے آج کل مجھے مدارس کی جانب سے بہت مایوسی ہوتی جارہی ہے، خیر اُٹھتی ہی جارہی ہے۔

نعمت کی ناقدری

فرمایا: جب نعمت کی ناقدری کی جاتی ہے تو پھر وہ نعمت چھین لی جاتی ہے۔ آج ہم کو جو نعمت

حاصل ہے اُس کا تو ہم شکر نہیں کرتے اور نہ ہی اُس نعمت کا حق اَدا کرتے ہیں اور جو نعمت ہمارے پاس نہیں ہے اُس کی طلب کی فکر میں رہتے ہیں۔ نعمت کی نا قدری کا بڑا سخت وَبال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس کو جس حال میں رکھا ہے اور جس کو جو کچھ بھی دے رکھا ہے اُس کو اُسی پر راضی اور خوش رہنا چاہیے اور اُسی کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے، اللہ پاک نعمت میں اِضافہ فرمائیں گے۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک مرتبہ جوتا نہیں تھا۔ بڑے فکرمند تھے کہ: کہیں سے جوتے کا اِنتظام ہو جائے، کئی ماہ اِسی طرح گذر گئے۔ ایک مرتبہ "دمشق" کی جامع مسجد پہنچے تو دیکھا کہ: ایک آدمی کے پیر ہی نہیں ہیں تب آنکھیں کھلیں اور سجدہ میں گر کر اللہ کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ: ہم تو اِسی کا رُونا رُو رہے تھے کہ: ہمارے پاس جوتے نہیں ہیں، جوتے اگر آج نہیں تو کل مل جائیں گے، اِس بے چارے کے پاس تو پیر ہی نہیں ہیں۔ اگر میرے بھی پیر نہ ہوتے تو میں پیر کہاں سے لاتا؟

نعمت کی قدر زَوال کے بعد ہوتی ہے

نعمت کی نا قدری کا تذکرہ چل رہا تھا اور کافی دیر سے بہت دھیمی بجلی آرہی تھی جس کی وجہ سے رُوشنی بھی کم تھی، گرمی سخت تھی، پنکھوں سے ہوا بھی کم آرہی تھی، گرمی کی وجہ سے لوگ پریشان تھے۔ اِسی اَثناء میں بجلی چلی گئی اور سخت تاریکی چھا گئی، سخت گرمی نے ہر ایک کو تڑپا دیا۔ اُس وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: اب قدر معلوم ہو رہی ہے اُس معمولی بجلی کی، بجلی گو کمزور تھی لیکن تھی تو، پنکھے گو آہستہ چل رہے تھے لیکن چل تو رہے تھے، ہوا معمولی سہی لیکن آ تو رہی تھی۔ لیکن اِسی کا رُونا تھا کہ: بجلی پوری نہیں آرہی لیکن اب اُس کی قدر معلوم ہو رہی ہے کہ: نہ ہونے سے وہی بہتر تھی۔ حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے جنریٹر چلانے کا حکم فرمایا۔ عجب اِتفاق کہ: وہ اِسٹارٹ ہوا لیکن کسی وجہ سے رُوشنی نہ ہو سکی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: رُوشنی کیسے ہوگی؟ ہم نے تو نعمت کی نا قدری اور ناشکری کی ہے اور نعمتوں کی نا قدری کا یہی وَبال ہوتا ہے کہ: وہ نعمت چھین لی جاتی ہے۔

(ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ)

تیرھواں باب (اِصلاحِ اَخلاق وعادات)

طلباء کے درمیان اِصلاحی مجلس

جب کوئی آدمی کہیں کسی مقصد سے جاتا ہے تو اپنے مقصد سے غافل نہیں ہوتا بل کہ اُسی دھن میں رہتا ہے کہ: کب اُس کا کام پورا ہو؟ اگر کوئی بازار سودا لینے جاتا ہے تو وہاں جا کر اپنا مقصد بھولتا نہیں بل کہ سامان ہی خریدے گا۔ لیکن عجیب بات ہے کہ! دِینی مدارس میں پڑھنے والے طلباء اپنے مقصد سے غافل ہوجاتے ہیں، مدارس میں داخل تو ہوتے ہیں علمِ دِین حاصل کرنے کے لیے لیکن داخل ہوکر دوسرے کاموں میں لگ جاتے ہیں۔ کھانا پینا، سیر وتفریح ہی بس مقصود رِہ جاتا ہے۔

اب تو مدارس میں اِتنی سہولتیں اور آسانیاں ہوگئی ہیں جو پہلے نہیں تھیں، پانی رُوشنی کا معقول اِنتظام اور قیام وطعام کا مکمل اِنتظام ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ! مدرسہ میں جو طلباء علم سیکھنے کی غرض سے آتے ہیں اِن سب آسانیوں کے باوجود علم حاصل کرنے میں محنت نہیں کرتے؟!!

پہلے زمانہ میں جو طلباء علمِ دِین حاصل کرتے تھے اُن کے قیام وطعام، رُوشنی پانی کا کوئی نظم نہ ہوتا تھا، خود ہی اپنے قیام وطعام کے ذمہ دار ہوتے تھے، دَارُ الْاِقَامَہ نام کی کوئی چیز نہ تھی، کوئی کسی مسجد میں رہتا تھا اور کوئی سڑکوں اور دُکانوں ہی میں رات گزار دیتا۔ کتاب دیکھنے کے لیے رُوشنی کا بھی اِنتظام نہ ہوتا تھا، سڑکوں اور دُکانوں میں کتاب دیکھا کرتے تھے، اُستاد اپنے گھر ہی پر دَرس دیتا اور طلباء دُور دُور سے آ آ کر پڑھتے تھے، نہ نگرانی کی ضرورت پڑتی تھی اور نہ حاضری نام کی کوئی چیز تھی بل کہ طلباء خود اپنے ذَوق وشَوق سے اپنا کام سمجھ کر علم حاصل کرتے تھے۔

جس شخص کا اَپنا ذاتی کوئی کام ہو تو کیا ذاتی کام میں بھی نگرانی کی ضرورت پڑتی ہے؟ وہ تو خود کا کام ہے کوئی دیکھے یا نہ دیکھے، نگرانی ہو یا نہ ہو اپنا کام ہے کرنا ہے۔ کیا کھانا کھانے کے لیے کوئی سَر پر مسلط رہتا ہے اور نگرانی کرتا ہے تب کھانا کھاتے ہو؟ یا ضرورت اور اپنا کام سمجھ کر خود کھا لیتے ہو؟ کیا پاخانہ کرنے کے لیے کوئی ہنکاتا ہے تب جاتے ہو یا حاجت کے وقت خود ہی چلے جاتے ہو؟ کیا اِس میں بھی نگرانی کی ضرورت پڑتی ہے؟ جس طرح سے یہ تمہارے کام ہیں اور اِس میں کسی کے کہنے یا نگرانی کی ضرورت نہیں پڑتی ہے اِسی طرح علمِ دِین حاصل کرنا اور مدرسے

میں پڑھنا، تکرار کرنا یہ بھی تو تمہارا کام ہے کسی غیر کا کام نہیں۔ پھر آخر اِن کاموں کے لیے کیوں نگرانی کی ضرورت پڑتی ہے؟ اپنا کام تو خود شوق سے کرنا چاہیے۔

کتنے اَفسوس اور رَنج کی بات ہے کہ!! "حوائجِ طبعیہ" یعنی کھانا پینا پیشاب پاخانہ اِن حاجات کو پورا کرنے کو تو آدمی اپنا کام سمجھے اور "حوائجِ شرعیہ" یعنی دِین کے کام کو اپنا کام نہ سمجھے۔ یہ سب اِیمان کی کمزوری کی علامت ہے کہ دِین کے کام کو اپنا کام نہ سمجھا جائے۔

فارغ ہونے والے طلباء کی بدمزاجی

فرمایا: اب تو مدارس میں عموماً اِسی کو کمال سمجھا جاتا ہے کہ: اِستعداد خوب اَچھی ہو، لمبی چوڑی بحثیں کرنی آتی ہوں، قِیل و قال اور اِشکال و جواب میں ملکہ حاصل ہو۔ بس! یہی کمال کی بات ہے۔ سات سال تک کسی چھوٹے مدرسہ میں علمِ دِین حاصل کرتے ہیں اور صرف ایک ہی دو سال میں "مظاہر علوم یا دار العلوم" جاکر "مظاہری یا قاسمی" بن جاتے ہیں اور لمبی چوڑی سند حاصل کرنے کو بڑا کمال سمجھتے ہیں اور اُسی پر فخر کرتے ہیں۔ تعجب ہے کہ! سات سال تک تو کچھ نہ تھے اور اب ایک ہی سال میں "مظاہری، قاسمی" بن گئے اور ایسے "قاسمی، مظاہری" بنے کہ: چھوٹے مدرسوں کی اور نیچے درجہ کی اَساتذہ کی جن سے پڑھا بھی ہے اُن کی کوئی وُقعت نہیں رہتی کیوں کہ اب بڑے مدرسہ سے پڑھ کر آئے ہیں، "قاسمی، مظاہری" بن گئے ہیں۔ حتّٰی کہ "قاسمی، مظاہری" کے بغیر وہ اپنا نام لکھنا جانتے ہی نہیں، لفظِ "قاسمی، مظاہری" بھی اُن کے نام کا جُزءِ لازم بن گیا۔ کچھ نہیں اَصل مقصود صرف بڑائی اور شہرت ہوتی ہے اور یہ سب وہی لوگ کرتے ہیں جن کو آتا جاتا خاک نہیں، عبارت تک صحیح نہیں پڑھ سکتے اور اگر اِتفاق سے کچھ آتا بھی ہو پھر تو اپنے کو سب سے بڑا علامہ سمجھنے لگتے ہیں۔ بس! اللہ ہی خیر کرے۔

طلباء کو اَخلاق وعادات کی اِصلاح کی ترغیب

فرمایا: چوری کی عادت کتنی بُری عادت ہے، مدرسہ میں طلباء اِصلاح کے لیے آتے ہیں اور بجائے اِصلاح کے ایسے غلط کام کرنے لگتے ہیں، اِصلاح یوں ہی نہیں ہو جاتی، اُس کے لیے اپنے نفس کو قابو میں رکھنا پڑتا ہے۔ جب تک آدمی خود اپنی اِصلاح کی کوشش نہ کرے اُس کی

اِصلاح نہیں ہوسکتی۔ اور اِس قسم کی اِصلاح یعنی بُری عادت چھوڑنا، چوری نہ کرنا، جھوٹ نہ بولنا وغیرہ وغیرہ یہ سب تو اپنے اِختیار میں ہے، اِتنا تو ہر شخص کر ہی سکتا ہے۔ اَصل بات یہ ہے کہ: اپنی اِصلاح ہم خود نہیں چاہتے۔ جس شخص کو پیاس لگی ہو اور وہ پیاس پیاس چلاتا رہے لیکن پانی نہ پیئے تو یہی کہا جائے گا کہ: اِس کو پیاس ہی نہیں لگی، اگر اِس کو واقعی پیاس لگی ہوتی تو وہ پانی پیتا اور اُس کی کوشش کرتا۔ یہی حال ہمارا ہے کہ: ہم خود اپنی اِصلاح نہیں چاہتے ورنہ اِس کی کوشش کرتے۔ اگر اَبھی مدرسہ کی زندگی میں رِہ کر بُری عادتیں نہیں چھوٹیں اور یہاں رِہ کر اِصلاح نہ ہو سکی تو ہمیشہ وہ عادتیں باقی رہیں گی اور بعد میں پھر ایسے شخص کی اِصلاح بہت مشکل ہے۔

تم لوگوں کو اگر مدرسہ میں رِہ کر غلط کام ہی کرنا ہے، بُری عادتوں سے باز نہیں آنا تو مدرسہ ہی چھوڑ دو، غلط کام کہیں اور جا کر کرو، مدرسہ کو کیوں بدنام کرتے ہو؟ کتنے اَفسوس اور رَنج کی بات ہے کہ آدمی سپاہی کے ڈر سے تو چوری اور بُرے کاموں سے باز رہتا ہے لیکن اللہ کے خوف سے باز نہیں رہتا۔ طالبِ علم کو تو ایسا ہونا چاہیے کہ: اگر اُس کے سامنے سُونا چاندی بھی پڑا ہو تو اُس کی طرف نگاہ اُٹھا کر نہ دیکھے۔

گھڑی کس نیت سے باندھنی چاہیے؟

اِس ضمن میں فرمایا کہ: گھڑی اِس نیت سے باندھنی چاہیے کہ: اِس کے ذریعہ نماز کا وقت معلوم ہوگا، نماز میں آسانی ہوگی، رات کو تہجد میں آنکھ کھلے گی وقت دیکھنے میں آسانی ہوگی۔ اور فرمایا کہ: میں نے تو آج تک گھڑی باندھی نہیں اور اب تو اِس کا بہت رِواج ہوگیا ہے، جہیز میں تو گھڑی بالکل جُزءِ لازم سمجھ لی گئی ہے، پہلے اِس کا اِتنا رواج نہ تھا۔ خیر جو بھی گھڑی باندھے اُس کو چاہیے کہ اِسی نیت سے باندھے کہ: نماز کا وقت آسانی سے معلوم ہوسکے گا، جماعت نہ چھوٹے گی۔

بلا پوچھے دوسروں کا سامان اِستعمال کرنے کی مذمّت

فرمایا: ایک عام مزاج بنتا جا رہا ہے کہ: جس کو دیکھو بغیر پوچھے دوسروں کا سامان اِستعمال کرنے لگتا ہے، چپل جوتا، لوٹا وغیرہ بغیر کسی جھجک کے خواہ وہ کسی کا بھی ہو اُٹھا کر اِستعمال کر لیتا ہے اور پھر جہاں چاہتا ہے رکھ دیتا ہے۔

جھوٹ، خیانت اور چوری کر کے جو پیٹ بھرے گا اور اُس مال سے جو خون بنے گا کیا اُس سے نور پیدا ہوگا؟ اُس کے اَندر تو ظلمت ہی ظلمت ہوگی، جو شخص دوسروں کو پریشان کر کے خود راحت اُٹھائے گا کیا وہ چین سکون سے زندگی بسر کر سکتا ہے؟ ہر گز نہیں! ایسا شخص ہمیشہ پریشان ہوگا، اُس کی یہ چوری اور خیانت کا مال کتنے دن چلے گا؟ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پریشانیوں میں مبتلاء کیے جاتے ہیں۔ (۱۴۰۶ھ)

مدارس میں صفائی ستھرائی کی ضرورت
دِینی مدارس میں گندگی پر اَفسوس اور طلباء کو تنبیہ

فرمایا: طلباء میں اِیسی بے حسی طاری ہے کہ: صفائی ستھرائی کا کچھ بھی خیال نہیں رکھتے، دِینی مدارس گندگی اور بد تہذیبی میں بد نام ہو چکے ہیں۔ اِسکولوں کالجوں میں جا کر دیکھو تو صفائی ملے گی، اَسپتال اور سڑکیں سب صاف ملیں گی اور یہاں مدرسوں میں دیکھو تو کمروں میں گندگی، برتن گندے، کمرہ کے باہر کوڑا ڈالا ہوا ہے، کاغذات پڑے ہوئے ہیں اور کچھ بھی اِحساس نہیں۔ یہی سب عادتیں ہیں جو اِنسان کے اَعمال کو غارت کر دیتی ہیں، جب ظاہر اِتنا گندہ ہے تو باطن کتنا گندہ ہوگا؟ ظاہر کی گندگی باطن کی خباثت پر دلالت کرتی ہے، جو شخص اپنے ہاتھ پیر کو نہ صاف رکھے وہ دل کو کیا صاف رکھے گا؟ جو اپنے ظاہر کو نہ سنوار سکے وہ باطن کو کیا سنوارے گا؟ ظاہر کا اَثر باطن پر پڑتا ہے، ظاہر کی صفائی تو آسانی سے ہو جاتی ہے اور باطن کی صفائی میں بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ حدیث شریف میں تو گھر کے سامنے کے میدان اور صحن کو بھی صاف رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (جامع الترمذی، ابواب الاستیذان والآداب عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی النظافۃ، ج ۲، ص ۱۰۷، طبع قدیمی، کراچی) اور یہاں دیکھو! تو گھر میں گندگی، کمروں میں گندگی، باہر دیکھو تو کوڑے کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ (محرم ۱۴۰۵ھ)

جمعہ کے دن دُو گھنٹے کی تعلیم کا اِہتمام

جمعہ کے دن فجر کی نماز کے بعد مدرسہ کے مدرّسین اور طلباء کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ: آج جمعہ کا دن ہے تمام مدرّسین آج کے دن بھی درجے جائیں اور دُو گھنٹہ تک تعلیم ہونا ضروری ہے۔ جس کو جو کچھ لکھنا پڑھنا ہو درجہ میں بیٹھ کر لکھ پڑھ لے۔ اَوّل تو فجر کے بعد تلاوت کے علاوہ کوئی

دوسرا کام ہی نہیں کرنا چاہیے۔ میرے نزدیک جمعہ کے دن دُو گھنٹہ کی تعلیم کی بہت اِہمیت ہے۔ درجات میں حاضری بھی لی جائے اور غیر حاضر طلباء کے نام میرے پاس پہنچادیے جائیں۔

جمعہ کا دن صرف آرام کرنے، کھیلنے کودنے کے لیے نہیں ہوتا۔ یہ چھٹی تو اِس وجہ سے ہوتی ہے کہ: نہانا دھونا، کپڑے سینا اِس طرح کے کاموں کا وقت دورانِ تعلیم نہیں ملتا اِس لیے اِن کاموں کی وجہ سے چھٹی کی جاتی ہے اور طلباء نے اِس کو کھیل کود کے لیے سمجھ لیا۔ پورا دن کھیل کود میں گزار دیتے ہیں۔

جمعہ کے دن صفائی کا اِہتمام

طلباء کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ: آج جمعہ کا دن ہے لڑکے اپنے کمرے اور بَرآمدے کی پوری صفائی کرڈالیں۔ بَرآمدہ میں ایک تنکا بھی نظر نہیں آنا چاہیے۔ صفائی کا بہت اِہتمام کرنا چاہیے۔ ظاہر کی صفائی کا اَثر باطن پر پڑتا ہے۔ جس کا ظاہر گندہ ہوگا اُس کا باطن کیا صاف ہوگا؟ کمرہ میں ہر چیز اپنی جگہ سلیقہ سے ہو، کتابوں کی جگہ کتابیں سلیقہ سے رکھی ہوں۔ یہ نہیں کہ: ایک کتاب اِدھر پڑی، ایک اُدھر پڑی ہے۔ اپنے کپڑے تو اِتنے سلیقہ سے رکھتے ہو کہ پریس کر کے بکس کے اَندر رکھتے ہو اور کتابوں کو یوں ہی ڈال دیتے ہو۔

اِسی طرح برتن بالکل صاف ہوں، الماری میں سلیقے سے لگے ہوئے ہوں۔ جوتے اَلگ کنارے رکھے ہوں۔ یہ نہیں کہ: بستر بچھا ہے اور وہیں جوتے پڑے ہیں، جوتوں کی جگہ علیحدہ ہونی چاہیے۔

جمعہ کے دن مسجد کی صفائی کا اِہتمام

کچھ لڑکے مسجد کی صفائی کے لیے ہو جائیں، پوری مسجد میں جھاڑو لگائیں، مسجد کا جالا والا جہاں کہیں لگا ہو سب صاف کرڈالیں۔ کم اَز کم ہفتہ میں ایک بار پوری صفائی ہونی چاہیے۔

بیتُ الخلاء کی صفائی

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کچھ لڑکے بیتُ الخلاء صاف کرنے کے لیے کھڑے ہو جائیں۔ مسجد کی صفائی کے لیے کافی لڑکے تیار ہو گئے تھے لیکن بیتُ الخلاء صاف کرنے کے لیے کم لڑکے کھڑے ہوئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ارے! کچھ کما لو۔ صفائی بھی دِین ہے، ہمارا مذہب ہم کو صفائی سکھلاتا ہے۔ حدیثِ پاک میں آتا ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ: اپنے گھر

کے سامنے کا حصہ صاف رکھا کرو۔ (جامع الترمذی، ابواب الاستیذان والآداب عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی النظافۃ، ج ۲، ص ۱۰۷، طبع قدیمی، کراچی)

جب ظاہر کی صفائی کا اِتنا حکم ہے تو باطن کی صفائی کا کتنا حکم ہوگا؟ اگر تم پاخانہ صاف کرو گے تو اللہ تمہارا دل صاف کرے گا۔ چناں چہ بہت سے لڑکے پاخانہ صاف کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ فلیش کے پاخانے ہیں اُن میں پانی ڈالنا ہے کہیں مٹی جمع ہو اُس کو دُھونا ہے پاخانہ نہیں اُٹھانا۔ اِس سے قبل جب قدمچے تھے تو میں کچھ لڑکوں کو لے کر صاف کر دیتا تھا۔ یہاں کا جمع دار ناغہ کرتا ہے کبھی آیا کبھی نہ آیا اِس لیے کبھی کبھی صفائی کی ضرورت ہو جاتی ہے۔ (اِنْتَھٰی بِقَلَمِہٖ[1])

مدارس کی بَدحالی پر اَفسوس

دِینی مدارس کی بَدحالی اور طلباء کی بَدعملی کو دیکھ کر اَفسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ: اب تو صرف صورت ہی صورت رِہ گئی ہے حقیقت کچھ بھی نہیں۔ عمل سے بالکل کورے، تقریریں دیکھوں تو لمبی چوڑی۔ مضمون لکھنے کو کہو تو اَخلاق کے موضوع پر عمدہ عمدہ مضامین لکھ دیں گے اور عمل کے میدان میں دیکھو تو بالکل صفر ہیں۔

ماحول تو بنانے سے بنتا ہے

بعد عشاء طلباء سے فرمایا کہ: ماحول تو بنانے سے بنتا ہے۔ اگر آپ لوگ کھیل کود اور تماشے کا ماحول بنائیں گے تو ایسا ہی ماحول بنے گا اور اگر عبادت و رِیاضت کا، پڑھنے پڑھانے کا ماحول بنائیں گے تو ویسا ہی ماحول بنے گا۔ بڑوں کا اَثر چھوٹوں پر پڑتا ہے۔ جو بڑے ہیں اُن کی ذمہ داری ہے کہ: وہ دِینی ماحول بنائیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ: اگر باتوں میں مشغول ہوئے تو گھنٹوں باتیں ہو رہی ہیں، پھر سُوئے تو فجر بھی گول کر دی۔ یہ غفلت، سُستی، لاپرواہی اَچھی چیز نہیں اِس عادت کو چھوڑ دو اور آئندہ کے لیے عہد کرو اَب اَچھی طرح رہنا ہے۔

طلباء چاہیں تو مدرسہ کی اِصلاح ہو سکتی ہے

تم لوگ چاہو تو کیا مدرسہ کی اِصلاح نہیں ہو سکتی؟ لیکن تم لوگوں کو اِس کی فکر نہیں، اگر تمہارا کوئی کھانا کھالے تو اُس کی شکایت کرتے ہو لیکن اگر کوئی نماز چھوڑ دے، درجہ کی غیر حاضری کر دے، سبق پڑھنے نہ جائے، سیر و تفریح لہو لعب میں اپنا وقت ضائع کرے تو اُس کی تم کو کچھ فکر

---

[1] اخیر کی چار سطریں حضرت ﷫ نے اپنے قلم سے تصحیح کے وقت تحریر فرمائیں۔

نہیں ہوتی، اُس کی شکایت نہیں کرتے۔ کتنی نااِنصافی کی بات ہے کہ: تمہارا حق ضائع ہو تو تم کو اَفسوس ہو اور تم شکایت کرو اور اللہ کا حق ضائع ہو، اُس کی نافرمانی ہو تو تم کو کچھ پرواہ نہ ہو اور نہ تم شکایت کرو اور اِس کو خیر خواہی اور چشم پوشی سمجھتے ہو۔ کیا اِسی کو چشم پوشی کہتے ہیں کہ: اگر کوئی زہر پی رہا ہو تو پینے دُو؟ کوئی آگ میں جل رہا ہے تو جلنے دُو؟ کوئی کنویں میں گر رہا ہے تو گرنے دُو؟ اللہ کی نافرمانی کرنا، اُس کے ساتھ بغاوت کرنا یہ دُوزخ کی آگ میں گرنا نہیں تو اور کیا ہے؟!! اُس کے ساتھ تو خیر خواہی یہی کہ: اُس کو ہر ممکن تدبیر کے ذریعہ غلط کاموں سے باز رکھنے کی کوشش کرو، وہ بُرا مانے تو مانتا رہے۔

مدرسہ میں ایک چوری کا قصہ

مدرسہ میں ایک طالبِ علم کی گھڑی چوری ہوگئی تھی۔ حضرتِ والا رحمہ اللہ نے تمام طلباء سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ: جس شخص نے گھڑی لی ہو واپس کردے۔ کسی اور کو نہ دے چپکے سے مجھ ہی کو لا کر دے دے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ: اِنْ شَآءَ اللہ کسی کو علم نہ ہونے دوں گا اور میری نگاہ میں اُس کی قدر بھی ہوگی۔ حُقُوقُ الْعِبَاد کا معاملہ بہت سنگین ہوتا ہے لوگ اِس کا خیال نہیں کرتے۔ جس لڑکے نے چوری کی ہے اگر آج رات میں اُس کا اِنتقال ہوجائے تو وہ اللہ تعالیٰ کو کیا منہ دکھائے گا؟ خدا کے سامنے کیا جواب دے گا؟ کل قیامت کے دن جب میدانِ حشر قائم ہوگا اور دربارِ خداوندی میں پیشی ہوگی اُس وقت اُس کے نیک کام، اُس کی عبادت دوسروں کو دلا دی جائے گی اور دوسروں کے گناہ اُس کے سَر پر لاد دیئے جائیں گے، اُس نے جو نمازیں پڑھی ہوں گی اور بھی جو نیک کام کیے ہوں گے وہ دوسروں کو دلا دیئے جائیں گے۔ اگر ایک وقت کی بھی نماز دوسرے کو دے دی جائے تو کتنے خسارے کی بات ہے؟ ساری دُنیا اُس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ گھڑی اور نماز کا موازنہ کرلیا جائے، نماز کے آگے تو گھڑی کی کوئی وقعت نہیں، بلاوجہ وہ شخص اپنی عاقبت خراب کرتا ہے۔

چوری کی جس کی عادت پڑ جاتی ہے مشکل سے جاتی ہے[1]
ایک طالبِ علم کا واقعہ

فرمایا: چوری کی عادت بہت ہی بُرا مَرض ہے، کسی شخص سے اگر کوئی غلطی اِتفاق سے ہوجاتی ہے

[1] مدرسہ میں بعض طلباء کا سامان چوری ہوگیا تھا اُس وقت حضرت رحمہ اللہ نے یہ مضمون اِرشاد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ اُس کی ستاری فرماتا ہے لیکن جس کی عادت ہی پڑ جاتی ہے تو پھر کبھی نہ کبھی تو غلطی ظاہر ہو جاتی ہے۔ پھر وہ شخص ذلیل رُسوا ہوتا ہے۔ وہ تو سمجھتا ہے کہ: ہم چوری کر رہے ہیں کوئی دیکھ نہیں رہا لیکن ایک ہی مرتبہ میں سارا راز فاش ہو جاتا ہے اور اگر نہ بھی ہو اور دُنیا میں نہ بھی ذلّت رُسوائی ہو تو آخرت کا عذاب کیا معمولی ہے؟ کیا اُس سے نہیں ڈرنا چاہیے؟ چوری کی جس کی عادت پڑ جاتی ہے پھر مشکل ہی سے جاتی ہے۔

"سہارنپور" میں ایک طالبِ علم زمانۂ طالبِ علمی ہی میں چوری کرتا تھا۔ اُس کی عادت پڑ گئی پھر چھوٹی نہیں۔ مدرّس ہو جانے کے بعد بھی وہ چوری کرتے تھے لیکن کب تک بات چھپتی ہے؟ اللہ تعالیٰ ایسوں کو کبھی نہ کبھی ذلیل رُسوا کر دیتا ہے اور دُنیا ہی میں سزا کا مزہ چکھا دیتا ہے۔ مدرسہ سے گھر جا رہے تھے اِسٹیشن پہنچے موقع پا کر وہاں بھی چوری کی۔ جس کی عادت پڑ جائے بھلا وہ کہاں جاتی ہے؟ جب وہاں چوری کی تو پکڑے گئے اور اِس قدر پٹائی اور رُسوائی ہوئی کہ: پھر اُن کو ملک ہی چھوڑنا پڑا۔ یہاں واپس آکر شکل نہ دکھائی، لوگ تھو تھو کرتے تھے کہ: اُوہو! یہ ملا جی مولوی صاحب ہیں چوری کرتے پھرتے ہیں۔ ایسے لوگ علماء کی پوری جماعت اور دِینی مدارس کو بدنام کرتے ہیں۔ (۱۴۰۵ھ)

بندوں کا حق اللہ بھی معاف نہیں کرے گا

فرمایا: حُقُوقُ الْعِبَاد کا معاملہ بہت سنگین ہے، اُس کو اللہ تعالیٰ بھی معاف نہیں کرے گا جب تک کہ حق والے کو حق نہ پہنچ جائے یا وہ معاف نہ کر دے۔ آدمی خواہ کتنا ہی لکھ پڑھ لے، رُوزہ نماز دیگر عبادات اور بڑے بڑے مجاہدات کر لے لیکن دوسروں کے حقوق اُس کے ذمہ باقی ہوں تو سب اُس کے لیے بے کار ہے۔ ایسے شخص کو حافظ عالم بننے اور عبادت کرنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اُس کی ساری عبادتیں اُن لوگوں کو دلا دی جائیں گی جن لوگوں کے حقوق اُس پر آتے ہوں گے اور جب عبادتیں ختم ہو جائیں گی تو دوسروں کے گناہ اُس پر لاد دیئے جائیں گے، بہت سنگین معاملہ ہے، ہمیشہ اِس کی فکر رکھنی چاہیے کہ: دوسروں کا ہم پر کسی قسم کا کوئی حق باقی نہ رہے۔ ہر ایک سے معاملہ بالکل صاف ہونا چاہیے۔

اِس نیت سے معاف نہ کرنا تاکہ آخرت میں اُس کی نیکیاں مل جائیں

اَحقر راقم الحروف نے ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ: جن لوگوں کے ذمہ ہمارے حقوق ہیں یا اُنہوں نے ہم کو پریشان کیا ہے تو اُن کو معاف کر دینا چاہیے یا اِس نیت سے معاف نہیں کرنا چاہیے اور حقوق باقی رکھنے چاہئیں تاکہ اگر آخرت میں نیکی کی ضرورت پڑ جائے تو اُس کی نیکیاں کام آئیں؟ فرمایا: معاف کر دینا چاہیے اور یہ معاف کرنا خود بہت بڑی نیکی ہے جو اِنْ شَآءَ اللہ اُس کی نیکیوں سے بڑھ کر ہوگی۔ (۱۴۰۵ھ)

عشاء کے بعد کی مجلس میں طلباء سے خطاب

فرمایا: اگر کوئی دِین کا کام کرنا چاہے تو گزارے کے لیے چٹنی رُوٹی بھی کافی ہوسکتی ہے۔ کام تو اِس سے بھی چل جائے گا لیکن اگر دوسروں کو دیکھ کر حرص پیدا ہو جائے کہ کھانا اَچھا ہو، جس طرح لوگ کھاتے پیتے ہیں، لباس اَچھا ہو، مکان بھی اَچھا ہو، یہ بھی اِنتظام ہو اور وہ بھی ہو، تو ایسا شخص کام نہیں کر سکتا۔ اگر کام کرنا ہے تو پہلے سے طے کر لے کہ جیسے بھی حالات آئیں گے سب بَرداشت کروں گا ورنہ پھر قدم ہی نہ رکھے۔ لیکن آج کل عام مزاج یہ بن گیا ہے کہ: دُنیا ہی کی طرف نگاہ جاتی ہے، گویا منہ پھیلائے بیٹھے ہیں جہاں سے بھی اور جس طرح بھی مال ملے جیب بھر لی جائے، حلال طریقہ سے ملے یا حرام طریقہ سے، عزت سے ملے یا ذلّت سے ملے، بس! ملنا چاہیے، کوئی ٹیوشن کرتا ہے، کوئی دھندا کرتا ہے۔

ٹیوشن پڑھانے میں ذلّت ورُسوائی

فرمایا: ٹیوشن پڑھانے میں بڑی ذلّت ہوتی ہے، ٹیوشن پڑھانے والے صاحب گھر پر جا کر کھڑے ہو جاتے ہیں، دستک دے رہے ہیں۔ اَندر سے آواز آتی ہے کہ: ارے مولوی صاحب! ذرا ٹھہریئے تو منا ابھی منجن کر رہا ہے، تھوڑی دیر بیٹھ جایئے۔ اب بیٹھیں کہاں؟ کرسیاں تو اَندر لگا رکھی ہیں، باہر کہاں بیٹھیں؟ زیادہ کچھ کہا جائے تو جواب ملتا ہے کہ: مولوی صاحب زیادہ جلدی ہو تو جایئے آج منا نہیں پڑھے گا، اُس کی طبیعت سست ہے رات کم سُویا ہے۔ بعض

جگہ لوگ مولوی صاحب کے بیٹھنے کے لیے پھٹی، پُرانی چٹائی یا گندا معمولی درجہ کا بستر بچھا دیتے ہیں، اُسی پر بیٹھ کر مولوی صاحب پڑھاتے ہیں اور ماسٹر صاحب کے لیے کرسیاں لگائی جاتی ہیں۔ مولوی صاحب کی یہ عزت ہوتی ہے اور اُس عزت کے ساتھ ہی مولوی صاحب کی جیب بھری جاتی ہے۔ ارے! لات ماریئے ایسے ٹیوشن پر کیا علم کی یہی قدر ہے؟ جہاں علم کی قدر نہ ہو وہاں اپنے کو اِس طرح ذلیل نہیں کرنا چاہیے۔

طلباء کی بدحالی

لیکن اب عام طور پر طلباء کی یہ حالت ہوتی جارہی ہے کہ: شروع میں تو محنت سے پڑھتے نہیں اور نہ بعد میں علمی خدمت کا اِرادہ ہوتا ہے۔ پہلے سے یہ طے کر لیتے ہیں کہ: مجھے فلاں کام کرنا ہے۔ بھائی جان، چچا جان جو کام کر رہے ہیں میں بھی وہی کروں گا اور بہت سے طلباء کی یہ نیت ہوتی ہے کہ فارغ ہونے کے بعد فلاں اِسکول سے اِمتحان دے کر کوئی ڈگری حاصل کروں گا۔ اور بہت سے لوگ ٹیوشن پڑھانے کا فیصلہ کر لیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ: جب اِسی نیت سے علمِ دِین حاصل کیا جائے گا تو کیا اُس کو علم حاصل ہوگا؟ یہی وجہ ہے کہ: اِتنی کثیر تعداد میں لوگ مدارس میں پڑھتے ہیں، ہر سال سیکڑوں کی تعداد میں فارغ ہوتے ہیں لیکن کچھ پتہ نہیں چلتا کہ: سب کہاں غائب ہو جاتے ہیں؟ جس کو کام کرنا ہوتا ہے وہ محنت سے علم حاصل کرتا ہے اور شروع ہی سے اپنی زندگی بناتا ہے، وقت نہیں ملتا تو اُس کے لیے وقت نکالتا ہے اور ضروری کام کے لیے وقت نکل ہی آتا ہے لیکن اگر یہاں فرصت نہیں ہے تو بس کتاب دیکھنے کی! موقع نہیں ہے تو قرآن شریف صحیح کرنے کا! ذرا بھی اگر موقع ملا تو نکالی گیند اور چل دیئے کھیلنے کے لیے۔ یہ کھیل کے لیے وقت کہاں سے نکل آتا ہے؟ تعلیم کے اَوقات میں محنت سے پڑھیے، کبھی طبیعت گھبرائے تو تھوڑی دیر تفریح کر لیجیے۔

مدرسے میں رہتے ہوئے اگر تم پڑھو گے نہیں تو تمہارا مدرسہ میں رہنا اور کھانا جائز نہیں

طلباء کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: تم لوگ مدرسہ میں پڑھنے آئے ہو اور مدرسہ میں قوم کا

پیسہ لگا ہے اور قوم علمِ دِین پڑھنے والے طلباء کے لیے پیسہ دیتی ہے۔ اگر تم لوگ پڑھو گے نہیں اور کھاؤ گے مدرسہ کا یا دِین کی اِشاعت کی نیت سے علم حاصل نہیں کرو گے بل کہ دُنیا کمانے کے لیے کرو گے تو تمہارے لیے مدرسہ کا کھانا جائز نہیں ہوگا۔ مدرسہ کے کمروں میں رہنا بھی غلط ہوگا، سب کچھ نا جائز ہوگا۔

اگر تم نے مدرسہ کے اَوقات کی پابندی نہیں کی مثلاً سبق پڑھنے نہیں گئے، نماز چھوڑ دی اور مدرسہ سے کھانا لے رہے ہو تو مدرسہ اور قوم کی بڑی خیانت ہوگی۔ تم کو چاہیے کہ: وہ کھانا کسی غریب کو کھلا دُو اور اپنے اُستاد سے جا کر معافی مانگو کہ: میں نے یہ غلطی کی ہے آپ جو سزا تجویز فرمائیں مجھے منظور ہے۔ اِس طرح کوئی طالبِ علم کر کے تو دیکھے! اِصلاح ہوتی ہے یا نہیں؟ اور اِسی میں آدمی کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے۔ لیکن اَصل بات یہ ہے کہ: آج کل طلباء کو اپنی اِصلاح کی فکر نہیں اور جب تک خود بننے کی فکر نہ کریں تو دوسرا کوئی کس طرح اِصلاح کر سکتا ہے؟ (۱۴۰۵ھ)

جب طبیعت میں خباثت ہو تو ہر تدبیر بے سُود ہے

جب طبیعت میں خباثت ہو تو کوئی صورت اور کوئی تدبیر مفید نہیں ہوتی۔ جب کوئی خود ہی نہ بننا چاہے تو دوسرا کوئی کیا کر سکتا ہے؟ انبیاء کرام علیہم السلام بھی تدبیر کرتے تھے اور کوشش کرتے تھے لیکن جن کی طبیعت میں خباثت تھی اُن پر اِس کا کچھ اَثر نہیں ہوا۔ سامری کا قصہ مشہور ہے اُس کی پرورش فرشتوں نے کی تھی لیکن چوں کہ اِس کی طبیعت میں خباثت تھی اِس لیے ہدایت کے تمام راستے اُس کے لیے نا کافی رہے۔ غور تو کرو کہ! جس موسیٰ (علیہ السلام) کی فرعون نے تربیت کی وہ تو پیغمبر بنے اور جس سامری کی فرشتوں نے تربیت کی وہ کافر بنا۔ یہ طبیعت کی خباثت ہی کی تو بات ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اِصلاح کی تدبیریں اور کوششیں فرمائیں لیکن اُس کا اَثر صرف اُن ہی لوگوں پر ہوا جن کی طبیعت میں سلامتی تھی۔ جس کے اَندر دِین کی قدر ہی نہ ہو وہ کیا دِین کا کام کرے گا؟ اگر ابھی زمانۂ طالبِ علمی میں تمہارے اَندر دِین کی قدر نہ ہوگی تو پھر کب ہوگی؟ نا قدروں سے دِین کا کام نہیں لیا جاتا، کہیں مدرّس بن جاؤ تو بن جاؤ لیکن صرف مدرّس بن جانا کوئی دِین کا کام نہیں، جب تک کہ اِخلاص نہ ہو۔ خلوص نہ ہو تو کچھ بھی نہیں۔

جتنا تمہارے قبضہ میں ہے اُتنا تو کرو

ایک فارغ التحصیل طالبِ علم حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اَخیر عشرہ کا اِعتکاف بھی کیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: تم حفظ کیوں نہیں کر لیتے؟ حفظ شروع کردو، تھوڑا تھوڑا ہی یاد کرنا شروع کردو۔ اُن صاحب نے عرض کیا کہ: حضرت! ہمّت نہیں ہوتی، میرے اَندر حفظ کی اِستطاعت نہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: حفظ کرنے کی اِستطاعت نہیں یا حفظ کا اِرادہ شروع کرنے کی اِستطاعت نہیں؟ اِرادہ تو کرو، اللہ مدد کرے گا۔

اِہم نصیحت

فرمایا: آدمی جس لائن کو اِختیار کرے خوب سُوچ سمجھ کر اور ہمیشہ کے لیے پختگی کے ساتھ اِختیار کرے، یہ نہیں کہ آج کچھ کر رہے ہیں اور کل کچھ اور کرنے جا رہے ہیں۔ اور فرمایا: آدمی کے ذمہ جو کام کر دیا جائے اُس کام کو پوری ذمہ داری اور پوری فکر کے ساتھ اَنجام دینا چاہیے۔

رمضان میں طلباء سے خطاب

"رمضان شریف" میں طلباء کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ: طلباء کا سُونے کا کوئی حساب ہی نہیں، رات بھر سُوتے ہیں، دن بھر سُوتے ہیں۔ سُونے کا کوئی حساب بھی تو ہونا چاہیے کہ: کس وقت اور کتنی دیر تک سُونا ہے؟ اُس کے بعد اُٹھ کر قرآن شریف کی تلاوت کیجیے، جو غیر حافظ ہیں وہ زبانی سُورتیں یاد کریں اور جو حفاظ ہیں کم اَز کم یومیہ پندرہ پارے پڑھ لیا کریں۔ کچھ معلوم تو ہو کہ: یہ "رمضان المبارک" کا مہینہ ہے۔ صرف یہ نہیں کہ اَفطار کیا، سحری کھالی، کھلا دیا، پلا دیا بس! اِس سے رمضان کا ہونا معلوم ہو گیا۔ جیسا کہ بعض شہروں میں لوگ کہتے ہیں کہ: صاحب! رمضان میں بڑی چہل پہل رہتی ہے، بڑی رُونق معلوم ہوتی ہے اور ہوتا کیا ہے؟ جگہ جگہ ہوٹل ہیں وہ سب آباد ہیں، مجلسیں لگتی ہیں، فضول باتیں ہوتی ہیں، اَفطار کر کے نکلے تو تھوڑی دیر ایک ہوٹل میں بیٹھے، کچھ ٹہلے، گھوم پھر کر پھر دوسرے ہوٹل میں چلے گئے۔ ایک گشت اِسی طرح پھر عشاء بعد اور سحری میں لگا دیا۔ یہ رمضان کی چہل پہل ہو گئی اور شہر آباد ہو گیا، ہوٹل تو خوب آباد ہیں لیکن

مسجدیں سُونی پڑی ہیں اِس سے بھلا کیا فائدہ؟ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ: مسجدیں آباد ہوتیں خواہ ہوٹل سُونے رہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ رمضان المبارک میں گزر رہے تھے دیکھا کہ: مسجدیں کھچا کھچ بھری ہوئی ہیں۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ عمر رضی اللہ عنہ کی قبر کو نور سے بھر دے اُنہوں نے مسجدوں کو نمازیوں سے آباد کر دیا۔ کیوں کہ تراویح کا باقاعدہ اِجتماعی نظام اور اِہتمام اُن ہی کے دَور میں ہوا تھا۔ تو یہ ہے رمضان کا آباد ہونا۔

آپ لوگ ہر وقت کام میں لگے رہیے، سُو کر اُٹھیے عبادت کیجیے، دِینی مذاکرہ کیجیے۔ "قرآن شریف" کے حلقوں میں بیٹھیے، ذکر کیجیے، صَلوٰۃُ التَّسبِیح پڑھیے۔

تربیت وتنبیہ کا اَنداز

مدرسہ میں دُو طالبِ علم رشتہ دار تھے، بڑے نے چھوٹے کی جوتوں سے پٹائی کی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس شکایت پہنچی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے سے دریافت فرمایا: تم نے اِس کو کیوں مارا؟ اُس نے کہا کہ: اِس نے فلم دیکھی تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اَچھا ہوا! اور کیوں نہیں مارا؟ اور مارنا چاہیے تھا ایسی حرکت کرتا ہے۔ اُس کے بعد چھوٹے کو واپس کر دیا اور بڑے کی خبر لی کہ: آخر تم ہوتے کون ہو سزا دینے والے؟ اُس نے فلم دیکھی تھی تم کو شکایت کرنی چاہیے۔ خبردار! اگر آئندہ ایسی حرکت کی اور سختی سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تنبیہ فرمائی۔ (۱۴۰۵ھ)

کیا یہ اِسراف نہیں ہے؟

ایک طالبِ علم نے لُوٹے کا بچا ہوا پانی پھینک دیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بلاضرورت تم نے اِس کو کیوں پھینک دیا؟ کیا یہ اِسراف نہیں ہے؟ کیا اِس کا حساب نہیں ہوگا؟

تیزی اور غصہ کا علاج

عرضِ حال: ایک صاحب نے تحریر فرمایا کہ: مزاج میں بہت تیزی ہوگئی ہے، بہت ہی غصہ آتا ہے جس سے بہت پریشان ہوں۔ کچھ پڑھنے کو بتلا دیجیے اِنْ شَآءَ اللہ آپ کی بات پر عمل کروں گا۔

اِرشاد: حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب تحریر فرمایا: دعا کر رہا ہوں اللہ پاک فضل فرمائے۔ غصہ آنے لگے تو درود شریف پڑھا کریں اور اُس جگہ سے علیحدہ ہو جایا کریں۔

(علمی و اصلاحی ملفوظات و مکتوبات، چوتھا باب (باطنی امراض اور رذائل) ص ۱۷۱، طبع مکتبہ دارالعلوم صدیقیہ، کراچی)

چودھواں باب (طلباء اور نماز کی پابندی)

فرشتے نماز میں حاضری لیتے ہیں

مدرسہ کا معمول تھا کہ: بعد فجر وظہر طلباء کی حاضری لی جاتی تھی، جو طالبِ علم غیر حاضر ہوتا تھا اُس کو تنبیہ کی جاتی تھی، سزا دی جاتی تھی۔ بعض مرتبہ طلباء ایسا بھی کر لیتے تھے کہ: نماز تو پڑھی نہیں اور عینِ وقت پر آ کر حاضری دے دی۔ حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے فجر بعد طلباء کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: نمازوں کے بعد حاضری ہوتی ہے مجھے طبعاً بہت ناگوار ہے۔ لیکن کیا کروں مجبوراً لینی پڑتی ہے۔ اگر تم لوگ پابندی شروع کر دو تو کیوں حاضری لی جائے؟ اب تو اَخیر سال ہے اب اَچھا عمل کر کے دکھلا دو میں حاضری بند کیے دیتا ہوں۔ اب دیکھتا ہوں کہ: تم نماز کی پابندی کرتے ہو یا نہیں؟ اور صرف مدرسہ والے ہی حاضری نہیں لیتے اَصل حاضری تو فرشتے لیتے ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ: فرشتے ہر نماز کے وقت آتے ہیں اور نماز پڑھنے والوں کا نام لکھتے ہیں۔ بعض فرشتے ہر وقت تمہارے ساتھ ہیں تمہاری ہر اَدا اَچھی بُری حرکت لکھتے ہیں۔ تم بتلاؤ! دھوکہ دے کر نماز پڑھے بغیر اگر تم نے حاضری دے بھی دی تو اِس سے کیا فائدہ؟ جب فرشتوں نے تمہاری حاضری نہیں لکھی تو تم غیر حاضر ہو، اللہ کے یہاں تم غیر حاضر سمجھے جاؤ گے اور آخرت میں فرشتوں کی بات مانی جائے گی یا کسی اور کی؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میرے پاس جتنی تدبیریں تھیں میں کر چکا۔ کہتے کہتے تھک گیا لیکن تم لوگ اَپنی حرکت سے باز نہیں آتے۔ اب تک تم نے نماز کی پابندی نہیں کی۔ مدرسہ میں رہ کر نماز کی پابندی نہ ہوئی تو پھر کہاں ہوگی؟ آخر کون سا زمانہ آئے گا کہ تم کچھ بن کر دکھاؤ گے؟ پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی لجاجت سے فرمایا کہ: میں ساری تدبیریں کر چکا اب تم لوگ خود بتلاؤ تم کس طرح مانو گے؟ لڑکوں نے عرض کیا کہ: حضرت اب مان گئے، اب اِنْ شَآءَ اللہ نماز کی پابندی کریں گے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: اگر تم اِس طرح مان سکتے ہو کہ: میں تمہارے جوتے اپنے سَر پر رَکھ لُوں تو تم مان جاؤ گے میں ایسا بھی کر سکتا ہوں۔ آخر کسی طرح تو مانو؟ اگر اِسی طرح تم لوگ اپنے گھر جاؤ گے، نمازیں چھوڑا کرو گے تو لوگ کیا اَثر لیں گے؟

جب مال کا نقصان نہیں کرتے تو اعمال کا نقصان کیوں کرتے ہو؟

میں تم سے پوچھتا ہوں: بتاؤ! تکبیرِ اُولیٰ چھوڑنے میں نقصان ہے یا نہیں؟ طلباء نے عرض کیا: جی! فرمایا: تو پھر کیوں نقصان کرتے ہو؟ کیا دُنیا کا بھی نقصان گوارہ کرتے ہو؟ تمہارے گھروں سے پیسے آتے ہیں کیا کوئی شخص اُن کو نالی میں پھینک دیتا ہے؟ آگ لگا دیتا ہے؟ ہرگز نہیں! تو جب مال کا نقصان تم بَرداشت نہیں کرتے تو اَعمال کا نقصان کیوں بَرداشت کرتے ہو؟ مال سے تو صرف تم کو کھانے پینے کی چیزیں ملیں گی، جلیبی پکوڑے ملیں گے اور اَعمال سے تو جنّت ملے گی اور جنّت ملے یا نہ ملے اَصل مقصود تو اللہ کی رضا ہے، اَعمال سے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل ہوگی۔ ہمارے لیے سب سے بڑی نعمت تو اللہ کی رضا مندی ہے۔ جب وہ ہوگی تو جنّت بھی ضرور ملے گی۔ اَصل میں ہم کو آخرت کی فکر نہیں اِس لیے لاپرواہی کی زندگی گزار رہے ہیں۔

اذان سُن کر مسجد نہ جانے والا عتاب کا مستحق ہے

فرمایا: حاکم اگر کسی کو بلائے اور وہ نہ آئے تو حاکم اُس کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا؟ آقا نے کسی غلام اور چپراسی کو ملازم رکھا اور آقا جب اُس کو بلاتا ہے تو آرام سے بیٹھا ہے، اُس کے بلانے پر آتا نہیں۔ بتاؤ! آقا اُس کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا؟ اُس کو سزا دے گا یا نہیں؟ کیوں کہ اُس کو رَکھا ہی اِسی واسطے ہے کہ: جب بلایا جائے تو فوراً حاضر ہوجائے۔ اِس میں اگر وہ کوتاہی کرے گا تو آقا اُس کو سزا دے گا، نکال باہر کرے گا، اُس پر نظرِ عنایت نہ ہوگی بل کہ نظرِ عتاب ہوگی۔ اِسی طرح ہم کو سمجھنا چاہیے کہ: اللہ تعالیٰ حاکم ہیں اُن کا منادی اِعلان کرتا ہے، نماز کے واسطے بلاتا ہے، اُس کی آواز پر اگر ہم لَبَّیْکَ نہ کہیں تو ہمارے ساتھ کیا سُلوک ہونا چاہیے؟ ہمارا مالک ہم سے راضی ہوگا یا ناراض؟ ہم پر نظرِ عنایت کرے گا یا نظرِ عتاب؟ ایسے حال میں ہم کو جو بھی سزا دی جائے کم ہے۔

طلباء اور نماز کی پابندی

طلباء کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ:

حدیث شریف میں آتا ہے کہ: جو شخص عشاء اور فجر کی نماز جماعت کے ساتھ اَدا کرے اُس کو رات بھر عبادت کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب فی فضل صلوۃ الجماعۃ، ج ۱، ص ۹۲، طبع حسن، لاہور)

لیکن کتنے اَفسوس اور تعجب کی بات ہے کہ! مدرسہ میں رہتے ہوئے بھی فجر کی جماعت چھوٹ جاتی ہے، مسجد مدرسہ کے اَندر ہے، پانی کا معقول اِنتظام ہے، ہر موسم میں آسانی ہے، اَذان ہوتی ہے، گھنٹی بجتی ہے، جگانے والے جگاتے ہیں اُس کے بعد بھی نماز کا چھوٹ جانا کتنے تعجب کی بات ہے؟!!

طالبِ علمی کے زمانہ میں جس کے اَندر نماز کی پابندی نہیں ہوئی بعد میں مشکل ہے۔ مدرّس اور ناظم ہو جانے کے بعد بھی اُس کی یہی عادت پڑی رہے گی، اُس کی نماز چھوٹتی ہی رہے گی۔ ایسے لوگوں کا کوئی معتقد بھی نہیں ہوتا اور ایسے ہی لوگ علماء کی بدنامی کا سبب بنتے ہیں، کی کرائی ساری محنت بے کار چلی جاتی ہے۔ جو شخص نماز میں سُستی کرتا ہے سمجھ لو کہ دِین کے اور دوسرے کاموں میں بھی سُستی کرتا ہوگا۔

اللہ کے بندو! یہاں رِہ کر کچھ سیکھو، نیک بننے کی کوشش کرو۔ پہلے تو لوگ فجر سے پہلے اُٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔ فجر سے پہلے اَسباق بھی ہوتے تھے، ایک ماحول بنا ہوا تھا، اب سب چھوٹ گیا۔ بس! چند لوگ اَذان کے بعد آ کر پڑھنے لگتے ہیں۔

طلباء کے لیے نوافل کی ضرورت

فرمایا: فرائض کے ساتھ نوافل کا بھی اِہتمام ہونا چاہیے، نوافل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قُرب ہوتا ہے۔ ہمارے تمام اَکابر اَسلاف نوافل کا بہت اِہتمام کرتے تھے۔ اِمام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اِتنے مشاغل کے باوجود رُوزانہ دُو سُو رَکعت نوافل پڑھتے تھے اور اِمام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے تو چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی ہے۔ رُوزانہ ایک قرآن پڑھتے تھے۔ ہم اِتنا نہیں کر سکتے تو دُو چار رَکعت تو پڑھ سکتے ہیں، فجر سے ۱۵ منٹ پہلے بیدار ہو جائیں، دُو چار رَکعت پڑھ لیں اور اگر نہیں آنکھ کھلتی تو عشاء بعد سُونے سے قبل ہی چار رَکعت پڑھ لیا کریں، چار رَکعت اِشراق کی پڑھ لیں، کچھ رَکعتیں بعد مغرب پڑھ لیا کریں اِس کا فائدہ آخرت میں معلوم ہوگا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ: نوافل فرائض کے مکملات ہیں۔ (سنن ابی داود، کتاب الصلوٰۃ، باب قول النبی ﷺ کل صلوٰۃ لا یتمہا صاحبہا تتم من تطوعہ، ج۱، ص ۱۳۳، طبع حسن، لاہور)

یعنی فرائض میں جو کتاہی ہوگی اُس کی تلافی نوافل کے ذریعہ کی جائے گی۔ ہر کام کے اَندر ایک درجہ فرض کا ہوتا ہے اور ایک نفل کا۔ زکوٰۃ فرض ہے اُس کا نفلی درجہ صدقہ ہے اِسی طرح

ہر عبادت کے اندر ہوتا ہے۔ قیامت میں جب فرائض میں کوتاہی ہوگی تو اُس جنس کی نفلی عبادت سے اُس کی تلافی کی جائے گی۔ فرض نماز میں کوتاہی ہوگی تو نفل نماز سے تلافی کی جائے گی، زکوٰۃ میں کوتاہی ہوگی تو نفلی صدقہ سے تلافی کی جائے گی۔ دُنیا میں اگر کوئی نقصان ہو جاتا ہے اُس کی تلافی مال کے ذریعہ ہوتی ہے اور آخرت کی تلافی مال سے نہیں اَعمال سے ہوگی۔ یہاں کسی کو راضی کرنا ہو ہزار وسیلے ڈھونڈنے پڑتے ہیں، سفارش کرنی پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے میں کسی سفارش کی ضرورت نہیں ایک سیکنڈ لگتا ہے، سچے دل سے توبہ کرلے اور جو کوتاہی ہوئی ہے اُس کی تلافی کرلے۔

طلباء اور تہجد کی پابندی

فرمایا: میری زمانۂ طالبِ علمی میں اَکثریت ایسے طلباء کی تھی جو تہجد کی پابندی کرتی تھی، اُن کی تہجد کی نماز قضاء نہیں ہوتی تھی۔ اِتنی لمبی رات ہوتی ہے اگر تم لوگ تہجد کی پابندی کرنا چاہو تو کیا نہیں کرسکتے؟ رات بارہ بجے بھی اگر سُو جاؤ اور پہلی بات بارہ بجے تک جاگتا ہی کون ہے؟ اور اگر کوئی جاگے بھی تو چار بجے بھی اگر اُٹھ جاؤ گے تو آسانی سے تہجد پڑھ سکتے ہو۔ پانچ گھنٹے سونے کے لیے بہت کافی ہیں کیوں کہ دن میں بھی تو آرام کرنے کا وقت ملتا ہے اور اگر رات کو نہیں اُٹھ سکتے تو کم اَز کم سُونے سے قبل ہی دُو چار رَکعت پڑھ لیا کرو یا جلدی سُو کر اَخیر شب میں اُٹھ جایا کرو اور اُس وقت دُو چار رَکعت پڑھ کر کچھ ذکر کرکے کتابوں کے مطالعہ میں لگ جاؤ۔ اُس وقت میں برکت بھی بہت ہوتی ہے، بات جلدی سمجھ میں آتی ہے کیوں کہ ذہن بالکل صاف اور تازہ ہوتا ہے۔

قیلولہ کی اِہمیت

دوپہر میں کھانا کھانے کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ آرام فرمانے لگے اور اِسی حال میں فرمایا کہ: کھانے کے بعد تھوڑی دیر خواہ پانچ دس منٹ ہی ہو اِتباعِ سنّت کی نیت سے لیٹ جانا چاہیے۔ اِس میں بھی ثواب ملے گا اور فرمایا: نیند آجانے سے تو راحت ہوتی ہی ہے لیکن "قیلولہ" کی نیت سے اگر تھوڑی دیر بھی لیٹ لیا جائے خواہ نیند نہ آئے میرا تجربہ ہے اِس سے بھی جسمانی راحت کافی ہوتی ہے۔ (۲۸ محرم الحرام ۱۴۰۶ھ)

تہجد کی نیت کی صحیح پہچان

فرمایا: اِتنی لمبی رات ہوتی ہے کچھ پہلے سُو جایا کرو اور صبح صادق سے تھوڑا پہلے اُٹھ کر تہجد پڑھ لیا کرو، کتابوں کا مطالعہ کیا کرو، کتابیں دیکھنا بھی عبادت ہے۔ اگر تہجد کی نیت سے سُو گئے اور آنکھ نہ بھی کھلی تو ثواب تو تہجد کا مل ہی جائے گا۔ ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ: جو بندہ رات کو تہجد کی نیت سے سُویا اور غلبہ نیند کی وجہ سے آنکھ نہ کھلی تو اُس کو تہجد کا ثواب تو مل ہی گیا اور نیند مفت کی اِنعام میں ملی۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب من نوی القیام فنام، ج ۱، ص ۱۹۵، طبع حسن، لاہور) خوب آرام سے سُویا بھی اور ثواب بھی مل گیا لیکن سچی نیت ہونی چاہیے اور سچی نیت کی پہچان یہ ہے اگر آنکھ کھل گئی تو اب سُستی نہ کرے، یہ خیال نہ کرے کہ: ابھی تو تین ہی بجے ہیں بہت دیر ہے، اگر بہت دیر ہے تو تہجد پڑھ کر دُوبارہ پھر سُو جائے اور اگر اِیسی بات نہیں تو پھر سچی نیت نہیں بل کہ دُھوکہ ہے۔

طلباء کے فجر سے پہلے نہ اُٹھنے پر افسوس

فرمایا: آج تو مجھے بہت دلی تکلیف ہوئی۔ فجر سے پہلے آیا تو دیکھا مدرسہ میں سناٹا چھایا ہوا ہے۔ اِتنے بڑے مدرسے میں کوئی کمرہ ایسا نہیں تھا جس سے کچھ پڑھنے پڑھانے کی آواز آ رہی ہو یا کمروں میں بجلی جل رہی ہو، بالکل اَندھیرا پڑا تھا، معلوم ہوتا تھا کہ قبرستان ہے۔ فجر سے پہلے اُٹھنے کی عادت اگر یہاں نہ پڑے گی تو کہاں پڑے گی؟ اگر رات میں دَس گیارہ بجے بھی سُو جاؤ تو پانچ گھنٹے سُونے کے لیے بہت کافی ہوتے ہیں، دن میں بھی تو سُونے کا وقت ملتا ہے۔ تم لوگوں سے کتنی مرتبہ کہا کہ: اَخیر رات میں اُٹھ جایا کرو، دُو چار رَکعت پڑھ لیا کرو دوسروں کو بھی جگا دیا کرو، لڑکوں کو جگانے کا سلسلہ ایک دُو روز رہا پھر ختم ہو گیا، جو کام ہو پابندی اور اِستقامت کے ساتھ ہونا چاہیے۔

شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ: وفات کے بعد کسی نے اُن کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا: اللہ نے کیا معاملہ فرمایا؟ فرمایا: تمام مجاہدات کچھ نہ کام آئے اَخیر رات میں اُٹھ کر دُو چار رَکعت پڑھ لیا کرتا تھا اللہ نے اُسی کی بناء پر مغفرت فرما دی۔

فرمایا: اب تو طلباء ایسے نہیں رہے ورنہ میں تو فجر سے پہلے اَسباق بھی پڑھا لیتا تھا درجہ حفظ کے طلباء کا سبق بھی سُن لیتا تھا، دن میں بوجھ ہلکا رہتا تھا، لڑکے یاد کرتے رہتے تھے اور میں دوسرے کام کرتا تھا۔ اب بھی ایسا ہو سکتا ہے لیکن کوئی کرنے والا ہونا چاہیے۔ (۲۴ صفر ۱۴۰۵ھ)

حضرت مولانا رشید اَحمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مُرید کا واقعہ

حضرت مولانا رشید اَحمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مُرید کا واقعہ ہے کہ: اَخیر عمل تک معمولات کی پابندی کرتے رہے، اَخیر عمر میں اِتنے سخت بیمار ہوئے کہ ڈاکٹروں نے کہہ دیا کہ: ۲۴ گھنٹہ تک بالکل حرکت نہ کریں، اگر حرکت کی تو جان کا خطرہ ہے اور اُن کا تہجد کا دائمی معمول تھا، کبھی تہجد کی نماز قضاء نہیں ہوتی تھی، عادت و معمول کے مطابق تہجد پڑھنے کا تقاضہ ہوا، لوگوں نے منع کر دیا، اُنہوں نے اِصرار کیا تو تیمارداروں نے سختی کی، بَرداشت نہیں ہوا اور کہا کہ: اب تہجد پڑھ لینے دُو ورنہ جان نکل جائے گی۔ یہ ہے قدر کی بات کہ اگر نماز پڑھنے کو نہ ملے تو جان نکلنے لگے۔

اور تم لوگوں کا حال یہ ہے کہ: نماز پڑھنے میں جان نکلتی ہے، اِسی سے اَندازہ لگاؤ کہ: تمہارے اَندر دِین کی کتنی قدر ہے؟ حاضری کے خوف سے اور کھانا بند ہو جانے کے ڈر سے اگر نماز پڑھتے ہو تو اِس سے کیا فائدہ؟ کیا خدا کے یہاں بھی جھوٹا عذر اور دُھوکہ بازی چل سکتی ہے؟

اَذان کے بعد نماز کی تیاری نہ کرنا اِیمان کے کھوٹا ہونے کی علامت ہے

تعجب ہے کہ! اَذان کے سننے کے بعد بھی نماز کی فکر نہیں ہوتی، یہ اِیمان کے کھوٹا ہونے کی بات نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ اَذان خدا کی طرف سے اِعلان ہے، اگر کلکٹر کی طرف سے منادی ہو تو ہر شخص اُس کے اِعلان کے مطابق عمل کرتا ہے، وقت مقررہ پر ضرور حاضر ہوتا ہے اور جو حاضر نہ ہوگا سزا کا مستحق ہوگا، کلکٹر کے اِعلان کی اِتنی اِہمیت اور اللہ تعالیٰ کے منادی کا کچھ لحاظ نہیں؟!! یہ کیسا ہمارا اِیمان ہے؟!! حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ: اگر تم کو اَگلی صف کا ثواب معلوم ہو جائے تو تم اَگلی صف میں کھڑے ہونے کے لیے لڑائی قرعہ اَندازی کرنے لگو۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب صف الاوّل، ج ا، ص ۱۰۰، طبع یادگار شیخ، کراچی)

اِتنی فضیلت ہے صفِ اَوّل کی لیکن ہم کو دس رُوپے کی تو قدر ہے اِس اَجر و ثواب کی قدر نہیں۔

اَوّابِین نہ پڑھنے پر طلباء کو تنبیہ

یہاں کا لازمی معمول تھا کہ: بعد مغرب طلباء اَوّابِین میں نصف پارہ یا ایک پارہ پڑھتے تھے، غیر حافظ طلباء سے بھی اَوّابِین پڑھنے کی تاکید کی جاتی تھی۔ لیکن بعض طلباء اَوّابِین پڑھے بغیر چلے

آتے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بعد عشاء طلباء کو سمجھاتے ہوئے فرمایا: بعد مغرب نوافل اَوّابِین کا اِہتمام کیا کرو۔ آخر مغرب بعد تم لوگوں کو اِتنی جلدی کون سا ایسا ضروری کام رہتا ہے کہ فوراً بھاگ جاتے ہو؟ کیا اَوّابِین تم کو کاٹتی ہے؟ پھر کیوں نہیں پڑھتے؟ اگر تم ہی لوگ اِس کا اِہتمام نہ کروگے تو کون سی مخلوق آئے گی جو اِس کا اِہتمام کرے گی؟ اگر ابھی زمانۂ طالبِ علمی میں تمہاری عادت نہ پڑی تو پھر کون سا زمانہ آئے گا جب تمہاری عادت پڑے گی؟ اللہ کے بندو! یہ زمانہ اور یہ وقت تمہارے بننے کا ہے، اپنے آپ کو بناؤ سنوارو وَرنہ بعد میں پچھتاؤ گے۔

تمام اہلِ علم کو چند اہم نصیحتیں

فرمایا: ہدایت آج بھی عام ہوسکتی ہے لیکن پہلے اہلِ علم اپنے عمل کا اچھا نمونہ پیش کریں، دِین کی قدر کریں اور دِین کی قدر یہی ہے کہ: دِین کا کام کریں، اُن کی عملی زندگی سنّت کے مطابق ہو۔ جیسے بھی حالات آئیں اُن کو بَرداشت کریں، فاقہ پر فاقہ ہو لیکن علم کی ناقدری نہ کریں، مال اور دُنیا کی طرف للچائی نگاہ سے نہ دیکھیں، مخلوق سے اِستغناء برتیں۔

جب تم لوگوں نے اِس لائن میں قدم رکھا ہے تو ہمیشہ اِسی میں رہنے کا فیصلہ کرو، دُنیا کی طرف حرص ولالچ کی نگاہ کبھی مَت ڈالو، بڑی بڑی بلڈنگوں اور کوٹھیوں پر تمہاری نظر نہ جائے، تمہارا اُوڑھنا بچھونا سب دِین بن جائے۔ جس شخص کا یہ حال ہوگا اُس کو تو ہر وقت اُسی کی فکر ہوگی کہ: کسی طرح سے دِین کی ترقی اور اُس کی اِشاعت ہو، ایسا شخص جہاں بھی جائے گا دِینی رَنگ لائے گا۔ جہاں بھی رہے گا دِینی مزاج پیدا کرے گا۔ وہ اِس بات کو پسند ہی نہ کرے گا کہ: اُس کے گھرانہ اور اَطراف میں بد دِینی باقی رہے۔ (۱۴۰۶ھ)

ہم کسی بزرگ کے نہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متبع ہیں

فرمایا: پاکستان میں میرے ایک ساتھی رہتے ہیں اب بھی وہ موجود ہیں۔ زمانۂ طالبِ علمی میں ہم دونوں ایک کمرہ میں رہا کرتے تھے، وہ بڑے صوفی آدمی ہیں ایک کمرہ میں رہنے کے باوجود بات چیت بالکل نہ ہوتی تھی، کسی کو کسی سے کچھ مطلب نہ تھا، کسی کے پاس اِتنا وقت ہی نہ تھا، ہر ایک اپنے اپنے کام سے لگا ہوا تھا، اگر کبھی کوئی بات ہوگئی تو ہوگئی۔

اُن کا معمول تھا کہ: فجر کے وضو سے عشاء کی نماز پڑھا کرتے تھے، اُن کو دیکھ کر مجھے بھی شوق ہوا اور میں نے بھی اُن کی رِیس کی اور چند رُوز فجر کے وضو سے عشاء کی نماز پڑھی لیکن میں تو بیمار ہوگیا۔ میں نے بطورِ مذاق کے اپنے ساتھی سے کہا کہ: اِن صوفیوں کا حال عجیب ہے ہر ایک کی سمجھ میں نہیں آتا۔ سنّت سے تو یہ ثابت نہیں کہ: فجر کے وضو سے عشاء پڑھو اور نہ یہ کوئی کمال کی بات ہے۔ سنّت سے تو یہ ثابت ہے کہ: اگر وضو ہے تب بھی وضو کرو۔ یہ کوئی کمال نہیں کہ ایک وضو سے کئی وقت کی نماز پڑھے۔ اگر یہ کوئی کمال کی بات ہوتی تو حضور ﷺ بھی اِس طرح کرتے حال آں کہ آپ ﷺ کا یہ معمول نہیں تھا اور اگر کسی بزرگ نے ایسا کیا ہو تو وہ اُن کا حال ہوگا جو حجت نہیں۔ ہم کسی بزرگ کے حال کے تابع نہیں، ہم تو حضور ﷺ کے متبع ہیں، کسی بزرگ اور شیخ کے اَقوال و اَحوال اور اُن کے اُصول و کیفیات کوئی شریعت کا مسئلہ نہیں بن جاتے! شریعت تو حضور ﷺ کے قول و عمل کا نام ہے۔

کاہلی و سُستی کا علاج

عرضِ حال: ایک خاتون نے خط لکھا کہ: میں نے حفظ کیا ہے، کچھ پارے یاد ہیں کچھ پارے بھول گئی ہوں، جو یاد ہیں وہ بھی بھول جاتی ہوں۔ فجر کی نماز اور فجر کے بعد تلاوت تو پابندی سے ہو جاتی ہے باقی نمازوں میں سُستی ہوتی ہے۔

ارشاد: حضرت دامت برکاتہم نے جواب تحریر فرمایا: کوشش کیجیے کہ کاہلی دُور ہو یہ تو آپ کے اختیار میں ہے۔ یہ خیال کیجیے کہ خدا کو منہ دکھانا ہے اُس کی نافرمانی کر کے کیسے منہ دکھاؤں گی؟ اِنْ شَآءَ الله کاہلی دُور ہوگی۔

عرضِ حال: ایک عالم صاحب نے تحریر فرمایا کہ: حضرت! آج کل پھر سُستی کاہلی سوار ہوگئی معمولات میں پابندی نہیں ہو رہی ہے۔ حضرت کی دعا سے اب صحت ہے۔

ارشاد: حضرت دامت برکاتہم نے جواب تحریر فرمایا: یہ تو آپ کے اختیار میں ہے کچھ کام تو ایسے ہوں گے جن کو آپ پابندی کے ساتھ کرتے ہیں، اگر آپ طے کر لیں تو معمولات میں بھی پابندی ہو سکتی ہے۔ دعا کر رہا ہوں اللہ پاک ہمیشہ عافیت کے ساتھ رکھے۔

(علمی و اصلاحی ملفوظات و مکتوبات، چوتھا باب (باطنی امراض اور رذائل)، ص ۱۰۸، طبع مکتبہ دار العلوم صدیقیہ، کراچی)

پندرھواں باب (طلباء اور کھیل کود)

میچ دیکھنے والے طلباء کو تنبیہ

مدرسہ کے بہت سے طلباء حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی غیر موجودگی میں ایک قریب کے دیہات میں کھیل تماشہ (غیر مسلموں کا میلہ اور دنگل) دیکھنے گئے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو جب اِس کا علم ہوا تو سخت ناگواری ہوئی۔ عشاء کے بعد طلباء کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: تم لوگوں کو نگرانی اور سختی کا خوف ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں ہے؟ ایک معمولی سپاہی بھی اگر کسی کی نگرانی کر رہا ہو تو کوئی ممنوع حرکت نہیں کرتا۔ لیکن تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا کچھ ڈر نہیں جو ہر وقت دیکھنے والا ہے اور اُس کے فرشتے ہر وقت لکھتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف کی وجہ سے اگر تم غلط کام سے نہیں باز رہے تو تم لوگ خود سوچو کہ کیا تم لوگوں کا اِیمان (کامل) باقی رہا؟ کیا اِیمان اِسی کو کہتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ عَالِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ ہے یعنی ہر وقت دیکھنے والا اور غیب کی تمام باتوں کو جاننے والا ہے۔ جب تم نے (اپنے عمل سے گویا) اُس کی ایک صفت کا اِنکار کردیا تو اب کیسے اِیمان باقی رہا؟ کیا تمہارے اَندر خدا کا خوف ہے؟ کیا تم کو اُس کی نگرانی کا اِستحضار ہے؟ اگر اللہ کا خوف اور اُس کی نگرانی کا اِستحضار ہوتا تو غلط کام نہ کرتے۔

میں تم لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ: کل میں جب مدرسہ میں نہیں تھا تم لوگ کہاں تھے؟ بہت سے طلباء نماز میں غیر حاضر اور بہت سے مدرسہ سے غائب تھے۔ کیا تم مجھ سے ڈرتے ہو اور جس ذات سے ڈرنا چاہیے اُس سے نہیں ڈرتے؟ میری غیر موجودگی میں نماز کی پابندی بھی تم سے نہیں ہوتی؟!! جب میں موجود ہوتا ہوں تو جلدی سے مسجد آجاتے ہو ورنہ نہیں آتے۔ خدا کے بندو! جو کچھ کرو اللہ کے واسطے کرو اور اُسی سے ڈرو، اللہ کی طرف سے ڈھیل ہوتی ہے ورنہ جن پاؤں سے چل کر تم نے معصیت کا اِرتکاب کیا تو کیا اللہ تعالیٰ اُن پیروں کو توڑ نہیں سکتا تھا؟ تم لوگ بد دِینوں کے میلوں اور لہو ولعب میں شریک ہوتے ہو۔

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔

(سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی الاقبیۃ، ج ۲، ص ۲۰۳، طبع حسن، لاہور)

مَنْ كَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔

(کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، حرف الصاد، کتاب الصحبۃ، الباب الاول فی الترغیب فیھا، ج۹، ص۲۲، طبع موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

(یعنی جس نے کسی قوم کی مشابہت اِختیار کی یا کسی جماعت کی زیادتی کا سبب بنا تو اُس کا شمار بھی اُسی جماعت میں ہو جاتا ہے۔) لہٰذا تمہارا بھی شمار اُن ہی لوگوں میں ہو گیا۔ کیا ایسے لوگوں کو علمِ دِین حاصل ہو گا؟ اور کیا ایسے لوگ دِین کا کام کریں گے جن کے اَندر اِیمان بھی کامل نہ ہو؟ یہی سب باتیں ہیں جن کی وجہ سے قلب سیاہ ہوتا جا رہا ہے اور خیر کی بات قلب میں اَثر اَنداز نہیں ہوتی اور غلط کاموں کی طرف طبیعت کا میلان ہوتا ہے۔

علمِ دِین کی قدر دَانی

عشاء کے بعد طلباء کی مجلس میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا: بتاؤ! اگر کسی کے گھر میں مختلف قِسم کے عمدہ عمدہ کھانے پکے تیار رَکھے ہوں، جن کو "لکھنؤ" کے باورچیوں نے پکایا ہو، گوشت بھی عمدہ قِسم کا ہو، زَردہ پلاؤ قورمہ ہو، جو حلال بھی ہو اور پاکیزہ بھی، لیکن اُس گھر کے لوگ کھانے کے وقت اُس کو نہ کھا کر اپنے گھر سے پیالہ لے کر باہر جا کر دوسرے کے گھروں سے بھیک مانگنے لگیں، دوسرے کے گھروں کی باجرے اور جوار کی سُوکھی رُوٹی، مَسور کی سڑی دال مانگ مانگ کر کھائیں تو یہ کس بات کی علامت ہے؟ اور اُس گھر کے لوگوں کے بارے میں لوگ کیا رائے قائم کریں گے؟ ہر شخص اُن کو بے وقوف اور پاگل کہے گا اور یہی کہا جائے گا کہ: اُن اَچھے کھانوں کی یہ لوگ قدر نہیں جانتے، اگر اُن کھانوں کی قدر و قیمت سمجھتے تو اِس طرح دوسرے کے گھروں میں بھیک مانگتے نہ پھرتے۔

اب تم لوگ بتاؤ کہ: قرآن پاک، حدیث پاک کا علم کیسا ہے؟ اللہ کی نعمت ہے یا نہیں؟ اور کتنی بڑی نعمت ہے؟ کیا اِس سے بڑھ کر بھی دُنیا کی کوئی نعمت ہو سکتی ہے؟ کیا دُنیا کی کوئی چیز بھی اِس کا مقابلہ کر سکتی ہے؟ لیکن کیا تم لوگ اِس علمِ دِین کی قدر کرتے ہو؟ اور کیا تمہارے دلوں میں اِس کی وہ قدر و عظمت ہے جیسی ہونی چاہیے؟ تم لوگ جب علمِ دِین حاصل کرتے ہو تو دوسروں کی طرف للچائی نگاہ سے کیوں دیکھتے ہو؟ اَصل بات یہ ہے کہ: علمِ دِین کی قدر ہی نہیں ورنہ یہ حال نہ ہوتا۔

کھیل کود میں یہودیوں کی مشابہت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُسوۃ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بتایا ہوا طریقہ ہمارے سامنے ہے۔ دُنیا میں کیا اِس سے اَچھا بھی کوئی طریقہ ہوسکتا ہے؟ لیکن کیا ہم نے اُس طریقہ کی قدر کی ہے؟ زندگی گزارنے کا جو طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھوڑ کر گئے تھے کیا مسلمان اُس پر قائم ہیں؟ یا اِس طریقہ کو چھوڑ کر غیروں کا طریقہ اِختیار کر رکھا ہے؟ مسلمانوں کا حال بھی عجیب ہے کہ ! اپنے سَرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ کو چھوڑ کر ہر وہ نیا طریقہ اِختیار کر لیتے ہیں جس کو غیروں نے اِیجاد کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو دوسری قوموں کی مشابہت اِختیار کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے، صاف صاف اَلفاظ میں فرمایا ہے۔

لَا تَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ۔

(جامع الترمذی، ابواب الاستیذان والآداب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ماجاء فی کراہیۃ اشارۃ الید بالسلام، ج ۲، ص ۹۹ طبع قدیمی، کراچی)

یعنی یہود کی مشابہت نہ اِختیار کرو۔ سلام تک میں مشابہت سے منع فرمایا ہے کہ: سلام کا جو طریقہ یہودیوں کا ہے اُس طریقہ سے سلام نہ کرو۔ اب ہم لوگ دیکھ لیں کے کتنے کام ایسے کرتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ کے مطابق ہیں؟ اور کتنے کام ایسے ہیں جو غیروں کے اِیجاد کردہ ہیں اور ہم نے اُن کو اِختیار کر رکھا ہے؟

آج کل طرح طرح کے کھیل اِیجاد ہوئے ہیں وہ سب اُنھیں کی اِیجادات ہیں اور مسلمان اُن پر ٹوٹے پڑ رہے ہیں، دِینی مدارس میں طلباء بھی اُن ہی کھیلوں کو کھیلتے ہیں۔ میں حلال حرام کی بحث نہیں کرتا لیکن کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی عصر بعد اِس طرح کھیل کھیلا کرتے تھے جس طرح ہم لوگ کھیلتے ہیں؟ کیا وہ حضرات بھی عصر کے بعد کا سارا وقت کھیل کود میں گزار دیا کرتے تھے؟ وہ تو ذکر و تلاوت، قرآن پاک کی تعلیم و تعلّم میں لگے رہتے تھے اور ہمارا سارا وقت سیر و تفریح میں چلا جاتا ہے۔ اگر واقعی ضرورت کی وجہ سے سیر و تفریح کرنی ہے اور صحت بنانی مقصود ہے تو صحت بنانے کے لیے کیا یہی کھیل کرکٹ وغیرہ رہ گئے ہیں؟ اُن کے علاوہ کوئی دوسرا کھیل نہیں؟ صحت بنانے کے جب دوسرے طریقے اور دوسرے کھیل ہمارے پاس موجود ہیں تو پھر کیا ضرورت ہے کہ: دوسروں کی تقلید اور اُن کی مشابہت اِختیار کریں؟ اِس کا بڑا سخت وَبال ہوتا ہے۔

عبرت ناک واقعہ

ایک بزرگ کا واقعہ لکھا ہے کہ: ہندوؤں کے تہوار "ہولی" کے موقع پر پان کھاتے ہوئے چلے جارہے تھے، راستے میں ایک گدھے کو دیکھا تو فرمایا: ارے گدھے! آج تو "ہولی" کا دن ہے، سب لوگ "ہولی" کھیل رہے ہیں، دَر و دِیوار بھی رنگین ہیں تجھ کو کسی نے نہیں رَنگا؟ لا میں تجھ کو رنگ دوں۔ اِتنا کہہ کر جو پان کھا رہے تھے اُسی پان کی پیک اُس پر ڈال دی۔ لکھا ہے کہ: اِس کی وجہ سے اُن کا اِیمان سَلب ہو گیا۔

اب ہم اپنے کو دیکھ لیں، ہماری زندگی اور ہمارا عمل سب سامنے ہے۔ ذرا غور تو کرو کہ: کتنے طریقوں میں تم لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو چھوڑ کر غیروں کا طریقہ اِختیار کر رکھا ہے؟ کیا یہی اِیمان ہے؟ اور یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر دَانی ہے؟ جب ہمارا یہ حال ہے تو کیا ہمارا اِیمان سَلب نہیں ہو سکتا۔

کھیل کود کے بغیر بھی صحت بن سکتی ہے

تعجب ہوتا ہے کہ! دِینی مدارس میں پڑھنے والے طلباء اور تقلید کرتے ہیں یہودیوں اور عیسائیوں کی؟!! خوفِ خدا باقی ہی نہیں رہا۔ مُروجہ کھیل کود کس کی اِیجاد ہیں؟ صحت کے لیے اگر سیر و تفریح اور کھیل کود کرنا ہی ہے تو اِس طرح بھی تو ممکن ہے جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا تھا؟ اور کیا صرف مُروجہ کھیل کود (ہاکی کرکٹ) ہی سے صحت بنتی ہے؟ اور اُسی سے سکون ملتا ہے؟ اگر عصر بعد قرآن پاک کی تلاوت کی جائے تو کیا اُس سے ایک مؤمن کو سکون نہ ہوگا؟ اور کیا اُس سے قوت نہیں ہوتی؟ لیکن پہلے ہمارا یقین تو ایسا ہو۔ قرآن پاک کے بارے میں تو آیا ہے:

فِيهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ---الآية (سُوْرَةُ النَّحل. ٦٩)

اگر ہمارا یقین پختہ ہو تو وَاللہ! تلاوت کرنے ہی سے ہم کو قوت محسوس ہوگی۔ اَفسوس! ایک زمانہ میں اِنہیں مدارس سے طلباء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّتوں پر عمل کر کے غوث قطب بن کر نکلتے تھے اور کچھ کام کر کے دکھلاتے تھے۔ اگر تم لوگ کرنا چاہو تو کیا نہیں کر سکتے؟ ہمّت کرو تو آج بھی کر سکتے ہو۔

شُور بند کرو یا کھانا بند کرو

مطبخ میں طلباء کو کھانا تقسیم کیا جارہا تھا، کھانا لیتے ہوئے طلباء بہت شُور غل کر رہے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے شُور کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ: یا تو شُور بند کرو یا کھانا بند کرو۔

طلباء کی بَدحالی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا حال

"ہندوستان" اور خصوصاً "یوپی" کی مسموم فَضاء میں حالات بدتر ہوتے جا رہے تھے۔ آئے دن ہندو مسلم جھگڑے اور فرقہ وارانہ فسادات اور قتل غارت گری کی خبریں سننے میں آتی رہتی تھیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بڑے اِہتمام سے دعا فرماتے تھے، قنوتِ نازلہ کا بھی اِہتمام ہوتا تھا اور اِیسے حالات میں جمعہ کے رُوز طلباء کھیل کود میں مَست تھے اور ایک بڑی تعداد نے پوری چھٹی اِسی طرح کھیل کود میں گزاردی۔

نماز کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے طلباء کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا: تم لوگوں کو اب بھی کھیل کود سے فرصت نہیں ہے۔ تمہارے بھائی بہن مارے کاٹے جارہے ہیں اور تم کھیل کود میں مَست ہو۔ یہ سب باتیں تو خوشی کی ہوتی ہیں تم کو بالکل غم نہیں کہ: ہمارے بھائی کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ ہمارے بس میں کچھ نہیں۔ ہم کچھ نہیں کر سکتے کم اَز کم دعا تو کر ہی سکتے ہیں؟!! جتنا ہمارے بس میں ہے اُتنا تو کریں۔ ہم کچھ نہیں کر سکتے کم اَز کم دعا تو کر ہی سکتے ہیں۔ جتنا ہمارے بس میں ہے اُتنا تو کریں۔ اللہ کی طرف اِنابت ہو، عصر بعد بیٹھو اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلا کر رُو رُو کر دعائیں کرو۔

میں کتنے دِنوں سے تم سے کہہ رہا ہوں لیکن تم لوگ باز نہیں آتے یا تو تم لوگ باز آجاؤ اپنی اِصلاح کرو وَرنہ مدرسے سے چلے جاؤ۔ اگر تم نہیں جاتے تو پھر میں ہی چلا جاؤں گا۔ اِس طرح میرے رہنے سے کیا فائدہ؟ جب کہ تم کو میری ذات سے فائدہ نہیں ہو رہا اور جب تم کو میری بات ماننی نہیں تو میرا رہنا بے کار ہے۔ کسی ایسی جگہ رِہ کر کام کروں گا جہاں لوگوں کو فائدہ ہو۔ میں کتنی باتیں بَرداشت کرتا ہوں تم لوگ کیا جانو؟ سچ کہتا ہوں: جب کوئی منکر دیکھتا ہوں تو ایسا لگتا ہے جیسے کسی نے گولی ماردی لیکن سب کچھ بَرداشت کرتا ہوں اور صحبت اُٹھائی ہے اِیسوں کی ذرا غلطی ہوجائے فوراً نکال باہر کیا جائے۔ آخر کہاں تک بَرداشت کروں؟ جب میرے رہنے سے کوئی

فائدہ نہیں تو ایسی جگہ جا کر رہوں گا جہاں لوگوں کو میری ذات سے فائدہ ہو اور میں جب جاؤں گا تو بتا کر نہیں جاؤں گا کہ کب اور کہا جا رہا ہوں؟ ایسے وقت جاؤں گا کہ: کسی کو علم نہ ہو سکے گا، ایسی جگہ جاؤں گا کہ کوئی پتہ نہ پا سکے۔ راتوں رات نکل جاؤں گا۔ مدرسہ کے دَر و دِیوار کو چاٹنا نہیں ہے جب اِصلاح ہی نہ ہو تو مدرسہ کی عمارت سے کیا فائدہ؟ مدرسہ مقصود نہیں اللہ کی رضا مقصود ہے۔

طلباء کا یُونیفارم اور وَضع قطع

بعد عشاء تمام طلباء سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ: تم لوگ علمِ دِین حاصل کر رہے ہو اور اُس علم کو حاصل کرنے آئے ہو جس کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اُس کو سیکھا۔ لہٰذا تم لوگوں کو چاہیے کہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طور طریق بھی اِختیار کرو اور زندگی میں اُن ہی کے ساتھ مشابہت اِختیار کرو، غیروں کے تہذیب و تمدن اور غیروں کا طریقہ چھوڑ دو۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی تہذیب اِختیار کرو، اُن کا لباس پہنو۔ یہ ہیں تمہارے بڑے۔ دُنیا میں کوئی شخص ایسا نہ ہوگا کہ: کسی خاص شعبہ سے اُس کا تعلّق ہو اور مشابہت اِختیار کیے ہوئے ہو غیروں کی۔ پولیس والے اپنی ہی وَردی پہنتے ہیں اور ہر محکمہ والا اپنی علامت قائم رکھتا ہے غیروں کے طریقہ کو ہرگز نہیں اپناتا۔ اِسکولوں اور کالجوں میں پڑھنے والے لڑکے بھی یُونیفارم کے مطابق اپنے لباس میں رہتے ہیں غیروں کا لباس ہرگز نہیں پہنتے بل کہ نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ لیکن تعجب ہے کہ! دِینی مدارس کے لوگ کس طرح اِسلامی تہذیب و تمدن اور اپنے اِسلام کے طریقوں کو چھوڑ کر غیروں کا طریقہ اِختیار کرتے ہیں؟ لباس بھی غیروں کا پہنتے ہیں، شکل صورت بھی اُن ہی جیسی بناتے ہیں، وضع قطع، رَفتار گُفتار، کردار میں اُن ہی کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں، بال دیکھوں تو انگریزی، نہ معلوم کیسے غیرت گوارہ کرتی ہے؟ اور کیسے اُن کی اِتباع کرنے کی ہمّت ہو جاتی ہے؟ اللہ کے دشمن، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن اور اُن کی شکل وصورت اِختیار کی جائے کیسے غیرت اُس کو گوارہ کرتی ہے؟

حدیث شریف میں آیا ہے: مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔

(سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی الاقبیۃ، ج ۲، ص ۲۰۳، طبع حسن، لاہور)

(جس نے کسی قوم کی مشابہت اِختیار کی وہ بھی اُسی میں شامل ہو گیا۔)

اگر کسی کے باپ کا کوئی دشمن ہو تو وہ اُس دشمن کی شکل دیکھنا گوارہ نہیں کرتا۔ اور یہاں اللہ کے دشمن، اِسلام کے اور مسلمانوں کے دشمنوں سے محبت بھی کی جاتی ہے، اُن کی جیسی صورت بھی بنائی جاتی ہے، لباس میں بھی اُن کی تقلید کی جاتی ہے۔

ارے! اگر عمل نہیں تو صورت ہی اپنی صحیح رکھو، شکل صورت سے تو غیروں میں شامل نہ ہو۔ لیکن آدمی اِتنا بھی نہیں کرسکتا کہ: کم اَز کم اُن کی صورت ہی سے اِحتراز کرے؟!! بات یہ ہے کہ: اب نہ علم ہے، نہ عمل، نہ حقیقت ہے، نہ صورت اِسی لیے خیر اُٹھتی جارہی ہے۔

بدنگاہی کا علاج اور ہر گناہ سے بچنے کا طریقہ

عرضِ حال: ایک صاحب نے اپنے حالات لکھے اور لکھا کہ: بدنگاہی کا بُری طرح شکار ہوں۔ کوشش کے باوجود نہیں بچ پاتا ہوں۔ اِس کے لیے کوئی تدبیر اور علاج تحریر فرمائیں۔

اِرشاد: حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب تحریر فرمایا: ہر نماز کے بعد یہ دعا سات بار پڑھ کر دعا کرلیا کریں:

اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِیْ عَنْ غَیْرِكَ وَنَوِّرْ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ۔

جن چیزوں سے بچنا اختیاری ہے اُن میں تو اپنے اختیار کو کام میں لانا ہوگا۔ نگاہ خود بخود اٹھا نہیں کرتی بل کہ اٹھانے سے اُٹھتی ہے، تو جب نگاہ کا اٹھانا اختیار میں ہے تو نیچی نگاہ رکھنا بھی اختیاری امر ہے البتہ کچھ دن نفس سے مزاحمت کرنا ہوگی۔ نیز اِس کا اِستحضار کہ میرے اِس عمل کو میرا پروردگار دیکھ رہا ہے ہر گناہ سے بچنے کے لیے مجرب ہے۔

(علمی و اصلاحی ملفوظات و مکتوبات، چوتھا باب (باطنی امراض اور رذائل)، ص ۸۳-۸۴، طبع مکتبہ دار العلوم صدیقیہ، کراچی)

سولھواں باب (اُصول وقوانین کی پابندی)

اُصول کی پابندی کی اہمیت

فرمایا: اُصول کے بغیر کوئی کام نہیں ہوسکتا۔ جس گھر میں کوئی اُصول وضابطہ نہ ہو کیا اُس گھر کا نظام دُرست ہوسکتا ہے؟ اور جس مدرسہ میں قوانین اور اُصول وضوابط کی پابندی نہ ہو کیا وہ مدرسہ چل سکتا ہے؟ اُصول کے خلاف تو کوئی بھی کام نہیں ہوسکتا۔ اُصول وضوابط کا لحاظ کیے بغیر جو کام کیا جائے اُس میں کامیابی ہو ہی نہیں سکتی۔ مثلاً کسی کو بھوک لگی ہو وہ اپنا پیٹ چاک کر کے کھانا اَندر داخل کرے یا پانی بھرلے تو کیا اُس کے لیے کافی ہوجائے گا؟ کیا اِس سے اُس کو سیرابی ہوجائے گی؟ ہر گز نہیں! حال آں کہ غذا اَندر گئی ہے لیکن اُصول کے خلاف گئی ہے اِس لیے وہ مفید نہیں ہے۔ جس کو جہاں بھی زندگی گزارنی ہو اُصول کی پابندی کے ساتھ زندگی گزارے بے اُصولی کی زندگی سے ہمیشہ پرہیز کرے۔

حدیث شریف سے بھی اِس کی مذمّت معلوم ہوتی ہے۔ ایک حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ: آدمی لااُبالی پن کے ساتھ یعنی بغیر کسی اُصول کی پابندی کے اپنی خواہش کے مطابق زندگی گزارتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو ایسے شخص کی قطعاً پرواہ نہیں خواہ وہ کسی بھی وادی میں ہلاک ہوجائے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب التوکل والیقین، ص۳۰۷، طبع قدیمی، کراچی)

اور جو شخص اُصول کی پابندی کے ساتھ زندگی بَسر کرتا ہے تو ایسے شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ کچھ اور ہی ہوتا ہے، اُس کی رُوح قبض کرنے کے لیے اَچھی اور نورانی شکل فرشتے آتے ہیں اور اُس کو جنّت کی بشارتیں سُنا سُنا کر اور کچھ نمونے دکھلا کر، عمدہ خوشبو سنگھا کر پہلے اُس کو رُغبت دلاتے ہیں، اُس کی طبیعت کو آمادہ کرتے ہیں اُس کے بعد بڑے اِعزاز اور نہایت سہولت کے ساتھ اُس کی رُوح قبض کرتے ہیں۔

اِہم نصیحت

آدمی جہاں کہیں بھی جائے، جس کے پاس بھی جائے، جہاں بھی رہے، جتنے دن بھی رہے

اُس کو اُصول کی پابندی کے ساتھ زندگی گزارنی چاہیے اور جب وہاں سے رُخصت ہونے لگے تو اِس طرح رُخصت ہو کر سب کا جی خوش کر کے سب سے ملاقات کر کے تمام معاملات کی صفائی کر کے، تمام لوگوں سے ملاقات کر کے، معافی تلافی کر کے اور سب کی دعائیں لے کر رُخصت ہو۔ ایسے شخص کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ ہدایت کا کام لیتے ہیں۔

مدرسہ میں رہنے کا مقصد

علمِ دِین خود مقصود نہیں علم تو ذریعہ ہے اَصل مقصود عمل ہے۔ مدرسہ میں رہنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ: ہمارے اَعمال اَچھے ہوں۔ مدرسہ میں رِہ کر اَچھے اَوصاف سیکھیں۔ اگر کوئی بیمار ہو اُسے اپنی بیماری کا علاج کرنا چاہیے۔ علاج کرے گا تو فائدہ ہوگا ورنہ نہیں۔ یہی حال دِینی مدارس کا ہے اگر یہاں رِہ کر اپنا علاج کریں گے، حالات بنائیں گے، نیک اَوصاف اِختیار کریں گے تو اِصلاح ہوگی۔ ہر سال تم لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ: اپنے اَوقات کو ضائع نہ کرو، اپنے کو برباد نہ کرو۔ اِس سال تم لوگوں نے بہت کوتاہی کی، بہت ستایا۔ اب اَخیر سال ہے تھوڑا سا وقت اور رِہ گیا ہے اِسی میں کچھ محنت کر لُو، کچھ تلافی کر لُو۔

اور یہ تو بہت ہی بُری بات ہے کہ: چوں کہ آئندہ سال ہم کو مدرسہ میں آنا نہیں ہم جو چاہیں کریں کوئی ہمارا کیا کر سکتا ہے؟ ہم تو کسی کو مار کر جائیں گے، کچھ کر کے جائیں گے۔ ایسا آدمی ذلیل ورُسوا ہوتا ہے، آخرت میں جو ہوگا وہ تو ہوگا دُنیا ہی میں اُس کے لیے ایسے حالات بنتے ہیں کہ: یہاں بھی اُس کو ذلیل ورُسوا ہونا پڑتا ہے۔ مَر کر جانا ہے، خدا کو منہ دِکھانا ہے۔ ایسی حرکت نہ کرو کہ خدا کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہو۔ مدرسہ کھانے کا، رہنے کا اِنتظام اِس لیے کرتا ہے کہ: اُس کے نظام اور قانون کی پابندی کرو۔ محنت سے پڑھو، علم حاصل کرو، اَخلاق اَچھے بناؤ، اِمتحان دے کر رُخصت ہو۔ اِس لیے نہیں کہ جھگڑا کرو، کسی کو مارو پیٹو اور اَخیر سال میں اِمتحان دیئے بغیر مدرسہ چھوڑ کر چل دُو۔

اِس دُنیا میں بسنے والوں اور مدرسہ میں رہنے والوں کی دُو قِسمیں

"عیدالاضحیٰ" کی تعطیل کے موقع پر بہت طلباء چھٹی سے قبل ملاقات کیے اور رُخصت لیے بغیر

چلے گئے، جس کی وجہ سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو سخت ناراضگی ہوئی۔ عشاء کے بعد تمام طلباء کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ: اِس دُنیا میں جتنے لوگ بھی زندگی بَسر کرتے ہیں کچھ تو ایسے ہوتے ہیں کہ: اِس دُنیا سے اُن کے چلے جانے سے لوگوں کو رَنج وغم ہوتا ہے، لوگ اُن کو یاد کر کے رُوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی ذات سے دوسروں کو تکلیف نہیں پہنچی وہ خود تو تکلیف بَرداشت کر لیتے ہیں لیکن دوسروں کی تکلیف اُن سے نہیں دیکھی جاتی، لوگوں کے ساتھ اُن کا برتاؤ اَچھا ہوتا ہے، اُن کے اَخلاق اَعلیٰ درجہ کے ہوتے ہیں اور وہ ہر ایک سے ملتے جلتے ہیں، ہر ایک کی مدد کرتے ہیں، کسی سے کینہ بغض نہیں رکھتے اور بعض لوگ اِس کے برعکس جھگڑالو اور ظلم کرنے والے ہوتے ہیں، لوگوں کو تکلیفیں پہنچاتے ہیں، ایسے لوگوں کے اِس دُنیا سے چلے جانے سے لوگوں کو خوشی ہوتی ہے، اُن کی موت کو یاد کر کے لوگ خوش ہوتے ہیں کہ: اَچھا ہوا! چلا گیا، ظلم سے نجات ملی۔ اِسی طرح کا ایک نمونہ اور بھی ہوتا ہے وہ یہ کہ: آدمی کسی مقام پر کسی کے پاس جا کر زندگی کے کچھ اَیام گزارتا ہے، اُس کی دُو صورتیں ہوتی ہیں:

① بعض لوگ تو ایسے ہوتے ہیں کہ: اُن کے چلے جانے سے اَفسوس ہوتا ہے کیوں کہ اُن کے اَخلاق اور اُن کا کردار اَچھا تھا، وہ کسی سے لڑتے جھگڑتے نہ تھے، کسی کو پریشان نہ کرتے تھے۔

② بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ: اُن کے چلے جانے سے خوشی ہوتی ہے کہ: اَچھا ہوا! چلا گیا، بہت پریشان کر رکھا تھا، ہر ایک کو تنگ کیا کرتا تھا۔

اب تک جو طلباء چھٹی سے قبل اِجازت اور ملاقات کے بغیر گھر چلے گئے وہ خوش کر کے نہیں گئے بل کہ تکلیف پہنچا کر، ناراض کر کے گئے، اُصول کی خلاف ورزی، مدرسہ کی قانون شکنی اور ماحول خراب کر کے گئے ہیں۔ اُن کے نزدیک اُصول کی کوئی حیثیت نہیں؟!! جو طلباء بغیر چھٹی کے (قبل اَز وقت) چلے گئے ہیں کوئی اُن سے جا کر پوچھے کہ: تم کس کو خوش کر کے اور کس کو ناراض کر کے گئے ہو؟ اللہ تعالیٰ اُن سے ناراض ہوگا، فرشتے اُن سے ناراض ہوں گے، اپنے اَساتذہ کو اُنہوں نے مکدّر کیا، اِس میں اُن کا کیا فائدہ ہوا؟ اور گھر جا کر اُن کو کیا مل گیا؟ آخر گھر میں کیا کرتے ہوں گے؟ کچھ سُوچو کہ! تم لوگ کیا چھوڑ کر جا رہے ہو؟ پڑھنا پڑھانا اور یہ

دِینی ماحول اور وعظ ونصیحت اور حکمت کی باتیں چھوڑ کر تم گھر جارہے ہو، کیا گھر بیٹھے بھی یہ سب باتیں تم کو حاصل ہوسکتی ہیں؟ جو لوگ بغیر چھٹی کے گھر چلے گئے اُنھوں نے بہت تکلیف پہنچائی اور طبیعت کو مکدّر کردیا۔ (ذی الحجہ ۱۴۰۶ھ)

رُخصت ہونے والے طلباء کو چند ہدایتیں ونصیحتیں

جو طلباء کل صبح کے وقت گھر جانے والے تھے اُن سب کو خطاب کرتے ہوئے عشاء کے بعد کی مجلس میں فرمایا کہ: یہاں سے گھر جانے کے بعد اپنی ذمہ داری محسوس کرنا، جو دولت یہاں سے لے کر جارہے ہو اُس کو دوسروں تک پہنچانا۔ ایسا نہ ہو کہ: اپنا سارا وقت اِدھر اُدھر کی ملاقات اور سیر وتفریح میں گزار دو، لوگوں سے ملاقاتیں بھی کرو، اِدھر اُدھر جاؤ بھی لیکن اپنے مقصد سے غافل نہ ہونا، اپنے آپ کو بھول مَت جانا، آدمی کہیں بھی جائے تبلیغ کی نیت سے جائے۔ دعا کرتا رہے کہ: یا اللہ! ہم سے دِین کا کام لے لے اور خوب محنت ومجاہدہ کرے، اپنا عزم پختہ رکھے تو اللہ تعالیٰ کام لیتا ہے اور کامیابی نصیب فرماتا ہے۔ میں تم لوگوں سے بار بار کہہ رہا ہوں کہ: گھر جاکر تم بالکل آزاد نہ ہوجانا، اگر تمہارا بھی وہی حال ہوجائے جو "کالج" کے لڑکوں کا ہوتا ہے اور تم بھی اُن ہی میں جاکر گھل مل جاؤ تو تم میں اور اُن میں فرق ہی کیا رہا؟ تمہارا حال تو کچھ اور ہی ہونا چاہیے، تمہاری شان تو بہت بلند ہے۔

تبلیغی کام کرتے رہنا

گھر جانا تو نماز باجماعت کی پابندی کرنا، جن لوگوں کو نماز نہ آتی ہو اُن کو نماز سکھانا اور جن کی نمازیں صحیح نہ ہوں اُن کی نمازیں دُرست کرانا، رُکوع سجدہ ٹھیک نہ ہو تو اُس کو اَدب سے بتلانا کہ: اِس طرح نہیں بل کہ رُکوع کا یہ طریقہ ہے۔ محلہ کا گشت کرنا اور نماز کے بعد کوئی کتاب سُنایا کرنا اور اگر پہلے سے سُنائی جاتی ہو تو اُس میں شریک ہونا۔

لوگوں کے کام آنا اور اُن کی خدمت کرنا

اگر کسی سے بُول چال بند ہو تو اب جاکر پہلے تم اُس سے سلام کرنا اور اُس کے ساتھ اَچھا برتاؤ

کرنا، حُسنِ اَخلاق سے پیش آنا، کوئی کمزور بوڑھا آدمی ہو اُس کی مدد کرنا اور گھر کا سارا کام خود کرنا، اپنے والدین کے سامنے گویا بچھ جانا اور کہہ دینا کہ: جب تک ہم ہیں سارا کام ہم کریں گے، آپ آرام فرمائیے۔ اُن کے کپڑے تم خود دُھونا اور صرف گھر ہی نہیں بل کہ محلہ والوں کے بھی کام آنا۔

جب بازار جانا ہو تو محلہ کی بوڑھی اور بیوہ عورتوں سے پوچھ کر جانا کہ: کچھ منگانا تو نہیں ہے؟ اُن کے لیے بازار سے سُودا لا کر دے دینا لیکن پَردہ کے ساتھ، بے پَردہ کسی نامحرم کے سامنے نہ ہونا۔ دوسرے معذور لوگوں سے بھی پوچھ لینا اگر اُن کو کچھ سامان منگانا ہو تو اُن کا بھی کام کر دینا۔

گھر والے اور دوسرے رِشتہ دار مثلاً چچا چچی وغیرہ جو بھی ہوں اگر وہ کسی غلط کام میں مبتلا ہوں تو اُن پر سختی سے نکیر اور اِعتراض نہ کرنا بل کہ جو بات کہنا ہو اَچھے اَنداز سے، اَدب کی رِعایت کرتے ہوئے نرمی سے کہنا: اَبّا جان! ہم آپ کی ہر بات مانتے ہیں اور ماننے کو تیار ہیں لیکن شریعت کے آگے ہم کسی کی نہیں مان سکتے، اللہ تعالیٰ کا حکم سب سے بڑھ کر ہے۔ اپنے گھر کی عورتوں میں بھی کوئی دِین کی کتاب سناتے رہنا۔

سب سے ملاقات کرنا

رشتہ داروں میں اگر آپس میں نا اِتفاقی ہو، سلام کلام بند ہو تو تم ایسا نہ کرنا کہ تم بھی کسی ایک فریق میں شامل ہو کر دوسروں سے سلام کلام بند کر دو، تم تو سب سے سلام کلام کرو اور ہر ایک سے خوش مزاجی اور خندہ پیشانی سے ملو اور ہر ایک سے اَچھے اَخلاق کا برتاؤ کرو۔ اگر کوئی کچھ کہے تو صبر کرو اور کہہ دو کہ: ہم آپ کی ہر بات ماننے کو تیار ہیں لیکن شریعت کے خلاف ہم آپ کی کوئی بات نہیں مان سکتے اور سب کو ملانے کی، اِتحاد و اِتفاق کی کوشش کرتے رہنا۔

عورتوں میں گھس کر نہ بیٹھنا

گھر کے اَندر عورتوں کے بیچ میں جا کر گھس کر نہ بیٹھنا کہ فلاں تو ہماری بھابھی ہیں اور فلانی بہن ہوتی ہیں، وہ تو چچی ہیں، کوئی بھی ہو جن سے شرعاً پردہ ہے اُن سے پردہ کرنا۔ تمہارے ایک ایک عمل کو دیکھا جائے گا، اگر تم کوئی غلط کام کرو گے تو پھر صرف تم نہیں بل کہ تمہارے اَساتذہ اور

تمہارا مدرسہ بھی بدنام ہوگا، تم مجھ کو بھی بدنام کروگے۔ لوگ کہیں گے کہ: وہاں ایسی ہی تربیت ہوتی ہوگی۔ تمہاری زندگی کو دیکھ کر لوگ دِین سے اور مدرسہ سے دُور ہو جائیں گے، یہ کتنا بڑا نقصان ہوگا؟ اور اِس کا سبب تمہاری بدعملی ہوگی۔

پسندیدہ رِیاکاری

اگر کسی کام کے کرنے میں دِین کی اور مدرسہ کی نیک نامی اور لوگ کی ہدایت کی اُمید ہو تو بہ تکلّف اور رِیا کے طور پر سہی اُس کام کر کر لینا کیوں کہ وہ رِیا مذموم نہیں ہے۔ تم کو دیکھ کر جو لوگ بھی اِس کام کو خلوص سے کریں گے سب کا ثواب تم کو ملے گا اور اِس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تم کو خلوص کے ساتھ اِس کام کو کرنے کی توفیق عطا فرمائے گا۔ مثلاً اگر تم بہ تکلّف اِشراق یا اَوّابین پڑھوگے تو جتنے لوگ تم کو دیکھ کر اِشراق پڑھیں گے سب کا ثواب تم کو ملے گا اور اُن کی برکت سے اِنْ شَآءَ اللہ تم کو بھی خلوص کی توفیق ہو جائے گی۔ اِس لیے دِین کو اور مدرسہ کو بدنام نہ کرنا، یہاں نوافل کی پابندی نہیں کرتے تھے تو کم اَز کم گھر جا کر خوب پابندی کرنا، دِینی ماحول اور اَچھی فضاء قائم کرنا، فجر کے بعد اِشراق سے پہلے بغیر مجبوری کے مسجد سے باہر مت جانا، تلاوت کر کے اِشراق پڑھ کر ہی مسجد سے باہر قدم نکالنا۔

ایسا کوئی کام نہ کرنا جس سے دِین اور مدرسہ کی بدنامی کا اَندیشہ ہو، گو بہ تکلّف اور رِیا کے طور پر سہی لیکن وہ کام نہ کرنا اور ایسے کاموں میں شرکت بھی نہ کرنا جو بدنامی کا باعث ہوں۔

اُس کے بعد تمام طلباء سے فرمایا کہ: جو کہا گیا اُس کے مطابق عمل کروگے؟ اِشراق پڑھوگے؟ نوافل کی پابندی کروگے؟ محلہ کا گشت کروگے؟ گھر میں عورتوں کو اور مسجد میں لوگوں کو کتاب پڑھ کر سناؤگے؟ تہجد پڑھا کروگے؟ اور اگر تہجد میں نہ اُٹھ سکو تو سونے سے قبل دو چار رَکعت نفل پڑھا کروگے؟ اور محلہ کے چھوٹے بچوں کو کلمہ نماز وغیرہ سکھاؤگے؟ سب نے کہا: جی ہاں! سب کریں گے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اَچھا! اب دعا کرو کہ: اللہ تعالیٰ ہم سب کو دِین کے لیے قبول فرمائے اور تم لوگوں کو خیر و عافیت سے گھر پہنچائے۔ (آمین)

سالانہ تعطیل کے وقت طلباء سے معافی اور کچھ نصیحتیں

مدرسہ میں سالانہ تعطیل ہونے والی تھی، فجر بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے طلباء کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ: تم لوگ گھر جارہے ہو ایک جگہ ساتھ رہنے میں بہت سی باتیں پیش آجاتی ہیں اپنے دل کو صاف کر کے جاؤ، کسی سے کوئی معاملہ ہو اپنے معاملات صاف کر کے جاؤ، جو کچھ کسی کو کہا سنا ہو سب ایک دوسرے کو معاف کردو اور حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے طلباء سے فرمایا کہ: میں بھی تم لوگوں سے معافی مانگتا ہوں، ہم تم کو اَچھا کھلا نہیں سکے، جس طرح آرام پہنچانا چاہیے نہیں پہنچا سکے، ہوسکتا ہے میں نے کسی کو سزا دی ہو حال آں کہ وہ بے قصور ہوگا۔ تم سب لوگ بھی مجھے معاف کرنا۔

اور دیکھو! گھر جا کر نماز با جماعت کا خوب اِہتمام کرنا، گھر کا کام کرنا، اَپاہج بن کر نہ رہنا بل کہ جو کام سامنے آئے اُس کو کرنا، والدین کے کپڑے دھونا، اُن کی خدمت کرنا۔

اور میں سب کو خوشی سے اِجازت دیتا ہوں اگر کوئی دوسرے مدرسہ میں جانا چاہے بالکل جاسکتا ہے، میری طرف سے رُکاوٹ نہیں ہے۔ میں تصدیق نامہ بھی لکھ دوں گا۔ (۱۴۰۵ھ)

سالانہ تعطیل میں رُخصت ہونے والے طلباء کو چند ضروری نصیحتیں

اَخیر سال جب کہ چھٹی کے چند دن رِہ گئے تھے۔ بعد عشاء طلباء کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

ایک اِمتحان تو ابھی آپ لوگوں نے یہاں دیا ہے ایک دوسرا اِمتحان اور ہونے والا ہے اور وہ اِمتحان اِس سے بھی سخت ہوگا اور وہ آپ کی گھر کی زندگی کا اِمتحان ہے۔ گھر جا کر ہر وقت اور ہر کام میں آپ کا اِمتحان ہوگا، لوگ آپ کے اَخلاق وعادات اور آپ کے کردار، رَفتار گفتار کو دیکھیں گے، جب آپ وضو کریں گے تو آپ کا وضو دیکھا جائے گا کہ: یہ کس طرح وضو کرتے ہیں؟ نماز با جماعت کی آپ کتنی پابندی کرتے ہیں اور کس طرح پڑھتے؟ نوافل وتلاوت کا کتنا اِہتمام کرتے ہیں؟ اِسی طرح یہ بھی دیکھا جائے گا کہ: گھر والوں، ماں باپ اور بھائی بہنوں کے ساتھ آپ کا کیسا سُلوک ہے؟ آپ اُن کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے ہیں؟ پڑوسیوں کے حقوق کتنے ادا کرتے ہیں؟

الغرض قدم قدم پر تمہارا اِمتحان ہوگا حتیٰ کہ بازاروں اور سڑکوں میں بھی تم کو دیکھا جائے گا کہ:

سودا کس طرح خریدتے ہو؟ معاملات کس طرح طے کرتے ہو؟ تمہارے چلنے پھرنے کو بھی دیکھا جائے گا۔ اگر اِس اِمتحان میں تم فیل ہوگئے تو پھر سمجھ لو کہ تمہارا کہیں ٹھکانہ نہیں اور پھر تم سے خیر کی اُمید کرنا مشکل ہے۔ دِین اور مدرسہ کی نیک نامی یا بدنامی کا ذریعہ تمہارا یہی اِمتحان ہے۔ اگر اِس اِمتحان میں ناکام رہے تو دِین، مدرسہ اور مدرسہ کے اَساتذہ سب ہی بدنام ہوں گے اور اگر اِس اِمتحان میں کامیاب ہوگئے تو پھر تو تم نے خدا کی قَسم! پالا جیت لیا۔ تمہارے لیے خیر کے دروازے کھل جائیں گے، تمہارا دِین مہکے گا، چمکے گا، پھیلے گا۔ اَصلی عطر تو وہی ہے جس کی خوشبو خود بخود پھیلے، کسی کے بتلانے اور یہ کہنے کی ضرورت نہ پڑے کہ یہ عطر ہے، وہ عطر ہی کیا جس کے بارے میں بتلانے کے بعد معلوم ہو کہ: یہ عطر ہے۔ اَصلی عطر کی خوشبو تو خود اپنے کو بتلا دیتی ہے کہ: میں عطر ہوں۔ اِسی طرح وہ عالم عالم ہی کیا جس کے متعلّق بتلانا پڑے کہ: یہ عالم ہے۔ عالم تو وہ ہے کہ اُس کے کردار واَخلاق، اُس کی دیانت داری اور اُس کی وَضع قطع، چال ڈھال سے لوگ خود بخود سمجھ جائیں کہ: یہ صاحب عالم ہیں کیوں کہ عالم کی شان تو سب سے ممتاز ہوتی ہے، اُس کے اَخلاق بڑے پاکیزہ ہوتے ہیں۔ اب تم لوگ گھر جارہے ہو، تمہاری ایک شان ہونی چاہیے، تم کو لوگ دُور سے دیکھیں تو سمجھ جائیں کہ: وہ دِین کے طالب ہیں، تمہارے جانے سے اُن کو خوشی ہو۔ ایسا نہ ہو کہ: یہاں پر تو تم نماز کی پابندی کرتے ہو لیکن گھر جا کر سب چھوڑ بیٹھو، بالکل آزاد ہو جاؤ اور دوسروں کی طرح سیر وتفریح میں اپنا وقت ضائع کرنے لگو اور شیطان تم پر غالب آجائے اور تم غلط قِسم کے لڑکوں میں گھل مل جاؤ۔ شیطان تم پر غالب نہ آئے بل کہ تم شیطان پر غالب آجاؤ۔ نماز باجماعت تکبیرِ اُولیٰ کے ساتھ ہو، اِشراق، اَوّابِین کی بھی پابندی ہو۔ لوگ دیکھ کر کہیں کہ: واقعی فلاں کا لڑکا بڑا دِین دار ہے، اُس کی اَوّابِین تک نہیں چھوٹتی۔ ایسے بنو کہ: تم کو دیکھ کر لوگوں میں دِین کا جذبہ اور شَوق پیدا ہو۔

گھر جا کر اچھا نمونہ پیش کرو

فرمایا: یہاں سے جا کر لوگوں کے سامنے ایسا اَچھا نمونہ پیش کرو کہ تم کو دیکھ کر لوگ خود بخود دِین کی طرف کھنچتے چلے آئیں اور اُن میں دِین کی تڑپ اور اُمنگ پیدا ہو، علم حاصل کرنے کا شَوق



پیدا ہو اور لوگ مدرسوں میں خود آئیں، اپنے بچوں کا داخلہ کرائیں اور تم خود بھی مدرسہ کی خوبیاں اور فضائل بیان کرو جس سے لوگوں میں علمِ دِین حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو۔

اگر تمہاری اِس معمولی محنت اور عملی کردار سے اَچھا ماحول بنے گا اور لوگوں میں دِینی جذبہ بیدار ہوگا تو پھر علاقہ کا علاقہ فیض یاب ہوگا اور دِین کی طرف رُجوع عام ہوگا۔ پھر اِس سے بڑا کوئی فائدہ نہیں۔ اگر ایک آدمی بھی تمہارے ذریعہ سے راہِ راست پر لگ جائے تو حدیث شریف میں آتا ہے کہ: یہ نعمت ایسی ہے جو پوری دُنیا اور اُس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔

(احیاء العلوم الدین، ربع المھلکات، کتاب ذم الجاہ والریاء، ج ۳، ص ۳۲۷، طبع دار الکتب المعرفۃ، بیروت)

اِس کے بَرخلاف اگر تمہاری بدعملی و بداَخلاقی کی وجہ سے لوگوں نے غلط اَثر لیا جس کی وجہ سے دِین اور دِینی مدارس سے دُوری ہوئی اور علماء کرام سے لوگ بدظن ہوئے تو اِس سے بڑا کوئی نقصان نہیں۔ جن لوگوں میں کسی قدر دِین کی فکر اور علم کا شَوق اور طلباء وعلماء سے حُسنِ ظن پایا بھی جاتا ہوگا وہ جب تمہاری عملی زندگی میں غلط نمونہ دیکھیں گے، تمہارے اَخلاق و عادات اور رَفتار و کردار کو دیکھیں گے سب بَرگشتہ ہو جائیں گے اور کہیں گے: ارے! ایسے مدرسہ میں بھیجنے سے کیا فائدہ؟ میرا لڑکا بھی ایسا ہی خراب ہو جائے گا۔

سالانہ تعطیل کے وقت حفاظِ قرآن کو چند نصیحتیں

فرمایا: جن لڑکوں نے قرآن شریف حفظ پورا کیا ہے وہ غور سے سُن لیں کہ: کہیں بھی اور کسی بھی حال میں رہیں، خواہ کچھ بھی کریں لیکن آپ کی عملی زندگی لوگوں کے لیے اَچھا نمونہ ہونی چاہیے، دوسرے کاموں میں لگنے کے ساتھ بھی اِس طرف سے غافل نہ ہوں، مدرسہ کو اور مدرسہ والی زندگی کو بھول نہ جائیں، یہاں رِہ کر جو آپ نے وقت خرچ کیا ہے اُس کی قدر کرنا، یہ وقت بار بار نہیں آتا۔

گھر جا کر قرآن شریف کی تلاوت زائد سے زائد رُوزانہ بلا ناغہ کرتے رہنا۔ بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ: ارے صاحب! فلاں حافظ صاحب کو کتنا اَچھا یاد ہے کہ سال بھر تک قرآن شریف اُٹھا کر نہیں دیکھتے اور رمضان المبارک میں کئی کئی پارے فرفر سنا دیا کرتے ہیں۔ کیا یہ کوئی کمال کی بات ہے؟ کمال تو یہ ہے کہ: رمضان المبارک میں سنانے کا موقع ملے یا نہ ملے لیکن سال بھر

تک بلا ناغہ تلاوت کرتا رہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں اُن اَعمال کی قدر ہے جن میں پابندی اور اِہتمام ہو۔ یہ نہیں کہ دُو چار رُوز محنت کر کے بیٹھ گئے، قرآن مجید کی ترقی اور قدر دانی صرف رمضان میں سنانے سے نہیں بل کہ رُوزانہ تلاوت کرنے اور اُس کو پڑھنے پڑھانے سے ہے۔

میں طلباء سے بار بار کہہ رہا ہوں کہ: گھر جا کر تلاوت کا بہت اِہتمام کرنا اور کبھی کوئی ایسا کام نہ کرنا جس کی بناء پر آپ کا یہ مشغلہ چھوٹ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو بُرے ماحول سے نکال کر اَچھے ماحول میں بھیجا ہے، یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے، یہ اُس کا اِحسان ہے اِس نعمت کی قدر کرو، اِس سے بڑی بدنصیبی کی اور کیا بات ہوگی کہ: اللہ تعالیٰ نے کوئی نعمت نصیب فرمائی ہو پھر ناقدری کے نتیجہ میں وہ نعمت چھین لی جائے؟ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے کہ: آدمی اُس راہ میں قدم رکھے، محنت کرے، وقت خرچ کرے لیکن بعد میں اُس کو اِس راہ سے نکال کر پھینک دیا جائے اور یہ اُس وقت ہوتا ہے جب نعمت کی ناقدری کی جاتی ہے۔ بس! اللہ تعالیٰ ہی حفاظت فرمائے، تم لوگ کبھی اِس نعمت کی ناقدری نہ کرنا۔

پیسہ لینے والے حافظ کے پیچھے تراویح پڑھنا

ایک مرتبہ اَحقر راقم الحروف نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ: حضرتِ اَقدس مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ: اگر حافظ اُجرت لے کر تراویح سنائے تو اُس کے پیچھے تراویح نہیں پڑھنی چاہیے، اُس کے پیچھے قرآن پاک سننے سے بہتر ہے کہ "اَلَمْ تَرَ کَیْفَ" سے پڑھ لے لیکن ایسے حافظ کے پیچھے نہ پڑھے۔ اور اب لین دین کا اِس قدر رِواج ہو چکا ہے کہ: ایسے حافظ مشکل ہی سے ملیں گے جو کچھ لیے بغیر تراویح میں قرآن سناتے ہوں، ہر حافظ کو کچھ نہ کچھ ضرور ملتا ہے اور وہ اِس کو لیتا بھی ہے۔ اِس کا مطلب تو یہ ہوا کہ: اب تو بس! "اَلَمْ تَرَ کَیْفَ" ہی سے تراویح پڑھی جائیں اور مفتی عبد الرحیم صاحب نے جواز کا ایک حیلہ لکھا ہے اور وہ حیلہ بھی ایسا ہے کہ: حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پہلے ہی اپنے "فتاویٰ وملفوظات" میں اُس کی تردید فرما چکے ہیں۔ نیز "امداد الفتاویٰ" کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ: حیلہ عبادات میں نہیں معاملات میں ہوتا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا کہ: مفتی عبد الرحیم صاحب نے کیا حیلہ لکھا ہے؟ اَحقر نے عرض کیا کہ:

مفتی صاحب نے تحریر فرمایا کہ: جو حافظ تراویح پڑھائے اُس کے ذمہ ایک دُو وقت کی نماز بھی مقرر کردی جائے، وہ اِمامت بھی کرے گو ایک یا دُو وقت ہی کرے۔ اِس کے بعد جو تنخواہ اُس کو دی جائے گی وہ اِمامت کی ہوگی تراویح کی نہ ہوگی اور اِمامت پر تنخواہ لینا جائز ہے۔ اِس حیلہ کے متعلّق حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ: اَلْاُمُوْرُ بِمَقَاصِدِهَا۔

(الاشباہ والنظائر لابن نجیم، القاعدۃ الثانیۃ: الامور بمقاصدھا، ص ۲۳، طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اِعتبار تو مقاصد کا ہوتا ہے۔ ایسا حافظ اگر تراویح میں قرآن نہ سنائے صرف ایک دُو وقت کی نماز پڑھا دے تو اُس کو کوئی بھی نہ پوچھے اور نہ ہی اُس کو اِتنی تنخواہ ملے اور اگر نماز نہ بھی پڑھائے بل کہ صرف تراویح ہی پڑھائے تو بھی اُس کو پوری تنخواہ ملے گی۔ یہ اِس بات کی واضح علامت ہے کہ: جو رقم دی جارہی ہے وہ تراویح میں قرآن سنانے کی وجہ سے ہے نہ کہ اِمامت کی وجہ سے۔[1] حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بڑا سخت دَور ہے، معلوم نہیں یہ سلسلہ کہاں سے چل پڑا؟ خیر حرام سے بچنے کی ایک صورت تو نکل آئی اگر چہ غلط یہ بھی ہے اور گناہ اِس میں بھی ہوگا لیکن حرام سے کم درجہ کی بات ہوگی۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ: ایک جگہ ایک حافظ صاحب نے تراویح میں قرآن پاک سنایا اور جب لوگوں نے اُن کو کچھ پیش کیا تو اُنہوں نے قبول کرنے سے شدّت سے اِنکار کیا، کسی طرح قبول نہیں کیا۔ دوسرے حافظ اور مولویوں نے اُن پر ناراضگی کا اِظہار کیا اور کہا کہ: واہ حافظ صاحب! آپ بھی کمال کرتے ہیں، آپ سب کا نقصان کرتے ہیں، پورا ماحول خراب کردیا، آپ نے تو سب کا پیٹ مار دیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: جی ہاں! قرآنِ پاک ہی رِہ گیا پیٹ پالنے کے لیے؟ کیا قرآن شریف اِسی لیے ہے کہ: اُس سے پیٹ بھرا جائے؟

قرآن پاک کا جزدان بنانے کی اِہمیت
طلباء و مدرّسین کو تنبیہ

حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ مسجد تشریف لے گئے وہاں دیکھا کہ: قرآنِ پاک بغیر جزدان کے رکھے ہوئے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وہ سارے قرآن پاک اپنے کمرہ میں منگوا لیے اور اِعلان فرمایا کہ: جب تک جزدان نہ سل جائیں قرآنِ پاک نہ دیا جائے گا۔

---

[1] اِس کی پوری تفصیل اَحقر نے "اَحکامِ تراویح" میں کی ہے جو حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اِفادات کا مجموعہ ہے۔

شرم نہیں معلوم ہوتی !اپنے کپڑوں کا اِتنا اِہتمام اور قرآن پاک کا کوئی اِحترام نہیں۔ تمہارے بدن سے کوئی کپڑے اُتارے تم کو کپڑے نہ پہنائے تم کو کیسا لگے گا؟ اُسی وقت دوسرا کرتہ تیار ہوجائے گا لیکن قرآن پاک کے لیے ایک جزدان کا اِنتظام نہیں کرسکتے؟ یہ بےادبی ہی ہے جس کی وجہ سے آج کل محرومی ہے۔

اَوّلاً تو مدرّسین کو چاہیے کہ: اِن سب باتوں کو دیکھا کریں۔ایک آدمی کیا کیا دیکھے گا؟ مدرّسین دیکھیں جس طالبِ علم کا قرآن پاک بغیر جزدان کے ہو اُس کو تنبیہ کریں۔ صرف پڑھادینا ہی مدرّس کی ذمہ داری نہیں ہے بل کہ تربیت بھی تو ہمارے ذمہ ہے۔اُن کے اَعمال واَخلاق کو بنانا سنوارنا بھی تو ہمارے ذمہ ہے۔ہم دیکھیں کہ: اُن کا لباس کیسا ہے؟ بال کیسے ہیں؟ جو غلط معلوم ہو اُس پر تنبیہ کریں۔چھٹی ہونے پر طلباء کی نگرانی کریں کہ: قرآن پاک اَدب سے،سلیقے سے رکھ کر جائیں،شور نہ کریں۔چھٹی ہوجاتی ہے قرآن پاک ایسے ہی رکھے رہتے ہیں اور لڑکے اُٹھ کر چلے آتے ہیں اور مدرّسین لڑکوں سے پہلے ہی اُٹھ جاتے ہیں۔ اِس طرح تھوڑی نظام چلتا ہے۔ہم کو سارا کام کراکے پھر درجہ سے آنا چاہیے۔

بعض قُرّا کی سخت غلطی

فرمایا: آج کل بعض قاری صاحبان ایسے اَنداز سے گا گا کر پڑھتے ہیں کہ: تجوید کو بھی نظر اَنداز کرجاتے ہیں۔لہجہ کو اَصل مقصود بنا کر تجوید کو اُس کے تابع کرتے ہیں۔اَصل تو تجوید وقواعد کی رِعایت کرنا ہے لہجہ تو خود بخود بن جائے گا۔تجوید کی رِعایت کے ساتھ جو پڑھا جائے اور اُس میں جو بھی لہجہ بن جائے وہ لہجہ لہجہ ہے۔لہجہ کی خاطر لوگ اُوقاف کی بھی رِعایت نہیں کرتے۔ اُتار چڑھاؤ میں خوب مبالغہ کرتے ہیں اور اپنے لہجہ کے مطابق جہاں اُن کو اچھا معلوم ہوتا ہے وہاں وقف کرتے ہیں اور جہاں اَصل وقف ہے وہاں نہیں کرتے۔آیت اِسٹیشن ہے وہاں نہ ٹھہر کر دوسری جگہ ٹھہرتے ہیں۔

ہندوستان میں حفاظ کی کثرت

فرمایا: میرے ایک دوست "مکہ معظّمہ" سے ڈھائی سوکلومیٹر کے فاصلہ پر رہتے ہیں اُن کا



خط آیا ہے، لکھا ہے کہ: یہاں حفاظ کی بہت قلّت ہے، یہاں کے بعض حافظ تراویح میں قرآن ہاتھ میں لے کر تراویح سناتے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: بہت سی چیزوں میں ہمارا "ہندوستان" اب بھی بہت غنیمت ہے۔ وہاں حفظ کی تعلیم گویا ہے ہی نہیں، ریڈیو پر جو لوگ تلاوتِ کلام پاک کرتے ہیں وہ بھی دیکھ کر کرتے ہیں، وہاں درجہ حفظ کا جو مدرسہ ہے وہ بھی "ہندوستانیوں" ہی نے قائم کیا ہے۔ میں نے اپنے ساتھی کے پاس لکھ دیا ہے کہ: اگر ایسی بات ہے تو آپ صرف کرایہ کا اِنتظام کر دیجیے اور جتنے کہیے ہر سال اُتنے حافظ یہاں سے بھیج دیا کروں گا۔ کچھ لوگوں نے عرض کیا کہ: حضرت! ہم نے تو سُنا ہے کہ: وہاں تو علمِ دِین کی بڑی ترقی ہے؟ قرآن پر بہت محنت ہو رہی ہے؟ فرمایا کہ: میں جہاں کا واقعہ بتلا رہا ہوں وہ "مکہ" سے ڈھائی سو (۲۵۰) کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے اور یوں بھی وہاں حفاظ بہت کم ہوتے ہیں، حفظ کرانے کا رواج کم ہے۔

تلاوتِ کلام پاک سے پہلے "اَعُوْذُ بِاللّٰہ" پڑھنے کی وجہ

طلباء سے فرمایا کہ: قرآن شریف پڑھنے سے پہلے "اَعُوْذُ بِاللّٰہ" ضرور پڑھنا چاہیے۔ پھر طلباء سے سوال فرمایا کہ: بتاؤ اِس کی کیا وجہ ہے؟ کیوں پڑھنا چاہیے؟ طلباء نے مختلف باتیں کہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: قرآن شریف پڑھنے سے قبل "اَعُوْذُ بِاللّٰہ" اِس لیے پڑھا جاتا ہے تاکہ شیطان بہکا نہ سکے، اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہی جا رہی ہے شیطان رجیم کی کہ اللہ تعالیٰ اُس کے شَر سے ہماری حفاظت فرمائے۔ (آمین)

قرأت میں لہر اور رَعشہ کی کیفیت نہیں ہونی چاہیے

فرمایا: بعض لوگ قرأت میں اپنی آواز میں لہر پیدا کرتے ہیں جس میں حرکت اور رَعشہ کی سی کیفیت ہوتی ہے، یہ نہیں ہونی چاہیے اِس کو قرّاء نے منع لکھا ہے۔ (۱۴۰۵ھ)

بغیر تجوید کے قرآن مجید پڑھنا گناہ ہے

فرمایا: بغیر تجوید کے قرآن پڑھنا گناہ ہے اور پڑھانا اور بھی بڑا گناہ ہے۔ آج کل تو لَحنِ جَلی کرتے ہیں اور نماز میں بھی ایسی غلطیاں کرتے ہیں۔ کیا اُن کی نماز صحیح ہو جائے گی؟ (بعض غلطیاں بے شک! ایسی ہوتی ہیں جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔) (۱۴۰۵ھ)

نماز میں روایتِ حفص کے علاوہ دوسری قرأت نہیں کرنی چاہیے

قاری صاحب نے فجر کی نماز میں "قرأتِ حفص" کے علاوہ دوسری قرأت میں نماز ادا کی۔ نماز سے فراغت کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان فرمایا کہ: قرآن شریف سات قرأت کے مطابق نازل ہوا ہے اور سب صحیح ہیں۔ آج دوسری روایت کے مطابق قرأت پڑھی گئی ہے۔ چوں کہ بعض نئے لوگ مہمان وغیرہ بھی موجود ہیں اِس لیے اِس کا اِعلان ضروری تھا۔ پھر قاری صاحب کو منع فرمایا کہ: نماز میں اِس طرح کی قرأت نہ کریں عوام (غیر عالم) اِس کو نہیں سمجھتے۔

(جامع عرض کرتا ہے کہ: عوام کی رعایت میں حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے "وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ اهْدِنَا" میں "نُون" کو "ہَ" سے ملا کر "هَمْزَه" کو حذف کر کے پڑھنے کو منع فرمایا ہے اگر چہ قاعدہ کے مطابق جائز ہے۔ اسی طرح قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدُ اللهُ الصَّمَدُ۔ کو بھی عوام کے مجمع اور نماز میں پڑھنے کو منع فرمایا ہے۔) اِحتیاط کا تقاضہ یہی ہے کہ: بلاضرورت خواص قرّاء کے علاوہ عام مجمعوں اور جلسوں میں دوسری قرأت میں قرأت نہ کی جائے۔ البتہ چوں کہ سب قرأتوں کا پڑھنا پڑھانا اور اُس کی حفاظت "فرضِ کفایہ" ہے اِس لیے درسگاہوں میں اور خواص اور قرّاء کے جلسوں میں پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ وَاللهُ اَعْلَم۔

تیئس ویں (۲۳) پارہ میں سجدہ کس آیت پر ہے؟

حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ بحالتِ اِعتکاف تیئس واں (۲۳) پارہ سنا رہے تھے، کچھ لوگ قرآن پاک سُن رہے تھے، نصف پارہ کے بعد ثلث سے قبل سجدہ کی آیت ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ: حضرت! یہاں سجدہ کس آیت پر ہے؟ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ٥ (سُوْرَۃُ صٓ، ۲۴) پر ہے یا وَحُسْنَ مَاٰبٍ ٥ (سُوْرَۃُ صٓ، ۲۵) پر؟ بہت سے قرآن شریف میں "اَنَاب" پر سجدہ لکھا ہے اور بعض قرآن شریف میں "مَاٰب" پر لکھا ہے؟ فرمایا: یہی ٹھیک ہے! "مَاٰب" ہی پر ہونا چاہیے اور اِس میں فقہاء کا اِختلاف بھی ہے کہ: سجدہ کس آیت پر ہے؟ اور سجدہ میں تقدیم تو جائز نہیں تاخیر جائز ہے۔ اِس لیے اِحتیاط کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ "مَاٰب" پر سجدہ کیا جائے۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے: فقہ حنفی کی مشہور کتاب "بدائع الصنائع" وغیرہ میں تصریح ہے کہ: سجدہ "مَاٰب" پر ہے۔ البتہ شوافع کے یہاں "اَنَاب" پر ہے۔ وَاللهُ اَعْلَم۔

(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی بیان السجدۃ التی فی القرآن، ج ۲، ص ۵، طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت)

سترھواں باب (تبلیغ کا بیان)

اپنی بستی اور علاقہ کی اِصلاح کی فکر اور کڑھن

حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ اپنے گاؤں میں بھی اِصلاح وتبلیغ کی کوشش فرماتے رہتے تھے، کوئی واعظ مقرر آتا تھا تو گاؤں میں اُس کے ذریعہ مَردوں عورتوں میں اِصلاحی بیان کرواتے تھے۔ کچھ عرصہ سے مسجد میں نمازی کم ہوگئے۔ حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے گاؤں ہی کے ایک نوجوان کو بلایا جو باصلاحیت اور جماعت میں بھی جاچکے تھے اور اِس سے قبل کوشش کرکے بہت سے لوگوں کو نمازی بنانے کی جدوجہد کی تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو بلاکر فرمایا کہ: جس طرح آپ نے کوشش کی تھی پھر کوشش کریئے۔ گھر گھر جاکر کہیے کہ: لوگ مسجد میں نماز پڑھنے کیوں نہیں آتے؟ سب کو نمازی بنایئے۔ نیز حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صاحبزادہ سے بھی فرمایا کہ: گھر گھر جاکر لوگوں سے کہیں۔ اور اَفسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ: یہ علاقہ ہی ایسا ہے اِتنی کوشش کرتا ہوں تب بھی لوگ دِین کی طرف مائل نہیں ہوتے۔ دوسرے علاقوں میں اِتنی محنت کی جائے تو علاقہ کہیں سے کہیں پہنچ جائے۔ دورانِ گفتگو فرمایا کہ: بعض جگہ صرف کہنے اور کُڑھنے کا ثواب ملتا ہے یہاں ایسا ہی ہے۔ کام کرنا ہے، کوشش کرنی ہے، کُڑھنا ہے، اِسی کُڑھن کا ثواب ملے گا۔ اور فرمایا کہ: علاقہ کی بدنصیبی ہے کہ اِتنی کوشش کے باوجود اب تک علاقہ اُٹھ نہ سکا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ: کسی اللہ والے کی بددعا لگی ہوئی ہے۔ اور ہے بھی یہی کہ: نواب صاحب وغیرہ کے ساتھ "باندہ" کے لوگوں نے اَچھا سُلوک نہیں کیا تھا، دھوکہ دیا تھا۔

تبلیغ والوں کو ایک ایک سنّت پر عمل کرنا چاہیے

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے عزیزوں میں سے ایک صاحب تشریف لائے جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ نگرانی تعلیم وتبلیغ کا کام کررہے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کسی کام سے جلدی اُن کو بھیجا۔ یہ صاحب فوراً کمرہ سے باہر نکلے اور پاؤں میں پہلے بایاں جوتا پہنا بعد میں دایاں اور یہ طریقہ سنّت کے خلاف ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو دیکھتے ہی فوراً ٹوکا، تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ:

تم لوگوں کو تبلیغ کیا کرتے ہو گے جب کہ خود تمہارا عمل سنّت کے موافق نہیں؟ جب تم ہی سنّت پر عمل نہیں کرتے تو دوسروں کو کیا سنّت کی تلقین کرتے ہو گے؟ تبلیغ کرنے والوں کو تو ایک ایک سنّت پر عمل کرنا چاہیے، لوگ تو اُن کے چھوٹے بڑے عمل کو دیکھتے ہیں، چھوٹی چھوٹی چیزوں میں غور کرتے ہیں، اُن کا تو ہر عمل سنّت کے مطابق ہونا چاہیے تب جا کر اُن کی بات کا اثر ہوگا۔

دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں افراط وتفریط

ایک صاحب نے فرمایا کہ: تبلیغی کام کے سلسلہ میں لوگوں نے بحث ومباحثہ شروع کر دیا۔ بہت سے علاقوں میں اپنے ہی حلقہ کے بڑوں نے اِس کام کی مخالفت شروع کر دی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اَفراط وتفریط دونوں مذموم ہیں، نہ یہ صحیح، نہ وہ صحیح اِعتدال ہونا چاہیے۔ تبلیغ والوں کی یہ غلطی ہے کہ: وہ مہینہ کے تین دن اور سال کا چلہ لگا کر اپنے کو بہت قابل اور علماء سے مستغنی سمجھتے ہیں۔ جو چلہ نہ لگائے وہ گویا دِین کا کام نہیں کر رہا، ہر ایک سے چلہ کا مطالبہ کرتے ہیں، نہ مخاطب دیکھتے ہیں نہ موقع محل۔ اُن کے نزدیک مدرسہ والے بھی گویا کچھ نہیں کر رہے ہیں۔ ایک چلہ لگا کر اپنے کو بہت قابل سمجھتے ہیں اور یہ بات چند سالوں سے ہوگئی ہے ورنہ پہلے جو لوگ جماعت میں نکلتے تھے ہمیشہ اپنے کو علماء کا محتاج سمجھتے تھے اور سیکھنے کے لیے نکلتے تھے۔

اِسی طرح پڑھے لکھے لوگوں کی غلطی ہے کہ: وہ اِس کام سے جُڑتے نہیں، تعاون نہیں کرتے اور جماعت کی اِس قِسم کی غلطیوں کی وجہ سے پورے تبلیغی کام ہی کو سرے غلط کہتے ہیں۔ اَفراد کی غلطی کی وجہ سے جماعت کا کام تھوڑی غلط ہو جائے گا؟!! ہزاروں لاکھوں کی اِس کے ذریعہ اِصلاح ہوئی ہے۔ البتہ اَفراد کی غلطی پر تنبیہ کی جائے، اُن کی اِصلاح کی کوشش کی جائے کام کو بدنام کیوں کیا جائے؟

کارگزاری کے سلسلہ میں اَمیر صاحب کو ہدایت

ایک صاحب نے عرض کیا کہ: حضرت! جماعت والے کارگزاری سُناتے ہیں اور اَمیر صاحب ہر ایک سے باز پُرس کرتے ہیں یہ طریقہ ٹھیک ہے؟ اِس میں کوئی حرج تو نہیں؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: خواص کا مجمع ہوتا ہے، اِصلاح کی غرض سے اِس طرح کی باتیں پوچھی جاتی ہیں تو اِس

میں کیا حرج ہے؟ لیکن اُس کا اَنداز ایسا نہیں ہونا چاہیے جس سے دوسرے کی ذلّت اور سبکی ہو۔ جو بات پوچھنے کی ہو پوچھ لے۔ حاکمانہ اَنداز میں گفتگو نہیں ہونی چاہیے۔ بعض لوگ اِس طرح گفتگو کرتے ہیں جس سے دوسرے کو تکلیف ہوتی ہے۔

تبلیغی کام کرنے والوں کو تنبیہ

شہر "باندہ" میں تبلیغی جوڑ تھا۔ ایک اَمیر صاحب جماعت لے کر آئے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: "باندہ" میں ایک پیارے وکیل میاں صاحب ہیں جنہوں نے جماعت میں ایک سال کا وقت لگایا ہے اُن کے پوتے کا عقیقہ تھا۔ عقیقہ تو اُن کو کئی رُوز پہلے ہی کرنا تھا لیکن وہ صرف اِسی وجہ سے رُکے رہے کہ: تبلیغی جوڑ ہونے والا ہے اُس وقت کروں گا تا کہ جماعت والے کھانا کھالیں۔ اُن کی دعوت ہو جائے گی۔ کتنی اَچھی بات تھی ہم لوگوں کی بھی یہی رائے تھی۔ لیکن جماعت کے اَمیر صاحب آئے اور کہنے لگے کہ: جو صاحب دعوت کر رہے ہیں اُن کا چلہ لگا ہے یا نہیں؟ اُن کو بتلایا گیا تو کہنے لگے کہ: عقیقہ اُن کے لڑکے کا نہیں بل کہ لڑکے کے لڑکے کا ہے۔ اُن کا چلہ لگا ہے یا نہیں؟ معلوم ہوا کہ: نہیں لگا ہے۔ کہنے لگے: بس! دعوت قبول نہیں کریں گے۔ یہ بات اُن کی اَچھی نہ لگی لیکن میں نے صبر سے کام لیا۔[1] ہر جگہ اِس قِسم کے اُصول نہیں چلانے چاہئیں اِس کا محل اور موقع دیکھنا چاہیے۔[2] آخر اِن اُصولوں کا مقصد کیا ہے؟

مقصد تو صرف یہ ہے کہ: لوگوں کو دِین سے قریب کیا جائے، دِین کی طرف لایا جائے۔ اگر دعوت کھا کر لوگ دِین سے قریب ہوں گے، تو دعوت کھائیں گے، اگر دعوت نہ کھا کر قریب ہوں گے تو دعوت نہ کھائیں گے، مقصود تو دِین سے قریب کرنا ہے۔ اِس طرح تو اُصول برتنے سے لوگ اور بدظن ہو جائیں گے، بجائے قریب ہونے کے اور دُور ہو جائیں گے۔ ایسے لوگوں سے دِین کا نقصان ہوتا ہے۔

البتہ اگر کسی دیہات میں پہنچے وہاں غریب لوگ ہیں، بے چارے دس آدمی کا اِنتظام نہیں کر سکتے وہاں دعوت نہیں کھانی چاہیے۔ وہاں یہ کہہ دینا چاہیے کہ: آپ لوگ بس! اِتنا کر دیں کہ: مصالحہ پسوا دیجیے، چٹنی کا اِنتظام کر دیجیے، باقی اِنتظام ہم خود کر لیں گے۔ اُن کا بھی جی خوش ہو جائے گا۔

---

[1] کیوں کہ وہ تیز مزاج تھے مزید نقصان کا اَندیشہ تھا۔

[2] خط کشیدہ عبارت حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تصحیح کے وقت اپنے قلم سے تحریر فرمائی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اُمیر صاحب سے میں نے کچھ کہا نہیں، خامیاں ہر ایک میں ہوتی ہیں۔ اگر اِن سب باتوں پر نظر کی جائے تو کام ہی بند ہو جائے۔

مدرسہ میں لڑکوں کو تبلیغ

بعد عشاء طلباء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اُچھا بتاؤ! ایک شخص بیمار ہے اُس کا علاج کرانا چاہیے یا نہیں؟ اور اِس میں ثواب ہوگا یا نہیں؟ کوئی آدمی پانی میں ڈوب رہا ہے یا آگ میں جل رہا ہے اُس کو بچانا ضروری ہے یا نہیں؟ اور یہ باعثِ ثواب ہے یا نہیں؟ سب نے جواب دیا کہ: جی ہاں! ثواب ہے اور اُس کو بچانا ضروری ہے۔ تب فرمایا کہ: بتاؤ! ایک آدمی نماز نہیں پڑھتا، گناہوں میں مبتلا ہے، دُوزخ میں جانے کی تیاری کر رہا ہے، دُوزخ میں جائے گا، آگ میں جلے گا، اُس کو بچانا ضروری ہے یا نہیں اور اِس میں ثواب ملے گا یا نہیں؟ سب نے جواب دیا: جی! حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اب بتاؤ! کمروں میں جو لڑکے رہتے ہیں اور نماز نہیں پڑھتے ہیں اُن سے نماز کے لیے کہنا چاہیے یا نہیں؟ اُن کو غلط کاموں سے رُوکنا کیا اُن کا حق نہیں؟ قیامت کے رُوز پڑوسی اپنے دِین دار پڑوسی کا دامن پکڑے گا اور اللہ سے کہے گا کہ: یا اللہ! یہ خود تو نماز پڑھتا تھا، اَچھے کام کرتا تھا لیکن مجھ سے نہیں کہتا تھا۔ اِس پر اُس پڑوسی کی پکڑ ہو جائے گی۔

جب پڑوسی کا حق ہو جاتا ہے تو ایک کمرہ میں ساتھ رہنے والوں اور ساتھ میں پڑھنے والوں کا حق نہیں ہوگا؟ میں تم لوگوں سے کہتا ہوں کہ: جو لڑکے نماز پڑھنے نہیں آئے، نماز پڑھ کر تم لوگ کمروں میں جاؤ اور سب کے نام لکھ کر مجھ کو دو۔ اُن کے ساتھ یہی خیر خواہی ہے۔

(۲۸ محرم الحرام ۱۴۰۶ھ)

مدرسہ والوں کی تبلیغی پروگرام میں باقاعدہ شرکت

ایک دینی مدرسہ کے بڑے عالم ومفتی جو ایک مسجد کے اِمام بھی تھے، بعد عشاء اُن کا دَرسِ قرآن بھی ہوتا تھا۔ شہر کے اہم لوگ دَرسِ قرآن میں شریک ہوتے تھے اور عموماً یہ تبلیغی حضرات تھے۔ اُن حضرات نے مفتی موصوف سے اِصرار سے درخواست کی کہ: ہمارے تبلیغی پروگراموں میں بھی آپ شریک ہوا کریں، ہفتہ واری اِجتماع نیز مہینہ کے تین دن کا وقت ضرور

عنایت فرمائیں اور اِس پر اُن کو بڑا اِصرار تھا۔ مفتی صاحب نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ لیا کہ: ایسے حالات ہیں، یہ تبلیغی بھائی پیچھے پڑے ہیں کہ جماعت میں بھی ہمارے ساتھ جایا کریئے اور میں مدرسہ میں پڑھاتا بھی ہوں کچھ تو فرق پڑے گا۔ حضرتِ والا حکم فرمائیں کہ: کیا ہر مہینہ مدرسے سے تین رُوز کی چھٹی لے کر اور تبلیغی کام میں شریک ہوا کروں؟ جیسا حضرت کا حکم ہوگا اُسی پر عمل ہوگا؟

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: مرکز دہلی اپنے حالات لکھ کر بھیج دیں اور وہاں سے جو جواب آئے اُس کے مطابق عمل کریں۔ اور فرمایا کہ: مجھے معلوم ہے کہ مرکز کے اَکابر اِس سے منع کرتے ہیں۔ خود مرکز میں مدرسہ ہے اور پڑھنے والے طلباء اور مدرّسین وہاں کے تبلیغی پروگرام میں رُوزانہ شریک نہیں ہوتے۔ اُن کا پروگرام چلتا رہتا ہے اور یہ اَسباق پڑھتے رہتے ہیں۔ مہینے کے تین دن بھی نہیں لگاتے۔ البتہ صرف جمعرات کو شام کے وقت جماعت میں جا کر جمعہ کو واپس آجاتے ہیں اور یہ بھی کوئی ضروری نہیں اِختیاری ہے۔ آخر مدرسہ میں تعلیم بھی تو ضروری ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی رائے ظاہر فرمائی کہ: ہفتہ میں ایک مرتبہ کسی مسجد میں شریک ہوجایا کریں باقی مدرسہ کا حرج نہ کریں، لوگ بہت غلو کرنے لگے ہیں، مرکز والے خود اِس سے منع کرتے ہیں، یہ لوگ اپنی مَن مانی کرتے ہیں، اَکابر کی ہدایات پر عمل نہیں کرتے۔

مدرسہ کی اِہمیت

مدرسہ چھوڑ کر صرف تبلیغ میں لگ جانے سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ناراضگی

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک مولوی صاحب تشریف لائے جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے تعلّق بھی رکھتے تھے اور ایک مدرسہ میں بچوں کو پڑھاتے بھی تھے۔ کچھ عرصہ سے مدرسہ بند کر کے ۴ ماہ کے لیے جماعت میں تشریف لے گئے تھے اور اب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیعت کے لیے حاضر ہوئے۔ چناں چہ بیعت کی درخواست کی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو پورے حالات کا علم ہوا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ناگواری کے ساتھ فرمایا: آپ کے اَندر مستقل مزاجی نہیں کبھی کچھ کرتے ہیں کبھی کچھ کرتے ہیں، کام اِس طرح نہیں ہوتا کبھی اِدھر کبھی اُدھر۔ مجھ سے بیعت ہونے کے لیے آئے ہیں

پہلے بات ماننے کا جذبہ پیدا کیجیے، کرتے ہیں مَن مانی اور بیعت ہونے کے لیے آئے ہیں؟!! مدرسہ بند کر کے جماعت میں جانے کے لیے کس نے آپ سے کہا تھا؟ اور کس سے پوچھ کر گئے تھے؟ میں آپ کو بیعت نہیں کروں گا۔ کیا مدرسہ چلانا دِین نہیں ہے؟ مدرسہ میں کیا سکھایا اور پڑھایا جاتا ہے؟ وہ دِین کی تبلیغ نہیں ہے؟ وہ بھی تو تبلیغ ہی ہے۔ کیا میں تبلیغ کا حامی نہیں ہوں؟ تبلیغ کے فروغ کے لیے کیا میں کوشش نہیں کر رہا ہوں؟ مدرسہ کے ساتھ بھی تو تبلیغ کا کام ہو سکتا ہے۔[1]

مدرسہ قائم کروگے تو بیعت کروں گا

ایک اور عمر رَسیدہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک دیہات سے بیعت کے لیے آئے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ اُن کا بہت لحاظ فرماتے تھے، اُن صاحب نے بھی بڑی لجاجت سے بیعت کی درخواست کی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر فرمایا کہ: پہلے اپنے یہاں مدرسہ قائم کرو تب بیعت کروں گا۔ اُن صاحب نے کہا کہ: تنہاء میں بچوں کو مسجد میں پڑھاتا ہوں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نہیں! مدرسہ قائم کریئے۔ وہ صاحب تیار ہوگئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ٹھیک ہے! اِنْ شَآءَ اللہ بیعت کرلوں گا۔

تعلیم وتعلّم، دَرس وتدریس بھی تبلیغی اِجتماع سے کم نہیں

۱۴۱۶ھ میں "الٰہ آباد" میں ایک عظیم اِجتماع ہونے جا رہا تھا۔ اَطراف سے کافی اَفراد شرکت کے لیے جا رہے تھے، خود حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ کا بھی نظامِ سفر طے تھا اور تشریف بھی لے گئے تھے، سبق کے بعد بعض طلباء نے اُس اِجتماع میں شرکت کی درخواست کی اور رُخصت چاہی اور اِس پر گفتگو چلی کہ: بہت بڑا اِجتماع ہوگا، اِجتماعی کام میں برکت ہوتی ہے، یہ کام اللہ کو بہت محبوب مقبول ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: وہ اِجتماع ہے اور یہ (مدرسہ میں علمی حلقہ) اِجتماع نہیں ہے؟!! دِین پڑھنا پڑھانا اِس میں ثواب نہیں ملے گا؟ یہ اِجتماع بھی تو اللہ کو محبوب ہے۔ اِس کی اِہمیت کیا کچھ کم ہے؟ اِجتماع کی اِہمیت ہے مگر اَیامِ تعطیل میں شرکت کریں اور کچھ وقت بھی لگائیں۔ اور فرمایا کہ: لوگوں کے نزدیک سبق کی کوئی اِہمیت ہی نہیں معمولی عذر کی بناء پر سبق کا ناغہ کر دیتے ہیں، سَر میں دَرد ہوا سبق چھوڑ دیا، مہمان آگئے ناغہ کر دیا۔ بلاوجہ سبق کا ناغہ کر دیتے ہیں اور اِس کو

[1] خط کشیدہ عبارت حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بعد میں اضافہ فرمائی۔

معمولی بات سمجھتے ہیں۔ لوگوں کے نزدیک شادی بیاہ میں شرکت کی اِہمیت ہے سبق کی اِہمیت نہیں؟!! لوگوں کو کیا کہوں؟ تعجب تو مدرسہ والوں پر ہے کہ: اُن کے نزدیک بھی سبق کی کوئی اِہمیت نہیں رہی حال آں کہ ایک سبق کے ناغہ سے بھی بہت نقصان ہوتا ہے۔ حضرت شیخ الھند رحمۃ اللہ علیہ جن کا مشغلہ ہی دن رات پڑھنے پڑھانے کا رہتا تھا وہ فرماتے تھے کہ: جمعہ کے ناغہ کے بعد شنبہ کو جب سبق پڑھاتا ہوں تو ناغہ کی بے برکتی معلوم ہوتی ہے اور عجیب اُوپرا سا معلوم ہوتا ہے۔ اِس لیے حَتَّی الْاِمْکَان ناغہ سے بچنا چاہیے۔ میں تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! جمعہ کے دن بھی سارے اَسباق پڑھاتا ہوں۔ کہیں سفر میں جانا ہوتا ہے تو اگلے دن کا پڑھا کر جاتا ہوں اور جو ناغہ ہو گیا ہے واپسی پر وہ بھی پڑھاتا ہوں۔ اب لوگوں کا حال یہ ہے کہ: جمعہ کے دن تو پڑھانے کا سوال ہی نہیں جمعرات کے دن بھی ناغہ کرتے ہیں۔ سفر میں جانا ہوا تو ایک دن پہلے تیاری کی وجہ سے اور واپسی کے بعد ایک دن کا ناغہ آرام اور مشغولی کی وجہ سے کرتے ہیں۔

تبلیغ میں جانے والے طلباء کو تنبیہ

مدرسہ کے طلباء معمول کے مطابق پنج شنبہ کو تبلیغ میں جایا کرتے تھے؟ اُس کے متعلّق بعد عشاء طلباء کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: تبلیغ بھی اب ایک رَسم سی ہو گئی۔ جو کچھ بھی ہوتا ہے سب رَسم ہی رَسم ہے حقیقت کچھ بھی نہیں۔ اگر واقعی تبلیغ ہوتی تو جن باتوں کو یہاں بیان کیا جاتا ہے، تاکید کی جاتی ہے۔ مثلاً یہ کہ: کمروں سے لڑکوں کو نماز کے لیے نکالو، جو سُورہے ہیں اُن کو جگاؤ، خود بھی نماز کی پابندی کرو، نوافل کا اِہتمام کرو، تو اُس پر عمل کیوں نہیں کرتے؟ جو مدرسہ میں رِہ کر تبلیغ نہ کر سکے باہر جا کر کیا تبلیغ کرے گا؟ جو اپنوں سے نہ کہہ سکے وہ غیروں سے کیا کہے گا؟ تبلیغ کے نام پر یہاں سے چلے جاتے ہیں اور تبلیغ نہیں کرتے بل کہ تفریح کرتے ہیں ورنہ جس کا تبلیغی مزاج بن جائے وہ منکر دیکھے اور اُس کو بے چینی نہ ہو، اُس کی پیشانی پر بل نہ آئے ایسا ممکن نہیں؟!! جس کا مزاج تبلیغی بن جاتا ہے اُس کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ تبلیغی آدمی کو چین کہاں نصیب ہوتا ہے؟ جس طرح بھوکے آدمی کو بے چینی رہتی ہے جب تک کہ کھانا نہ کھالے اور پیاسے آدمی کو بے چینی اور پانی کی طلب رہتی ہے جب تک کہ وہ پیاس نہ بجھالے اور جس

طرح کسی کو گرمی لگ رہی ہو اور گرمی کی وجہ سے اُس کو بے چینی رہتی ہے جب تک کہ وہ پنکھے کے نیچے آ کر ہوا نہ کھالے، اِسی طریقہ سے تبلیغی آدمی کو بے چینی رہتی ہے جب تک کہ وہ کسی منکر کو دیکھ کر اُس پر نکیر نہ کرلے یا خیر کی بات نہ بتلا دے۔ تبلیغی آدمی کھلا ہوا منکر دیکھے اور وہ چین سے رہے ایسا ممکن نہیں۔ اَصل بات یہ ہے کہ: اب تک تبلیغی مزاج بنا ہی نہیں صرف رَسم ہی رَسم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ: ترقی نہیں ہو رہی۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ (آمین)

منکر پر نکیر و تہدید ہر ایک کا منصب نہیں

ایک نوجوان باصلاحیت عالم مفتی صاحب جن کو اللہ نے کچھ بولنے کا ملکہ بھی عطا فرمایا تھا، ایک بستی میں اُن کا بیان ہوا۔ اُن صاحب نے اپنے وعظ میں پورے زور و شور سے یہ بات بیان کی کہ: آپ کے گاؤں میں بہت سے لوگ سُودی لین دین کرتے ہیں آپ لوگ اُن کا بائیکاٹ کیجیے، اُن کے گھر کی اَفطاری واپس کر دیجیے، اُن کے گھر کا کھانا کھانا جائز نہیں۔ وَغَیْرَ ذٰلِکَ۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کے وعظ کے متعلّق فرمایا کہ: اَچھی خاصی فَضاء خراب کر کے چلے گئے، فتنہ پیدا کر گئے، گھر گھر اِختلاف پیدا کر دیا۔ اِصلاح کا طریقہ یہ نہیں ہے۔

ایک عالم صاحب نے اُن واعظ صاحب سے عرض کیا کہ: فقہی مسائل کے اِعتبار سے بھی جس کی آمدنی حلال و حرام کی مخلوط ہو لیکن حلال اکثر ہو تو اُس کی دعوت و اَفطار کھانا سب جائز ہے یا حرام اکثر ہو لیکن حلال مال سے دعوت یا اَفطار کرائے تب بھی جائز ہے۔ آپ نے یہ کیسے بیان کر دیا؟ واعظ صاحب کہنے لگے: میں نے تہدیداً کہہ دیا تھا تاکہ سدِّ باب ہو۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تہدید ہر ایک کا منصب ہے؟ حالات ہوتے ہیں، مخاطب دیکھا جاتا ہے، ہر ایک کو تہدید کی اِجازت نہیں۔

حکیم الامّت حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ سفر میں تھے۔ ایک عہدے دار صاحب بھی ساتھ میں تھے، بے تکلفی سے باتیں ہو رہی تھیں اِسی درمیان میں نماز کا وقت آ گیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

نماز کے لیے اُٹھے، نماز اَدا کی اور اُن صاحب سے کچھ بھی نہیں کہا۔ نماز سے فارغ ہو کر پھر اُسی طرح بے تکلفی سے باتیں کرنے لگے۔ اُن کا خیال تھا کہ: حضرت (رحمۃ اللہ علیہ) نماز پڑھ کر آئیں گے تو اب پہلے کی طرح مجھ سے بے تکلفی وخوش مزاجی سے باتیں نہ کریں گے کیوں کہ میں نے نماز نہیں پڑھی۔ لیکن حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پھر اُسی طرح بے تکلفی وخوش مزاجی سے باتیں کرتے رہے۔ وہ فرماتے تھے کہ: حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اِس طرز سے میں اِتنا شرمندہ ہوا کہ اُس کے بعد جو نماز شروع کی پھر کبھی نہیں چھوڑی۔ کچھ دنوں بعد اُن کے چہرے پر داڑھی بھی آ گئی اور پھر حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خود بھی بیعت ہوئے اور گھر کے تمام لوگوں کو بھی بیعت کرایا۔ یہ بھی اِصلاح اور تبلیغ کا ایک طریقہ ہے۔ تبلیغ صرف کہہ کر نہیں بل کہ کبھی خاموش رِہ کر عمل سے بھی تبلیغ ہوتی ہے اور اہلِ اللہ سمجھتے ہیں کس موقع پر کون سا طریقہ مفید ہوگا؟ بعض لوگ اہلِ اللہ پر اِعتراض کر دیتے ہیں کہ: کچھ کہتے نہیں؟ تم کو کیا معلوم کہ: ابھی اُن کے نہ کہنے میں کیا مصلحت ہے؟ جب وقت آئے گا وہ کہہ دیں گے۔ تمہارے کہنے کا وہ اَثر نہیں ہوگا جو اُن کے خاموش رِہ کر عملی تبلیغ کا ہوگا۔

۱۲/ ربیع الاوّل کے موقع پر تقریر

۱۲/ ربیع الاوّل جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت اور وفات کا دن ہے۔ بے شک! یہ تاریخ ایسی ہے جس میں طبعی طور پر خوشی وغمی دونوں قِسم کے اَسباب موجود ہیں لیکن وِلادت کی نعمت پر خوشی اور جشن نہیں منا سکتے کیوں کہ یہی تاریخ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات بھی ہے جو یقیناً ہر اُمّتی کے لیے بڑے رَنج وغم کی بات ہے اور نہ ہی وفات سُوچ کر ماتم کر سکتے ہیں کیوں کہ یہ خوشی کا بھی دن ہے اللہ تعالیٰ نے تکوینی نظام کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت اور وفات دونوں ایک ہی رُوز رکھی تا کہ اِس تاریخ کو نہ کوئی یومِ عید اور جشن منائے اور نہ ہی رَنج وغم کا اِظہار کرے۔

شریعت نے بھی اِس تاریخ میں خوشی منانے کی ترغیب نہیں دی، نہ یہ اِسلامی تہوار ہے، نہ ہی شریعت میں اِس دن سے متعلّق خصوصی اَحکام ہیں۔ اِس لیے ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ہمیشہ کا یہ معمول تھا کہ: ۱۲/ ربیع الاوّل کو بھی نہ تو مدرسہ میں تعطیل ہوتی تھی، نہ ہی کسی قِسم کی خوشی غمی کا

اِظہار ہوتا تھا، نہ ہی عمدہ قِسم کے کھانوں کا اِہتمام ہوتا تھا، نہ ہی کسی وعظ وتقریر کا پروگرام ایڈ ہوتا تھا بل کہ اور دنوں کی طرح آج کے دن بھی تعلیم ہوتی رہتی تھی کیوں کہ شریعت نے اِس دن کی کوئی اہمیت نہیں بتلائی۔ لیکن چوں کہ علاقہ میں جہالت کی وجہ سے بکثرت جلسہ جلوس خاص اِسی دن میں منعقد ہوتے تھے، لوگ مقرر کی تلاش میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آتے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بعض مقررین کو بھیج دیتے تھے کیوں کہ اگر ایسا نہ کریں تو دوسرے حضرات ایسی تقریریں کریں گے جس سے لوگوں کے عقائد فاسد ہوں گے گمراہی پھیلے گی۔

اپنے علاقہ میں تقریر کرنے میں اِحتیاط کیجیے

چناں چہ اِسی موقع پر ایک مرتبہ ایک صاحب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: ہمارے علاقہ میں جلسہ جلوس کا رواج بڑھتا جا رہا ہے، محلہ میں اب تک جلسہ نہیں ہوتا تھا لیکن اب ایسے حالات بن رہے ہیں کہ: اگر ہم لوگ نہ کریں گے تو دوسرے لوگ جلسہ کریں گے اور کسی بدعتی کو بلا کر تقریر کرا دیں گے اُس سے فتنہ ہوگا اور ابھی موقع ہے سارا اِنتظام ہم ہی لوگوں کے ہاتھ میں رہے گا؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب ایسے حالات ہیں تو خطرات اور فتنہ سے بچنے کے لیے کر لیجیے۔ اُن صاحب نے کہا کہ: حضرت! اپنے مدرسہ سے کسی مقرر کو بھیج دیجیے۔ اُسی بستی کے ایک مقرر مدرسہ میں رہتے بھی تھے اُن کے متعلّق حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے اِجازت چاہی کہ: اُن کو بھیج دیجیے اور رشتہ میں وہ اُن کے بھائی ہوتے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: یہ بالکل مناسب نہیں! تقریر کے لیے آپ "کانپور" وغیرہ سے کسی کو بلا لیجیے۔ اُن کا جانا ٹھیک نہیں! لوگ کہیں گے کہ: اپنے بھائی کو بلا لیا، سب لوگ خوش ہی تھوڑی ہوتے ہیں، بہت سے اپنے ہی لوگوں کو حسد ہونے لگتا ہے۔ کام تو اپنے ہی لوگوں سے خراب ہوتا ہے اِس لیے اپنے گاؤں میں تقریر کے لیے اُن کو نہ لے جایئے دوسری جگہ تقریر ہو وہاں چلے جائیں۔ گاؤں میں تقریر کرنے میں بڑی نزاکت ہوتی ہے۔ اپنے ہی لوگ اِعتراض کرنے لگتے ہیں، حسد کرنے لگتے ہیں، بڑھنے نہیں دیتے۔

فتنۂ اِرتداد اور حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کی جد و جہد

فتنۂ اِرتداد کی تحریک ایک دُو مرتبہ نہیں متعدد مرتبہ اِس علاقہ میں شدّت اِختیار کر چکی تھی۔ شروع میں جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اِرتداد کی خبر سُن کر "فتح پور" (مدرسہ اِسلامیہ) سے دَرس و تدریس کا محبوب مشغلہ چھوڑ کر اِرتداد زدہ علاقوں میں گھر گھر جا جا کر دِینِ حق کی دعوت و تبلیغ فرمائی۔ اُس کوشش کے نتیجہ میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! جتنے مُرتد ہوئے تھے سب تائب ہو گئے اور فتنۂ اِرتداد ختم ہوا۔ اِس کے بعد ہی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے "ہتھورا" میں مدرسہ قائم فرمایا جس کی داستان طویل ہے۔ جگہ جگہ مکاتب قائم ہوئے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! یہ سلسلہ جاری ہے۔ اِدھر چند سالوں سے پھر بعض علاقوں میں فتنۂ اِرتداد نمودار ہوا۔ مکمل سازش کے تحت ایک تحریک وُجود میں آئی جس کے نتیجہ میں بعض مسلمان مُرتد بھی ہو گئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اِس کا علم ہوا فوراً اُس کا سَدِّ باب فرمایا، موقع محل کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے خود سامنے نہ آ کر حکمتِ عملی سے کام لیا، مُرتدین ہی کے خاندانی مسلمانوں کو بلا کر اُن کے ذریعہ دعوت و تبلیغ فرمائی اور سارا خرچ خود بَرداشت فرمایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! اِس کوشش میں پوری کامیابی ہوئی۔ حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے آئندہ کے خطرات کے لیے یہ اِنتظام فرمایا کہ: غیر مسلم آبادی سے جہاں صرف ایک ہی دو گھر مسلمانوں کے تھے کسی طرح اُن کی رہائش کا نظم مسلم آبادیوں میں فرمایا اور اُن کے بچوں کو مدرسہ میں داخل فرما کر اُن کے ہر طرح کے نخرے، خرچ بَرداشت کر کے اُن کی تعلیم و تربیت کا نظم فرمایا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ: اِس طرح کے کام خاموشی گم نامی سے اَنجام دیتے رہتے تھے، نہ شہرت، نہ اِعلان، نہ اِشتہار بازی۔ کسی کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ: حضرت رحمۃ اللہ علیہ کیا کر رہے ہیں؟!!

البتہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بھی معمول تھا کہ: حضرت رحمۃ اللہ علیہ جن کو اَپنا بڑا سمجھتے تھے اُن سے حالات کا اِخفاء نہیں فرماتے تھے، دعا کے ساتھ قابلِ مشورہ اُمور میں مشورے بھی لیتے رہتے تھے ورنہ صرف حالات کی اِطلاع اور دعا کی درخواست فرماتے تھے۔ زیرِ نظر تحریر حضرتِ اَقدس مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لیے لکھی، جو اُن کے خادمِ خاص کے نام تحریر فرمائی تا کہ وہ پڑھ کر اِطلاع کر دیں۔ اِسی کا ایک نمونہ ہے جو بے شک! مبلغین اور کام کرنے والوں کے لیے دَرسِ عبرت ہے۔

مکرمی ومحترمی جناب مولوی ابراہیم صاحب!

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہ!

خدا کرے خیریت ہو۔ حضرت کا حال معلوم کرتا رہتا ہوں۔ برابر دعا ہو رہی ہے۔ یہاں ضلع "باندہ" کے مسلمانوں میں زیادہ تر "منصوری برادری" کے لوگ آباد ہیں۔ آزادی کے بعد اُن میں اِرتداد شروع ہوا جس کی وجہ سے میں نے "فتح پور" کے مدرسہ کی ملازمت ترک کی تھی۔ یہاں آکر کوشش کی اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! وہ سب واپس آگئے۔ اِسی میں زیادہ محنت ہوئی بِفَضْلِہٖ تَعَالٰی سیکڑوں حافظ ہوئے، دَرجنوں کی تعداد میں عالم ہیں، اُن کی بستیوں میں مکاتب قائم ہیں۔ اب یہ برادری بہت مضبوط ہوگئی ہے۔ سب ہی لوگ دِین سے واقف ہوگئے اِنْ شَآءَ اللہ اِرتداد کا خطرہ نہیں۔

دوسری برادری جو کم تعداد میں ہے "نٹ برادری" ہے وہ زیادہ تر "اِہلِ ہنود" کی بستیوں میں رہتے ہیں اور ایک ایک گھر آباد ہے۔ وہ دونوں قسم کے نام رکھتے ہیں۔ ایک اِسلامی نام اور ایک غیر اِسلامی۔ یہاں "چتر کوٹ" ہندوؤں کی بڑی تیرت گاہ ہے جہاں "سادھو" زیادہ رہتے ہیں۔ اُنہوں نے مال دار ہندوؤں کو آمادہ کر کے کافی رقم حاصل کی ہے اور "نٹ برادری" کے لوگوں کو لالچ دے کر مُرتد کر رہے ہیں۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ: ۳/ اگست کو چالیس لوگوں کو مُرتد کرنے کا اِعلان تھا۔ جب ہم لوگوں کو خبر ہوئی تو کوشش کی اور اُن کی برادری کے سمجھ دار لوگوں کو بلا کر ہر جگہ بھیجا۔ اُنہوں نے سمجھایا اور اُن کو ہر طرح کی سہولت دینے کا وعدہ کیا گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! وہ تاریخ گزر گئی اور وہ لوگ مُرتد نہیں ہوئے لیکن خطرہ بہت ہے۔ جہاں جہاں اِس سے پہلے اُن کی آبادی کا علم ہوا تھا وہاں سے لڑکے لا کر اُن کو تعلیم دی۔ کئی حافظ ہو چکے، چار پانچ عالم ہوئے۔ لیکن اُن لوگوں نے کچھ کام نہ کیا اور نہ یہ بتایا کہ: اُس برادری کے لوگ کہاں کہاں آباد ہیں؟ زیادہ تر جنگلوں میں جو چھوٹے چھوٹے دیہات ہیں وہ سب غیر مسلم ہیں اُن کے درمیان رہتے ہیں اِس لیے یہ پتہ نہ چل سکا۔ ہم سب اِس وقت اِسی کام میں لگے ہیں۔ دعا فرمائیے۔ حضرت سے دعا کرائیے۔ کوشش یہ کی جارہی ہے کہ اُن کو وہاں سے نکال کر مسلمانوں کی بستی میں آباد کیا جائے۔ کامیابی کی دعا کریں۔ (صدیق احمد)

مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوّت

فرمایا: قادیانی فتنہ پھر تیزی سے پھیل رہا ہے۔ تعجب ہے کہ! لوگ کیسے اُس کی نبوّت کے قائل ہیں؟ اُس کے تو خود دعوں میں تضاد ہے کبھی کچھ کہتا ہے، کبھی کچھ کہتا ہے۔ یہ ملزم تھا، کلرک منشی تھا، مالیخولیا کا اُس کو مرض ہو گیا، اُس مرض میں عجیب قسم کی چیزیں دکھائی دینے لگتی ہیں وہ سمجھا کہ: یہ نبوّت کے آثار ہیں اور پھر اُس نے نبوّت کا دعوٰی کیا۔ اور عجیب بات ہے کہ: اُس نے جتنی پیشن گوئیاں کی تھیں وہ سب غلط ثابت ہوئیں۔ اُس نے کہا تھا کہ: اگر میں حق پر ہوں تو مولانا ثناء اللہ صاحب میرے سامنے مریں گے اگر وہ حق پر ہیں تو میں پہلے مروں گا۔ اللہ نے دکھلا دیا پہلے اُسی کا اِنتقال ہوا اور مولانا بعد تک زندہ رہے۔ ایک پیشن گوئی اُس نے یہ کی تھی کہ: ایک عورت جس پر وہ عاشق ہو گیا تھا اُس کے متعلّق اُس نے کہا کہ: اللہ تعالیٰ نے آسمان میں اِس عورت سے میرا نکاح کر دیا ہے۔ جس طرح حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے متعلّق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اِسی طرح اُس نے بھی کہا۔ لیکن مرتے دم تک وہ عورت اُس کی بیوی نہ بنی اور وہ طرح طرح کی دھمکیاں دیتا رہا کچھ بھی نہ ہوا۔ اِن سب کے باوجود لوگ کیسے اُس کی نبوّت کے قائل ہیں؟ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہوتا، اگر یہ کوئی صحیح اِقدام ہوتا تو اِس سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، اور بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی ہوتے۔ اب چودہ سو سال کے بعد نبوّت کا دروازہ کھلا ہے۔ علامہ انور صابری شاعر نے بڑے اَچھے انداز میں اِس کی مذمّت کی ہے۔

اِصلاحِ معاشرہ کے جلسہ میں شرکت اور منتظمین جلسہ کو تنبیہ

حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ "کانپور" اِصلاحِ معاشرہ کے جلسہ میں تشریف لے گئے تھے اَحقر بھی ساتھ تھا۔ عشاء کے بعد جلسہ کا پروگرام تھا اور عشاء سے قبل ایک مدرسہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا پروگرام تھا اور رات ہی کو مدرسہ "ہتھورا" تین سو (۳۰۰) کلومیٹر واپس بھی ہونا تھا۔ اِس لیے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تاکید سے پہلے فرما دیا تھا کہ: عشاء بعد جلد ہی میرا بیان سب سے پہلے کرا کر مجھ کو رُخصت کر دینا، اِسی شرط کے ساتھ نظام طے ہوا تھا، واپسی کے لیے گاڑی بھی طے تھی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ ٹھیک عشاء کے وقت جلسہ گاہ پہنچ گئے۔ جلسہ گاہ میں دیکھا کہ: ضرورت سے کافی زائد رُوشنی، اَعلیٰ قِسم کا شامیانہ اور سجاوٹ، اسٹیج بھی پُر تکلّف، قطار وار کرسیاں لگی ہوئیں اور وہاں کوئی ایک فرد بھی نہیں، نہ سُننے والا نہ بولنے والا، نہ کسی منتظم کا پتہ، نہ مقرر کا۔ یہ بھی نہیں معلوم کہ: اِس اِسٹیج کی زِینت کون بنے گا؟ اور کہاں ہیں اِس کے پَروانے و دِیوانے؟ کسی ایک کا بھی تو پتہ نہ تھا۔ حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے رُفقاءِ سفر سے فرمایا: دیکھو! یہ ہے اِصلاحِ معاشرہ؟!! اور ناراضگی سے فرمایا کہ: کہاں ہیں جلسہ کے منتظمین؟ میری اُن سے ملاقات تو کراوٴ! ایسے ہوتی ہے معاشرہ کی اِصلاح؟ اِس طرح مال خرچ کرکے، سجاوٹ میں فُضول پیسہ برباد کرکے کہیں معاشرہ کی اِصلاح ہوتی ہے؟ یہ لوگ پہلے اپنی اِصلاح کریں معاشرہ کی اِصلاح تو بعد میں کریں۔ منتظم صاحب بلائے گئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو نہایت نرمی وخوش اُسلوبی سے تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ: آپ نے کیا وعدہ کیا تھا؟ آخر جلسہ کب تک شروع ہوگا؟ میں آگیا ہوں مجھ سے تقریر کروا لیجیے اور مجھے جلدی رُخصت کردیجیے۔ حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کی اِتنی تاکید کے بعد بھی جلسہ کی کارروائی شروع نہیں ہوئی اور معلوم ہوا کہ: ۱۱ بجے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کرائی جائے گی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ: یہ وعدہ خلافی نہیں ہے؟ کیا یہی اِصلاحِ معاشرہ ہے؟ اور رَفیقِ سفر سے فرمایا کہ: جلدی گاڑی کا اِنتظام کریئے مجھے فوراً واپس ہونا ہے، مجھے ایسے جلسہ میں شریک نہیں ہونا ہے۔ لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ: میں خالی بیٹھا رہتا ہوں جیسے میرا کوئی کام ہی نہیں۔ کسی طرح مشکل سے تو میں نے وقت نکالا تھا اُس میں اِن لوگوں نے یہ حرکت کی میرا تو ایک ایک منٹ مشغول ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: حضرت! غلطی ہوگئی جیسا آپ فرمائیں گے ویسا ہی ہوگا۔ بالآخر جلسہ کا آغاز ہوا اور منتظمین نے عرض کیا کہ: حضرت! آپ کی تقریر پہلے کرادی جائے جلسہ ہوتا رہے گا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اب آپ لوگ جو چاہیں کریں آئندہ کے لیے مجھے سبق مل گیا۔ اِس طرح کے جلسہ میں آوٴں گا نہیں۔ اب آپ لوگوں نے جیسا طے کرلیا ہو ویسے ہی نظام چلایئے۔ لوگوں کا عجیب مزاج بن گیا ہے! دِینی جلسہ کریں گے، رات بھر تقریر ہوگی اور فجر کی نماز گول کردیتے ہیں۔ تقریر سے پہلے جو زائد رُوشنی تھی اُس کو بند کرایا گیا۔ (1) جلسہ سے فارغ ہونے کے بعد تقریباً ساڑھے گیارہ بجے حضرت رحمۃ اللہ علیہ "ہتھورا" کے لیے رَوانہ ہوئے سردی خاصی تھی۔ "جہان آباد" رات ڈھائی بجے پہنچے۔

(1) یہ عبارت حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تصحیح کے وقت اپنے قلم سے تحریر فرمائی۔

طے یہ ہوا کہ: ایک دو گھنٹہ آرام کر کے فجر سے پہلے سفر ہو۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا فجر سے پہلے پھر روانہ ہوئے ایک جگہ بھٹہ میں دعا بھی کرائی گئی۔ فجر کی نماز کے وقت "کرواں" پہنچے جماعت میں کچھ دیر تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: جلدی کا سفر ہے ہم لوگ مسافر ہیں اِس لیے اپنی جماعت علیحدہ کر لیں۔ لیکن رُفقاءِ سفر ابھی اِستنجے وضو سے فارغ نہ ہوئے تھے اور اب جماعت میں صرف پانچ دس منٹ رِہ گئے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مقامی حضرات جو مسجد میں آ چکے تھے فرمایا: قریب آ جاؤ! کچھ بات کہہ دوں۔ چناں چہ فجر سے پہلے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دس منٹ تقریر فرمائی۔

بے تکلّف زندگی کا عملی نمونہ

فجر کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد مقامی حضرات، اِہلِ محلہ، مسجد کے پڑوسی بہت جلد ہی اپنے اپنے گھروں سے ناشتہ لانے لگے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی شدّت سے منع فرمایا اور فرمایا کہ: ہر مرتبہ مناسب نہیں۔ اگر مہمان ساتھ ہوتے ہیں میں خود ہی کہہ دیتا ہوں۔ تھوڑی دیر میں دیکھا کہ: لوگ اپنے اپنے گھروں سے حسب حیثیت ناشتہ چائے وغیرہ لیے چلے آ رہے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ناگواری کا اِظہار فرمایا کہ: جب میں نے منع کر دیا تھا پھر کیوں لے آئے؟ اب اِنکار کرنے اور واپس کرنے میں دل شکنی کا خطرہ تھا اِس لیے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے رُفقاءِ سفر سے فرمایا کہ: جب چائے آ گئی ہے تو پی لو اور یہ بھی فرمایا کہ: اِتنا زیادہ اصرار نہیں کرنا چاہیے اِس وقت ہم لوگوں کو جلدی بھی ہے۔

سردی شباب پر تھی، بدن کانپ رہا تھا، ہونٹ ہل رہے تھے، ہاتھ پیر برف کی طرح گل رہے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مسجد کے باہر تشریف لائے دیکھا کہ: کچھ لوگ باہر الاؤ میں تاپ رہے ہیں۔ سخت سردی میں آگ سے گرمی حاصل کر رہے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی اُسی الاؤ کے پاس تشریف لے گئے اور تمام رُفقاءِ سفر نیز ڈرائیور صاحب کو بلایا کہ تھوڑی دیر تاپ لو اور فرمایا کہ: ڈرائیور صاحب نے چائے پی یا نہیں؟ اُن کا چائے پینا بہت ضروری ہے۔ ڈرائیور لوگ چائے بہت پیتے ہیں۔ مسکرا کر یہ بھی فرمایا کہ: ابھی پی لو اب آگے نہ پلاؤں گا۔ تاپتے ہوئے لوگوں سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حسبِ معمول و عادت اُن ہی حضرات کے مزاج و ماحول کے مطابق کچھ بے تکلف باتیں فرمائیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اب تم لوگ باجرہ کی کھیتی نہیں کرتے؟ یہاں کی زمین بڑی

اَچھی ہے اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو اِتنی اَچھی زمین دی ہے پیداوار خوب ہوتی ہے لیکن تم لوگ محنت نہیں کرتے۔ کھیتی کرنا چھوڑ دی جس کو دیکھو "سعودیہ" بھاگا جارہا ہے۔

تبلیغ قولی وفعلی

حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کی جدو جہد کا ثمرہ اور قابلِ تقلید نمونہ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ گاڑی پر سوار ہوئے اور گاڑی نے بڑی تیزی سے منزلیں طے کرنا شروع کیں درمیان میں ایک انیس صاحب بھٹے والوں کے یہاں بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جانا تجویز فرمایا۔ چناں چہ گاڑی اُن کے جائے قرار پر پہنچی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں کے ملازمین سے انیس صاحب کو بلوایا آنے میں قدرے تاخیر ہوئی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جلدی بہت ہے اُن سے میرا سلام کہنا آئندہ اِنْ شَآءَ اللہ ملاقات کروں گا۔ دیکھا کہ: اِتنے میں خود ہی انیس صاحب تشریف لے آئے۔ شکل صورت سے بڑے متدین ومتشرع اور نیک سیرت معلوم ہوتے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے گاڑی پر بیٹھے بیٹھے ملاقات کی اور ایک دُو باتیں فرما کر حکم دیا گاڑی آگے بڑھاؤ لیکن بعض رُفقاءِ سفر گاڑی سے اُتر چکے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ: آخر گاڑی سے لوگ اُتر کر کیوں جاتے ہیں؟ اگر کسی ضرورت سے جانا ہو تو اِطلاع کر کے جانا چاہیے تا کہ پریشانی نہ ہو۔ سارے ساتھی بیٹھ گئے اور گاڑی نے پھر سفر شروع کیا۔

راستہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اِن ہی اَنیس صاحب کے متعلّق فرمایا کہ: کیا کوئی بتلا سکتا ہے کہ: پہلے یہ کیسے تھے اور اب کیسے ہیں؟ نہایت متقی، دِین دار، شکل صورت سے عالمِ دِین معلوم ہوتے ہیں۔ چہرہ پر داڑھی اب اُن کے آگئی ہے ورنہ ایک زمانہ وہ تھا کہ نماز رُوزہ سے اُن کا دُور کا بھی تعلق نہ تھا بالکل آزاد زندگی تھی اور میرا گزرنا بار بار اِسی راستہ سے ہوتا تھا۔ میں جب بھی یہاں سے گزرتا یہاں آکر کسی نہ کسی بہانے سے اُن سے ملاقات کر لیتا اور قصداً یہیں نماز پڑھتا تھا۔ وضو کرتا، نماز پڑھتا لیکن اُن سے نہ کہتا کہ: آپ بھی نماز پڑھیے۔ میرے بار بار آنے سے اُن کو بھی تعلّق ہو گیا۔ جب اُنہوں نے دیکھا کہ: کثرت سے مولانا صاحب گزرتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں تو اُنہوں نے نماز کے لیے چٹائی کا بھی اِنتظام کر لیا، وضو کے لیے لوٹے کا اور پانی کا بھی اِنتظام کر لیا۔

رَفتہ رَفتہ دیکھا کہ: خود بھی یہ نماز میں شریک ہونے لگے۔ اُس کے بعد مصلّٰی چٹائی اور نماز کے لیے مستقل جگہ کا بھی اِنتظام کر دیا۔ رَفتہ رَفتہ پورے نمازی بن گئے دُور تک وہاں کوئی مسجد تو ہے نہیں اُسی جگہ کو مسجد کے قائم مقام کرلیا۔ اپنے اَحاطے کے اَندر ہی ایک جگہ مسجد کے لیے خاص کردی، وضو وغیرہ کا پورا اِنتظام کر دیا اب پکے نمازی بن گئے۔ رمضان میں قرآن شریف سُنانے کے لیے حافظ کا بھی اِنتظام کرتے ہیں۔ کسی جگہ مسجد وغیرہ بننا ہو تو اُس میں بھی خوب حصہ لیتے ہیں۔ چہرہ پر داڑھی آگئی۔ اب اپنی زیرِ نگرانی ایک مکتب بھی چلا رہے ہیں، مدرّس کی تنخواہ خود دیتے ہیں، بچے دِینی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ پکے عالم دِین دار معلوم ہوتے ہیں۔ کچھ دن پہلے حج کرنے گئے تھے۔ بیعت کے لیے آئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ: حضرت! یہاں تک پہنچا دیا آگے بھی خیال رکھیے گا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ سب رَفتہ رَفتہ ہوا۔ میں جاتا رہا اور کبھی اُن سے ایک پائی کی اُمید نہیں رکھی، ایک چائے نہیں پی، بس! ملاقات کرتا رہا، نماز پڑھ کے چل دیتا۔ اُن سے کچھ بھی نہ کہتا۔ تبلیغ اِس طرح بھی ہوتی ہے۔

بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ: حق بات کہہ دینی چاہیے۔ قُلِ الْحَقَّ وَاِنْ كَانَ مُرًّا۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب الادب، باب حفظ اللسان، ج ۲، ص ۴۱۴-۴۱۵، طبع قدیمی، کراچی) حق بات کہو اگرچہ کڑوی ہو۔ ہم تو ڈنکے کی چوٹ پر حق بات کہتے ہیں۔ حق بات کہنا ہم نہیں چھوڑ سکتے۔ ارے بھائی! ہم کب اِس سے منع کرتے ہیں؟ لیکن حق بات کہنے، حق منوانے اور حق کی طرف کھینچ کر لانے کی مختلف صورتیں اور مختلف طریقے ہوتے ہیں، یہ بھی ایک طریقہ ہے، کسی جگہ کوئی طریقہ مفید ہوتا ہے، کسی جگہ دوسرا طریقہ، ہر جگہ ایک ہی طریقہ اپنانا مُضر بھی ہوسکتا ہے۔ کبھی کچھ نہ کہہ کر اپنے فعل و عمل سے تبلیغ کی جاتی ہے اُس کو تبلیغ فعلی کہتے ہیں۔

ہر گھر میں مسجد کے نام سے کوئی جگہ مخصوص ہونی چاہیے
بچوں کی تربیت کی پہلی منزل

دورانِ "دَرسِ بخاری" فرمایا: عورت اگر اِعتکاف کی فضیلت حاصل کرنا چاہے تو اُس کو چاہیے کہ: اپنے گھر ہی میں اِعتکاف کرے۔ میں نے اِس سے پہلے بھی کئی مرتبہ کہا اور کہتا رہتا

ہوں کہ: مکان میں جس طرح بہت سے کمرے نہ معلوم کس کس نام سے ہوتے ہیں؟!!ایک کمرہ یا مکان کا کوئی حصہ مسجد کے نام سے بھی ہونا چاہیے جہاں مصلّٰی ہر وقت بچھا رہے، قرآن پاک رکھا ہو، تسبیح لٹکی ہو جب کام سے فارغ ہوں یہاں آکر عبادت کرلیا کریں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! بہت سی جگہ اِس کا رواج بھی ہوگیا ہے۔ ہمارے علاقہ کی عورتوں میں اِس کا اِہتمام ہونے لگا ہے۔ ہر گھر میں اِس کا نظم ہونا چاہیے اور اِس طرح کرنے سے مکان کا وہ حصہ شرعی مسجد کے حکم میں نہیں ہو جائے گا وہ مکان ہی رہے گا اُس کو اپنے ذاتی کام میں لانا جائز، کھانا پینا سب کچھ وہاں جائز ہے۔ لیکن ایسا کرنے میں فوائد بہت ہیں۔ بچوں کی تربیت میں بہت بڑا اِس کو دخل ہے۔ اِنسانی فطرت ہے جو چیز گھر میں ہوگی، بچہ کی نگاہ جس پر بار بار پڑے گی اُس سے اُس کو محبت ہوگی، اُسی کا شوق ہوگا اور وہی کام کرے گا۔ گھر میں ٹی وی ہے بچہ اُس کو بار بار دیکھتا ہے، ماں باپ کو دیکھتا ہے کہ: وہ بھی اِس کو دیکھتے ہیں اِس لیے اُسی کا اُس کو شوق ہوتا ہے اُسی کی محبت دل میں بیٹھ جاتی ہے۔ اگر مصلّٰی تسبیح پر بار بار نظر پڑے گی تو اُس کی محبت ہوگی اور اُن کاموں کا شوق ہوگا۔ بچہ اگر ناسمجھ ہو اُس کے ذہن کی مثال ٹیپ ریکارڈ اور ریل کی طرح ہے جو کچھ اُس میں بھر دیا جائے جب بٹن دبایا جائے تو وہی بولے گا جو بھرا گیا ہے۔ یہی حال بچے کے ذہن کا ہے کہ: جو کچھ بچپن میں اُس نے دیکھا سُنا ہے بڑے ہو کر وہی کام کرے گا۔

پہلے اپنی فکر کیجیے تبلیغِ اِسلام کی فکر بعد میں کیجیے گا

ایک صاحب دیہات سے تشریف لائے جو اَن پڑھ ہونے کے ساتھ مفلوک الحال اور سنکی قِسم کے تھے، کبھی کسی جماعت سے متعلّق، کبھی کسی جماعت سے، کبھی الیکشن میں کھڑے ہیں، کبھی مزدوری کر رہے ہیں۔ حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ کو اُن کے گھریلو حالات معلوم تھے۔ خود پریشان حال مقروض تھے اور اُس وقت غیر مسلموں کو اِسلام کی تبلیغ کا بھوت سوار تھا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بحث بھی کر رہے تھے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے فرمایا: میری بات مانو میں خیر خواہی کی بات تم کو بتلا رہا ہوں گھر کی فکر کرو۔ اِتنا قرض لدا ہوا ہے اُس کو اَدا کرو۔ کہنے لگے کہ: قرض ادا کر رہا ہوں۔ تین بھینسیں اور

دُو بیل بیچ کر قرض اَدا کر دیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بڑی عقل مندی کی! ارے! تجارت کیوں نہیں کرتے؟ دکان میں کیوں نہیں بیٹھتے؟ کہنے لگے: میں تو غیر مسلموں میں تبلیغ کرتا ہوں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: میں اِس سے منع تھوڑی کر رہا ہوں لیکن پہلے اپنی بھی تو اِصلاح کرو، غیر مسلموں کو اِسلام کی تبلیغ کرتے ہو تو کون سا اِسلام سکھانا چاہتے ہو؟ کوئی نمونہ بھی تو سامنے ہونا چاہیے۔ کوئی ایک جماعت تو ایسی ہو، جو لوگ اِسلام کی تبلیغ کرتے ہیں، وہی نمونہ پیش کریں کہ اِسلام ایسی زندگی چاہتا ہے۔ حالت یہ ہے کہ: اِسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں؟ اور معاملات گندے ہیں، کسی کا لے کر دینا نہیں جانتے، گھر کا ماحول تتر بتر اِنتشار اِختلاف کا شکار، ماں باپ کے حُقوق اَدا نہیں کرتے، لڑکیاں بے پَردہ پھرتی ہیں، ٹک ٹک مَردوں سے باتیں کرتی ہیں۔ پورا معاشرہ بگڑا ہوا ہے اِس کی پرواہ نہیں اور اِسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں؟ کیا اِسی اِسلام کی دعوت دینا چاہتے ہو؟ پہلے اپنا ماحول اور معاشرہ تو دُرست کرو، اَخلاق ایسے بناؤ، اِسلام تو اَخلاق سے پھیلا ہے اور اِسلام کی تبلیغ ہو بھی چکی ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے فرمایا: حلال کمائی کی فکر کرو اِدھر اُدھر کی بکواس نہ کرو۔ مالی حالت دُرست کرو! قیامت میں تم سے یہ نہ پوچھا جائے گا کہ: تم نے کتنے ہزار مسلمان کیے؟ البتہ یہ پوچھا جائے گا کہ: فلاں کے حقوق کیوں تلف کیے؟ قرض کیوں نہیں ادا کیا؟ اِتنی سب سننے کے بعد بھی وہ صاحب اپنی ہی ہانکتے رہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: معلوم ہوتا ہے کہ تم میرا اِمتحان لینے آئے ہو۔

اٹھارواں باب (جلسوں کا بیان)

وقت کی قدر، وعدہ کا لحاظ، دوسروں کی رِعایت

حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ مسلسل بیماری کے اَیام سے گزر رَہے تھے، ایک نہیں کئی اَمراض سے دُوچار تھے، بواسیر کی شکایت نے اُنہیں بیٹھنے سے بھی عاجز کردیا تھا۔ نیز گھٹنوں کی تکلیف نے چلنے پھرنے سے بھی مجبور کردیا اور سب سے بڑھ کر دل کا وہ دُورہ جس نے حرکت کرنے اور دوسری جانب کروٹ لینے سے بھی معذور کردیا تھا۔ ڈاکٹروں نے سخت پابندی لگادی کہ: قریب دُور کہیں کا کوئی سفر ہرگز نہ کریں، محنت والا کوئی کام بھی نہ کریں اور مستقل آرام کریں۔ مسلسل بیماری کی وجہ سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ چلنے پھرنے کے قابل بھی نہ تھے، کئی رُوز تک حجرہ میں نماز ادا فرمائی، کچھ صحت ہوئی تو دوسرے کے سہارے مسجد تشریف لے جانے لگے۔ اِس درمیان میں "لکھنؤ" کے ایک جلسہ میں پہنچے پروگرام کی تاریخ آگئی۔ ایک نہیں دُو دُو گاڑیاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو لینے کے لیے آگئیں۔ لوگوں نے سختی سے منع کیا کہ: اِس حال میں تشریف نہ لے جائیں۔ جو حضرات لینے کے لیے آئے تھے اُنہوں نے اِصرار کے ساتھ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو منع فرمایا کہ: اِس حالت میں سفر مناسب نہیں۔ لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر بہت اَثر تھا اور فرمایا کہ: ایک بات طے ہوچکی ہے، میں وعدہ کرچکا ہوں، وہاں لوگ منتظر ہوں گے، اِس سے قبل کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ نہیں جاسکا، مجھے بڑی ندامت ہے، میں تو ضرور جاؤں گا اُنہوں نے گاڑی بھیجی ہے۔ موت وحیات تو لگی رہتی ہے جو ہونا ہے اُس کو کوئی ٹال نہیں سکتا، دَوا کھا ہی رہا ہوں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے منجھلے صاحبزادے مفتی نجیب صاحب نے کہا: اَبا جی! آپ کو معلوم بھی ہے ڈاکٹر نے آپ کو کیا مَرض بتلایا ہے؟ اگر میں آپ کو بتلادوں تو آپ ہرگز سفر نہ کریں گے اور دوسروں سے بتلایا کہ: اباجی کا دل بڑھ چکا ہے جس کا علاج آپریشن ہی ہے اور اِس مرض میں موت وحیات کا کوئی اِطمینان نہیں ہوتا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: اگر ڈاکٹر نے کچھ کہہ دیا ہے تو اور جلدی جلدی کام سمیٹنا چاہیے جتنا ہوسکے کام کرلیں پتہ نہیں کب کیا ہوجائے؟ آرام کرنے سے صحت ہو یا نہ ہو؟ دونوں ہی باتیں ہوسکتی ہیں۔ دِین کا کام بھی چھوڑا اور صحت بھی نہ ہوئی تو کیا فائدہ؟ اگر تھوڑا وقت رِہ گیا ہے



تو جتنا ہو سکے اُتنا ہی کر لے۔ الغرض حضرت رحمۃ اللہ علیہ "لکھنؤ" تشریف لے گئے اور وہاں سے تنہاء واپس تشریف لائے۔ واپسی پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بتاؤ! اگر میں نہ جاتا تو وہاں تو کوئی بھی نہ تھا، نہ مولانا علی میاں صاحب تشریف لا سکے تھے وہ بھی بیمار چل رہے ہیں، نہ مولانا منظور صاحب تشریف لائے تھے اور جب اِطلاع پہنچی کہ: میں بیمار ہوں نہ آسکوں گا لوگ رُو رہے تھے۔ بڑی دُور دُور سے ملاقات کے لیے لوگ آئے تھے۔ بتاؤ! اگر میں بھی نہ جاتا تو اُن لوگوں پر کیا گزرتی؟ دو میں سے ایک ہی بات ہوسکتی ہے یا تو میں اپنے کو دیکھ لوں یا دوسرے کو دیکھ لوں۔

جلسہ اور کسی اہم کام کو طے کرتے وقت "اِنْ شَآءَ اللہ" کہنے کی اہمیت

ایک صاحب "کانپور" سے جلسہ کی تاریخ کے لیے تشریف لائے اور عرض کیا کہ: فلاں تاریخ میں ایک نکاح میں آنجناب کو "کانپور" جانا ہے اُسی موقع پر ہمارے یہاں کا بھی پروگرام ہو جائے گا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ایک پروگرام میں دوسرا پروگرام شامل نہ کیجیے۔ نکاح کا معاملہ ہے معلوم نہیں کس وقت نکاح ہوگا؟ تاخیر ہوگئی اور نکاح عشاء بعد ہوا تو آپ کا جلسہ تو چلا جائے گا۔ دوسرا نکاح کا کوئی بھروسہ نہیں ہوسکتا کوئی عارض پیش آجائے، دادی نانی کا اِنتقال ہو جائے اور نکاح ملتوی ہو جائے۔ ایک جگہ ایسا واقعہ پیش آچکا ہے۔ اِس لیے آپ مستقل تاریخ رکھیے اور صاف سُن لیجیے میں حتمی وعدہ نہیں کرتا بسا اُوقات وقتی طور پر ایسا مانع پیش آجاتا ہے کہ: میں مجبور ہو جاتا ہوں جا ہی نہیں سکتا، بڑی شرمندگی ہوتی ہے اِس لیے میں حتمی وعدہ نہیں کرتا۔ یہ میں ٹالنے کے لیے نہیں کہہ رہا ہوں۔ کوئی عذر نہ ہوا تو ضرور اِنْ شَآءَ اللہ آؤں گا۔ آپ لوگ تو فوراً جاتے ہی اِشتہار چھاپ دیں گے گویا بالکل اب طے ہی ہو گیا۔ اور اِنْ شَآءَ اللہ بھی نہیں کہتے۔ اِشتہار چھاپتے ہیں اُس میں بھی نہیں لکھتے کہ: فلاں تاریخ کو جلسہ ہوگا اِنْ شَآءَ اللہ۔ چوں کہ اپنے پروگرام پر ایسا اطمینان ہوتا ہے کہ اللہ کی طرف توجہ ہی نہیں ہوتی اِسی لیے ناکامی ہوتی ہے۔ حکم تو دیا گیا ہے: وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَاْیۡءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ۔۔۔ الآیۃ (سُوْرَۃُ الْکَھْف: ۲۳، ۲۴) کہ کسی کام کے متعلّق یہ نہ کہو کہ: میں اِس کو کل کروں گا مگر یہ کہ "اِنْ شَآءَ اللہ" ضرور کہہ لو۔ ہر ہونے والے کام کے ساتھ "اِنْ شَآءَ اللہ" ضرور کہنا چاہیے۔ اب یہ سنّت مردہ ہو رہی ہے۔ "اِنْ شَآءَ اللہ" کہنے کا

رواج ہی ختم ہو رہا ہے رَسمی طور پر بعض مواقع میں اِس کا ذکر کر دیا جاتا ہے عام طور پر نہیں کرتے۔ گویا اپنے اِرادہ اور فیصلہ پر پورا اِطمینان ہے کہ ہو ہی جائے گا۔ اِشتہار وغیرہ چھاپتے ہیں اُس میں "اِنْ شَآءَ اللّٰہ" نہیں لکھتے۔ آپ لوگ جائیے اِس سنّت کو زندہ کریئے۔ اُن صاحب نے فرمایا کہ: "اِنْ شَآءَ اللّٰہ" جارہا ہوں اور "اِنْ شَآءَ اللّٰہ" اِشتہار چھپواؤں گا تو اُس میں "اِنْ شَآءَ اللّٰہ" لکھوادوں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ: یہ بھی نہیں کہ ہر موقع پر "اِنْ شَآءَ اللّٰہ" کہا جائے جو اِس کا موقع ہو یعنی آئندہ جو نیک کام کرنا ہو اُسی کے لیے کہا جائے کہ: "اِنْ شَآءَ اللّٰہ" ایسا کروں گا۔

جلسہ کی تاریخ دینے میں مختلف پہلوؤں کی رِعایت

"سہارنپور" علاقہ سے ایک مدرسہ کے ناظم صاحب "سنگِ بنیاد" کے لیے جلسہ کی تاریخ لینے آئے، اِس سے قبل بھی آچکے تھے کچھ عوارض کی بناء پر تاریخ نہ مل سکی تھی۔ اِس مرتبہ اُن صاحب نے قدرے اِصرار سے کام لیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جلسہ کے لیے اِس قدر اِصرار کرتے ہیں۔ اُن صاحب نے عرض کیا کہ: حضرت! دو سال ہو چکے اب تک تاریخ ٹل رہی ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر فرمایا کہ: ایک سال بعد تاریخ ملے گی۔ اُن صاحب نے عرض کیا کہ: حضرت! میری موت کا کوئی بھروسہ نہیں۔ فرمایا: کام کرنے والا موت وغیرہ نہیں دیکھتا وہ تو اپنے کام میں لگا رہتا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس قدر تاخیر ہو جائے بہتر ہے کیوں کہ "سہارنپور" کے بعض دوسرے اَحباب نے جلسہ کی تاریخ چاہی تھی، فون بھی آئے تھے اُن سے میں نے عذر کر دیا تھا۔ اب اُن کا جلسہ وغیرہ سب ہو جائے اُس کے بعد مناسب ہے، اُسی وقت سب کے یہاں حاضری ہو جائے گی۔ الغرض تاریخ مقرر ہو گئی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: جلسہ تو کر رہے ہو ہر چیز اپنی حد پر ہونی چاہیے۔ اِشتہار میں "سنگِ بنیاد" کا نام نہ ہو۔ میں مقرر تو ہوں نہیں دوسرے مقررین کو بھی بلا لیجیے گا۔ میں بھی کچھ کہہ دوں گا دوسرے لوگ ہوں گے تو لوگوں کو زیادہ فائدہ ہو جائے گا۔

جلسہ میں شرکت کے لیے بزرگوں سے اِصرار نہیں کرنا چاہیے

ایک صاحب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اپنے مدرسہ کے جلسہ کی تاریخ کے لیے آئے اور عرض کیا کہ: حضرت! مولانا علی میاں صاحب کو بھی دعوت دینے کا اِرادہ ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے



فرمایا: پہلے اُن سے تاریخ لے لیجیے بعد میں مجھ کو مطلع کر دیجیے گا۔ موقع ہوگا تو میں بھی حاضر ہو جاؤں گا لیکن پہلے تاریخ حضرت مولانا ہی سے لے لیجیے اور اپنی طرف سے تاریخ کے لیے اُن سے اِصرار نہ فرمائیے گا اور زیادہ بلانے پر بھی زُور نہ دیجیے گا۔

بزرگوں سے کسی بات پر اِصرار نہیں کرنا چاہیے۔ اگر کوئی بادلِ ناخواستہ آ بھی جائے تو ایسے آنے سے کیا فائدہ؟ کوئی خوشی وانشراحِ قلب کے ساتھ آئے تو وہ آنا مفید ہوتا ہے۔ میں نے کبھی اپنے بڑوں سے کسی معاملہ میں اِصرار نہیں کیا۔ حضرت مولانا محمد اَحمد پرتاب گڑھی (رحمۃ اللہ علیہ) سے آٹھ دس سال سے یہاں آنے کا تذکرہ ہوتا ہے۔ ہر مرتبہ آنے کے لیے فرماتے ہیں لیکن خود میں نے کبھی اِصرار نہیں کیا۔ اُن کے اور سفر ہوتے ہیں اِدھر کے بھی سفر ہوئے ہیں۔ یہاں لانا آسان تھا پھر بھی میں نے اِصرار نہیں کیا بل کہ ہر مرتبہ یہی عرض کیا کہ: جب حضرت فرمائیں اور جب حضرت کو آرام ہو، جس میں حضرت کو سہولت ہو۔ شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے کبھی "ہتھورا" آنے کے لیے اِصرار نہیں کیا وہ خود فرماتے تھے کہ: تمہارے یہاں چلوں گا مگر تشریف نہ لا سکے۔ البتہ ایک مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ: حضرت رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہیں اور کمرہ ۱۳ میں قیام ہے لوگ بھیڑ لگائے ہیں۔

حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کے بعض خواب

ایک مرتبہ شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا تھا کہ: یہاں تشریف لائے ہیں اور مطبخ کی طرف کے حجروں میں قیام ہے اور کافی لوگ جمع ہیں شروع شروع میں جب مدرسہ کی اِبتداء ہوئی تھی اُس وقت حکیم الامّت حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا تھا کہ: میں جنگل میں ہوں، گھنا جنگل ہے، اُونچے اُونچے پہاڑ ہیں، چاروں طرف درخت ہیں جانے کا کوئی راستہ نہیں اُوپر نگاہ اُٹھاؤں تو پہاڑ، نیچے نگاہ کروں تو پانی ہی پانی کوئی راستہ نظر نہیں آیا تو میں ہمت کر کے کپڑے سمیٹ کر دریا میں کود پڑا اور تیرنا شروع کیا تیرتے تیرتے جب تھک گیا تو دیکھا سامنے سے حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پالتی مارے تیرتے ہوئے چلے آ رہے ہیں جب قریب آئے تو مجھے اُٹھا لیا اور سینہ سے لگا لیا۔

دِینی کام کرنے والوں کو ضروری ہدایت اور اہم نصیحت

فرمایا: دِینی کام کرنے والوں کو چاہیے کہ: خلوص کے ساتھ اللہ کی رضا کے واسطے کام کرتے رہیں۔ یہ نہ دیکھیں کہ: ہماری محنت و کاوش کا کچھ اَثر ہوا یا نہیں؟ اور لوگ آتے ہیں یا نہیں؟ ظاہری اَسباب اور ثمرات پر نظر نہ رکھے کہ: صاحب اِتنے دن سے کام میں لگا ہوں۔ کوشش کرتے کرتے تھک گیا کوئی اُمید نظر نہیں آتی، اب تک ایک کمرہ بھی نہیں بن سکا۔ ہم کو تو کام کرتے رہنا چاہیے اور اللہ کی رَضا کے واسطے کام کرنا چاہیے۔ چاہے ایک آدمی بھی بات نہ مانے اِس میں ہمارا کیا نقصان؟ ہمارا جو کام ہے کرتے رہیں ثمرات مُرتَّب کرنا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ کسی کو ہدایت دینا ہمارے قبضہ میں نہیں۔ اگر آدمی یہ سُوچ کر کام کرے گا تب تو کام کر سکے گا، ہمّت نہ ہارے گا اور اگر ثمرات پر نظر رکھ کر کام کرے گا کہ کیا کروں کچھ نتیجہ ہی مُرتَّب نہیں ہوتا؟ تو تھک کر بیٹھ جائے گا اور ہمّت پَست پڑ جائیگی اور کتنے ہیں جو تھک کے بیٹھ گئے ہیں اور شیطان نے اُن کو یہ سمجھایا کہ: جب کام کرنے سے کچھ فائدہ نہیں تو کیوں محنت کریں؟ ارے! ہم کو تو اللہ کی رضا کے واسطے کام کرنا چاہیے خواہ ایک آدمی بھی نہ آئے اور کوئی بھی ہماری بات نہ سنے۔

جلسہ مقصود نہیں اللہ تعالیٰ کی رَضا مقصود ہے

حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ نگرانی بہت سے مکاتب و مدارس قائم تھے، مدرسہ کے ذمہ دار حضرات حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے مشورے لیتے رہتے تھے، کارگزاری سناتے تھے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ رہنمائی فرماتے تھے۔

"باندہ" کے قریب ایک مدرسہ بڑی کوششوں کے بعد ایسی بستی میں قائم ہوا جہاں اہلِ بدعت کا غلبہ تھا۔ اہلِ مدرسہ نے مدرسہ کا ایک جلسہ کرنا چاہا حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ نے جلسہ کی تاریخ دے دی۔ جلسہ کی تشہیر بھی ہوگئی لیکن جلسہ کے ایک رُوز قبل اہلِ بدعت نے اپنے جلسہ کا اعلان کر دیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اِس کا علم ہوا اور اِتفاق سے اِہلِ مدرسہ بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے فرمایا کہ: اب جلسہ مناسب نہیں ہے صرف ایک ہی دن کا فاصلہ ہے اگر ایک ہفتہ کا بھی فاصلہ ہوتا تو بات چل جاتی۔ بالکل مقابلہ کی شکل ہو

جائے گی اور بجائے نفع کے نقصان ہوگا۔ اُن کی ضد اور بڑھ جائے گی اِس کے مقابلے میں وہ پھر جلسہ کریں گے اِس لیے اِس وقت خاموشی مناسب ہے۔ ہم کو جلسہ دکھانے کے لیے تو کرنا نہیں اللہ تعالیٰ کی رَضا مقصود ہے۔ جلسہ کرنے میں اللہ راضی ہو تو جلسہ کرنا چاہیے نہ کرنے میں مصلحت ہو تو نہیں کرنا چاہیے۔ اِس وقت جلسہ کرنے میں خطرہ ہے، فتنہ کا اَندیشہ ہے، سُوئے ہوئے فتنہ کو جگانا ہے۔ اپنا کام خاموشی سے کرتے رہو اور مدرسہ کو مضبوط کرو، زمین خرید کر تعمیری کام کرو، جلسہ کے چکر میں پڑ کر پیسے بَرباد نہ کرو۔ اگر جلسہ کرو گے بھی تو وہ لوگ تو لفاظی، بے سند باتیں دکھلاوے کے لیے کرتے ہیں، ہم لوگوں کی سیدھی سادی باتیں ہوتی ہیں کہاں تک مقابلہ کرو گے؟ اِس سے بہتر ہے کہ: اِس وقت جلسہ کو موقوف کرو، مقصد تو کام ہے کام کی شہرت مقصود نہیں ہے۔

اُن حضرات نے دوسرے حضرات سے کہا کہ: اِس طرح ہم لوگ کب تک دبتے رہیں گے؟ اگر ہم جلسہ نہ بھی کریں تو ایسا تو نہیں ہے کہ اُن کے آدمی ہمارے لوگوں میں شامل ہو جائیں وہ تو مخالف ہیں ہی؟!! ہم کو مقابلہ کرنا مقصود نہیں ہم تو اپنا جلسہ کر رہے ہیں اور ہماری تاریخ پہلے سے طے تھی۔ اِس سے پہلے جلسہ کی تاریخ طے ہوئی تھی وہ ملتوی ہوئی اُس میں بدنامی ہوئی تھی۔ اب پھر نہ کریں گے تو کتنی بدنامی ہوگی؟ اِشتہار بھی چھپ گئے ہیں، لوگوں کو دعوت نامے تقسیم کر دیئے گئے ہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بالواسطہ ایک ذمہ دار سے ناگواری کے ساتھ فرمایا: اِن لوگوں میں اِطاعت کا، بات ماننے کا جذبہ نہیں۔ جو جی میں آتا ہے وہی کرنا چاہتے ہیں۔ مَن مانی کرتے ہیں، اِن ہی کی بات نہیں پورے علاقہ کا یہی حال ہے۔ اگر بات ماننے کا جذبہ ہوتا تو مدرسہ کہیں سے کہیں ترقی کر گیا ہوتا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو بلا کر فرمایا کہ: آپ لوگوں کو جلسہ کرنا ہی ہے تو کریئے لیکن میں نہ آسکوں گا، آپ لوگ کسی کی بات تو مانتے نہیں۔ اُس کے بعد اُن کی بھی سمجھ میں آ گیا اور وہ بھی رَضا مند ہو گئے کہ جلسہ نہ کیا جائے آئندہ کسی موقع سے کیا جائے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ: اہلِ بدعت شر پر آمادہ تھے، جلسہ کرنے میں واقعی بڑے خطرات کا اَندیشہ تھا۔

رَسمی جلسوں اور تقریروں سے فائدہ نہ ہونے کی وجہ

ایک صاحب نے عرض کیا کہ: حضرت اِتنے جلسے ہوتے ہیں، تقریریں ہوتی ہیں لیکن

لوگوں میں اِس کا اَثر کیوں نہیں ہوتا؟ اِس وجہ سے کہ: کہنے والوں اور تقریر کرنے والوں میں خلوص نہیں ہوتا؟ فرمایا کہ: ہاں! یہ وجہ بھی ہے کہ: جب مقررین خود عامل نہ ہوں گے تو بے عملوں کی بات میں کیا اَثر ہوگا؟

لیکن زیادہ تر بات یہ ہوتی ہے کہ: خود سامعین کی بھی اِس میں کوتاہی ہوتی ہے کیوں کہ اَثر تو سننے والوں کی طلب وشوق اور اِخلاص کے مطابق ہوتا ہے۔ وہ اِس نیت سے سنتے ہی نہیں کہ: سننے کے بعد عمل کرنا ہے، بس! رَسمی طور پر سُن لیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ: اِس کا کیا اَثر ہوگا؟ حضور ﷺ بھی وَعظ وتبلیغ فرمایا کرتے تھے لیکن جس کے اَندر جیسی صلاحیت اور طلب ہوتی تھی اُس اِعتبار سے اَثر ہوتا تھا۔ ابوجہل نے تو بات کو مانا ہی نہیں کیوں کہ اُس کے اَندر طلب نہ تھی اور عمل کی نیت سے اُس نے سنا ہی نہ تھا حال آں کہ اِنہیں باتوں کو سُن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہیں سے کہیں پہنچ گئے۔

"دورۂ حدیث شریف" اور "ختمِ بخاری شریف"

فرمایا: بعض مدرسوں میں جہاں "دورۂ حدیث" کی تعلیم ہوتی ہے آخر سال ہوگیا لیکن ابھی "ابوداوٗد شریف" کے صرف چند صفحات ہوئے ہیں۔ "مسلم شریف جلد اوّل" کے بھی چند صفحات ہوئے ہیں۔ معلوم نہیں کرتے کیا رہتے ہیں؟ لمبی چوڑی تقریروں میں پورا سال گزار دیتے ہیں، لیکن آخر کتنی تقریر کرتے ہوں گے؟ اور آخر سال میں بُری طرح دُوڑائیں گے۔ "موَطا اِمام مالک" تو شروع ہی نہیں ہوتی، کہیں ہوتی بھی ہے تو چند صفحات۔ "طحاوی شریف" کا بعض مدرسوں میں لڑکے نام ہی نہیں جانتے۔ اللہ کا شکر ہے! یہاں کتابیں پوری ہو جاتی ہیں، "بخاری شریف" کا تقریباً پورا ترجمہ بھی کرادیا جاتا ہے۔ بعض مقامات اِتنے سخت ہوتے ہیں کہ: اگر اُن کا ترجمہ نہ کیا جائے طلباء اُس کو سمجھ نہیں سکتے، محض تقریر کرنے سے کچھ فائدہ نہیں "متنِ حدیث اور عبارت" بھی حل کرنی چاہیے، حدیث کا ترجمہ کرنا چاہیے۔

بعض مدارس کا حال معلوم ہو کر بہت اَفسوس ہوتا ہے کہ: تعلیم کا تو یہ حال ہے اِستعداد بالکل چوپٹ اور "جلسہ دستار بندی اور ختمِ بخاری شریف" کی اِتنی شہرت۔ یہ اَچھی "ختمِ بخاری شریف" کی ہوا چلی ہے جس کو دیکھو! "ختمِ بخاری شریف" کرا رہا ہے۔ اِس کو بہت زیادہ اِہمیت دی جانے لگی ہے۔

"ختمِ قرآن" میں اِتنا اِہتمام کیوں نہیں ہوتا؟ اُس میں اِس طرح جلسہ کیوں نہیں کرتے؟ بس! ایک ہوا ہے چل پڑی، دیکھا دیکھی سب لوگ کرنے لگے، ہمارے اَکابر کے یہاں اِس کا اِتنا اِہتمام نہ تھا۔

بڑے اِداروں کی ذمہ داری

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اَصل میں یہ سب چیزیں اُوپر سے چلی آرہی ہیں۔ شروع سال میں تقریر زیادہ ہونا، آخر سال میں دُوڑانا طلباء خواہ سمجھیں یا نہ سمجھیں اور کتاب کی مقدار خواہ کتنی ہی کم ہو۔ یہ سب بڑے اِداروں کی ذمہ داری ہے، اُن کی دیکھا دیکھی سب لوگ عمل کرتے ہیں کیوں کہ جب لوگوں سے کہا جاتا ہے تو وہ یہی کہتے ہیں کہ: ہم کو بھی اِتنی ہی پڑھائی گئی تھی، فلاں مدرسہ میں اِتنی ہی ہوتی ہے۔ اگر بڑے اِداروں ہی میں کتابیں سب پوری ہوتیں تو یہ نوبت نہ آتی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "دارالعلوم دیوبند" مہتمم صاحب کے نام میں خط لکھوں گا۔ مدرسہ کی تعطیل میں بھی چھوٹے مدرسے والے بڑوں کی تقلید کرتے ہیں۔ اِس لحاظ سے بڑے اِداروں پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

کتابیں اِمتحان کے وقت سے کافی پہلے ختم کر دینی چاہئیں

اللہ کا شکر ہے کہ! ہمارے یہاں کتابیں سب پوری ہوتی ہیں۔ "مؤطا اِمام مالک" بھی اَچھی مقدار میں ہوتی ہے اور ساری کتابیں اِمتحان سے تقریباً ایک ماہ پہلے ختم ہو جاتی ہیں تا کہ طلباء کو اَچھی طرح تیاری کرنے کا موقع مل جائے، طلباء خوب محنت کر لیں۔ لیکن بعض طلباء ایک اور غلطی کرنے لگے ہیں۔ وہ یہ سُوچتے ہیں کہ: کتابیں تو ختم ہی ہو گئی ہیں اِمتحان سے پہلے ہی گھر جانا شروع کر دیتے ہیں اِس میں اُنہیں لوگوں کا نقصان ہے۔ اُن کے رہنے سے میرا یا مدرسہ کا کیا فائدہ؟ اُنہیں کا فائدہ تھا، جانے سے اُنہیں کا نقصان ہوگا۔ یہ مدرسہ کے ساتھ خیانت نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ اُستادوں کے ساتھ بے وفائی نہیں تو اور کیا ہے؟ سال بھر مدرسہ کا کھایا اور اِمتحان سے پہلے چل دیئے ایسے لوگ جہاں جائیں گے فساد کریں گے۔ جو مدرسہ میں خیانت کرے گا ماں باپ سے بھی خیانت کرے گا، وہاں بھی بے وفائی کرے گا اور جلدی ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کوئی سزا دے گا۔

"ختمِ بخاری شریف" اور "سنگِ بنیاد" کو اِتنی اِہمیت نہ دیجیے
نئی کتاب کا رَسمِ اِجراء

"حیدرآباد" سے ایک ذِی اِستعداد عالم صاحب تشریف لائے اور اپنے وطن کے لیے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت دی کہ: حضرتِ والا ضرور تشریف لائیں مدرسہ کا جلسہ بھی ہوگا اور اُسی موقع پر اَحقر اپنی سیرت کی کتاب کا رَسمِ اِجراء بھی کرنا چاہتا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں اُس کا اِجراء ہو جائے گا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اِس کام کے لیے مجھ کو نہ بلایئے۔ آپ کے مدرسہ میں آجاؤں گا، دعا کر دوں گا لیکن رَسم اِجراء مجھ سے نہ کرایئے۔ غیر شعوری طور پر ہمارے حلقہ میں یہ سب چیزیں داخل ہوتی جارہی ہیں، ہر چیز میں شہرت، ریا، دکھلاوا، کوئی کام تو خلوص سے اللہ کے واسطے ہو۔ "سنگِ بنیاد، اِفتاحِ بخاری شریف، تقریب ختمِ بخاری شریف"، اِن سب کا بہت رواج ہوتا چلا جارہا ہے اِن سب کو ختم کیجیے، اَکابر کے نہج پر آپ بھی کام کیجیے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ: یہ ناجائز اور حرام ہے۔ "سنگِ بنیاد" کا اَحادیث سے ثبوت ہے لیکن اِس وقت جو صورتِ حال ہوگئی ہے اِس میں مقصود سوائے شہرت اور نمود کے کچھ نہیں ہوتا۔ "ختمِ بخاری شریف" کے لیے اِشتہار چھپتے ہیں، خصوصی دعوت نامے بھیجے جاتے ہیں۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ: "دار العلوم دیوبند" والوں نے یہ طے کر دیا کہ: "ختمِ بخاری شریف" کا اب اِہتمام نہ ہوگا، اِس کے لیے اِشتہار نہ چھپیں گے۔ وقت پر جو لوگ ہوں گے بغیر کسی اِہتمام کے دعا میں شریک ہو جائیں گے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ: "ختمِ بخاری شریف" کو اِتنی اِہمیت کیوں دی جارہی ہے؟ کیا "ختمِ بخاری شریف" کے بعد دعا قبول ہوتی ہے اور "ختمِ قرآن" کے بعد دعا قبول نہیں ہوتی؟ "ختمِ قرآن" کے بعد دعا کا قبول ہونا تو حدیث میں آیا ہے پھر "ختمِ قرآن" کا تو اِتنا اِہتمام نہیں اور "ختمِ بخاری شریف" کا اِتنا اِہتمام کہ اُس میں شرکت کے لیے دُور دَراز سے سفر کر کے آتے ہیں۔ اُن صاحب نے کہا کہ: حضرت! یہ نہ کروں گا آپ صرف آکر دعا کر دیجیے گا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اِتنے اِہتمام سے دعا کرانا یہ بھی رَسم ہے، دعا یہاں سے بھی ہو سکتی ہے۔ مجھے آنے سے اِنکار نہیں آؤں گا لیکن ہر چیز اپنی حد پر رہنی چاہیے، اللہ کی نُصرت کسی کی ذات کے ساتھ خاص نہیں اُس کی نُصرت اَعمال کے ساتھ ہوتی ہے، اَعمال اَچھے ہوں گے اللہ کی نُصرت ہوگی۔

سب سے بڑھ کر نصیحت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہے

کچھ لوگ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: حضرت! ہم لوگوں کو کچھ نصیحت کر دیجیے یہ حضرات پڑھے لکھے لوگ تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نصیحت سے بڑھ کر کس کی نصیحت ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نصیحتیں کافی ہیں۔ جتنی حدیثیں ہیں یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نصیحت ہی تو ہیں اِن پر عمل کرو اِس کے بعد پھر کسی نصیحت کی ضرورت نہیں؟

"سنگِ بنیاد" اور "ختمِ بخاری شریف" کا اِس درجہ اِہتمام قابلِ اِصلاح ہے

فرمایا: لوگوں نے بہت سی چیزوں کو خواہ مخواہ بہت اِہمیت دے رکھی ہے حال آں کہ اُن کی اِتنی اِہمیت نہیں ہے۔ اُنہیں میں سے ایک کام "ختمِ بخاری شریف" بھی ہے۔ آج کل اِس کا اِتنا اِہتمام ہوتا ہے کہ: یہ اِعلان کر کے لوگوں کو بلایا جاتا ہے کہ فلاں جگہ فلاں شیخ آرہے ہیں وہ ختم کرائیں گے۔

اِسی طرح مدرسہ کا "سنگِ بنیاد" رکھنے کا بھی مسئلہ ہے کہ: اُس کو بھی لوگوں نے حد سے آگے بڑھا دیا ہے۔ اِس کو اِتنی اِہمیت دے دی کہ: اِس کی وجہ سے کام کو رُوکے رہتے ہیں۔ ارے! اِس میں کون سی ایسی بات ہے؟ آدمی کو کام کرنا ہے اللہ کے واسطے کام شروع کر دے، کوئی آئے یا نہ آئے اللہ تعالیٰ دیکھنے والا ہے۔ اگر خلوص ہوگا تو سب کچھ ہو جائے گا۔ میں تو ایسا ہی کرتا ہوں، نہ کسی کو بلانے کا اِہتمام کیا، نہ اِنتظار کیا، جتنے لوگ موجود ہیں بس اُن ہی لوگوں کو جمع کر کے بنیاد رکھ دی گئی اور دعا ہو گئی۔ یہ تو غلط طریقہ ہے کہ: خواہ مخواہ اِس کی وجہ سے کام ہی رُوکے رہیں کہ: جب فلاں صاحب آئیں گے وہ "سنگِ بنیاد" رکھیں گے۔ آپ لوگ کام شروع کر دیجیے میں دعا ابھی سے کر رہا ہوں، غائبانہ دعا ویسے بھی زیادہ قبول ہوتی ہے اور جب میں آؤں گا پھر دعا کر دوں گا لیکن اِس کی وجہ سے کام نہ رُوکیے، کام جلدی شروع کر دیجیے۔ (۲۵ محرم ۱۴۰۶ھ)

"اِفتتاحِ بخاری شریف" کی دعوت پر حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کا اِہم مکتوب

عرضِ حال: ایک بڑے مدرسہ کے ناظم صاحب نے "بخاری شریف" کے اِفتتاح کے لیے حضرت رحمۃ اللہ علیہ

کو اپنے مدرسہ میں آنے کی دعوت دی اور بڑے اِصرار کے ساتھ خط تحریر فرمایا۔ لکھا کہ:
حضرت سے گزارش ہے کہ صرف چند منٹ کا وقت عنایت فرما کر "بخاری شریف" کا اِفتتاح فرمادیں۔

ارشاد:
حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے جواب تحریر فرمایا:
از مدرسہ جامعہ عربیہ ہتھورا، ضلع باندہ
مکرم بندہ زِیدَ کَرَمُکُم
اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ!
خدا کرے مزاج بعافیت ہو، آج لفافہ ملا۔ مدرسہ میں حاضری میری سعادت ہے اگر موقع نکل سکے تو اَحقر کی ایک خواہش پوری ہو جائے گی۔ اِس کے بعد گزارش ہے کہ: اَحقر سے کچھ بیان کرا لیجیے۔ "بخاری شریف" کا اِفتتاح نہ کرائیے اِس کی اِہلیت نہیں۔ "بخاری شریف" آج تک پڑھائی نہیں۔ کہیں اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَھْلِہٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَۃَ۔ (صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من سئل علما وھو مشتغل فی حدیثہ، ج ۱، ص ۱۴، طبع یادگار شیخ، کراچی) کا مصداق نہ ہو۔ نیز اَحقر کا ایک مزاج ہے کہ: "بخاری شریف" کا اِفتتاح اور اِختتام اُسی شخص سے ہونا چاہیے جو اُس وقت مدرسہ میں "بخاری شریف" پڑھائے، اُس مدرسہ کے کسی دوسرے مدرّس سے بھی یہ کام نہیں کرانا چاہیے چہ جائے کہ کسی دوسرے مدرسہ کے مدرّس سے یہ کام لیا جائے؟
اِس سے طلباء پر فطری طور پر یہ بات ذہن میں پیدا ہو گی کہ معلوم ہوتا ہے کہ: یہ شخص جو "اِفتتاح یا ختم" کرا رہا ہے ہمارے اُستاذ سے اَفضل ہے اور یہ خطرہ دل میں پیدا ہو جانا طالبِ علم کے لیے محرومی کا سبب ہو سکتا ہے۔
یہ ضروری نہیں کہ! اِس خیال سے دوسرے بھی متفق ہوں۔ وَلِلنَّاسِ فِیْمَا یَعْشِقُوْنَ مَذَاھِبُ۔
اب آپ بتائیں! جس پر اِس خیال کا غلبہ ہو دیانتاً وہ اِس کام کو کیسے کر سکتا ہے؟ یہ اِس لیے عرض کر دیا کہ: وہاں اِس کام کے لیے اَحقر سے اِصرار نہ کیا جائے بل کہ اس سلسلہ میں کوئی گفتگو نہ ہو۔

طالبِ دعا
اَحقر صدیق اَحمد

خط لکھنے کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: خواہ مخواہ لوگوں نے "اِفتاحِ بخاری" یا "ختمِ بخاری" کو اہمیت دے رکھی ہے اور اب اِس کا بہت رواج ہو گیا ہے۔ ہمارے اَکابر کے یہاں یہ چیز نہیں تھی اور اب تو اِس کا بہت اِہتمام ہوتا ہے، محض اِس کے لیے اِشتہار چھپتے ہیں۔ یہ چیزیں میرے دل میں شروع سے کھٹکتی ہیں کہ: اِس کا اِتنا اِہتمام کیوں ہوتا ہے؟ محض رواج ہو جانے سے کوئی چیز سنّت تو بن نہیں جائے گی؟!! ایک صاحب نے کہا کہ: لوگ آپ کو برکت و دعا کے لیے بلاتے ہیں اَصل مقصود یہی ہوتا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہاں! دعا کر دوں گا اِس سے کہاں اِنکار ہے؟ لیکن اِس کے لیے اِس اِہتمام کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اور کیا دعا "ختمِ بخاری شریف" کے بعد قبول ہوتی ہے "ختمِ قرآن" کے بعد نہیں ہوتی؟ "ختمِ قرآن" کے بعد دعا کیوں نہیں کرتے؟ کیا "بخاری شریف" کا درجہ قرآن سے بھی بڑھ گیا ہے؟

"ختمِ بخاری شریف" کے سلسلہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خط

عرضِ حال: ایک مدرسہ سے "ختمِ بخاری شریف" کے جلسہ کے لیے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو خاص طور پر مدعو کیا گیا۔

اِرشاد: حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب تحریر فرمایا:

مکرمی زِیْدَ کَرَمُکُمْ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ!

دعا کر رہا ہوں اللہ پاک جلسہ کو کامیاب فرمائے۔ "ختمِ بخاری شریف" کا اِتنا اِہتمام آپ لوگ کیوں کرتے ہیں؟ ہمارے اَکابر کا یہ دستور نہ تھا۔ اِس پر آپ لوگ غور کریں۔ جو چیز چل پڑے اُس پر عمل سب لوگ کرنے لگیں، یہ کہاں جائز ہے؟ یہ اِہتمام کسی طرح سمجھ میں نہیں آیا۔ (صدیق احمد)

"ختمِ بخاری شریف" کے سلسلہ میں حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کا مکتوبِ گرامی اور حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جواب

بِاسْمِهٖ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی

مکرمی جناب مولانا صدیق احمد صاحب زِیْدَ لُطْفُهُ السَّامِی

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَکَاتُهٗ!

اِس وقت آپ کی خدمت میں دو باتوں کی گزارش کا داعیہ ہوا:

① ایک معاملہ "ختمِ بخاری شریف" کا ہے۔

② دوسرا معاملہ حالاتِ خاصہ یعنی بیماری و مصائب وغیرہ میں "ختمِ بخاری شریف" کرنے اور کرانے کا اِہتمام۔

"ختمِ بخاری شریف" پر دعا کا قبول ہونا اور مشکلات و تکالیف کے موقع پر اِس کے ختم کی برکت سے سکون ملنا اور آسانی کی صورت پیدا ہوجانا یہ صرف اکابر کے مجربات میں سے ہے۔ البتہ "ختمِ قرآن پاک" یا "تلاوتِ قرآن پاک" پر دُعا کا قبول ہونا۔ اُس سے پریشان کن حالات میں تسلی وتشفی کی صورتیں پیدا ہونا اِس پر نہ صرف یہ کہ تجربات شاہد ہیں بل کہ یہ نص سے بھی ثابت ہے۔ اِس لیے اِس کا اِختیار کرنا اہم و مؤکد ہے۔ اب معاملہ یہ ہے کہ: "ختمِ بخاری شریف" پر پہلے سے تاریخ کا تعین اور اُس پر مستزاد یہ ہے کہ: بعض جگہ عمومی و خصوصی دعوت ناموں کے ذریعہ اِس میں شرکت کی دعوت دی جاتی ہے، پھر آنے والوں کے لیے طعام کا بھی اِنتظام کیا جاتا ہے، پھر یہ کہ حالاتِ خاصہ میں اِس کے ختم کا اِہتمام کرنا جو کہ صرف ایک تجرباتی چیز ہے نیز یہ کہ اِس میں نسبتاً دُشواری بھی ہے مشقت بھی ہے۔ اِس کے بالمقابل جو چیز منصوص ہونے کے ساتھ ساتھ سہل و آسان بھی ہے اور سراپا خیر و برکت و رحمت بھی ہے اُس کو چھوڑنا حد سے تجاوز معلوم ہوتا ہے۔ اب نوبت یہاں تک آگئی ہے کہ: اکثر مقامات پر جہاں "بخاری شریف" کا ختم ہوتا ہے وہاں "ختمِ قرآن پاک" کا ذکر بھی نہیں آتا اور نہ ایسے اِجتماع میں ختم کرایا جاتا ہے۔ ایسے معاملات سے غیر منصوص کی منصوص پر ترجیح عملاً لازم آتی ہے اِس طرح کے ختم میں شرکت کے دعوت نامہ

پر حاضری سے معذرت کر دیا کرتا ہوں اور اُس پر نکیر بھی۔ لہٰذا آپ سے دریافت ہے کہ: اَحقر کا یہ خلجان و عمل صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو تائید فرمادیں ورنہ اِس کی اِصلاح کی گزارش ہے۔

والسلام

اَبرارالحق

۲۳ رجب ۱۴۱۷ھ/ ۵ دسمبر ۱۹۹۶ء

اِرشاد: حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے جواب تحریر فرمایا:

بِاسْمِهٖ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی

مخدومی حضرتِ اَقدس دامت برکاتہم

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُه!

چند سالوں سے "ختم بخاری شریف" کے سلسلہ میں جو غُلو ہو رہا ہے اُس کے بارے میں حضرتِ والا نے جو تحریر فرمایا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ حضرت کی توجہ کی برکت سے اِہلِ مدارس سے اِس میں گفتگو ہوتی رہتی ہے۔ مرکزی مدارس کو اپنی ذمہ داری کا اِحساس ہونا چاہیے، وہاں جو چیز ہوتی ہے مدارس میں بھی شروع ہو جاتی ہے۔

اَحقر صدیق اَحمد

خادم مدرسہ عربیہ ہتھورا، باندہ

۵/ شعبان ۱۴۱۷ھ

مقامی علماء کی قدردانی اور اُن سے رابطہ قائم کرنے کی ضرورت

فرمایا: مقامی علماء کی لوگ قدر نہیں کرتے۔ "گھر کی مرغی دال برابر"۔ میں نے ایک مرتبہ "کانپور" میں پورا وعظ اِسی پر کہا تھا کہ: آپ کے "کانپور" میں اِتنے علماء فضلاء موجود ہیں کہ پورے "کانپور" میں چھا جائیں لیکن اُن کو تو آپ لوگ بلاتے نہیں، اُن کی قدر نہیں کرتے، باہر سے لوگوں کو بلاتے ہیں۔ اور دوسرے شہر کے علماء کو چاہیے کہ: وہ جہاں کہیں بھی جائیں اِس بات کی کوشش کریں کہ ہر علاقہ کے لوگ اپنے ہی علماء سے منسلک اور اُنہیں سے وابستہ رہیں، اِس میں

اُن کا فائدہ ہے۔ بڑا سے بڑا ڈاکٹر ہو اور سال میں صرف ایک دُو مرتبہ آتا ہو اُس کے علاج سے اِتنا فائدہ نہ ہوگا جتنا مقامی ڈاکٹر کے علاج سے فائدہ ہوگا کیوں کہ وہ دیکھ بھال کرے گا اور باہر سے آنے والے ڈاکٹر کو کیا معلوم کہ کیسے حالات ہیں؟ یہی حال مقامی علماء کا ہے کہ: وہ اپنے علاقہ کے ماحول اور لوگوں کے مزاج سے زیادہ واقف ہوتے ہیں۔ وہ بہتر سمجھتے ہیں کہ: ایسے ماحول میں رِہ کر کس طرح کام کرنا ہے؟ بعض مرتبہ دوسرے علاقہ کے لوگ آتے ہیں اور تقریر کر کے چلے جاتے ہیں، بنی بنائی فَضاء خراب کر دیتے ہیں۔ باہر کے علماء کو چاہیے کہ: اگر کوئی آدمی اُن سے کچھ پوچھے بھی تو مقامی علماء کے حوالہ کر دیں اور اُنہیں کے مشورہ سے کام کریں، اِس میں بڑی مصلحتیں ہیں۔ حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی معمول تھا۔

جلسہ کی تاریخ

اکتوبر کے مہینے میں "بہار" سے ایک مہمان تشریف لائے اور مدرسہ کھولنے کا اُن کا اِرادہ تھا جس کے لیے وہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے تاریخ لینا چاہتے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: میرے لیے سفر کرنا اب بہت مشکل ہے، ڈاکٹروں نے منع کر رکھا ہے ایک دُو سفر بہت ضروری ہیں وہ بھی نہیں ہو سکے۔ "کلکتہ، بمبئ" بھی علاج کے لیے جانا ہے لہٰذا اِدھر تو تاریخ ملنا بہت مشکل ہے۔ حضرت مفتی محمود گنگوہی صاحب بھی آنے والے ہیں اُن کی وجہ سے آج کل سفر بالکل موقوف کر رکھا ہے۔ آپ لوگ خود ہی کام شروع کر دیجیے میں دعا کر رہا ہوں۔ لیکن وہ صاحب نہ مانے اور بہت لجاجت سے اِصرار کیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اِس وقت تو نہیں آسکوں گا البتہ جنوری میں ممکن ہے۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ جب میں وہاں پہنچوں تو اَطراف کے لوگ آ کر یہ کہنے لگیں کہ: تھوڑی دِیر کے لیے میرے یہاں چلے چلیے، تھوڑی دیر کے لیے یہاں بھی۔ اِس سے مجھے بہت اُلجھن ہوتی ہے اور وقت بہت ضائع ہوتا ہے۔ میری حالت آپ یہاں دیکھ ہی رہے ہیں، ابھی کل سفر میں گیا تھا بہ مشکل کسی طرح اِس وقت تک آسکا ہوں، رات بھر نہیں سُویا، ابھی گھر بھی نہیں گیا، گھر میں بچی بیمار ہے، اِس سے پہلے آیا تھا اُس وقت بھی نہیں جا سکا تھا۔ (۲۵ محرم ۱۴۰۶ھ)

جلسۂ قراءت میں قرّا کے اِنعامی مقابلے

فرمایا: آج کل بہت سی جگہ قراءت کے اِنعامی جلسوں کا رواج ہوگیا ہے دُور دُور سے قرّا آتے ہیں، پڑھ کر سناتے ہیں واہ واہی ہوتی ہے، اِنعامات تقسیم ہوتے ہیں، یہ سب رِیا کاری نہیں تو اور کیا ہے؟ اِس میں فخر ومباہات، نمائش ہوتی ہے۔

البتہ دوسری صورت اِسی میں ملتی جلتی ہے وہ دُرست ہے اور وہ یہ کہ: مدارس میں طلباء کا اِمتحان لے کر اِنعامی مقابلہ کرایا جائے، اِس کی وجہ سے لڑکے خوب محنت سے پڑھتے ہیں۔[1]

رہبر کی ضرورت

عرضِ حال: ایک صاحب نے بڑا تفصیلی خط لکھا جس میں تحریر فرمایا کہ: ذکر کی پابندی نہیں ہورہی ہے۔ یہ بھی لکھا کہ: مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ: بغیر شیخ کے کوئی وظیفہ نہیں پڑھنا چاہیے۔ امام ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ قشیریہ کہ صفحہ ۱۹۹ پر لکھا ہے کہ: ہر شخص کسی شیخ سے ادب وتعلیم وتربیت حاصل کرے، اگر اُس کا کوئی شیخ نہیں تو وہ کبھی فلاح نہ پائے گا۔ اُس کا رہبر شیطان ہوگا یعنی اُس کے کہنے پر لگے گا۔ استاذ ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: جو درخت خودرُو ہوتا ہے وہ پتے تو لاتا ہے مگر پھل نہیں لاتا۔ اِسی طرح مُرید کا بھی حال ہے کہ جب اُس کا شیخ نہ ہوگا تو وہ اپنے نفس کا غلام ہوگا۔ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتابوں میں شیخ پر بہت زُور دیتے ہیں۔ براہِ کرم مشورہ دیجیے میں کیا کروں؟ بہت فکر رہتی ہے کہ کسی طرح ذکر کی پابندی ہوجائے۔

اِرشاد: حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب تحریر فرمایا: جو مقولہ آپ نے نقل کیا ہے اُس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بغیر مشورہ کے کوئی عمل کرتا ہے یا کوئی ذکر وغیرہ تجویز کرتا ہے تو اُس کے لیے خطرہ ہے کیوں کہ ہر ایک کا حال دوسرے کے حال سے جُداگانہ ہوتا ہے۔ جو شخص اِس راہ سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ اِس کے لیے کیا مناسب ہے۔

ذکر کے بارے میں آپ نے لکھا ہے کہ: پابندی نہیں ہوتی۔ کیوں پابندی نہیں ہوتی؟ اگر دینی کام میں اِنہماک کی وجہ سے وقت نہیں ملتا اور اِس وجہ سے ناغہ ہوتا ہے تو اِس میں اِنْ شَآءَ اللهُ نقصان نہ ہوگا۔ لیکن ہمیشہ تو ایسا نہیں ہوتا۔ اِس لیے اگر جس وقت ادا کرنے کا معمول ہے اُس وقت میں فُرصت نہ ہو تو جب وقت ملے اُس وقت ادا کرلیا کریں۔

(علمی واصلاحی ملفوظات ومکتوبات، پہلا باب (بیعت اور اُس کے متعلقات)، ص ۴۰۔ ۴۱، طبع مکتبہ دارالعلوم صدیقیہ، کراچی)

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو فتاویٰ محمودیہ، ج ۱، ص ۳۰۰۔

اُنیسواں باب (وَعظ وتقریر کا بیان)

وَعظ وتقریر کی ترغیب اور اُس کا طریقہ

مدرسہ کے ایک مدرّس سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وعظ تقریر کی کوشش کیجیے، کچھ سیکھیے، اِس کی عادت ڈالیے، اپنی جماعت میں اِس کی بڑی کمی ہے، میدان خالی ہے اور جو لوگ ہیں وہ ایسی بدعنوانیوں میں مبتلا ہیں کہ: کل تک جن باتوں پر نکیر کی جاتی تھی وہی ساری باتیں آج ہمارے اَندر پائی جاتی ہیں۔ فجر بعد ایک دُو حدیث سنانے اور مختصر تشریح کرنے کا سلسلہ جو آپ نے قائم کیا ہے وہ بہت مفید ہے اِس سے اِنْ شَآءَ اللہ تقریر بھی آجائے گی اور پھر تقریر آئے یا نہ آئے اِخلاص کے ساتھ ٹوٹے پھوٹے اَلفاظ میں جس طرح بن پڑے کہہ دینا چاہیے، کام کرنا چاہیے۔

علامہ اَنور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا حال

علامہ اَنور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اِتنے بڑے پایہ کے محدث تھے۔ حافظہ اِس قدر قوی تھا کہ: اُس میں اُن کا کوئی ثانی نہیں تھا، علم کا دریا بہاتے تھے لیکن تقریر نہیں آتی تھی۔ "ڈابھیل" کے زمانۂ قیام میں "گجرات" کے علاقہ میں تشریف لے گئے اور عوام میں بیان کرنے کی ضرورت ہوئی تو علاقہ کی بعض مسجدوں میں تشریف لے گئے اور اِعلان کر دیا کہ: بھائی! تھوری دیر ٹھہر جاؤ اَنور شاہ آیا ہے، بیان ہوگا۔ قرآن پاک کی آیت پڑھتے، وُضو کے، نماز کے مسائل اور اَحکام بیان کر دیتے۔ فرماتے: بھائیو! بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی، وضو میں اِتنے فرائض ہیں۔ جو کر سکتے تھے وہی کرتے تھے اللہ تعالیٰ کام کو اور اِخلاص کو دیکھتا ہے، جس کے بس میں جو ہو کرنا چاہیے اور جب آدمی کرتا ہے تو اُس کو تقریر بھی رَفتہ رَفتہ آہی جاتی ہے۔

عالمِ دِین کو تقریر کرنا بہت آسان ہے

حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بڑے صاحبزادے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ: کچھ لکھنے پڑھنے کا مزاج بناؤ، کچھ لکھنے کی مشق کرو۔ حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ میں بہت سی حکایتیں ہیں اُن کو موضوع کے اِعتبار سے جمع کرنا شروع کر دُو۔ کوئی ایک موضوع لے لُو



اور اُس سلسلہ کی جہاں کہیں حکایتیں ملیں سب ایک ساتھ جمع کر دُو۔ اِسی طرح حُقوق سے متعلق جتنی اَحادیث مل جائیں وہ ایک ساتھ لکھ لُو اور تمام حُقوق تفصیل سے لکھ لُو کچھ کام تو کرو۔

کتنی مرتبہ کہا کہ: ہفتہ میں ایک مرتبہ کسی مسجد میں کچھ بیان کر دیا کرو، دَرسِ تفسیر شروع کر دُو۔ صاحبزادہ صاحب نے عرض کیا کہ: شروع ہی سے تقریر نہیں سیکھی سکھائی گئی تو اب کیا کروں؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تقریر سیکھنا کوئی ضروری نہیں ایک عالم کو تقریر کرنا بہت آسان ہے۔ ایک حدیث لے لی اُس کی تشریح کر دی، آیت کی تفسیر بیان کر دی، اِسی طرح رَفتہ رَفتہ تقریر بھی آجاتی ہے۔ میں نے پوری زمانہ طالبِ علمی میں کبھی تقریر نہیں سیکھی، جمعرات کو لوگ تقریر کی مشق کرتے تھے اور میں مغرب سے عشاء تک اور پھر عشاء سے فجر تک کتابیں دیکھتا تھا، ہفتہ بھر میں جتنا سبق ہوتا تھا سب کا تکرار کر لیتا تھا، ہمیشہ کا یہی معمول تھا، جب یہاں آیا ضرورت ہوئی تو کہنا شروع کر دیا، اب کچھ کہہ لیتا ہوں مقرر اب بھی نہیں۔ آدمی کام تو شروع کرے سب آجاتا ہے۔ کوئی کام ہی شروع نہ کرے تو محض آرزوؤں تمناؤں سے کچھ نہیں ہوتا۔

مقررین اور واعظین کے لیے مفید باتیں

حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک صاحب تاریخ کے لیے آئے، تاریخ کی منظوری ہوگئی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو پیشگی کرایہ دینا چاہا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کو لینے سے اِنکار فرمایا اور فرمایا کہ: اگر نہ لگا تو کیا ہوگا؟ ممکن ہے کسی گاڑی سے آنا ہو جائے۔ پیشگی کرایہ میں نہیں لیتا جتنا خرچ ہوگا بعد میں لے لُوں گا اور فرمایا: میرے رَفیقِ سفر جو صاحب ہوں گے اُن سے حساب کر لیجیے گا۔

اِس سلسلہ میں حضرت مولانا شاہ اَبرار الحق ہردُوئی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول بہت اَچھا تھا، صفائی معاملات مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے اَندر بہت تھا، جتنا خرچ ہوتا تھا وہ تو لے لیتے تھے باقی ایک ایک پائی کا حساب کر دیتے تھے۔ سیکنڈ کلاس میں سفر کرتے تھے۔ رِزرویشن (بکنگ) نہیں ملتا تو ضرورت کے وقت فرسٹ کلاس کا بھی سفر کر لیتے تھے اور پہلے ہی صاف صاف کہہ دیتے تھے۔ اِس کے بعد اپنی جماعت کے لوگوں پر اَفسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ: ہماری جماعت کی جو خصوصیت تھی، جو طرۂ اِمتیاز تھا سب ختم ہوتا جا رہا ہے۔ اب صورتِ حال یہ ہو رہی ہے کہ: مقرر صاحب کو کسی جگہ

بلایا گیا، ایک سفر میں کئی پروگرام طے ہوئے اور سب ایک ہی راستہ میں پڑتے ہیں، جہاں جہاں بھی جاتے ہیں ہر جگہ سے پورا پورا کرایہ وصول کرتے ہیں اور کرایہ بھی فرسٹ کلاس کا سفر خواہ تھرڈ کلاس ہی میں کیا ہو۔ گھر میں خواہ کچھ بھی کھاتے ہوں لیکن سفر میں اعلیٰ درجہ کا کھانا ہونا چاہیے۔ کتنی باتیں ایسی ہیں کہ کل تک ہم اُس پر نکیر کرتے تھے اور آج ہم خود اُن میں مبتلا ہیں۔

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا حال

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جن کی طرف نسبت کر کے آج ہم فخر کرتے ہیں، اُن کی زندگی کتنی سادہ تھی؟ کوئی دیکھ کر یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ: یہ عالم ہیں۔ سادہ لباس میں رہتے تھے، پیدل سفر کرتے تھے۔ ایک مرتبہ "آریہ سماج" والوں سے مسلمانوں نے مناظرہ طے کر لیا۔ مولانا کو اُس وقت بخار تھا، پہنچنا ضروری تھا، مسلمانوں کی لاج رکھنی تھی، اُسی بخار کی حالت میں مولانا نے پیدل پندرہ (۱۵) میل کا سفر طے کیا ہے، نہ کھانا، نہ پینا اِسی طرح بھوکے اسٹیج پر پہنچ گئے اور مناظرہ کیا۔ یہ تھے مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جن کی طرف نسبت کر کے آج ہم اپنے کو "قاسمی" کہتے ہیں۔ ذرا ہم کو لاج بھی تو رکھنی چاہیے کہ: ہم جن بزرگوں کی طرف نسبت کرتے ہیں وہ کیسے تھے؟ اور ہم کیسے ہیں؟

مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد صاحب کھیتی کرتے تھے۔ چھٹیوں میں جب مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ گھر جاتے تھے تو گھر سے والد صاحب کے لیے کھانا کھیت لے کر جاتے۔ اُن کے والد صاحب ہل چلاتے اور فرماتے کہ: قاسم! نقصان کیوں ہو؟ تم ہل چلاؤ جب تک میں کھانا کھالوں۔ چناں چہ مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ہل چلاتے تھے۔ پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے متعلّق فرمایا کہ: میرے دادا اور میرے والد صاحب بھی کبھی کبھی ہل چلایا کرتے تھے اور میں نے بھی ہل چلایا ہے۔

بکریاں چَرانا اور پالنا

اِسی درمیان میں ایک صاحب نے پوچھا: حضرت! آپ نے بکریاں بھی چَرائی ہوں گی؟ فرمایا: ہاں! بکریاں بھی چَرائی ہیں۔ ایک صاحب نے پوچھا کہ: بکریاں پالنا سنّت ہے یا چَرانا سنّت ہے؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: چَرانا اور پالنا دونوں سنّت ہیں۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہاتھ سے بکریوں کا دودھ دُوہا کرتے تھے۔ (مسند احمد، مسند البصریین، حدیث رجل من قیس، ج ۳۴، ص ۲۰۶، طبع مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)



اور فرمایا: صرف یہی ایک سنّت تھوڑی ہے کہ سنّت عبادت تو ہے نہیں، سنَنِ عادیہ میں سے ہے اور بھی بہت سے سنّتیں ہیں اُن پر بھی عمل کرلے صرف اسی کے پیچھے نہ پڑ جائے۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ: حدیث میں شریف میں آتا ہے کہ: انبیاء کرام علیہم السلام میں کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس نے بکریاں نہ چَرائی ہوں۔ (صحیح البخاری، کتاب الاجارہ، باب رعی الغنم علی قراریط، ج۱ص۳۰۱، طبع یادگار شیخ، کراچی)

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ: اِس کی کچھ اِہمیت ہے؟ فرمایا: اَصل میں تربیت کے لیے تکوینی طور پر انبیاء کرام علیہم السلام سے بکریاں چَرائی گئیں تا کہ انسانوں کی اِصلاح کرنا آسان ہوجائے اور صبر وضبط کی صفت پیدا ہوجائے کیوں کہ بکری بہت بدعنوانی کرتی ہے، مشکل سے قابو میں آتی ہے، بھاگی بھاگی پھرتی ہے، غصہ آتا ہے، اُس سے صبر کی صفت پیدا ہوتی ہے۔

چھوٹے بچوں کو تقریر سکھانے اور مکالمہ کا اِہتمام

"اَطرافِ باندہ" میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک دیہات تشریف لے گئے جہاں بَرسہابَرس کی کوششوں کے بعد ایک مکتب قائم ہوا۔ مَاشَآءَ اللہ! مکتب کی خاصی عمارت ہے جس میں تعلیم ہوتی ہے بچے بچیاں دِینی تعلیم پاتے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ وہ گاؤں ہے کہ کسی زمانہ میں جہاں کلمہ جاننے والا بھی کوئی نہ تھا محض نام کے مسلمان تھے۔ میں شروع ہی سے یہاں آتا جاتا تھا۔ اُس وقت تو سواری کا بھی کوئی نظم نہ تھا پیدل سفر کرتا تھا۔ اُس وقت مجھے کوئی کھانے کو بھی نہ پوچھتا تھا، خود ہی چنے ساگ وغیرہ کا اِنتظام کر کے کھالیتا اور مسجد میں سُوتا رہتا، برابر آتا جاتا رہا، کوشش کرتا رہا۔ اللہ کا شکر ہے کہ! آج یہاں مدرسہ قائم ہے۔ اِس گاؤں کے کئی لڑکے حافظ اور بعض عالم ہیں ورنہ پہلے تو پورے ضلع "باندہ" میں صرف ۷ یا ۸ حافظ تھے۔ اب تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! کئی سُو کی تعداد میں ہوں گے۔

بعد نمازِ مغرب جلسہ ہوا جس میں چھوٹے بچوں نے قرآن شریف کی تلاوت کی، تقریریں بھی کیں اور مکالمے بھی ہوئے۔ حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے چھوٹے بچوں کی تقریروں اور مکالموں کو بہت پسند فرمایا اور بہت ہی خوش ہوئے۔ اپنے مدرسہ "ہتھورا" آکر مدرسہ کے اَساتذہ سے فرمایا کہ: چھوٹے بچوں کے لیے چھوٹی چھوٹی تقریریں تیار کریئے تاکہ لڑکوں کو یاد کرائی جائیں۔ مکالمہ بھی بہت مفید ہے وہ بھی تیار کیے جائیں۔ اِس کے چند ہی رُوز بعد شہر "باندہ" کے مکتب میں جو مدرسہ "ہتھورا" ہی کی شاخ ہے طلباء کا پروگرام تھا جس میں بچوں کی تقریر، مکالمہ نیز تقسیمِ اِنعامات کا بھی نظم تھا۔ حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے اِہتمام سے وقت فارغ فرما کر اُس جلسہ میں شرکت فرمائی اور خوشی کا اِظہار فرمایا۔

بیسواں باب (تصنیف وتالیف کا بیان)

مصنفین کے لیے ضروری ہدایت
تصنیف وتالیف کا طریقہ

فرمایا: تصنیف وتالیف کا کام بہت مشکل ہے، اُس کے لیے بڑی یکسوئی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اِتنے مہمانوں کے ہجوم میں اگر میں لکھوں تو کس طرح لکھوں؟ تھوڑا بہت اگر وقت مل بھی جائے اُس وقت ذہن تیار نہیں ہوتا، لکھنے کے لیے پہلے ذہن تیار کرنا پڑتا ہے، سُوچنا پڑتا ہے، اِتنی فکروں اُلجھنوں میں پڑ کر کیسے کوئی لکھے؟ اور فرمایا: حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا حال یہ تھا کہ: رات کو سُوتے وقت پنسل کاغذ، ماچس سرہانے رکھتے تھے، رات کو کوئی بات یاد آ گئی اُسی وقت اُٹھ کر چراغ جلا کر لکھتے تھے۔

فرمایا: "سلّم" کی شرح اُس زمانہ میں لکھی تھی جب مہمانوں کی آمد ورَفت کم تھی۔ لوگ مجھے کم جانتے تھے۔ سفر میں کہیں جانا ہوتا تو تمام کتابیں ساتھ لے کر جاتا اور اِسٹیشنوں میں بیٹھ کر اور کبھی ٹرین میں بیٹھ کر لکھتا رہتا، آدھی سے زائد کتاب تو سفر میں لکھی ہے۔ "شرح تہذیب" کی شرح بھی اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! پوری ہوگئی ہے اُس کے اَخیر میں "ضابطہ" کی بحث ہے جو بہت مشکل سمجھی جاتی ہے عموماً لوگ اُس کو پڑھاتے نہیں لیکن جب کتاب کا جُزء ہے میں نے سُوچا کہ اُس کی بھی شرح لکھ دی جائے تو اَچھا ہے۔ اور واقعی بہت مشکل بحث ہے۔ ایک ہفتہ تک تو میں لکھ ہی نہ سکا بس سُوچتا رہا جو بات ذہن میں آتی لکھتا جاتا، برابر اللہ سے دُعا کرتا رہتا، نمازیں پڑھ پڑھ کر دُعا کرتا پھر لکھنا شروع کرتا، وہ کسی طرح پوری ہوگئی اُس کی شرح لکھنے میں مجھے جتنی دشواری پیش آئی اُتنی کسی کتاب کے لکھنے میں پیش نہیں آئی اور جتنی دیر اُس میں لگی، اِتنی دیر بھی کسی اور کتاب میں نہیں لگی۔ اُس کی وجہ یہی تھی کہ: فرصت بہت کم ملی لیکن اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! پوری ہوگئی۔ کسی زمانہ میں ایک صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ: "ضابطہ" کی بحث سمجھ میں نہیں آتی اُس کو حل کر دیجیے، اُس وقت میری عمر تیس سال کی تھی، ساری بحثیں مستحضر تھیں بہت آسانی سے اَچھی طرح لکھ دیا تھا، ایک کاپی اُن کو بھیج دی ایک اپنے پاس محفوظ رکھ لی لیکن وہ ایسی غائب ہوئی کہ تلاش کے بعد بھی نہ ملی۔

طلباء کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ: "شرح سلّم" کے بعض مضامین تو زبانی یاد کرنے اور رَٹنے کے ہیں اُس کو تو زبانی ہی یاد کر ڈالو۔ ایک طالبِ علم نے عرض کیا کہ: بھول جاتا ہوں۔ فرمایا: یاد تو کرلو! بھول جائے تو بھول جانے دُو، بھولتا نہیں دِماغ کے کسی کونہ میں پڑا رہتا ہے جب ضرورت پیش آتی ہے اُس وقت پوری بات یاد آجاتی ہے۔ یاد کرنا بے کار نہیں جاتا۔

فائدہ: اِس سے معلوم ہوا کہ:

① تصنیف وتالیف میں دُعا کو بہت بڑا دخل ہے۔

② دوسرا مصنف کو لکھنے پڑھنے کے لیے خلوت اور یکسوئی کا اِنتظام کرنا بھی ضروری ہے۔

③ تیسرا غور فکر کے بعد جو بات جس وقت یاد آئے اُس وقت لکھنے کا اِہتمام بھی ضروری ہے۔

④ نیز مسودہ کی اَصل یا نقل کی حفاظت بہت ضروری ہے۔ (جامع)

جو اِس دُنیا سے جا چکے ہیں اُن کی مذمت کرنے سے کیا فائدہ؟

ایک صاحب نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک رِسالہ پیش کیا اور عرض کیا کہ: اِس میں فلاں عالم کا مضمون "سَر سیّد اَحمد خان" سے متعلّق بہت اِہم ہے۔ یہ خاص طور سے اُن لوگوں کے لیے لکھا گیا ہے جو بہت زیادہ اُن کی تعریف کرتے ہیں اِس میں اُنہوں نے تاریخی حیثیت سے ثابت کیا ہے کہ: وہ کیسے آدمی تھے؟ اور حکومت سے اُن کا کیا تعلّق تھا؟

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اِس طرح کے مضامین لکھنے سے کیا فائدہ؟ پھر جو لوگ اِس دُنیا سے جا چکے ہیں اُن پر تبصرہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اِس سے کچھ فائدہ تو ہوتا نہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے۔ اُذْكُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی النہی عن سب الموتی، ج ۲، ص ۳۲۹، طبع حسن، لاہور) اپنے مُردوں کی اَچھائیاں اور خوبیاں بیان کرو۔ البتہ اگر کسی کی ذات سے لوگ گمراہ ہو رہے ہوں تو گمراہی سے بچانے کے لیے حقیقت کو واضح کر دینا چاہیے خواہ مخواہ اُس کو مقصود نہیں بنانا چاہیے۔

کیسے مضامین لکھنے چاہئیں؟

فرمایا: اگر کسی کو مضامین ہی لکھنے ہیں تو اِصلاحِ معاشرہ سے متعلّق لکھے۔ اِس کی بہت ضرورت ہے۔

دوسرے اور بھی بہت سے موضوع ہیں، کیا اُن کی ضرورت نہیں؟ فلاں صاحب سے میرا اسلام کہہ دینا اور میری طرف سے کہہ دینا ایسے مضامین نہ لکھا کریں۔ ایسے مضامین لکھا کریں جس سے قوم کی اِصلاح ہو۔

تصنیفی وتالیفی کام کرنے والے حضرات متوجہ ہوں
چند کرنے کے کام
مشائخ دیو بند اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مخصوص شاگرد سے جو تصنیفی وتالیفی کام سے دلچسپی رکھتے تھے فرمایا: بہت سے کام کرنے کے ہیں رات ایک بات ذہن میں آئی وہ بھی ہو جائے تو اچھا ہے۔ وہ یہ کہ: آج کل اِس کا بہت زُور چل رہا ہے کہ: علماءِ دیو بند اور اُن کے اَکابر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں مانتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُن کو محبت نہیں۔ اہلِ باطل اِس کی ہوا دے کر لوگوں کے ذہن خراب کر رہے ہیں۔ ایک اِیسا رِسالہ مُرتَّب کیا جائے جس میں اَکابر علماء دیو بند کا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ تعلّق اور اِس سلسلہ کے واقعات جمع کر دیئے جائیں۔ ایسے واقعات بہت ہیں لیکن منتشر ہیں مطالعہ کر کے پہلے فہرست بنالی جائے حوالے لکھ لیے جائیں بعد میں مُرتَّب کرلیا جائے۔ مثلاً حضرت مولانا رشید اَحمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ منقول ہے کہ: مدینہ پاک کی کھجور لائی گئی فرمایا: اِس کی گٹھلی پھینکنا نہیں اِس کو کوٹ پیس کر اُس کا سَفوف بنا کر رکھیں گے اور کھایا کریں گے اِس میں مدینہ کی ہوا لگ گئی ہے۔ جس کی محبت کا یہ عالم ہو کہ جس چیز کو مدینہ کی ہوا لگی ہو وہ اُس کا اِحترام کرتا ہو کیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کرے گا؟ اِس طرح کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں اُن سب کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے۔

اِختلاف کے وقت اپنے بھائی کا اِکرام

اِسی طرح ایک کام یہ بھی کرنے کا ہے کہ: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر کیا حقوق ہیں؟ اور اُن کی کیا اِہمیت ہے؟ آج جگہ جگہ اِختلاف ہے، معمولی باتوں کی بناء پر اِختلاف ہو جاتا ہے،




سلام کلام سب بند، ایک دوسرے کا اِحترام بھی باقی نہیں رہتا۔ حدیث شریف میں اِکرامِ مسلم کی بڑی تاکید آئی ہے۔ تین دن سے زائد کسی مسلمان بھائی سے ترکِ تعلّق جائز نہیں اِس حال میں کسی کا اِنتقال ہوجائے تو جاہلیت کی موت ہوگی۔[1] (سنن ابی داوٗد بتغیر الالفاظ، کتاب الآدب، باب من یھجر اخاہ المسلم، ج۲، ص۳۳۱، طبع حسن، لاہور)

سالک وشیخ کے لیے ہدایات

ایک کام یہ بھی کرنے کا ہے کہ: جولوگ اپنی اِصلاح کے لیے سُلوک طے کرتے ہیں وہ اِس کی راہ سے بالکل ناواقف ہوتے ہیں کچھ جانتے ہی نہیں۔ مقصود کیا ہے؟ کیا کرنا چاہیے؟ کیا نہیں کرنا چاہیے؟ کسی رِسالہ میں حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں سے سالک مُرید کے لیے ہدایات، اِسی طرح شیخ کے لیے ہدایات لکھ دی جائیں۔ حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں بہت تفصیل سے ملے گی۔ تصوّف کے دوسرے مضامین بھی جمع کردیئے جائیں۔

جدید علمِ کلام

فرمایا: موجودہ وقت میں جتنے باطل فرقے ہیں اُن کے تمام عقائد لکھے جائیں اور ساتھ ہی یہ واضح کردیا جائے کہ: اہلِ سنّت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے اور یہ اُس کی دلیل ہے۔ ۹۰ باطل فرقوں کی تردید میں جو دلیل ہو وہ بھی لکھ دی جائے۔

حدیث کی شرح نئے انداز کی

اِسی طرح شُرّاحِ حدیث نے مسالک اور دلائل کے بیان کرنے میں بہت زیادہ تفصیل کردی ہے اور آگے چل کر کچھ کلام ہی نہیں کیا۔ ایک ایسی کتاب لکھی جائے جس میں حدیث کی شرح کے بعد مسالک کی تفصیل فقہ حنفی کا مستدل اور حدیث اگر حنفی مسلک کے خلاف ہے تو اُس کی تاویل ومحمل اور حنفی مذہب کی دلیل۔ بس! اِتنا لکھ دیا جائے۔

---

[1] یہ جملہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بعد میں تصحیح کے وقت اضافہ فرمایا۔

"شرح تہذیب" کی شرح
اپنے اَسلاف اور مصنفین کا اَدب واِحترام

حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ "شرح تہذیب" کی شرح آسان اُسلوب میں اپنے خاص طرز سے تحریر فرمارہے تھے، اُس کے لیے متعدد عربی اُردو شروحات کا مطالعہ کرنا پڑتا تھا، تقریباً پوری شرح ہو چکی تھی اَخیر کا حصہ "ضابطہ" کی بحث زیرِ تحریر تھی اور عموماً یہیں تک کتاب پڑھائی جاتی ہے۔ چوں کہ یہ مشکل بحث ہے، محشی اور شُرّاح نے بھی اِس سے تعرض نہیں کیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: اِس مضمون کی شرح میں جتنی دیر لگ رہی ہے اُتنی زیادہ دیر کسی مضمون میں نہیں لگی اور اُس کے حل کرنے میں مجھ کو جتنی مشقت پڑ رہی ہے کسی کتاب کے حل کرنے میں اِتنی دُشواری نہیں ہوئی۔ شُرّاح اور محشی نے ہاتھ تک نہیں لگایا، بالکل صاف نکل گئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وہ حضرات اہلِ علم تھے۔ اُن حضرات کے لیے یہ بحث آسان ہوگی، سُوچا ہوگا کہ: لوگ سمجھ لیں گے اِس لیے تعرض نہیں کیا۔ برابر کوشش کر رہا ہوں، دعا کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ آسان فرمادے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! کسی حد تک مسئلہ حل ہوگیا، تھوڑا حصہ رِہ گیا ہے۔ "ضابطہ" کی بحث مشکل بحث سمجھی جاتی ہے اِسی وجہ سے لوگوں نے پڑھنا پڑھانا چھوڑ دیا ہے۔

بُول چال بند ہو تب بھی سلام کرنا چاہیے

ایک شخص نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ: فلاں صاحب مجھ سے بلاوجہ خفا ہیں۔ (وہ صاحب حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے اِصلاحی تعلّق بھی رکھتے تھے۔) میں نے اُن سے بولنے کی کوشش کی وہ مجھ سے گفتگو ہی نہیں کرتے، مجھ سے بے تعلّقی ظاہر کرتے ہیں، ایک مرتبہ ایک معاملہ ہوگیا تھا اُس میں غلطی بھی اُن ہی کی تھی پھر بھی مجھ سے ناراض ہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: لوگ کیا خاک اِصلاح کراتے ہیں؟ اِس طرح کہیں اِصلاح ہوتی ہے؟ اُن کو چاہیے تھا کہ: مجھ سے حال بیان کرتے۔ اُس کے بعد سائل صاحب سے فرمایا کہ: جب وہ نہیں بولتے تو تم اُن کے پیچھے زیادہ کیوں پڑتے ہو؟ وہ نہیں بولتے تم بھی نہ بُولو۔ سائل نے

عرض کیا کہ: دن بھر میں کئی مرتبہ آمنا سامنا ہوتا ہے کیا سلام بھی نہ کروں؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نہیں! سلام تو کرلیا کرو۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا کہ: کسی سے غلطی ہو جائے اور پھر وہ معافی بھی مانگ لے دوسرے کو چاہیے کہ معاف کردے۔ پھر بھی اگر وہ معاف نہیں کرتا تو اب اُس کی غلطی ہوگی اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے ناراض ہوتے ہیں جو معافی مانگنے والے کو معاف نہ کرے۔ (اِلَّا یہ کی شرعی مصلحت ہو۔)

آخرت میں نیکی ملنے کی لالچ میں نہ معاف کرنا

ایک شخص نے پوچھا کہ: حضرت! اگر اِس وجہ سے کوئی معاف نہ کرے تاکہ آخرت میں اُس کی نیکیاں مجھے مل جائیں اور میرے گناہ اُس پر لاد دیئے جائیں تو کیسا ہے؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: دُنیا میں معافی مانگنے والے کو معاف کرنا اُس سے بھی بڑی نیکی ہے اِس لیے معاف ہی کردینا چاہیے۔

اَلتَّکَشُّف کا مطالعہ

عرضِ حال: ایک فارغ التحصیل طالبِ علم نے پوچھا کہ: آج کل "اَلتَّکَشُّف عَنْ مُهِمَّاتِ التَّصَوُّف" حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کردہ مطالعہ کررہا ہوں اُس کا مطالعہ مفید ہے یا مضر؟

اِرشاد: حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب تحریر فرمایا: اَلتَّکَشُّف کا مطالعہ مفید ہوگا۔ جہاں سمجھ میں نہ آئے کسی سے حل کرلیا کیجیے۔

(علمی و اصلاحی ملفوظات ومکتوبات، چھٹا باب (مختلف احوال وکیفیات)، ص ۱۴۹، طبع مکتبہ دار العلوم صدیقیہ، کراچی)

اِکیسواں باب (اَشتات یعنی متفرقات)

قصداً قرآن پاک کی توہین کرنے کا وَبال

"الٰہ آباد" کا رہنے والا ایک طالبِ علم صبح کے وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک قرآن مجید اور کچھ پھٹے ہوئے اَوراق لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ: حضرت! دیکھیے رات میں کسی نے میرا قرآن پاک درمیان سے پھاڑ ڈالا ہے اور اُس میں بُری طرح تھوکا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو سخت ناگواری ہوئی اور غصہ میں فرمایا کہ: تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا جس نے یہ کیا ہے وہ کوڑھی ہو جائے گا اور کوڑھی ہو کر مَرے گا۔ قرآن کے ساتھ جو شخص یہ سُلوک کرے گا اُس کا اور کیا حشر ہوگا؟ اگر کسی کی لڑائی ہے تو اُس لڑکے سے لڑائی ہے قرآن سے کیا لڑائی؟

مقامِ عبرت
ہر حرص مذموم نہیں

فرمایا: حدیث پاک میں آتا ہے کہ: آدمی بوڑھا ہوتا ہے اور اُس میں دُو چیزیں جوان ہوتی ہیں:

① ایک حرص۔ ② دوسرا طُوْلِ اَمَل۔

(الصحیح لمسلم، کتاب الزکوۃ، باب کراہیۃ الحرص علی الدنیا، ج ۱، ص ۳۳۵، طبع یادگار شیخ، کراچی)

طُوْلِ اَمَل (یعنی لمبی آرزو اور لالچ) یہ مطلقاً مذموم نہیں۔ فِیْ نَفْسِہٖ نہ محمود ہے نہ مذموم بل کہ اپنے مُتعلَّق کے اِعتبار سے اِس میں حکم لگایا جائے گا۔ اگر اُس کا مُتعلَّق (یعنی جس چیز کی حرص ہے خود وہ شی) اگر محمود ہے تو حرص بھی محمود ہوگی اور اگر اُس کا مُتعلَّق مذموم ہے تو حرص بھی مذموم ہوگی۔ تھوڑی سی عمر رِہ گئی ہے اَعمال کی حرص ہونی چاہیے۔ جتنا ہو سکے اور جتنی جلدی ہو سکے سب کام سمیٹ لے۔

دو باتوں میں سے ایک ہی بات ہو سکتی ہے: یا تو ہم اپنی صحت اور آرام دیکھ لیں یا مخلوق کو اور دِین کے کام کو دیکھیں؟ اور یہ بھی تو ہم دیکھیں کہ: لوگ ہمارے کتنا کام آتے ہیں؟ اور ہم نے کسی سے وعدہ کر رکھا ہے اُس کی بھی تو ہم کو لاج رکھنی چاہیے۔ مقدرات کو کوئی ٹال نہیں سکتا، موت اپنے

وقت پر آئے گی خواہ کتنی اِحتیاط کریں۔ جتنا ہوسکتا ہے ہم بھی اِحتیاط کرتے ہیں، دوا کھاتے ہیں، پرہیز کرتے ہیں۔ معلوم نہیں اب وقت ملے نہ ملے ایک منٹ قیمتی ہے، یہ ایک منٹ جو جا رہا ہے واپس نہ آئے گا، جو کچھ کرنا ہے جلدی کرلیں۔ اگر تھوڑا وقت ہے تو اور جلدی کام کرلے، خوب کام کرلے۔

بڑے اگر کوئی چیز کھانے کو دیں تو اِنکار نہیں کرنا چاہیے حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مولانا فضل الرحمٰن گنج مُرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری

فرمایا: مولانا فضل الرحمٰن گنج مُرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کافی عمر پائی ہے، ایک سُو پندرہ سال کی عمر میں اُن کا اِنتقال ہوا ہے۔ میں بھی دُو مرتبہ "گنج مُرادآباد" گیا ہوں، لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وِصال کے بہت دن بعد۔ "لکھنؤ، ہردُوئی" کے درمیان میں پڑتا ہے۔ حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کبھی کبھی خدمت میں تشریف لے جایا کرتے تھے، اُس زمانہ میں سواری کا نظم نہیں تھا، ایک مرتبہ "کانپور" سے گھوڑے پر سوار ہوکر تشریف لے گئے۔

مولانا فضل الرحمٰن گنج مُرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: بیر کھاؤ گے؟ حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جی! مٹی کے لُوٹے میں بیر رکھے رہتے تھے اُٹھا کر دے دیئے کہ لُو کھاؤ۔ حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کھالیے۔

ساتھیوں کا حق

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ: جمعہ کے رُوز بھی سبق پڑھاتے تھے۔ ایک مرتبہ جمعہ کے دن خلافِ معمول جلد ہی سبق شروع ہوگیا۔ چند طلباء تھے باقی طلباء کو علم ہی نہ تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے موجود طلباء سے فرمایا: یہ تو بد دیانتی کی بات ہے کہ: خود سبق میں آجائیں اور ساتھیوں کو اِطلاع نہ دی جائے۔ پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اِعلان کروایا اور ایک لڑکے کو بھیج کر دوسرے طلباء کو بلوایا طلباء فوراً آگئے لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ اُن پر ناراض نہیں ہوئے۔

ایک حافظ صاحب کے اِنتقال پر

مدرسہ کے ایک مدرّس کے والد صاحب کا شہر "باندہ" میں جمعہ کی شب کو اِنتقال ہو گیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بہت اَچھے آدمی تھے میری اُن کی ملاقات اُس وقت سے ہے جب وہ جوان تھے، پہلے "للولی پل" کے منشی تھے۔ جب میرا گزر ہوتا تو مجھ سے پیسے نہیں لیتے تھے، بعد میں منو بھائی کے یہاں ملازم ہو گئے۔ جامع مسجد میں جمعہ کی اِمامت کرتے تھے، ایک عرصہ سے بیمار تھے۔ بیماری تو اِتنی بَرداشت کی کہ جتنے گناہ رہے ہوں گے سب دُھل گئے ہوں گے۔ اَچھی موت ہوئی۔ جمعہ کی رات کو جس کا اِنتقال ہوتا ہے اُس کو عذابِ قبر نہیں ہوتا۔ (کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، حرف الصاد، الباب السادس، الفصل الاول فی فضائلھا والترغیب فیھا، ج ۷، ص ۱۹، طبع موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

ایک صاحب نے عرض کیا کہ: حضرت! مشہور تو بہت ہے کہیں اِس کی سند بھی ہے؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہیں لکھا دیکھا ہے اِس وقت یاد نہیں۔ اِنتقال تو شہر "باندہ" میں ہوا نمازِ جنازہ بھی وہیں ہوئی۔ البتہ تدفین کے لیے بعض وُجوہات کی بنا پر اُن کی وصیت کے مطابق اُن کو "ہتھورا" لایا گیا اور اِہتمام سے طلباء مدرّسین اور دوسرے حضرات تدفین میں شریک ہوئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: آدمی کی موت تو ایسی ہو کہ مَرنے کے بعد لوگ اُس کو یاد کریں اور فرمایا: جمعہ کی رات کو اِنتقال ہونا نیکی کی علامت ہے۔

اُردو میں تجوید کی رِعایت ضروری نہیں

فرمایا: عربی میں تو تجوید کی رِعایت ضروری ہے مگر اُردو میں تجوید کا لحاظ ضروری نہیں کہ: کسی سے بات کر رہے ہیں تو قرأت کے ساتھ بات کریں۔ البتہ عربی میں ضروری ہے۔ اگر اُردو میں بھی اِس کا لحاظ کیا جائے گا تو اُس کا حشر وہی ہوگا کہ: ایک پگڑی لٹکی ہوئی تھی اُس میں آگ لگ گئی۔ شاگرد صاحب اُستاد سے قرأت کے ساتھ فرماتے ہیں: پانی پت کے لہجہ میں "قاری صاحب پگڑی میں آگ لگ رہی ہے" اِتنی دیر میں پگڑی جل کر خاک ہو گئی۔ اِس کو جلدی سے کہہ دینا چاہیے۔

طلباء کی ناکامی کا اَصل سبب

فرمایا: یہ عجیب بات ہے! عجیب دَور آیا ہے کہ: دُنیا میں جتنے بھی کام ہیں اُن سب میں کامیابی کا طریقہ یہی سمجھا جاتا ہے کہ: پہلے لوگوں نے جس طرح کام کیا اور جس طرح محنت کر کے

کامیابی حاصل کی ہے اُسی طریقہ پر چل کر بعد والے بھی کامیابی حاصل کرتے ہیں۔ بعد میں آنے والے اپنے پہلے لوگوں کو نمونہ بناتے ہیں، اُن کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں اور اُسی میں کامیابی سمجھتے ہیں۔ لیکن مدرسہ میں پڑھنے والے طلباء کا عجیب مزاج بدلا ہے کہ اپنے بڑوں اور پہلے لوگوں کے حالات کو نہیں دیکھتے ہیں کہ: اُنہوں نے کس طرح محنت کر کے کامیابی حاصل کی؟ وہی طریقہ خود بھی اِختیار کریں۔ اَکابر کے حالات پڑھیں، غور کریں۔

اِستغفار کی ضرورت

فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف تین باتیں جو منسوب ہیں وہ حقیقتاً جھوٹ نہیں صورتاً جھوٹ ہیں اور وہ بھی دِینی مصلحت کی وجہ سے ہیں۔ لیکن اُس کے باوجود اللہ تعالیٰ سے کس قدر توبہ و اِستغفار کی اور اللہ تعالیٰ کا اِتنا ڈر خوف کہ قیامت کے دن بھی اِس کی وجہ سے خوف زدہ ہوں گے۔ یہ تو ابراہیم علیہ السلام کا حال تھا۔ ہم لوگ اپنے کو دیکھیں کہ: دن رات نہ معلوم کتنی دفعہ صورتاً نہیں حقیقتاً جھوٹ بولا کرتے ہیں۔ محض ذاتی غرض اور دُنیاوی مفاد کے لیے اور پھر کتنا اِستغفار کرتے ہیں اور اللہ سے کتنا ڈرتے ہیں؟

ساتھی کو مشورہ صحیح دینا چاہیے

فرمایا: معراج کے موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشورہ دیا تھا کہ: پچاس وقت کی نماز بہت ہوتی ہے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اُمّت نہ اَدا کر سکے گی اللہ تعالیٰ سے جا کر درخواست کر کے کم کرالیجیے۔ (صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب کیف فرضت الصلوٰۃ فی الاسراء، ج ۱، ص ۵۰-۵۱، طبع یادگار شیخ، کراچی) یعنی موسیٰ علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خیر خواہی کا مشورہ دیا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ: ایک ساتھی کو چاہیے کہ دوسرے ساتھی کو خیر خواہی کا مشورہ دیں جو اُس کے حق میں بہتر ہو وہی بات کہے اور بغیر پوچھے بھی ساتھی کو اَز خود خیر کا مشورہ دے دے۔ خیر خواہی کا یہی مقتضٰی ہے۔

جہیز کا مطالبہ کرنا حرام ہے

ایک مہمان نے مسئلہ پوچھا کہ: لڑکے والوں کا لڑکی والوں سے کسی چیز کی مانگ کرنا جیسے سائیکل، اسکوٹر وغیرہ لوگ کیا کرتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا: حرام ہے۔

حدیث سمجھنے کے لیے اُستاد اور اہلِ علم کی ضرورت محض اپنی قابلیت سے مسائل سمجھنے کا نتیجہ

دورانِ دَرس فرمایا کہ: ایک صاحب نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے کھڑے ہوتے ہی جھومنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے کہا: اِمام صاحب کو ہو کیا گیا ہے؟ اَچھے خاصے تھے یہ ہل کیوں رہے ہیں؟ جھوم کیوں رہے ہیں؟ خیر! کسی طرح نماز پوری ہوئی۔ لوگوں نے عرض کی کہ: حضرت! کیا وجہ تھی ہم نے دیکھا کہ: آپ نماز میں جھوم رہے تھے؟ کہنے لگے: تم کیا جانو؟ حدیث شریف میں آیا ہے۔ لوگوں نے پوچھا: کون سی حدیث؟ ہم نے تو آج تک ایسی کوئی حدیث سنی نہیں؟ فرمایا: "مشکوٰۃ شریف" میں ہے اور اُس کا ترجمہ لا کر دکھلایا۔ اُس میں لکھا تھا کہ: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھائے تو ہلکی نماز پڑھائے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلوٰۃ، باب ما علی الامام، ج ۱، ص ۱۰۱، طبع قدیمی، کراچی) یعنی زیادہ لمبی نہ پڑھائے اور ہلکی کو پُرانے رَسمُ الخط کے مطابق لکھا تھا۔ اُنہوں نے اُس کا مطلب سمجھا کہ "ہل کر" نماز پڑھائے۔ لوگ ہنس پڑے۔

بہت سے لوگ ہوتے ہیں جن کو آتا خاک نہیں محض کتابیں دیکھ کر مسائل خود ہی سمجھ لیتے ہیں وہ اِسی طرح کی غلطیوں کا شکار ہوتے ہیں۔

یہ کام عمرہ اور حج نفلی سے بھی بہتر اور ضروری ہے

"مُرادآباد" سے ایک صاحب نے فون پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بات کی بعد میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ وہ صاحب ہیں جنہوں نے ایک مرتبہ مجھ کو بالکل تنہائی میں بلا کر عمرہ اور نفلی حج کے لیے بہت اِصرار سے رَقم دینا چاہی اور کہا: مولانا! میں آپ کو عمرہ کرانا چاہتا ہوں۔ میں نے اِنکار کیا۔ اُن کا بہت اِصرار تھا۔ میں نے کہا کہ: عمرہ تو میں کروں گا نہیں! اِس وقت اُس سے زائد ضروری میں اِس کو سمجھتا ہوں کہ: بہت سے دیہات اِیسے ہیں جہاں مکاتب و مساجد کا نظم نہیں، بیوہ عورتوں کے اِخراجات کا نظم نہیں اُن میں خرچ کرنے کو میں زیادہ ضروری سمجھتا ہوں۔ اگر آپ کو پیسے خرچ ہی کرنے ہیں تو آپ اِس میں خرچ کریں۔

بعض لوگوں کو شوق ہوتا ہے ہر سال عمرہ کرنے جاتے ہیں۔ غریب، محتاج، بیوہ عورتیں پریشان ہیں، اُن ہی کے خاندان کے اَفراد مستحق ہوتے ہیں اُن کی پرواہ نہ کر کے ہر سال عمرہ کرنے جاتے ہیں۔ اِسی طرح بعض لوگ ہر سال حج کرنے جاتے ہیں۔ ارے! اور بھی تو دِین کے کام ہیں۔ ہمارے بہت سے اَکابر حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کیا ہر سال نہیں جاسکتے تھے؟ اُن کے لیے کیا کمی تھی؟ بعض لوگوں کو "حجِ بدل" کا شوق ہوتا ہے دوسروں سے سفارش کرواتے ہیں حال آں کہ "حجِ بدل" کا معاملہ بہت نازک ہے ذراسی کوتاہی میں سخت پکڑ ہوگی۔ پتہ نہیں حج مقبول ہو نہ ہو؟ ضرورت سے زیادہ خرچ کیا اُس کا حساب دینا پڑے گا، اِس میں بڑی بے اِحتیاطی ہوتی ہے۔ ارے! حج کریں تو اپنے پیسوں سے کریں، جب اللہ حج کرائے تب کریں، دوسروں سے مانگ مانگ کر کیا حج کرنا؟ دوسروں سے اِس کے لیے لوگ سفارش کرواتے ہیں اور خاندان میں کوئی غریب محتاج، ضرورت مند ہو اُس کے لیے سفارش نہیں کراتے، مقدّر میں ہوگا تو جائیں گے اور مقدّر کا لکھا کہیں جاتا نہیں وہ تو مل ہی کر رہتا ہے۔

اَپنے کو دَبالے لیکن فتنہ فساد نہ ہونے دے

حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کے داماد مولانا فرید اَحمد ندوی صاحب جو "ندوہ" سے فارغ تھے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ سے "دورۂ حدیث شریف" میں داخلہ لیا۔ "دورۂ حدیث" کی بعض کتابوں کا اِمتحان حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہی کے پاس تھا۔ حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے داماد کے پرچے ملاحظہ فرمائے اور فرمایا کہ: لکھنے کا اَنداز اَچھا ہے۔ مستحق تو زیادہ نمبرات کا ہے لیکن دوسروں کی رعایت میں نمبر کاٹ کر دے رہا ہوں ورنہ لوگ کہیں گے کہ اپنے داماد کو نمبر زیادہ دیئے ہیں۔

بسا اَوقات چھوٹی چھوٹی باتیں اِختلاف اور فساد کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔ اُنہیں باتوں کو اگر بڑھا دیا جائے تو فتنہ فساد ہو جاتا ہے۔ لیکن میں تو اِس مزاج کا ہوں کہ اپنے کو دبالے خاموش ہو جائے لیکن فتنہ فساد نہ ہونے دے۔

ایسے حالات میں مدرسہ بند کر دینا اَچھا ہے

ایک بڑے قصبہ میں حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے ایک صاحب کو مدرسہ (مکتب) قائم کرنے اور

ترقی دینے کے لیے مقرر کیا۔ تنخواہ بھی اُن کی معقول تھی لیکن کئی سال گزر جانے کے بعد مدرسہ میں کچھ بھی ترقی نہ ہوئی اور دَس بارہ سال کی مدّت میں ایک لڑکا بھی پڑھ کر فارغ نہ ہوسکا۔ قصبہ کے بعض اَحباب تشریف لائے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے گفتگو کی معلوم ہوا کہ: شعبان رمضان دُو ماہ کی تو مستقل تعطیل ہوتی ہی ہے، اُس کے علاوہ ہر مہینہ دَس دن غائب رہتے ہیں، اپنے گھر بیوی بچوں کے پاس جاتے رہتے ہیں اور جب مدرسے میں رہتے ہیں اُس میں بھی ٹیوشن میں وقت زیادہ خرچ کرتے ہیں۔ حالات سُن کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سخت ناگواری کا اِظہار فرمایا۔ اور فرمایا کہ: پوری دُنیا میں کسی مدرسہ میں اِیسا اَندھیر نہ ہوتا ہوگا کہ مہینہ میں دس دن چھٹی رہتی ہو۔ اُن سے صاف صاف کہہ دیجیے کہ: رہنا ہو تو ٹھیک سے رہیں۔ لوگوں نے کہا کہ: وہ جانے کی دھمکی دیتے ہیں۔ فرمایا کہ: بالکل! چلے جائیں مدرسہ بند ہوجائے تو بند ہوجائے۔ ایسے مدرسہ سے کیا فائدہ جس میں تعلیم نہ ہو؟ بند ہوجانے دو اللہ تعالیٰ دوسرے مدرّس کا اِنتظام کردے گا۔ ایک صاحب نے فرمایا کہ: وہ کہتے ہیں کہ دَستور العمل مقرر کرلُو۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: آئیں میرے پاس میں اُن کو دَستور دِکھلاؤں ہمارے مکاتب کا دَستور العمل مقرر ہے، وہ "دار العلوم" نہیں ہے مکتب ہی ہے۔ مکاتب میں ۲۰ رمضان کو چھٹی ہوتی ہے اور ہر مہینہ دس دن چھٹی تو کہیں بھی نہیں ہوتی۔ آپ لوگ اُن سے بات کرلیجیے اور وہ جا رہے ہوں تو اُن کو جانے دیجیے اللہ تعالیٰ دوسرا اِنتظام کرے گا۔

پانی پینے کا اِہم اَدب

فرمایا: پانی پیتے وقت بَرتن کے اَندر سانس نہیں لینا چاہیے۔ حدیثِ پاک میں بھی اِس کی ممانعت آئی ہے۔ جو سانس اَندر سے باہر خارج ہوتی ہے وہ فاسد ہوتی ہے اُس کو پانی کے بَرتن میں داخل کرکے پھر پانی پینے سے بہت سی بیماریاں پیدا ہوسکتی ہیں۔ اِس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی پینے میں بَرتن کی اَندر سانس لینے سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب النھی عن الاستنجاء بالیمین، ج ۱، ص ۲۷، طبع یادگار شیخ، کراچی)

دِینی مدارس میں حکومت کا پیسہ لینے سے اِحتیاط

فرمایا: ہمارے بڑوں نے جو باتیں طے کی ہیں بہت سُوچ سمجھ کر طے کی ہیں۔ کسی بھی

حکومت کا پیسہ دِینی مدارس میں قبول کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ”دارالعلوم دیوبند“ کے دَستور میں بھی یہ بات شامل ہے۔ اِس میں بہت سی حکمتیں ہیں۔ لیکن اب بعض اپنے ہی اِدارہ والے اِس میں بڑی کوتاہی کرتے ہیں اور اِس پر بڑا فخر کرتے ہیں کہ: فلاں جگہ سے اِتنے لاکھ وصول ہوا، جب سے یہ باتیں پیدا ہوئیں اُسی وقت سے مدارس میں اِختلاف پیدا ہوگئے۔ خیر! وہ لوگ جو کرتے ہیں سوچ سمجھ کر کرتے ہوں گے میری ہمّت نہیں ہوتی۔ ایک جگہ سے مدرسہ کے لیے بڑی رَقم آئی میں نے اُس کو واپس کردیا۔

اَکثر مال دار پریشان نظر آتے ہیں

فرمایا: میں نے جہاں تک دیکھا اکثر مال دَاروں کو پریشان ہی پایا۔ لوگ اُن کو کاروں میں گھومتے ائیر کنڈیشن بلڈنگوں میں عیش کرتے دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ: یہ بڑی رَاحت میں ہیں لیکن اَندر سے سب پریشان ہوتے ہیں۔ کہیں مقدّمہ، کہیں لڑائی جھگڑا، کہیں چور ڈاکو کا خطرہ، مجھ سے لوگ ملتے ہیں اور اپنے دل کا حال رُو رُو کر بیان کرتے ہیں۔

”کلکتہ“ کے ایک صاحب ہیں جو بہت بڑے رَئیس ہیں اُن پر حکومت نے چالیس لاکھ ٹیکس لازم کردیا۔ بے چارے پریشان ہیں مجھ سے اپنی حالت بیان کر رہے تھے کہ: اگر میں اپنے مکان جائیداد سب فروخت کردوں تب بھی اِتنا ٹیکس اَدا نہ کرسکوں گا۔ ”اندور“ کے ایک حاجی صاحب ہیں اُن کا بھی یہی حال ہے اور لوگ اور مدرسے والے ایسے لوگوں کے پاس مجھ سے چندہ کے لیے سفارشی خط لکھواتے ہیں۔ جب مجھے اُن کے اَندر کی حالت معلوم ہے میں کیسے لکھ سکتا ہوں؟

اعمال کی ترغیب

اِرشاد: ایک صاحب کو اُن کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا: آپ کے لیے دعا کر رہا ہوں اللہ پاک فضل فرمائے۔ کوشش کیجیے کہ سنّت پر عمل ہو۔ روپیہ اور مال نے دنیا میں کسی کا ساتھ نہیں دیا بل کہ اعمال ساتھ دیتے ہیں۔ میں اِس وقت پریشان ہوں دعا کرتے رہیں۔

(علمی و اصلاحی ملفوظات و مکتوبات، چھٹا باب (مختلف احوال و کیفیات)، ص ۱۴۶، طبع مکتبہ دارالعلوم صدیقیہ، کراچی)

حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کا تحریر کردہ مضمون

پھلی فصل (علماءِ حق کی بارہ علامتیں)

پہلی علامت

بَدعمل علماء کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِرشادات

(۱) ایک علامت یہ ہے کہ: اپنے علم پر عمل کرتا ہو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا کہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ: سب سے زیادہ عذاب ایسے شخص کو ہوگا جس نے اپنے علم سے نفع نہ حاصل کیا۔ (المعجم الصغیر للطبرانی، باب الطاء، من اسمہ طاہر، ج ۱، ص ۳۰۵، المکتب الاسلامی، بیروت)

(۲) حضرت منصور بن زاذان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ: مجھے اِس کی اِطلاع دی گئی ہے کہ: بعض لوگ دُوزخ میں ایسے ہوں گے جن کی بدبو کی وجہ سے دُوزخیوں کو تکلیف پہنچے گی۔ اُن سے دُوزخی کہیں گے کہ: ہم کو تو تکلیف بہت ہے جس میں ہم مبتلا ہیں، تمہاری بدبو سے ہم کو اور زیادہ تکلیف پہنچ رہی ہے آخر تم کیا عمل کرتے تھے؟ وہ جواب دیں گے: ہم عالم تھے لیکن علم پر عمل نہیں کیا۔ (الترغیب والترہیب من الحدیث الشریف از امام المنذری رحمہ اللہ، کتاب العلم، ج ۱، ص ۵۱، طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(۳) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکایت نقل فرماتے ہیں کہ: ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ میں کھڑے ہو کر تین بار اِرشاد فرمایا کہ: اے اللہ! میں نے آپ کا پیغام بندوں کو پہنچا دیا۔ یہ منظر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ: بخدا! آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تبلیغ میں ہر طرح سے مشقت بَرداشت کی اور خوب خوب اُمّت کے خیر خواہی کی اور خدا کے اَحکام بندوں کو پوری طرح پہنچا دیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ: یقیناً اِیمان کا غلبہ ہوگا اور کفر سمٹ کر رہ جائے گا اور عن قریب لوگوں پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ: لوگ اُس میں قرآن پاک سیکھیں گے اور پڑھیں گے پھر وہ اپنے کو قاری اور عالم کہیں گے اور کہیں گے کہ: ہم سے اَچھا کون ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ: یہ کون لوگ ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ: یہ تم ہی میں سے ہوں گے اور یہ جہنم کے اِیندھن ہوں گے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، باب العین، ھند بنت الحارث عن ابن عباس رضی اللہ عنہ، ج ۱۲، ص ۲۵۰، طبع ابن تیمیہ، القاہرۃ)

④ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ: ایک عالم کو قیامت کے دن لا کر جہنم میں ڈالا جائے گا اُس کی اَنتڑیاں باہر نکل پڑیں گی اور وہ اِس طرح گھومے گا جس طرح چکی کا گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے۔ دُوزخی اُس کو دیکھ کر کہیں گے کہ: تجھ کو یہ سزا کیسے ہوئی؟ وہ کہے گا کہ: میں لوگوں کو اَچھی بات کے لیے کہتا تھا لیکن خود اُس پر عمل نہ کرتا تھا اور برائیوں سے رُوکتا تھا لیکن خود نہیں بچتا تھا۔

(صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ النار، ج۱، ص۴۶۲، طبع یادگار شیخ، کراچی)

⑤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ: مجھے ایسے لوگ دِکھائے گئے جن کے ہونٹوں کو آگ کی قینچی سے کاٹا جا رہا ہے۔ میں نے اُن سے پوچھا: تم کون ہو؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ: ہم لوگوں کو بھلائی کا حکم کرتے تھے لیکن اُس پر ہم عمل نہ کرتے تھے اور بُرائیوں سے رُوکتے تھے لیکن خود اُن بُرائیوں کو کرتے تھے۔

(الترغیب والترہیب من الحدیث الشریف از امام المنذری رحمہ اللہ، کتاب العلم، ج۱، ص۹۴، طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت)

⑥ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے کہ: زَبَانِیَہ ایسے پڑھے لکھوں کو جو فسق اور نافرمانی میں مبتلا ہیں کافروں سے پہلے پکڑیں گے۔ وہ کہیں گے: یہ کیا ہوا کہ ہماری پکڑ کافروں سے بھی پہلے ہو رہی ہے؟ اُن کو جواب دیا جائے گا کہ: عالم اور جاہل برابر نہیں ہوتے۔ یعنی تم نے جاننے کے باوجود یہ حرکتیں کیں۔

(الترغیب والترہیب من الحدیث الشریف از امام المنذری رحمہ اللہ، کتاب العلم، ج۱، ص۹۴، طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت)

زَبَانِیَہ فرشتوں کی وہ سخت ترین جماعت ہے جو لوگوں کو جہنم میں پھینکتے ہیں۔

⑦ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ: جو علم ایسا ہے کہ اُس سے اللہ کی رضا حاصل کی جاسکتی ہے اُس کو جو شخص دُنیا حاصل کرنے کا ذریعہ بنائے گا اُس کو جنّت کی ہوا بھی نہ پہنچے گی۔ (یعنی وہ جنّت میں نہ جائے گا۔) (سنن ابی داود، کتاب العلم، باب من طلب العلم لغیر اللہ تعالیٰ، ج۲، ص۱۶۰، طبع حسن، لاہور)

بد عمل علماء کے بارے میں بزرگوں کے اَقوال

علم کی دُو قسمیں ہیں:

① ایک وہ علم جو صرف زبان پر ہے عمل کچھ نہیں یہ علم اِنسان پر وَبال ہے۔

② دوسرا وہ علم جس کا اَثر قلب پر ہے یہ علم نافع ہے۔

١ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس علم سے نفع نہیں اُٹھایا جاتا اُس کی مثال اُس خزانہ کی سی ہے جو راہِ خدا میں خرچ نہیں کیا جاتا۔

٢ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے: جو نہیں جانتا اِس لیے عمل نہیں کیا اُس کے لیے ایک ہلاکت ہے۔ مگر جو جانتا ہے اور عمل نہیں کرتا اُس کے لیے سات ہلاکتیں ہیں۔

٣ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: وہ کیا چیز ہے جو حفظ وفہم کے بعد بھی علم کو سینوں سے نکال لے جاتی ہے؟ کعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: لالچ ہے اور مخلوق کے سامنے دستِ سوال کی درازی ہے۔

٤ حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مجھ سے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رِوایت کیا ہے کہ: ہم مسجد قباء میں بیٹھے علمی مذاکرہ کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور ہمیں دیکھ کر اِرشاد فرمایا: جتنا چاہو علم حاصل کرلو مگر خدا ثواب اُسی وقت دے گا جب اپنے علم پر عمل کرو گے۔

(جامع بیان العلم وفضلہ، باب جامع القول فی العمل بالعلم، ج ١، ص ٦٩٤، طبع دار ابن جوزی، سعودیہ)

٥ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے: باتیں بنانا سب جانتے ہیں لیکن اَچھا وہی جس کا قول وفعل یکساں ہے، بڑھ بڑھ کے باتیں بنانا اور عمل کچھ بھی نہ کرنا خود اپنے منہ کو چڑانا ہے۔

٦ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے: لوگوں کو اُن کے اَفعال سے پرکھو نہ کہ اَقوال سے۔ خدا نے کوئی اِیسا قول نہیں چھوڑا جس کی تصدیق یا تکذیب کے لیے کوئی نہ کوئی عمل نہ ہو، کسی کی میٹھی باتوں سے دُھوکہ نہ کھاؤ بلکہ یہ دیکھو فعل کیسا ہے؟

٧ قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جنہیں قول پسند نہ تھا صرف عمل سے خوش ہوتے تھے۔

٨ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اِہلِ علم! اپنے علم پر عمل کرو کیوں کہ عالم وہی ہے جو علم حاصل کر کے عمل کرتا ہے اور جس کے علم وعمل میں اِختلاف نہیں ہوتا۔ جلد ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو علم تو رکھیں گے مگر علم اُن کے حلق سے نیچے نہ اُترے گا، اُن کا باطن اُن کے ظاہر سے مختلف ہوگا، اُن کا علم اُن کے عمل کے خلاف رہے گا، مجلسیں جما کر بیٹھیں گے، آپس میں فخر ومباہات

کریں گے اور لوگوں سے صرف اِس لیے ناراض ہو جایا کریں گے کہ: اُن کی مجلس میں کیوں چلے گئے؟ اِیسے عالموں کے اَعمال خدا تک نہیں پہنچیں گے۔

۹ سلمان رضی اللہ عنہ کا قول ہے: قریب ہے کہ علم عام ہو جائے اور عمل غائب ہو جائے، لوگ زبان سے ملیں گے اور دل سے دُور رَہیں گے۔ جب یہ حالت ہو جائے گی تو خدا بھی لوگوں کے کانوں آنکھوں دِلوں پر مہر لگا دے گا۔

۱۰ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: ابن آدم! یہ تیری حکمت ودَانائی کس کام کی جب تیرا عمل اَحمقانہ ہے؟ ایک مرتبہ فرمایا: جو علم میں سب سے آگے ہے اُس کو عمل میں بھی سب سے آگے ہونا چاہیے۔

۱۱ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے: آدمی متقی نہیں ہو سکتا جب تک عالم نہ ہو اور علم اُسے زیب نہیں دیتا جب تک عمل نہ کرے۔

۱۲ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد نقل کرتے ہیں کہ: جو شخص بھی وَعظ کہتا ہے حق تعالیٰ شانہ اُس سے قیامت کے دن مطالبہ فرمائیں گے کہ: اِس کا کیا مقصد تھا؟ (یعنی اِس سے کوئی دُنیوی غرض تھی یا مالی منفعت یا جاہ و شہرت یا خالص اللہ کے واسطے تھا؟)

۱۳ حضرت اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد کہتے ہیں کہ: اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ جب اِس حدیث کو بیان کرتے تھے تو اِتنا رُوتے کہ آواز نہ نکلتی۔ پھر یوں فرماتے کہ: تم سمجھتے ہو گے کہ وَعظ سے میری آنکھ ٹھنڈی ہوتی ہے یعنی میرا دل خوش ہوتا ہے حال آں کہ مجھے معلوم ہے کہ مجھ سے قیامت کے دن اِس کا سوال ہوگا کہ وعظ کا کیا مقصد تھا؟ (ترغیب)

اِس کے باوجود کہنے کی مجبوری یہ تھی کہ وَعظ ونصیحت نہ کرنے پر سخت وعید آئی ہے۔

۱۴ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: آدمی کے لیے اِس سے بڑا کوئی عذاب نہیں کہ دل سخت ہو جائے اور اَچھی باتوں پر عمل نہ کرے۔

۱۵ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: مجھے اِس کا خوف ہے کہ قیامت کے دن ساری

مخلوق کے سامنے مجھے آواز دی جائے۔ میں عرض کروں: لَبَّیْكَ رَبِّیْ (میرے رب میں حاضر ہوں) وہاں سے مطالبہ ہو کہ اپنے علم پر کیا عمل کیا؟

۱۶ سوّار کا مقولہ ہے کہ: جو بات دل سے نکلتی ہے دل میں اُتر جاتی ہے اور جو بات محض زبان سے کہہ دی جاتی ہے کانوں میں رِہ جاتی ہے۔

۱۷ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: مجھے حضورِ اَقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ قیس کی تعلیم کے لیے بھیجا۔ میں نے جا کر دیکھا کہ: وہ وحشی اُونٹوں کی طرح سے ہیں۔ اُن کا ہر وقت دھیان اپنے اُونٹ اور بکری میں لگا رہتا ہے اُن کے سواء کوئی دوسری فکر نہیں۔ (ہر وقت بس دُنیا کے دھندوں میں لگے رہتے ہیں۔) میں وہاں سے واپس آ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ: کیا کر کے آئے؟ میں نے اُن کا سارا حال بیان کر دیا اور اُن کی غفلت کی خبر سُنائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: عمار! اِس سے زیادہ تعجب کی بات اُس شخص کی حالت ہے جو عالم ہونے کے باوجود دِین سے ایسا ہی غافل ہو جیسا کہ یہ غافل ہیں۔

(البحر الزخار المعروف بمسند البزار، مسند عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، ج ۴، ص ۲۵۸، طبع العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ)

۱۸ ایک حکیم کا مقولہ ہے کہ: اگر میری زندگی اَحمقانہ اور موت جاہلانہ ہوئی تو حکمت کا یہ بھرا خزانہ کس کام کا؟

۱۹ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اِرشاد ہے کہ: مجھے اِس اُمّت پر زیادہ خوف منافق عالم کا ہے۔ کسی نے پوچھا منافق عالم کون ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: زبان کا عالم دل اور عمل کا جاہل۔ یعنی تقریر تو بڑی لچھے دار کرے مگر عمل کے میدان میں صفر ہو۔

۲۰ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: تو ایسا نہ بن کہ علماء کے علم کا جمع کرنے والا ہو، حکیموں کے نادر کلام کا حامل ہو مگر عمل میں اَحمق ہو۔

۲۱ ایک حدیث پاک میں اِرشاد فرمایا: علم اِس غرض سے نہ سیکھو کہ اُس سے علماء کے ساتھ فخر کرو اور بے وقوفوں سے بحث کرو اور لوگوں کے منہ اپنی طرف پھیرو۔ جو کوئی ایسا کرے گا وہ دُوزخ میں جائے گا۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب العلم، باب الانتفاع بالعلم والعمل بہ، ص ۲۲، طبع قدیمی، کراچی)

۲۲ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: علم کی طرف لوگوں کی رُغبت اِس لیے کم ہو گئی ہے کہ عالموں کو علم سے زیادہ نفع اُٹھاتے نہیں دیکھتے۔

۲۳ ایک حدیث میں فرمایا: میری اُمّت کی بربادی کا سبب عالم بدکار اور عابد جاہل ہے اور سب بُروں سے بُرے علماء بد ہیں اور سب اچھوں سے اچھے نیک علماء ہیں۔

۲۴ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: میں نے ایسا سنا ہے کہ: قیامت میں بُت پرستوں سے پیشتر علماء بد کا حساب ہوگا۔

۲۵ اِمام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جنّت کے کچھ لوگ دُوزخ کے بعض لوگوں کو دیکھ کر کہیں گے کہ تم دُوزخ میں کس لیے گئے؟ ہم کو تو خدائے تعالیٰ نے تمہاری تعلیم اور تادیب کے طفیل جنّت میں داخل کیا؟ وہ کہیں گے کہ: ہم اُوروں کو خیر کا حکم کرتے تھے اور خود نیک کام نہیں کرتے تھے۔

۲۶ حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: قیامت میں اُس عالم سے زیادہ حسرت اور کسی کو نہ ہوگی جس نے لوگوں کو سکھایا اور لوگوں نے اُس پر عمل کیا اور خود اُس نے عمل نہ کیا۔ لوگ اُس کے سبب اپنے مقصد کو پہنچ گئے اور وہ خود تباہ ہوگیا۔

۲۷ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: عالم جب اپنے علم کے بموجب عمل نہیں کرتا تو اُس کی نصیحت دلوں پر ایسی رپٹ جاتی ہے جیسے قطرہ پتھر پر سے ڈھل جاتا ہے۔

۲۸ ابن اِسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: بہت سے لوگ ایسے ہیں خدا کی یاد دلاتے ہیں اور خود اُس کو بھولے ہوئے ہیں، اللہ سے ڈراتے ہیں اور خود اُس پر دِلیر ہیں۔ اللہ سے نزدیک کرنے والے ہیں اور خود اُس سے دُور ہیں۔ دوسروں کو اللہ کی طرف بلاتے ہیں اور خود اُس سے بھاگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھتے ہیں اور اُس کی آیات سے علیحدہ ہیں۔

۲۹ ابراہیم بن اَدہم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ہم نے اپنے کلام کو فصیح کیا تو اُس میں غلطی نہ کی مگر اَعمال میں غلطی کی تو اُس کو دُرست نہ کیا۔

۳۰ اِمام اُوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: جب اَچھی تقریر سے دلچسپی ہوجاتی ہے اور آدمی اُس کے درپے ہوتا ہے تو خشوع جاتا رہتا ہے۔

۳۱ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ: جو شخص علم سیکھتا ہے اور اُس پر عمل نہیں کرتا اُس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی عورت خفیہ زنا کرے اور اُس کو حمل رہ جائے اور جب حمل ظاہر ہو تو رُسوا ہو۔

اِسی طرح جو شخص اپنے علم کے بموجب عمل نہیں کرتا اللہ تعالیٰ مجمع میں قیامت کے دن اُس کو فضیحت کرے گا۔

۳۲ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب عالم لغزش کرتا ہے تو اُس کی لغزش سے ایک عالَم کو لغزش ہو جاتی ہے اور یہ بھی آپ رضی اللہ عنہ کا اِرشاد ہے کہ: تین باتیں ہیں جن سے دُنیا کے لوگ برباد ہو جاتے ہیں ایک اُن میں سے عالم کی لغزش ہے۔

۳۳ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: علماء کی مثال نمک جیسی ہے کہ دوسری چیزوں کی اِصلاح نمک سے ہوتی ہے۔ (یعنی طعام میں لذّت کا ذریعہ نمک ہے) اگر نمک ہی خراب ہو جائے تو اب پھر اِصلاح کی کوئی صورت نہیں۔

۳۴ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: لوگوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ: دل کی شیرینی کھاری ہو جائے گی اور عالم کو اُس وقت علم سے فائدہ نہ ہوگا اور نہ طالبِ علم کو کچھ نفع ہوگا۔ اُن کے علماء کے دل مثل شور زمین کے ہوں گے کہ: اُس پر پانی کے قطرے گرتے ہیں اور ذرا بھی سبزی اُن میں نہیں معلوم ہوتی اور یہ حال اُس وقت ہوگا کہ: علماء کے دل دُنیا کی محبت کی طرف مائل ہوں گے اور آخرت پر اُس کو ترجیح دینے کی طرف مائل ہوں گے۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ دلوں سے حکمت کے چشمے نکال لے گا اور ہدایت کی شمعوں کو گل کر دے گا۔ جب اُن کے عالموں سے تم ملو گے تو زبان سے کہیں گے کہ: ہم خدائے تعالیٰ سے ڈرتے ہیں مگر بدکاری اُن کے عمل سے ظاہر ہوگی، زبان کی بڑی اَرزانی ہوگی اور دل کی نہایت گرانی ہوگی۔ قَسم ہے اُس ذات کی جس کے سواء کوئی معبود نہیں کہ! یہ اَمر اِس لیے ہوگا کہ: اُستادوں نے غیر اللہ کے لیے سکھایا اور شاگردوں نے غیر اللہ کے واسطے سیکھا۔

۳۵ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: آخر زمانہ میں ایسے عالم ہوں گے کہ لوگوں کو دُنیا میں زُہد کرنے کو کہیں گے اور خود زُہد نہ اِختیار کریں گے اور لوگوں کو ڈرائیں گے اور خود نہ ڈریں گے اور حکام کے پاس آنے جانے سے اُوروں کو منع کریں گے اور خود اُن کے پاس جائیں گے اور دُنیا کو آخرت پر اِختیار کریں گے اور اپنی زبان کی بدولت کھائیں گے۔ تو انگروں کو اپنے پاس بٹھائیں گے فقیر اور غریبوں کو نہ بٹھائیں گے۔ علم پر ایسا لڑیں گے جیسے عورتیں

مَردوں سے لڑتی ہیں۔ جب اور کوئی اُن کا ہم نشین دوسرے کے پاس بیٹھے گا تو وہ اُس پر غصہ ہوں گے۔ یہ لوگ متکبر اور اللہ کے دُشمن ہوں گے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ: شیطان تم پر کبھی علم ہی کے ذریعہ غالب ہو جائے گا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ: یہ کیسے ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ: یوں کہے گا: علم سیکھ اور جب تک سیکھ نہ لے تب تک عمل مَت کر۔ پس! آدمی علم میں مصروف رہتا ہے اور عمل میں لَیْتَ وَلَعَلَّ کرتا ہے۔ یہاں تک کہ مَر جاتا ہے اور کچھ عمل نہیں کرتا۔

٣٦ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: علم کثرتِ روایت کا نام نہیں بل کہ خوفِ خدا کا نام ہے اور جو عالم عمل نہیں کرتا اُس کی مثال ایسی ہے جیسے بیمار کہ دَوا کی صفت بیان کرے اور اِستعمال نہ کرے یا بھوکا شخص جو لذیز کھانوں کے نام لے اور مزے بیان کرے اور خود نہ کھائے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ: جن چیزوں سے میں اپنی اُمّت پر ڈرتا ہوں اُن میں سے عالم کی لغزش اور قرآن میں منافق کا جھگڑنا ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، باب المیم، عبد الملک بن عمیر عن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ عن معاذ رضی اللہ عنہ، ج۲۰، ص۱۳۸، طبع ابن تیمیہ، القاہرۃ)

٣٧ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: علم عمل کو پکارتا ہے اگر عمل کیا تو علم باقی رہتا ہے وَرنہ رُخصت ہو جاتا ہے۔

٣٨ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: مجھ کو تین شخصوں پر تَرس آتا ہے:

① ایک وہ شخص کہ: اپنی قوم میں عزت رکھتا تھا اور ذلیل ہو گیا۔

② دوسرا وہ شخص کہ: قوم میں تونگر تھا اور مفلس ہو گیا۔

③ تیسرا وہ شخص کہ: جو عالم ہو اُس سے دُنیا کھیلتی ہے۔

٣٩ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: علماء کا عذاب دِل کا مُردہ ہو جانا ہے اور دل کی موت یہ ہے کہ: آخرت کے عمل سے دُنیا کی طلب ہو۔

٤٠ علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: جس شخص نے علم کو عمل کے لیے نہ حاصل کیا تو جس قدر اُس کا علم بڑھے گا اُسی قدر اُس میں بُرائیاں اور عیوب بڑھیں گے۔

دوسری علامت

دوسری علامت علماءِ حق کی یہ ہے کہ: وہ علم حاصل کرے جو آخرت میں کام آئے اور طاعت میں رُغبت دلائے۔ جو شخص اُن علوم کو چھوڑ کر دوسرے علوم کے پیچھے پڑتا ہے اُس کی مثال ایسی ہے کہ: طبیبِ حاذق سے ملے اور وقت بھی تنگ ہو کہ شاید وہ جلد چلا جائے اور وہ ایسے وقت میں دَواؤں کی خاصیت اور طب کی عجیب باتوں اور دوسری فُضول باتوں میں وقت ختم کردے اور خود جس مَرض میں مبتلا ہے اُس کا علاج نہ معلوم کرے۔

ایک رُوز شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ: تم میرے ساتھ تینتیس (۳۳) برس سے ہو اِتنی مدّت میں کیا حاصل کیا؟ حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: آٹھ مسئلے حاصل کیے ہیں:

1. پہلا مسئلہ یہ ہے کہ: میں نے خَلق (یعنی مخلوق) کو دیکھا تو معلوم کیا کہ: ہر شخص کا ایک محبوب ہوتا ہے اور قبر تک وہ محبوب ساتھ جاتا ہے اُس کے بعد جدا ہو جاتا ہے۔ اِس لیے میں نے اپنا محبوب نیکیوں کو ٹھہرالیا کہ: جب قبر میں جاؤں تو میرا محبوب قبر میں بھی ساتھ رہے۔
2. دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ: میں نے اللہ تعالیٰ کے اِرشاد: وَ اَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفۡسَ عَنِ الۡهَوٰى ۝ فَاِنَّ الۡجَنَّةَ هِىَ الۡمَاۡوٰى ۝ (سُوْرَۃُ النّٰزِعٰت، ۴۰، ۴۱) میں تامل کیا اور سمجھا کہ خدا تعالیٰ کا فرمانا دُرست ہے اِس لیے اپنے نفس کو خواہشات سے رُوکا یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اِطاعت پر جم گیا۔
3. تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ: میں نے دُنیا کو دیکھا کہ ہر شخص کے نزدیک جو چیز بہت قیمتی ہوتی ہے وہ اُس کو اُٹھا کر رَکھ چھوڑتا ہے اور حفاظت کرتا ہے۔ پھر میں نے اللہ تعالیٰ کا اِرشاد دِیکھا: مَا عِنۡدَكُمۡ يَنۡفَدُ وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۔۔۔ الآیۃ (سُوْرَۃُ النَّحل، ۹۶) پس! جو کچھ قدر و قیمت کی چیز میرے ہاتھ لگی اُس کو میں نے اللہ تعالیٰ کے پاس بھیج دیا تاکہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائے۔
4. چوتھا مسئلہ یہ کہ: لوگوں کو دیکھا تو ہر ایک کا میلان مال اور حسب اور نسب اور شرافت کی طرف پایا۔

میں نے اللہ تعالیٰ کا اِرشاد دیکھا: اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ۔۔۔ الآیۃ (سُوۡرَۃُ الْحُجُرٰت،۱۳) اِس بنا پر میں نے تقویٰ اِختیار کیا تاکہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک کریم اور بزرگ ہو جاؤں۔

۵ پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ: میں نے لوگوں کو دیکھا کہ ایک دوسرے پر طعن کرتے ہیں، عیب جوئی کرتے ہیں، بُرا کہتے ہیں اور یہ سب "حسد" کی وجہ سے ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے قول: نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَیۡنَہُمۡ مَّعِیۡشَتَہُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا۔۔۔ الآیۃ (سُوۡرَۃُ الزُّخۡرُف،۳۲) کو دیکھا (یعنی دُنیوی زندگی میں ہم نے ہی تقسیم کی ہے اور اِس تقسیم میں ہم نے ایک دوسرے پر فوقیت دے رکھی ہے تاکہ (اِس کی وجہ سے) ایک دوسرے سے کام لیتا رہے۔ سب کے سب برابر ایک ہی نمونہ کے بن جائیں تو پھر کوئی کسی کا کام کیوں کرے؟ کیوں نوکری کرے؟ اور اِس سے دُنیا کا نظام ہی خراب ہو جائے۔ میں نے اِس آیتِ شریفہ کی وجہ سے "حسد" کرنا چھوڑ دیا۔

۶ چھٹا مسئلہ یہ ہے کہ: میں نے دیکھا ساری مخلوق رُوزی کی طلب میں لگ رہی ہے۔ اِسی کی وجہ سے اپنے آپ کو دوسروں کے سامنے ذلیل کرتی ہے اور ناجائز چیزیں اِختیار کرتی ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ: اللہ کا اِرشاد ہے: وَمَا مِنۡ دَآبَّۃٍ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزۡقُہَا۔۔۔ الآیۃ (سُوۡرَۃُ ھُوۡد،۶) (اور کوئی جان دار زمین پر چلنے والا ایسا نہیں ہے کہ جس کی رُوزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو۔) میں نے دیکھا کہ: میں بھی اِنہیں زمین پر چلنے والوں میں سے ہوں جن کی رُوزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ پس! میں نے اپنے اَوقات اُن چیزوں میں مشغول کر لیے جو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لازم ہیں اور جو چیز اللہ تعالیٰ کے ذمہ تھی اُس سے اپنے اَوقات کو فارغ کر لیا۔

۷ ساتواں مسئلہ یہ ہے کہ: میں نے دُنیا میں دیکھا کہ تقریباً ہر شخص کی کسی نہ کسی سے لڑائی ہے کسی نہ کسی سے دُشمنی ہے۔ میں نے غور کیا تو دیکھا کہ: حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا: اِنَّ الشَّیۡطٰنَ لَکُمۡ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوۡہُ عَدُوًّا۔۔۔ الآیۃ (سُوۡرَۃُ فَاطِر،۶) (شیطان بے شک! تمہارا دُشمن ہے۔ پس! اُسی کے ساتھ دُشمنی رکھو اُس کو دُوست مت بناؤ۔) پس! میں نے صرف اُس اَکیلے کو اپنا دُشمن ٹھہرالیا اور اُسی سے دُور رہنے کی کوشش کرتا ہوں۔

⑧ آٹھواں مسئلہ یہ ہے کہ: میں نے دیکھا کہ ساری مخلوق کا اِعتماد اور بھروسہ کسی ایسی چیز پر ہے جو خود مخلوق ہے، کوئی اپنی جائیداد پر بھروسہ کرتا ہے، کوئی اپنی تجارت پر اِعتماد کرتا ہے، کوئی اپنی دَستکاری پر نگاہ جمائے ہوئے ہے، کوئی اپنی صحت اور قوّت پر نگاہ جمائے ہوئے ہے کہ: جب چاہوں جس طرح چاہوں کمالوں گا۔ میں نے دیکھا کہ: اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے: وَمَنۡ يَّتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسۡبُهٗ ۔۔۔ الآیة (سُوْرَۃُ الطَّلَاق، ۳) (جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے لیے کافی ہے۔) اِس لیے میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرلیا۔

حضرت شقیق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: حاتم! تمھیں اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے میں نے توراۃ، اِنجیل، زبور اور قرآن عظیم کے علوم کو دیکھا میں نے سارے خیر کے کام اِن ہی آٹھ مسائل کے اَندر پائے۔ پس! جو اِن آٹھوں پر عمل کرلے اُس نے اللہ تعالیٰ کی چاروں کتابوں کے مضامین پر عمل کیا۔

اِس قِسم کے علوم کو علماء آخرت ہی حاصل کرتے ہیں اور دُنیا دار عالم تو مال اور جاہ ہی کے حاصل کرنے میں رہتا ہے۔

حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ بصرہ کے مشہور عالم تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ: عالم تین طرح کے ہوتے ہیں:

① وہ خود تو عمل کرتے ہیں لیکن دوسروں کو اُن سے فائدہ نہیں پہنچتا۔

② اُن سے دوسروں کو فائدہ ہوتا ہے لیکن وہ خود عمل نہیں کرتے۔

③ وہ عالم جو نہ خود عمل کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو سکھاتے ہیں کہ وہ عمل کریں۔

اَحقر عرض کرتا ہے کہ: ایک چوتھی قِسم بھی ہے۔

④ جو خود بھی عمل کرتا ہے اور دوسروں کو بھی سکھاتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ وہ بھی عمل کریں۔

تیسری علامت

تیسری علامت علماءِ حق کی یہ ہے کہ: اپنے علم کو دُنیا کمانے کا ذریعہ نہ بنائیں۔ عالم کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ: دُنیا کی حقارت اور اِس کے فانی ہونے کا اِحساس ہو، آخرت کی عظمت اور اُس کی پائیداری، اُس کی نعمتوں کی عمدگی کا اِحساس ہو۔ اور یہ بات اَچھی طرح جانتا ہو کہ: دُنیا اور آخرت دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں دُو سُوکنوں کی طرح جس ایک کو راضی کرے گا دوسری خفا

ہو جائے گی۔ یہ دونوں ترازو کے دو پلڑوں کی طرح سے ہیں جونسا ایک پلڑا جھکے گا دوسرا ہلکا ہو جائے، دونوں میں مشرق و مغرب کا فرق ہے، جو ایک کے قریب ہوگا دوسرے سے دُور ہو جائے گا اور جو شخص دُنیا اور آخرت کے ایک دوسرے کی ضد ہونے کو نہیں جانتا اور دونوں جمع کرنے کی طمع میں ہے وہ ایسی چیز میں طمع کر رہا ہے جو طمع کرنے کی نہیں۔ وہ شخص تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعت سے ناواقف ہے اور جو شخص اِن سب چیزوں کو جاننے کے باوجود دُنیا کو ترجیح دیتا ہے وہ شیطان کا قیدی ہے جس کو شہوتوں نے ہلاک کر رکھا ہے اور بدبختی اُس پر غالب ہے جس کی یہ حالت ہو وہ علماء میں شمار کیسے ہوگا؟

- حضرت داوٗد علیہ السلام سے اللہ پاک کا اِرشاد منقول ہے کہ: جو عالم دُنیا کی خواہش کو میری محبت پر ترجیح دیتا ہے اُس کے ساتھ اَدنیٰ سے اَدنیٰ معاملہ یہ کرتا ہوں کہ: اپنی مناجات کی لذّت سے اُس کو محروم کر دیتا ہوں کہ: میری یاد میں، میری دُعا میں اُس کو لذّت نہیں آتی۔ اے داوٗد (علیہ السلام)! ایسے عالم کا حال نہ پوچھ جس کو دُنیا کا نشہ میری محبت سے دُور کر دے، ایسے لوگ ڈاکو ہیں۔ اے داوٗد (علیہ السلام)! جب تو کسی کو میرا طالب دیکھے تو اُس کا خادم بن جا۔ اے داوٗد (علیہ السلام)! جو شخص بھاگ کر میری طرف آتا ہے اُس کو جہبذ (حاذق سمجھ دار) لکھ دیتا ہوں اور جس کو جہبذ لکھ دیتا ہوں اُس کو عذاب نہیں کرتا۔
- یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: علم و حکمت سے جب دُنیا طلب کی جائے تو اُن کی رُونق جاتی رہتی ہے۔
- سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: جب کسی عالم کو دیکھو کہ: اُمراء کے یہاں پڑا رہتا ہے تو اُس کو چور سمجھو۔
- حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جس عالم کو دُنیا سے محبت رکھنے والا دیکھو دِین کے بارے میں اُس کو متہم سمجھو۔ اِس لیے کہ جس شخص کو جس سے محبت ہوتی ہے اُسی میں گھسا کرتا ہے۔
- ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ: جس کو گناہ میں لذّت آتی ہو وہ اللہ کا عارف ہو سکتا ہے؟ اُنہوں نے فرمایا: مجھے اِس میں ذرا تردد نہیں کہ: جو شخص دُنیا کو آخرت پر ترجیح دے وہ عارف

نہیں ہوسکتا اور گناہ کرنے کا درجہ تو اِس سے بہت زیادہ ہے اور یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ: یہی صرف نہیں کہ مال کی محبت نہ ہونے سے وہ آخرت کا عالم ہوجائے بل کہ طلبِ جاہ سے بھی اِحتراز کرے، جاہ کا درجہ اور اُس کا نقصان مال سے بھی زیادہ ہے۔ یعنی جتنی وعیدیں دُنیا کے ترجیح دینے کی اور اُس کی طلب پر ہیں اُن میں صرف مال کمانا ہی نہیں بل کہ جاہ کی طلب، مال کی طلب کی بہ نسبت زیادہ خطرناک ہے اِس لیے کہ جاہ طلبی کا نقصان مال طلبی سے بھی زیادہ سخت ہے۔

چوتھی علامت

چوتھی علامت علماءِ حق کی یہ ہے کہ: کھانے پینے اور لباس کی اَچھائیوں کی طرف متوجہ نہ ہو بل کہ اِن چیزوں میں درمیانی رَفتار اِختیار کریں اور بزرگوں کے طرز پر رہیں۔ اِن چیزوں میں جتنا کمی کی طرف اُس کا میلان بڑھے گا اللہ تعالیٰ شانہ سے اُتنا ہی اُس کا قُرب بڑھتا جائے گا اور علماءِ حق میں اُتنا ہی اُس کا درجہ بلند ہوتا جائے گا۔

ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد شیخ عبداللہ خواص رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت شیخ حاتم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ موضع "رَی" میں (جو ایک جگہ کا نام ہے) گیا تین سُو بیس (۳۲۰) آدمی ہمارے ساتھ تھے۔ ہم حج کے اِرادے سے جا رہے تھے سب متوکلین کی جماعت تھی۔ اُن لوگوں کے پاس توشہ سامان وغیرہ کچھ نہ تھا۔ "رَی" میں ایک معمولی خوش مزاج تاجر پر ہمارا گزر ہوا۔ اُس نے سارے قافلہ کی دعوت کردی اور ہماری ایک رات کی مہمانی کی دوسرے دن صبح کو وہ میزبان حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ سے کہنے لگا کہ: یہاں ایک عالم بیمار ہیں مجھے اُن کی عیادت کو اِس وقت جانا ہے اگر آپ کی رَغبت ہو تو آپ بھی چلیں۔ حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: بیمار کی عیادت تو ثواب ہے اور عالم کی تو زیارت بھی عبادت ہے، میں ضرور تمہارے ساتھ چلوں گا۔ یہ بیمار عالم اُس موضع کے قاضی شیخ محمد بن مقاتل تھے۔ جب اُن کے مکان پر پہنچے تو حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ سوچ میں پڑ گئے کہ اَللّٰہُ اَکْبَر! ایک عالم کا مکان اور ایسا اُونچا محل۔ غرض ہم نے حاضری کی اِجازت مانگی اور جب اَندر داخل ہوئے تو وہ اَندر سے بھی نہایت

خوشنما نہایت وَسیع، پاکیزہ، جگہ جگہ پَردے لٹک رہے تھے۔حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ اِن سب چیزوں کو دیکھ رہے تھے اور سُوچ میں پڑے ہوئے تھے اِتنے میں ہم قاضی صاحب کے قریب پہنچے تو وہ ایک نہایت نرم بستر پر آرام کررہے تھے، ایک غلام اُن کے سرہانے پنکھا جھل رہا تھا، وہ تاجر تو سلام کرکے اُن کے پاس بیٹھ گئے اور مزاج پُرسی کی۔مگر حاتم رحمۃ اللہ علیہ کھڑے رہے۔قاضی صاحب نے اُن کو بھی بیٹھنے کا اِشارہ کیا پر اُنہوں نے بیٹھنے سے اِنکار کردیا۔قاضی صاحب نے پوچھا: آپ کو کچھ کہنا ہے؟ اُنہوں نے فرمایا: ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے۔قاضی صاحب نے فرمایا: کہو! حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: بیٹھ جائیں! غلاموں نے قاضی صاحبکو سہارے دے کر اُٹھایا وہ بیٹھ گئے۔حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ: آپ نے علم کس سے حاصل کیا؟ قاضی صاحب نے فرمایا: معتبر علماء سے۔اُنہوں نے پوچھا کہ: اُن علماء نے کس سے سیکھا تھا؟ قاضی صاحب نے فرمایا کہ: اُنہوں نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے۔حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کس سے سیکھا تھا؟ قاضی صاحب نے کہا: حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس سے سیکھا تھا؟ قاضی صاحب نے کہا: حضرت جبرئیل علیہ السلام سے۔حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: جو علم حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حق تعالیٰ شانہ سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچایا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عطا کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے معتبر علماء کو اور اُن کے ذریعے سے آپ تک پہنچا اُس میں کہیں یہ بھی آیا ہے کہ: جس شخص کا جس قدر مکان اُونچا اور بڑا ہوگا اُس کا اُتنا ہی درجہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بلند ہوگا؟ قاضی صاحب نے فرمایا کہ: نہیں! حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: اگر ایسا نہیں ہے تو پھر اُس علم میں کیا آیا ہے؟ قاضی صاحب نے فرمایا کہ: اُس میں یہ آیا ہے کہ جو شخص دُنیا سے بے رَغبت ہو آخرت میں رَغبت رکھتا ہو، فقراء کو محبوب رکھتا ہو اپنی آخرت کے لیے اللہ کے یہاں ذخیرہ بھیجتا ہو وہ شخص حق تعالیٰ شانہ کے یہاں صاحبِ مرتبہ ہے۔حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: پھر آپ نے کس کی اِتباع اور پیروی کی؟ آپ جیسے عالموں کو جاہل دُنیا دار دیکھ کر کہتے ہیں کہ: جب عالموں کا یہ حال ہے تو ہم تو اُن سے زیادہ ہی بُرے ہوں گے۔یہ کہہ کر حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ تو چلے گئے۔قاضی صاحب پر اِس گفتگو کا بہت اَثر ہوا۔

لوگوں میں اِس کا چرچہ ہوا تو کسی نے حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ: طنافسی جو "قزوین" میں رہتے ہیں جو "رَی" سے ستائیس (۲۷) فرسخ یعنی اِکیاسی (۸۱) میل ہے وہ اِن سے بھی زیادہ رئیسانہ شان سے رہتے ہیں۔ حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ اُن کو نصیحت کرنے کے اِرادہ سے چل دیئے۔ جب اُن کے پاس پہنچے تو کہا: ایک عجمی آدمی ہے جو عرب کا رہنے والا نہیں ہے آپ سے یہ چاہتا ہے کہ: آپ اُس کو دِین کی بالکل اِبتداء سے یعنی نماز کی کنجی ،وُضو سے تعلیم دیں۔ طنافسی نے کہا: بڑے شَوق سے! یہ کہ کر طنافسی نے وضو کرکے بتایا کہ اِس طرح وضو کیا جاتا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ حاتم نے اُن کے بعد وضو کیا اور دونوں ہاتھوں کو چار چار مرتبہ دُھویا۔ طنافسی نے کہا: یہ اِسراف ہو گیا، تین تین مرتبہ دھونا چاہیے۔ حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: سُبحَانَ اللهِ الْعَظِیْم میرے ایک چلو پانی میں تو اِسراف ہو گیا اور سب کچھ سامان آرائش جو میں تمہارے سامنے دیکھ رہا ہوں اِس میں اِسراف نہیں ہے؟ اُس وقت طنافسی سمجھے کہ: اِن کا مقصد تنبیہ کرنا تھا۔

❁ حضرت شیخ شہاب الدین احمد کھتوی سرکھیجی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۸۴۹ء) ایک مرتبہ سمرقند پہنچے اور اپنی عادت کے مطابق ایک مسجد میں گئے تو دیکھا کہ: ایک عالم دَرس دے رہا ہے۔ شیخ اَحمد رحمۃ اللہ علیہ کے بدن پر پھٹے پُرانے کپڑے تھے، جوتوں کی جگہ بیٹھ گئے۔ ایک طالبِ علم قرأت غلط کر رہا تھا مگر اُستاد اِصلاح نہیں کر رہے تھے۔ شیخ اَحمد رحمۃ اللہ علیہ نے طالبِ علم کو ٹوکا اب اُستاد کی آنکھ کھلی اور اُنہوں نے شیخ اَحمد رحمۃ اللہ علیہ کو بڑے اِعزاز و اِحترام سے اپنے پاس بٹھایا اور بہت سے علمی سوالات کیے۔ شیخ اَحمد رحمۃ اللہ علیہ نے ہر ایک کا معقول جواب دیا۔ جب اُستاد اُن کے علمی و دِینی مقام سے واقف ہوئے تو کہنے لگے: آپ اِتنے اُونچے عالم ہو کر پھٹے پُرانے کپڑے کیوں پہنے ہوئے ہیں؟ شیخ اَحمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: علم خود ہی ایک فخر کی چیز ہے مجھے اَندیشہ ہے کہ: لباسِ فاخرہ میرے نفس کو نہ بگاڑ دے اور اَخلاق خراب نہ کر دے۔

اِس قِسم کے بہت سے واقعات حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ اور صلحاء کے ہیں لیکن ایک بات قابلِ لحاظ ہے کہ: مباح چیزوں کے ساتھ لذّت حاصل کرنا یا اُن کی وُسعت حرام اور ناجائز نہیں ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ: اُن کی کثرت سے اُن چیزوں سے اُنس پیدا ہو جاتا ہے اور اُن کی

محبت دل میں ہو جاتی ہے پھر اُن کا چھوٹنا مشکل ہے، اُن کے فراہم کرنے کے لیے اَسباب تلاش کرنے پڑتے ہیں، آمدنی بڑھانے کی فکر ہوتی ہے اور جو شخص رُوپیہ بڑھانے کی فکر میں لگ جاتا ہے اُس کو دِین کے بارے میں مداہنت بھی کرنی ہوتی ہے، حق کے لیے زبان بھی نہیں کھلتی اُس میں بسا اَوقات گناہوں کا اِرتکاب بھی ہو جاتا ہے۔ اگر دُنیا میں گھسنے کے بعد اُس سے محفوظ رہنا آسان ہوتا تو حضورِ اَقدس صلی اللہ علیہ وسلم اِتنے اِہتمام سے دُنیا سے بے رُغبتی کی ترغیب نہ فرماتے اور اِتنی شدّت سے خود نہ بچتے کہ منقش چادر کرتا بھی بدن مبارک سے اُتار دیا۔

❋ یحییٰ بن یزید نوفلی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خط لکھا کہ: جس میں حمد وصلوٰۃ کے بعد لکھا کہ: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ باریک کپڑا پہنتے ہیں اور پتلی رُوٹی اِستعمال کرتے ہیں اور نرم بستر پر آرام کرتے ہیں، دَربان بھی آپ نے مقرر رکھا ہے حال آں کہ آپ اُونچے علماء میں ہیں، دُور دُور سے لوگ سفر کر کے آپ کے پاس علم سیکھنے آتے ہیں، آپ اِمام ہیں، مقتداء ہیں لوگ آپ کی اِتباع کرتے ہیں آپ کو بہت اِحتیاط کرنی چاہیے۔ محض مخلصانہ طور پر یہ خط لکھ رہا ہوں۔ اللہ کے سوا کسی دوسرے کو اِس خط کی خبر نہیں۔ فقط والسلام

حضرت اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اِس کا جواب تحریر فرمایا کہ: آپ کا خط پہنچا جو میرے لیے نصیحت نامہ، شفقت اور تنبیہ ہے، حق تعالیٰ شانہ تقوٰی کے ساتھ تمھیں منتفع فرمائے اور اِس نصیحت کی جزاءِ خیر عطا فرمائے اور مجھے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ خوبیوں پر عمل اور بُرائیوں سے بچنا اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہو سکتا ہے۔ جو اُمور آپ نے ذکر کیے یہ صحیح ہیں اللہ تعالیٰ مجھے توفیق عطا فرمائے۔ (لیکن یہ سب چیزیں جائز ہیں) اور اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ ---الآیۃ (سُوْرَۃُ الْاَعْرَاف، ۳۲) (کہہ دیجیے کہ: یہ بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی زینت (کپڑوں وغیرہ) کو جن کو اُس نے اپنے بندوں کے واسطے پیدا کیا اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو کس نے حرام کیا؟)

اِس کے بعد تحریر فرمایا کہ: یہ میں خوب جانتا ہوں کہ! اِن اُمور کا اِختیار نہ کرنا اِختیار کرنے سے اَولیٰ اور بہتر ہے۔ آئندہ بھی اپنے گرامی ناموں سے مجھے مشرف کرتے رہیں گے میں خط لکھتا رہوں گا۔ والسلام

کتنی لطیف بات اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمائی کہ: جواز کا فتویٰ بھی تحریر فرمایا اور اِس کا اِقرار بھی فرمایا کہ: واقعی زیادہ بہتر اِن اُمور کا ترک ہے۔

پانچویں علامت

پانچویں علامت علماءِ حق کی یہ ہے کہ: سلاطین، حکام، رؤساء سے دُور رہیں۔ بلا ضرورت اُن کے پاس ہرگز نہ جائیں، اُن کے ساتھ اِختلاط نہ رکھیں، اُن کی خوشنودی اور رضا جوئی میں نہ پڑیں، اُن کے پاس آمد ورَفت میں اُن کی چیزوں کی طرف حرص پیدا ہوگی اور اللہ نے جو کچھ دے رکھا ہے اُس کو حقیر سمجھے گا جس سے اللہ تعالیٰ کی ناشکری میں مبتلا ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے کہ: بدترین علماء وہ ہیں جو حکام کے یہاں حاضری دیتے رہتے ہیں اور بہترین حاکم وہ ہیں جو علماء کے یہاں حاضر ہوتے ہیں۔

(احیاء العلوم الدین، ربع العادات، کتاب الحلال والحرام، ج ۲، ص ۱۴۲، طبع دار الکتب المعرفۃ، بیروت)

حضرت سَری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: جب میں بادشاہ کے یہاں گیا تو واپسی پر میں نے اپنے دل کو ٹٹولا تو اُس پر میں نے ایک وَبال پایا حال آں کہ تم دیکھتے ہو کہ میں وہاں پر ہر بات پر نکیر کرتا ہوں، اُن کی رائے کی سختی سے مخالفت کرتا ہوں، اُن کا پانی تک نہیں پیتا۔ ہمارے علماء بنی اسرائیل کے علماء سے بھی بُرے ہیں کیوں کہ حکام کے پاس جا کر اُن کے لیے گنجائش نکالتے ہیں، اُن کی خوشنودی کی فکر کرتے ہیں۔

مکحول دمشقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: جو شخص قرآن سیکھے اور دِین میں تفقہ پیدا کرے پھر خوشامد اور طمع کی جہت سے سلطان کی صحبت اِختیار کرے تو وہ بقدر اپنے قدموں کے دُوزخ کی آگ میں گھستا ہے۔

ہاں! اگر کوئی دِینی ضرورت ہو تو اپنے نفس کی حفاظت اور نگرانی کرتے ہوئے جانے میں مضائقہ نہیں بل کہ بسا اَوقات دِینی مصالح اور ضرورتوں کی بناء پر جانا ہی پڑتا ہے۔

چھٹی علامت

چھٹی علامت علماءِ حق کی یہ ہے کہ: فتویٰ صادر کرنے میں جلدی نہ کریں، مسئلہ میں بہت اِحتیاط کریں، جو مسئلہ اَچھی طرح معلوم ہو اُس کو بتائیں، جس میں شبہ ہو کہہ دیں کہ: مجھے معلوم نہیں۔

❁ اِمام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: لَا اَدْرِی (یعنی نہ معلوم ہونے پر یہ کہہ دینا کہ: مجھے نہیں معلوم) نصف علم ہے۔

❁ ابوحفص نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: عالم وہ ہے کہ سوال کے وقت اِس بات سے ڈرے کہ: قیامت کو کہیں پوچھ نہ ہو کہ کہاں سے جواب دیا تھا؟

❁ ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ سے اگر کوئی مسئلہ پوچھتا ہے تو رُوتے اور فرماتے کہ: تم کو اور کوئی نہ ملا تھا کہ مجھ پر چڑھائی کی؟

❁ عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: میں نے اِس مسجد میں ایک سو بیس (۱۲۰) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے کہ: جب اُن میں سے کوئی شخص فتویٰ پوچھتا یا حدیث پوچھی جاتی تو ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ: کوئی دوسرا بھائی اِس کا جواب دے دے۔ ایک روایت اُن سے اِس طرح ہے کہ: جب کوئی سوال اُن میں سے کسی پر پیش کرتا تو وہ دوسرے کے پاس بھیجتے اور وہ تیسرے کے پاس یہاں تک کہ ہوتے ہوتے پھر اُن کے پاس آجاتا۔

❁ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اگر کوئی سوال کرتا تو فرماتے کہ: جابر بن زید رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھو اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کرو۔

❁ حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے جب کوئی سوال کرتا تو فرماتے ہمارے آقا اِمام حسن (رضی اللہ عنہ) سے پوچھو۔

راقم الحروف نے اپنے اَکابر خصوصاً سیّدی و مولائی حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد اَسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ: معمولی مسئلہ بھی کوئی دریافت کرتا تو فوراً حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں بھیجتے کہ اُن سے دریافت کرو۔ ایک مرتبہ نماز میں اِمام سے ایسی غلطی ہوئی جس کا مسئلہ بالکل ظاہر تھا لیکن فرمایا: مفتی صاحب سے دریافت کرو کہ: نماز کا اِعادہ ہوگا یا نہیں؟

ساتویں علامت

ساتویں علامت علماءِ حق کی یہ ہے کہ: اِس کو باطنی علم یعنی سُلوک کا اِہتمام بہت زیادہ ہو، اپنی اِصلاحِ قلب میں بہت زیادہ کوشش کرنے والا ہو۔ اِس سے علومِ ظاہری میں بھی ترقی ہوتی ہے۔

حضورِ اَقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اِرشاد ہے کہ: جو اپنے علم پر عمل کرے حق تعالیٰ شانہ اُس کو ایسی چیزوں کا علم عطا فرماتے ہیں جو اُس نے نہیں پڑھیں۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، از امام احمد بن عبد اللہ الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ، ذکر طبقات من جماہیر النساک والعباد، ج ۶، ص ۱۶۳، طبع دار الکتب العربیہ، بیروت)

پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی کتابوں میں ہے کہ: اے بنی اسرائیل! تم یہ مَت کہو کہ: علوم آسمان پر ہیں اُن کو کون اُتارے؟ یا وہ زمین کی جڑوں میں ہیں اُن کو کون اُوپر لائے؟ یا وہ سمندروں کے پار ہیں کون اُن پر گزرے تا کہ اُن کو لائے؟ علوم تمہارے دِلوں کے اَندر ہیں تم میرے سامنے رُوحانی ہستیوں کے آداب کے ساتھ رہو، صدیقین کے اَخلاق اِختیار کرو، میں تمہارے دلوں میں علوم کو ظاہر کروں گا یہاں تک کہ وہ علوم تم کو گھیر لیں گے اور تم کو ڈھانک لیں گے اور تجربہ بھی اِس کا شاہد ہے کہ: اہلِ اللہ کو حق تعالیٰ شانہ وہ علوم اور معارف عطا فرماتا ہے کہ: کتابوں میں تلاش سے بھی نہیں ملتے۔

راقم الحروف نے اپنے اَساتذہ سے تفسیر وحدیث کے اَسباق میں ایسے ایسے نکات سنے جو کسی کتاب میں نہیں۔ اِس دَور میں نہایت ضروری ہے کہ: طالبِ علمی ہی کے زمانہ میں کسی بزرگ سے جو عالم باعمل ہو اپنا اِصلاحی تعلّق قائم کرے اور ہر کام اُس سے دَریافت کرنے کے بعد کرے اِس کے بغیر قلب میں نور اور عمل میں رُسوخ بہت مشکل ہے۔

❁ ابو قطن کے حوالہ سے ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نقل کیا ہے کہ: مَارَأَيْتُ شُعْبَةَ قَدْ رَكَعَ إِلَّا ظَنَنْتُ أَنَّهُ نَسِيَ وَلَا سَجَدَ إِلَّا قُلْتُ نَسِيَ۔ (میں نے شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کو رُکوع میں کبھی دیکھا تو خیال گزرتا تھا کہ: بھول گئے اِسی طرح سجدہ میں یعنی رُکوع اور سجدہ طویل کرتے تھے۔) ہمیشہ صَائِمُ الدَّهر رہتے دیکھ کر لوگوں کو رحم آتا، بدن کی جلد خشک نظر آتی تھی، بڑھاپے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مشاغل کی نوعیت کسی نے دَریافت کی؟ تو کہا کہ: بھائی! صرف ایک رَکعت میں سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ پڑھ لیتا ہوں اور مہینے میں اب تین رُوزے یعنی ایامِ بیض کے رُوزوں سے زیادہ نہیں رکھا جاتا۔ (تذکرہ ۱۱۸)

❁ ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلّق لکھا ہے کہ: دن رات کے اَندر معمول تھا کہ: ایک قرآن ختم کر لیتے تھے اور ہمیشہ صَائِم رہتے۔

❁ سلیمان تیمی رحمۃ اللہ علیہ بھی صَائِمُ الدَّهر رہتے اور عموماً عشاء کے وُضوء سے فجر کی نماز پڑھ لیتے۔ (تذکرہ ۱۴۲)

❁ اِمام بخاری عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ رمضان میں تراویح کے علاوہ پچھلی رات کو نصف یا ایک تہائی قرآن تہجد میں ختم کرتے، دن میں رُوزانہ ایک قرآن ختم کرتے۔ ایک مرتبہ نماز میں بھڑ نے کئی جگہ کاٹا مگر نماز نہ توڑی۔ لوگوں نے کہا کہ: آپ نے نماز کیوں نہ توڑ دی؟ فرمایا: ایک سورۃ کی تلاوت میں مشغول تھا جی یہی چاہا کہ اِس کو ختم کرلوں۔ اِس قسم کے ہزارہا واقعات ہیں جو کتابوں میں موجود ہیں۔

آٹھویں علامت

آٹھویں علامت علماءِ حق کی یہ ہے کہ: اُس کا یقین اور اِیمان اللہ تعالیٰ کے ساتھ بڑھا ہوا ہو اور اِس کا اِہتمام اُس کو بہت زیادہ ہو۔ یقین ہی اَصل رَأْسُ الْمَال ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے کہ: یقین ہی پورا اِیمان ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس، ج۱، ص۲، طبع یادگار شیخ، کراچی)

یقین کو سیکھو! جس کی صورت یہ ہے کہ: یقین والوں کے پاس اِہتمام سے بیٹھو اور اُن کی صحبت اِختیار کرو، اُن کی اِتباع کرو تاکہ: اُس کی برکت سے تم میں یقین کی پختگی پیدا ہو۔ اِس کو حق تعالیٰ شانہ کی قدرتِ کاملہ اور صفات کا ایسا ہی یقین ہو جیسا کہ چاند، سُورج کے وُجود کا۔ اِس پر اُس کو کامل یقین ہو کہ ہر چیز کا کرنے والا صرف وہی ایک ہے اور یہ دُنیا کے سارے اَسباب اُس کے اِرادہ کے تابع ہیں جیسا کہ مارنے والے کے ہاتھ میں لکڑی کو کوئی شخص بھی دخیل نہیں سمجھتا اور جب یہ پختہ یقین ہو کہ: رُوزی کا ذمہ صرف اللہ پاک کا ہے اور اُس نے ہر شخص کی رُوزی کا ذمہ لے رکھا ہے، جو اُس کے مقدر میں ہے وہ اُس کو بہر حال مل کر رہے گا اور جو مقدر میں نہیں ہے وہ کسی حال میں بھی نہ ملے سکے گا اور جب اُس کا یقین پختہ ہو جائے گا تو رُوزی کی طلب میں اِعتدال پیدا ہو جائے گا، حرص اور طمع جاتی رہے گی جو چیز میسر نہ ہو گی اُس پر رَنج نہ ہو گا، نیز یہ یقین ہو کہ: اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ ہر بھلائی اور ہر بُرائی کا ہر وقت دیکھنے والا ہے۔ ایک ذرہ کے برابر کوئی نیکی یا بُرائی ہو تو وہ اُس کے علم میں ہے اور اُس کا بدلہ نیک یا بد ضرور ملے گا۔ وہ نیک کام کرنے پر ثواب کا ایسا ہی یقین رکھتا ہو جیسا کہ رُوٹی کھانے سے پیٹ بھرنے کا اور بُرے کام پر عذاب کو ایسا ہی سمجھتا ہو جیسا کہ سانپ کے کاٹنے سے زہر کا چڑھنا۔ وہ نیکی کی طرف ایسا ہی مائل ہو جیسا کہ

کھانے پینے کی طرف اور گناہ سے ایسے ہی ڈرتا ہو جیسا کہ سانپ بچھو سے اور جب یہ پختہ ہو جائے گا تو ہر نیکی کے کمانے کی اُس پوری رُغبت ہوگی اور ہر بُرائی سے بچنے کا پورا اِہتمام ہوگا۔

نویں علامت

نویں علامت علماءِ حق کی یہ ہے کہ: اُس کی ہر حرکت وسُکون سے اللہ تعالیٰ کا خوف ٹپکتا ہو، اُس کی عظمت اور ہیبت کا اَثر اُس شخص کی ہر اَدا سے ظاہر ہوتا ہو۔ اُس کے لباس، اُس کی عادات، اُس کے بولنے، اُس کے چُپ رہنے سے حتّٰی کہ ہر حرکت اور سُکون سے یہ بات ظاہر ہوتی ہو۔ اُس کی صورت دیکھنے سے اللہ تعالیٰ کی یاد تازہ ہوتی ہو۔ سُکون، وَقار، مسکنت، تواضع، اُس کی طبیعت بن گئی ہو۔ بے ہودگی، لغو کلام اور تکلیف کے ساتھ باتیں کرنے سے گریز کرتا ہو کہ یہ چیزیں فخر اور اَکڑ کی علامات ہیں، اللہ پاک سے بے خوفی کی دلیل ہیں۔

❁ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اِرشاد ہے کہ: علم سیکھو اور علم کے لیے سُکون اور وَقار سیکھو، جس سے علم حاصل کرو اُس کے سامنے نہایت تواضع سے رَہو، جابر علماء میں سے نہ بنو۔

❁ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اِرشاد ہے کہ: میری اُمّت کے بہترین اَفراد وہ ہیں جو مجمع میں اللہ تعالیٰ کی وُسعت رحمت سے خوش رہتے ہوں اور تنہائیوں میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے رُوتے ہوں۔ اُن کے بدن زمین پر رہتے ہوں اور اُن کے دل آسمان کی طرف لگے رہتے ہوں۔

(تخریج احادیث الاحیاء المغنی عن حمل الاسفار، کتاب العلم، الباب السادس، ص ۹۰، طبع دار ابن حزم، بیروت)

❁ حضورِ اَقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ: سب سے بہتر عمل کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ: ناجائز اُمور سے بچنا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ شانہ کے ذکر سے تیری زبان تروتازہ رہے۔

(تخریج احادیث الاحیاء المغنی عن حمل الاسفار، کتاب العلم، الباب السادس، ص ۹۰، طبع دار ابن حزم، بیروت)

❁ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ: بہترین ساتھی وہ شخص ہے کہ: اگر تو نیک کام سے غفلت کرے تو وہ تجھے متنبہ کردے اور اگر تجھے یاد ہو تو اُس میں تیری اِعانت کرے۔

(کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، حرف الصاد، کتاب الصحبۃ، الباب الثانی فی آداب الصحبۃ، ج ۹، ص ۷، ۲، طبع موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

❁ کسی نے پوچھا کہ: بُرا ساتھی کون ہے؟ اِرشاد فرمایا کہ: وہ شخص ہے کہ: اگر تجھے نیک کام سے غفلت ہو تو وہ متنبہ نہ کرے اور تو کرنا چاہے تو اُس میں تیری اِعانت نہ کرے۔

❁ کسی نے پوچھا کہ: سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اِرشاد فرمایا: جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہو۔

❁ کسی نے پوچھا کہ: ہم کن لوگوں کے پاس زیادہ تر اپنی نشست رکھیں؟ اِرشاد فرمایا: جن کی صورت سے اللہ کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

(کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، حرف الصاد، کتاب الصحبۃ، الباب الثانی فی آداب الصحبۃ، ج۹ص۸، ۱۷۸، طبع موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

❁ ایک جگہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اِرشاد ہے کہ: آخرت میں زیادہ بے فکر وہ شخص ہوگا جو دُنیا میں فکر مند رہا ہو اور آخرت میں زیادہ ہنسنے والا وہ ہوگا جو دُنیا میں زیادہ رُونے والا ہے۔

دسویں علامت

دسویں علامت علماءِ حق کی یہ ہے کہ: اِس کو زیادہ اِہتمام اُن مسائل کا ہو جو اَعمال سے اور جائز، ناجائز سے تعلّق رکھتے ہیں کہ: فلاں عمل کرنا ضروری ہے اور فلاں عمل سے بچنا ضروری ہے، اِس کام سے آخرت کا یہ نقصان ہے وغیرہ وغیرہ۔ ایسے علوم سے زیادہ بحث نہ کرتا ہو جو محض دماغی تفریحات اور تفریعات ہوں تاکہ لوگ اُس کو محقق سمجھیں، حکیم اور فلاسفر سمجھیں۔

گیارھویں علامت

گیارھویں علامت علماءِ حق کی یہ ہے کہ: شریعت کے علوم میں بصیرت رکھتا ہو، ہر ہر کام سنّت کی کسوٹی پر پَرکھ کر کرتا ہو، محض لوگوں کو دیکھ کر کہ وہ یہ کام کر رہے ہیں اُن کی تقلید نہ کرنے لگے۔ اِس لیے کہ بہت سے کام لوگوں میں خلافِ سنّت بھی رائج ہوجاتے ہیں۔ اَصل اِتباع حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاک اِرشادات کی ہے اور اِسی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ دِین کی اِتباع ہے کیوں کہ حضورِ اَقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اَفعال اور اَقوال کو اَچھی طرح سمجھنے والے تھے۔

بارھویں علامت

بارھویں علامت علماءِ حق کی یہ ہے کہ: بدعات سے بہت زیادہ نفرت رکھتا ہو اور شدّت کے ساتھ بچنے کا اِہتمام کرتا ہو۔ کسی کام پر آدمیوں کی کثرت کا جمع ہوجانا کوئی معتبر چیز نہیں ہے بل کہ اَصل اِتباع حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہے اور یہ دیکھنا ہے کہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کیا معمول رہا ہے؟ اُن حضرات کے معمولات اور اَحوال کو تلاش کرے اور اُنہیں میں منہمک رہے۔

٭ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا اِرشاد ہے کہ: دِین میں جو نئی چیزیں نکالتا ہے وہ مَردود ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فھو مردود، ج۱، ص۱۷۳، طبع یادگار شیخ، کراچی)

٭ ایک جگہ اِرشاد فرمایا کہ: جس نے بدعتی کی تعظیم کی اُس نے اِسلام کے ڈھانے پر اعانت کی۔

(المعجم الاوسط للطبرانی، باب المیم، من اسمہ محمد، ج۷، ص۵۳، طبع دار الحرمین، القاہرۃ)

اِس لیے کہ بدعتی اپنی بدعات سے اِسلام کی جڑیں کاٹتا ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے طریقوں کو مٹا کر اپنے طریقے رائج کرتا ہے، بدعتی کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی کیوں کہ وہ اپنی بددِینی کو دِین سمجھتا ہے اور اُسی پر لوگوں کو چلنے کی ترغیب دیتا ہے۔

٭ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اِرشاد ہے کہ: تم لوگ ایسے زمانہ میں ہو کہ اِس وقت خواہشات علم کے تابع ہیں لیکن عن قریب ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ: علم خواہشات کے تابع ہوگا جن چیزوں کو اپنا دل چاہے گا وہی علوم سے ثابت کریں گے۔

٭ بعض بزرگوں کا اِرشاد ہے کہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں شیطان نے اپنا لشکر چاروں طرف بھیجا۔ وہ سب کے سب پھر کر نہایت پریشان حال تھکے ہوئے واپس آئے۔ اُس نے پوچھا: کیا حال ہے؟ وہ کہنے لگے کہ: لوگوں نے تو ہم کو پریشان کر دیا۔ ہمارا کچھ بھی اَثر اِن پر نہیں ہوتا۔ ہم اِن کی وجہ سے بڑی مشقت میں پڑ گئے۔ شیطان نے کہا: گھبراؤ نہیں! یہ لوگ اپنے نبی کے صحبت یافتہ ہیں اِن پر تمہارا اَثر مشکل ہے۔ عنقریب ایسے لوگ آنے والے ہیں جن سے تمہارے مقاصد پورے ہوں گے۔ اُس کے بعد تابعین کے زمانہ میں اُس نے اپنا لشکر سب طرف بھیجا وہ سب اُس وقت بھی پریشان حال واپس آئے۔ اُس نے پوچھا: کیا حال ہے؟ کہنے لگے کہ: اِن لوگوں نے ہمیں دَق کر دیا۔ یہ عجیب قِسم کے لوگ ہیں کہ: ہماری اَغراض اُن سے کچھ تو پوری ہو جاتی ہیں مگر جب شام ہوتی ہے تو اپنے گناہوں سے ایسی توبہ کرتے ہیں کہ: ہمارا سارا کیا کرایا برباد ہو جاتا ہے۔ شیطان نے کہا: گھبراؤ نہیں! عنقریب ایسے لوگ آنے والے ہیں جن سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ وہ اپنی خواہشات میں دِین سمجھ کر ایسے گرفتار ہوں گے کہ اُن کو توبہ کی بھی توفیق نہ ہوگی وہ بددِینی کو دِین سمجھیں گے۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا کہ: بعد میں شیطان نے اُن لوگوں کے لیے ایسی بدعات نکال دیں کہ وہ دِین سمجھنے لگے۔ اِس سے اُن کو توبہ کیسے نصیب ہو؟

یہ بارہ علامات مختصر طور سے یہاں ذکر کی گئی ہیں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ علماء کو اپنا محاسبہ برابر کرتے رہنا چاہیے وہ مقتداء کہلاتے ہیں، اُن کی خرابی سے ایک عالَم بگڑ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ (آمِیْن)

علماءِ حق کی پانچ علامتیں

بعض علماء کا قول ہے کہ: پانچ اَخلاق ہیں جو علماءِ حق کی علامات میں سے ہیں اور وہ قرآن مجید کی پانچ آیتوں سے ثابت ہیں:

① خوف ہو جو اِنَّمَا يَخْشَى اللهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا۔۔۔ الآیۃ (سُوْرَۃُ فَاطِر ۲۸) سے ثابت ہے۔

② خشوع ہو جو خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا۔۔۔ الآیۃ (سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرٰن ۱۹۹) سے ثابت ہے۔

③ فروتنی ہو جو وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (سُوْرَۃُ الشُّعَرَآءِ ۲۱۵) سے ثابت ہے۔

④ حُسنِ خُلق ہو جو فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ۔۔۔ الآیۃ (سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرٰن ۱۵۹) سے ثابت ہے۔

⑤ زہد ہو جو وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا۔۔۔ الآیۃ (سُوْرَۃُ الْقَصَص ۸۰) سے ثابت ہے۔

صدیق احمد

خادم جامعہ عربیہ ہتھورا، باندہ

ایک مدرّس وعالم دین کے لیے اتنے معمولات کافی ہیں

عرضِ حال: مدرسہ سے تعلق رکھنے والے ایک عالم صاحب جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاحی تعلق رکھتے تھے۔ اپنے حالات اور معمولات لکھے اور معمولات کی زیادتی کی فرمائش کی۔

اِرشاد: حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب تحریر فرمایا: آپ کے حالات کا علم ہوا۔ دوازدہ تسبیحات اور مناجاتِ مقبول پڑھ لیا کریں بس کافی ہے۔ نماز باجماعت، تلاوت قرآن پاک کا اہتمام کیجیے۔ باقی اوقات مدرسہ کے کام میں لگے رہیں۔ کتابوں کا مطالعہ کیجیے۔ طلباء کو پڑھائیے۔

(علمی واصلاحی ملفوظات ومکتوبات، پانچواں باب (اذکار ومعمولات)، ص ۱۱۸، طبع مکتبہ دار العلوم صدیقیہ، کراچی)

دوسری فصل

اِمتحان کے پرچے بنانا ہر ایک کو نہیں آتا تحریری مشق بھی ضروری ہے

حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کو کچھ کتابوں کے اِمتحان کے پرچے بنانے تھے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی صحت ٹھیک نہیں تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ذی اِستعداد عالم صاحب جو اُس وقت مہمان بن کر تشریف لائے تھے اُن کو حکم دیا کہ: اِمتحان کے پرچے بنادیں تاکہ دُوبارہ اِس کی مدد سے پرچے بنانے میں سہولت رہے۔ اُن صاحب نے اپنی ساری قابلیت اِمتحان کے پرچے میں دِکھلا ڈالی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کوئی دیکھے تو اِن پرچوں کو! اِس طرح پرچے بنانے چاہئیں؟!! آج کل لوگ لکھ پڑھ لیتے ہیں لیکن اِمتحان کے پرچے بنانے کی تمیز نہیں ہوتی۔ اَحقر سے فرمایا کہ: جو تم نے ملفوظات مکتوبات جمع کیے ہیں اُس میں میرے بنائے ہوئے پرچے بھی داخل کرلینا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ: اِمتحان کے پرچے ایسے ہوتے ہیں۔ ایک طالبِ علم کے پرچے دیکھ کر فرمایا کہ: اِستعداد تو بڑی اَچھی ہے لیکن لکھنے کا سلیقہ بالکل نہیں ہے، آج کل عموماً طلباء کو لکھنا نہیں آتا، اِس کی مشق ہی نہیں کرائی جاتی اِس کی ضرورت ہے۔

ایک طالبِ علم نے عربی میں پرچہ حل کیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھ کر فرمایا: کوئی دیکھے تو! اِس میں کیا لکھا ہے؟ ایک جملہ بھی تو صحیح نہیں ہے، عربی کی ٹانگیں توڑی ہیں، خواہ مخواہ عربی میں لکھنے کا شَوق ہوا ہے۔

طلباء کے پرچے دیکھ کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ بہت غمگین ہوئے فرمایا کہ: یہ لوگ عالم ہو رہے ہیں اور ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم کے صحیح نام تک لکھنے نہیں آتے۔ اُردو لکھنے کا سلیقہ نہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بنائے ہوئے اِمتحان کے پرچے

پرچہ اِمتحانِ سالانہ "بیضاوی شریف"
مدرسہ جامعہ عربیہ ہتھورا، ضلع باندہ، یوپی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

السوال الاول

① بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کے جُزءِ قُرآن ہونے میں کیا اِختلاف ہے؟ اَحناف کا کیا مسلک ہے؟ اُس کی تائید میں آپ کے پاس کیا دلائل ہیں؟

② لفظِ "اَللّٰہ" کی تحقیق حسب بیانِ مفسر بیان کیجیے۔

③ رَحۡمٰن اور رَحِیۡم میں کیا فرق ہے؟ تشریح کے ساتھ تحریر کیجیے۔

السوال الثانی

ذیل کی عبارت حل کیجیے:

لَا رَیۡبَ فِیۡہِ مَعۡنَاہُ اَنَّہٗ لِوُضُوۡحِہٖ وَسُطُوۡعِ بُرۡهَانِہٖ بِحَیۡثُ لَا یَرۡتَابُ الۡعَاقِلُ بَعۡدَ النَّظۡرِ الصَّحِیۡحِ فِیۡ کَوۡنِہٖ وَحۡیًا بَالِغًا حَدَّ الۡاِعۡجَازِ لَا اَنَّ اَحَدًا لَا یَرۡتَابُ فِیۡہِ اَلَا تَرٰی اِلٰی قَوۡلِہٖ تَعَالٰی وَ اِنۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ رَیۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰی عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَۃٍ مِّنۡ مِّثۡلِہٖ فَاِنَّہٗ مَا اَبۡعَدَ عَنۡهُمُ الرَّیۡبَ بَلۡ عَرَّفَهُمُ الطَّرِیۡقَ الۡمَرِیۡحَ لَہٗ وَهُوَ اَنۡ یَّجۡتَهِدُوۡا فِیۡ مُعَارِضَۃِ نَجۡمٍ مِّنۡ نُجُوۡمِہٖ وَیَبۡذُلُوۡا فِیۡهَا غَایَۃَ جُهۡدِهِمۡ حَتّٰی اِذَا عَجَزُوۡا عَنۡهَا تَحَقَّقَ لَهُمۡ اَنۡ لَیۡسَ فِیۡہِ مَجَالٌ لِلشُّبۡهَۃِ وَلَا مَدۡخَلٌ لِلرَّیۡبَۃِ۔

(انوار التنزیل واسرار التاویل المعروف بتفسیر البیضاوی، تفسیر سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ ۲، ج۱، ص۳۶، طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت)

السوال الثالث

آیاتِ ذیل کی تفسیر حسب بیانِ مصنف بیان کیجیے:

① خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ وَعَلٰی سَمۡعِهِمۡ وَعَلٰۤی اَبۡصَارِهِمۡ غِشَاوَۃٌ ۔۔۔ الآیۃ (سُوۡرَۃُ الۡبَقَرَۃ، ۷)

② اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا سَوَآءٌ عَلَیۡهِمۡ ءَاَنۡذَرۡتَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡهُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ۝ (سُوۡرَۃُ الۡبَقَرَۃ، ۶)

③ اَللّٰہُ یَسۡتَهۡزِئُ بِهِمۡ وَیَمُدُّهُمۡ فِیۡ طُغۡیَانِهِمۡ یَعۡمَهُوۡنَ ۝ (سُوۡرَۃُ الۡبَقَرَۃ، ۱۵)

پرچہ اِمتحان سالانہ "جلالین شریف" ۱۴۱۱ھ
مدرسہ جامعہ عربیہ ہتھورا، ضلع باندہ، یوپی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

السوال الاول

وَ اِذَا جَآءَ هُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَ لَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا○ (سُوْرَةُ النِّسَآء،۸۳)

① آیت کا ترجمہ اور تشریح اور شانِ نزول بیان کیجیے۔

② اُوْلُو الْاَمْر سے کون لوگ مُراد ہیں؟

③ اِستنباط کا کیا مطلب ہے؟ اور یہ کن حضرات کا منصب ہے؟

السوال الثانی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ○ وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ○ (سُوْرَةُ الْمَآئِدَة،۸۷،۸۸)

① آیت کا ترجمہ اور تشریح کیجیے۔

② حلال چیز کو حرام کرنے کے کتنے درجے ہیں؟ اور ہر درجہ کا کیا حکم ہے؟

③ اگر کسی شخص نے کسی چیز کو زبان سے اَپنے اُوپر حرام نہیں کیا لیکن عملاً اُس سے پرہیز کرتا ہے اُس کا کیا حکم ہے؟

اور خط کشیدہ عبارت کا کیا مطلب ہے؟

السوال الثالث

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ○ (سُوْرَةُ الْاَنْفَال،۱)

① اِن آیات کا شانِ نزول بیان کیجیے۔

② اَنْفَال کا کیا مطلب ہے؟ اور اِس کا کیا حکم ہے؟

السوال الرابع

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ٥

(سُوْرَةُ النُّوْر، ۱)

① آیت کا ترجمہ اور مطلب بیان کیجیے۔

② زنا کی صرف یہی سزا ہے یا اور بھی ہے؟ اور وہ کیا ہے؟

③ زنا کے ثبوت کے لیے کتنے گواہوں کی ضرورت ہے؟ اور ایسا کیوں ہے؟

پرچہ اِمتحان سالانہ "جلالین شریف و الفوز الکبیر" ۱۴۱۲ھ
مدرسہ جامعہ عربیہ ہتھورا، ضلع باندہ، یوپی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥

"حصہ جلالین شریف"

السوال الاول

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ٥ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ـــ الآية (سُوْرَةُ الْبَقَرَة، ۱۴۲، ۱۴۳)

اِن آیات کا شانِ نزول بیان کر کے ترجمہ اور تشریح کے بعد مندرجہ ذیل اُمور کا جواب دیجیے:

① حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف نماز کتنے زمانہ تک پڑھی؟

② بیت المقدس کے بجائے خانہ کعبہ کیوں قبلہ مقرر کیا گیا؟ اور یہ تجویز کس زمانہ میں ہوئی؟

③ اُمَّةً وَّسَطًا کا کیا مطلب ہے؟ اور اِس اُمت کو اِس لقب کے ساتھ کیوں ملقب کیا گیا؟

④ عَلَى النَّاسِ کے مصداق کون لوگ ہیں؟ اور یہ شہادت کہاں ہوگی؟ اور کیوں ہوگی؟

السوال الثانی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ـــ الآية (سُوْرَةُ الْبَقَرَة، ۲۸۲)

① ترجمہ اور تشریح کے بعد بتائیے کہ: اِس میں کس چیز کا حکم بیان کیا گیا ہے؟ اور اِس حکم کا کیا درجہ ہے؟
② معاملہ اگر اُدھار ہو تو اُس کی مدّت متعین کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

السوال الثالث

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ٥ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللهُ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ٥ وَ لَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَ ازْدَادُوْا تِسْعًا ٥ (سُوْرَةُ الْكَهْف ٢٣ تا ٢٥)

① آیت کا شانِ نزول بیان کیجیے اور بتائیے کہ: اَصحابِ کہف کون لوگ تھے؟ کتنے تھے؟ کیسے تھے؟ اُن کے نام کیا تھے؟ کہف میں جانے کی کیا وجہ ہوئی؟ یہ کہف کس علاقہ میں ہے؟
② آئندہ کام کرنے پر "اِنْ شَآءَ اللهُ" کہنا واجب ہے یا نہیں؟

السوال الرابع

آیاتِ ذیل کا ترجمہ اور تشریح کیجیے:

① وَ قَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَ فِیْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّ مِنْۢ بَيْنِنَا وَ بَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۔ (سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَة ٥)

② وَ النَّجْمِ اِذَا هَوٰى ٥ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوٰى ٥ وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ٥ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى ٥ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ٥ ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ٥ وَ هُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ٥ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ٥ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ٥ (سُوْرَةُ النَّجْم ١ تا ٩)

③ نٓ وَ الْقَلَمِ وَ مَا يَسْطُرُوْنَ ٥ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ٥ وَ اِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ٥ وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ٥ فَسَتُبْصِرُ وَ يُبْصِرُوْنَ ٥ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ٥ (سُوْرَةُ الْقَلَم ١ تا ٦)

"حصہ فوز الکبیر"

السوال الخامس

حسبِ بیانِ مصنف قرآنِ کریم کے وہ علومِ خمسہ کیا کیا ہیں جن کو تنصیصاً بیان کیا گیا ہے؟ اور جنہیں مصنف نے کتاب کے بابِ اوّل میں ذکر کیا ہے۔ اُس کے بعد عبارتِ ذیل کی وضاحت کیجیے:

① وَالْحَقُّ اَنَّ الْقَصْدَ الْاَصْلِیَّ مِنْ نُزُوْلِ الْقُرْآنِ هُوَ تَهْذِيْبُ النُّفُوْسِ الْبَشَرِيَّةِ وَ دَمْغُ الْعَقَائِدِ الْبَاطِلَةِ وَنَفْيُ الْاَعْمَالِ الْفَاسِدَةِ۔ (الفوز الکبیر، الباب الاول فی العلوم الخمسۃ، ص ۱۳، طبع دار الطیبہ، کراچی)

② مِمَّا يُوْجِبُ الْخِفَاءَ : حَذْفُ بَعْضِ الْاَجْزَاءِ اَوْ اَدَوَاتِ الْكَلَامِ وَ اِبْدَالُ شَيْءٍ بِشَيْءٍ وَ تَقْدِيْمُ مَاحَقُّهُ التَّاخِيْرُ وَ تَاخِيْرُ مَاحَقُّهُ التَّقْدِيْمُ وَاِسْتِعْمَالُ الْمُتَشَابِهَاتِ وَالتَّعْرِيْضَاتِ وَالْكِنَايَاتِ لَاسِيَّمَا تَصْوِيْرُ الْمَعْنٰى الْمُرَادِ بِالصُّوْرَةِ الْمَحْسُوْسَةِ الَّتِىْ تَكُوْنُ ذٰلِكَ الْمَعْنٰى عَادَةً وَاِسْتِعْمَالُ الْاِسْتِعَارَةِ الْمَكْنِيَّةِ وَالْمَجَازِ الْعَقْلِيِّ۔

عبارت بالا کی مکمل وضاحت کریں۔ (الفوز الکبیر، الباب الثانی، الفصل الرابع، ص ۷۵، طبع دار الطیبہ، کراچی)

پرچہ اِمتحان سالانہ "بخاری شریف" ۱۴۱۱ھ
مدرسہ جامعہ عربیہ ہتھورا، ضلع باندہ، یوپی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

السوال الاول

① اِمام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کی کتابوں کی مقبولیت کے کیا اَسباب ہیں؟ اگر اِمام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی فوقیت کی وجہ اُن کا حافظہ ہے تو یہ خداداد بات ہے اِس میں اُن کے کَسب کو کیا دخل ہے؟

② اِمام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کی اِبتداء بَابُ كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحْيِ سے کی اور بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالٰى وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ پر اپنی کتاب کو ختم کیا۔ اِن دونوں میں مناسبت بیان کیجیے۔

③ اِمام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک روایت کے مقبول ہونے میں راوی کا کن اَوصاف کے ساتھ متصف ہونا ضروری ہے؟

④ تراجم قائم کرنے سے اِمام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کیا مقصد ہے؟

السوال الثانی

بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ وَهُوَ قَوْلٌ وَ فِعْلٌ وَيَزِيْدُ وَ يَنْقُصُ۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس، ج ۱، ص ۵، طبع یادگار شیخ، کراچی)

① اِیمان کی لغوی اور شرعی تعریف کیجیے۔

② اِیمان بسیط ہے یا مرکب؟ یعنی اِیمان صرف تَصْدِیْقِ قَلْبِی کا نام ہے یا تَصْدِیْقِ قَلْبِی اور اِقْرَارْ بِاللِّسَان اور عَمَل بِالْاَرْکَان کے مجموعہ کا نام ہے؟ اِس میں معتزلہ، مرجیہ، کرامیہ کا کیا مذہب ہے؟ اہلِ سنّت والجماعت کا کیا عقیدہ ہے؟

③ اِیمان میں زیادتی اور کمی کا کیا مطلب ہے؟

السوال الثالث

① غزوہ اور سریہ میں کیا فرق ہے؟

② حضور صلی اللہ علیہ وسلم کتنے غزوات میں شریک ہوئے؟

③ غزوۂ بدر، غزوۂ اُحد، غزوۂ حنین، غزوۂ خندق، غزوۂ خیبر کے مختصر حالات بیان کیجیے؟ اور بتائیے کہ: اُن کے اَسباب کیا تھے؟

السوال الرابع

بَابُ مَتٰی یَصِحُّ سِمَاعُ الصَّغِیْرِ. عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ اَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلٰى حِمَارٍ اَتَانٍ وَاَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْاِحْتِلَامَ وَرَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُصَلِّیْ بِمِنًی اِلٰى غَيْرِ جِدَارٍ فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَیْ بَعْضِ الصَّفِّ وَاَرْسَلْتُ الْاَتَانَ تَرْتَعُ وَدَخَلْتُ فِی الصَّفِّ فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَیَّ۔

(صحیح البخاری، کتاب العلم، باب متی یصح سماع الصغیر، ج۱، ص۱۷، الطبع یادگار شیخ، کراچی)

① حدیث کی تشریح کیجیے اور تَرْجُمَةُ الْبَاب سے اِس کی مناسبت ثابت کیجیے۔

② نیز بیان کیجیے کہ: اِس حدیث سے کیا کیا مسائل ثابت ہوتے ہیں؟ اور اُن میں اَئمہ کا کیا اِختلاف ہے؟

پرچہ اِمتحان سالانہ "بخاری شریف" ۱۴۱۶ھ
مدرسہ جامعہ عربیہ ہتھورا، ضلع باندہ، یوپی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

السوال الاول

① اِمام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کی کتاب "بخاری شریف" کا مختصر حال بیان کیجیے۔

② اِمام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور اِمام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے شرائط بیان کیجیے۔

③ آیت اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ كَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ وَّ النَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۔۔۔ الآیة (سُوْرَةُ النِّسَآء، ۱۶۳) کا شانِ نزول بیان کرنے کے بعد بتائیے کہ: اِس آیت کو اِمام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کس مقصد کے لیے اپنی کتاب کے شروع میں بیان کیا ہے؟

السوال الثانی

① اِیمان کے لغوی اور شرعی معنی بیان کیجیے۔

② اِیمان بسیط ہے یا مرکب؟ مع دلیل بیان کیجیے۔

③ اِیمان میں زیادتی اور کمی کا کیا مطلب ہے؟ اَحناف کا مسلک کیا ہے؟ اور اُس کی دلیل کیا ہے؟

④ اِیمان اور اِسلام میں کون سی نسبت ہے؟

السوال الثالث

① اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ وَاِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ وَاِذَا رَفَعَ رَاسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ وَرَفَعَهُمَا كَذٰلِكَ اَيْضًا۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب رفع الیدین فی التکبیرۃ الاولی، ج۱، ص۱۰۲، طبع یادگار شیخ، کراچی)

② اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي الصُّبْحَ بِغَلَسٍ۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب سرعۃ انصراف النساء من الصبح، ج۱، ص۱۲۰، طبع یادگار شیخ، کراچی)

③ قَضَى النَّبِيُّ ﷺ بِالشُّفْعَةِ فِيْ كُلِّ مَالٍ لَمْ يُقْسَمْ فَاِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ۔ (صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب بیع الارض والدور والعروض مشاعا غیر مقسوم، ج۱، ص۲۹۴، طبع یادگار شیخ، کراچی)

اَحادیث کی تشریح کے بعد اگر اِن مسائل میں اَئمہ کا اِختلاف ہے تو وہ کیا ہے؟ اور اُن کے دلائل کیا ہیں؟

السوال الرابع

جہاد کی فضیلت بیان کرنے کے بعد مندرجہ ذیل غزوات کی کچھ تفصیل اور اُن کے اَسباب بیان کیجیے۔ غزوۂ بدر، غزوۂ خندق، غزوۂ اُحد، غزوۂ حنین۔

پرچہ اِمتحان ششماہی "مسلم شریف" ۱۴۱۶ھ
مدرسہ جامعہ عربیہ ہتھورا، ضلع باندہ، یوپی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؋

السوال الاول

① اِمام مسلم ﷫ اور اُن کی کتاب کے اَحوال بیان کیجیے۔

② اِمام مسلم ﷫ اور اِمام بخاری ﷫ میں کس کو کس اِعتبار سے ترجیح ہے؟ دونوں کتابوں میں اَحادیث کی تعداد کیا ہے؟ اِن دونوں حضرات میں کس قسم کا تعلّق ہے؟

③ عَنِ ابۡنِ عُمَرَ ﷠ قَالَ کَانَ لِرَسُوۡلِ اللّٰہِ ﷺ مُؤَذِّنَانِ بِلَالٌ وَابۡنُ اُمِّ مَکۡتُوۡمٍ الۡاَعۡمٰی فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ بِلَالًا یُؤَذِّنُ بِلَیۡلٍ فَکُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا حَتّٰی یُؤَذِّنَ ابۡنُ اُمِّ مَکۡتُوۡمٍ۔
(الصحیح لمسلم، کتاب الصیام، باب بیان ان الدخول فی الصوم یحصل بطلوع الفجر، ج ۱، ص ۳۵۰، طبع یادگار شیخ، کراچی)

❶ حدیثِ پاک کا ترجمہ تحریر کرنے کے بعد بتایئے کہ: یہ دو مؤذن ہر نماز کے لیے تھے یا کسی خاص نماز کے لیے؟

❷ حضرت بلال ﷛ رات کو کیوں اَذان دیتے تھے؟ اُس وقت کون سی نماز پڑھی جاتی تھی؟ یہ اَذان اب جائز ہے یا نہیں؟

❸ حضرت بلال ﷛ اور ابن اُم مکتوم ﷛ کی اَذان میں کتنا فرق ہوتا تھا؟

السوال الثانی

عَنِ ابۡنِ عُمَرَ ﷠ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَھٰی عَنِ الۡوِصَالِ قَالُوۡا: اِنَّکَ تُوَاصِلُ؟ قَالَ: اِنِّیۡ لَسۡتُ کَھَیۡئَتِکُمۡ اِنِّیۡ اُطۡعَمُ وَاُسۡقٰی۔ (الصحیح لمسلم، کتاب الصیام، باب النھی عن الوصال، ج ۱، ص ۳۵۱، طبع یادگار شیخ، کراچی)

① ترجمہ اور تشریح کے بعد بتایئے کہ: وِصال کا کیا مطلب ہے؟ صحابہ کرام ﷡ کو اِس سے کیوں منع کیا گیا؟

افاداتِ صدیق ﷫

② اِنِّی اُطْعَمُ وَاُسْقٰی سے معلوم ہوتا ہے کہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانا کھاتے تھے اور پانی پیتے تھے اِس صورت میں روزہ کیا باقی رہے گا؟ اگر نہیں تو پھر اِس کی کیا توجیہ ہے؟

السوال الثالث

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِیُّ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى بِمِثْلِ اِسْنَادِهِمْ وَاقْتَصَّ الْحَدِيْثَ وَقَالَ فِيْهِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ مِنْ ثَلَاثِ غَرَفَاتٍ وَقَالَ اَيْضًا فَمَسَحَ بِرَأْسِهٖ فَأَقْبَلَ بِهٖ وَاَدْبَرَ مَرَّةً وَاحِدَةً۔

(الصحیح لمسلم، کتاب الطہارۃ، باب اٰخر فی صفۃ الوضوء، ج۱، ص ۱۲۳، طبع یادگار شیخ، کراچی)

ترجمہ کے بعد اُمورِ ذیل کا جواب دیجیے:

① کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں اَحناف اور شوافع کے یہاں کیا صورت ہے؟

② مسحِ رأس کا کیا طریقہ ہے؟

③ صرف اِقبال یا صرف اِدبار ہو تو مسح ہو جائے گا یا نہیں؟

پرچہ اِمتحان سالانہ "مسلم شریف" ۱۴۱۰ھ
مدرسہ جامعہ عربیہ ہتھورا، ضلع باندہ، یوپی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

السوال الاول

① اِمام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی مختصر سوانح اور اُن کی خصوصیات بیان کیجیے؟

② اِمام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور اِمام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شرائط میں کیا فرق ہے؟

③ صحیحین میں کس کو کس پر کس اِعتبار سے فوقیت ہے؟ اِس میں کسی نے محاکمہ کیا ہو تو اُس کو واضح کیجیے۔

السوال الثانی

عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ فَذَكَرَهٗ نَحْوَهٗ وَزَادَ فِيْهِ فَأُتِيْتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَاِيْمَانًا فَشُقَّ مِنَ النَّحْرِ اِلٰى مَرَاقِّ الْبَطْنِ فَغُسِلَ بِمَآءِ زَمْزَمَ ثُمَّ مُلِئَ حِكْمَةً وَاِيْمَانًا۔ (الصحیح لمسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی السموات، ج۱، ص ۹۴، طبع یادگار شیخ، کراچی)

① یہ حدیث کس واقعہ کے ذیل میں ہے؟

② سونے کے طشت کے اِستعمال کے جواز کی توجیہ کیجیے۔

③ مُمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَإِيْمَانًا کا کیا مطلب ہے؟ حکمت اور اِیمان از قبیلِ اَجسام ہیں یا اَعراض؟

④ شَقِّ صَدَر کتنی مرتبہ ہوا؟ اِس میں کیا حکمت تھی؟

السوال الثالث

اَحادیثِ ذیل کی شرح، اِن سے نکلنے والے مسائل، اِن میں اَئمہ کا اِختلاف اور اُن کے دلائل بیان کیجیے:

① كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ۔

(الصحیح لمسلم، کتاب الصلوۃ، باب التشہد فی الصلوۃ، ج ۱، ص ۱۷۴، طبع یادگار شیخ، کراچی)

② لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ۔

(الصحیح لمسلم، کتاب الزکوۃ، ج ۱، ص ۳۱۵، طبع یادگار شیخ، کراچی)

③ لَا تَحْلِفُوْا بِالطَّوَاغِيْ وَلَا بِآبَائِكُمْ۔ (الصحیح لمسلم، کتاب الایمان، باب النہی عن الحلف بغیر اللہ تعالیٰ، ج ۱، ص ۴۶، طبع یادگار شیخ، کراچی)

④ لَا عَدْوٰى وَلَا هَامَةَ وَلَا طِيَرَةَ وَأُحِبُّ الْفَالَ الصَّالِحَ۔

(الصحیح لمسلم، کتاب السلام، باب الطیرۃ والفال وما یکون فیہ من الشوم، ج ۲، ص ۲۳۱، طبع یادگار شیخ، کراچی)

⑤ نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنْ أَكْلِ ذِيْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَعَنْ كُلِّ ذِيْ مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ۔

(الصحیح لمسلم، کتاب الصید والذبائح، باب تحریم اکل کل ذی ناب من السباع، ج ۲، ص ۱۴۷، طبع یادگار شیخ، کراچی)

ترجمہ و مطلب بیان کیجیے؟

پرچہ اِمتحان سالانہ "طحاوی شریف" ۱۴۱۰ھ
مدرسہ جامعہ عربیہ ہتھورا، ضلع باندہ، یوپی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

السوال الاول

عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ رضی اللہ عنہ عَنۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الشَّیۡطَانُ فَخَلَطَ عَلَیۡہِ صَلٰوتَہٗ فَلَا یَدۡرِیۡ کَمۡ صَلّٰی فَلۡیَسۡجُدۡ سَجۡدَتَیۡنِ وَھُوَ جَالِسٌ۔

(شرح معانی الاثار المعروف طحاوی شریف، کتاب الصلوٰۃ، باب الرجل یشک فی صلوٰتہ فلا یدری اثلاثا صلی ام اربعا، ج۱، ص۲۵۵، طبع مکتبہ الشیخ، کراچی)

ترجمہ، تشریح اور مسلکِ اَحناف کی توضیح کے بعد اِمام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کا حاصل بیان کیجیے۔

السوال الثانی

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بۡنُ خُزَیۡمَۃَ قَالَ حَدَّثَنَا یَحۡیَی بۡنُ عَبۡدِ اللّٰہِ بۡنِ بُکَیۡرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِکٌ عَنۡ نَافِعٍ عَنِ ابۡنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما اَنَّہٗ کَسَا نَافِعًا ثَوۡبَیۡنِ فَقَامَ یُصَلِّیۡ فِیۡ ثَوۡبٍ وَاحِدٍ فَعَابَ ذٰلِکَ عَلَیۡہِ وَقَالَ احۡذَرۡ ذٰلِکَ فَاِنَّ اللّٰہَ اَحَقُّ اَنۡ یُّتَجَمَّلَ لَہٗ۔

(شرح معانی الاثار المعروف طحاوی شریف، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ فی الثوب الواحد، ج۱، ص۲۳۱، طبع مکتبہ الشیخ، کراچی)

حدیث کی تشریح کے بعد اَئمہ کا اِختلاف مع دلائل بیان کیجیے۔

السوال الثالث

قَالَ اَبُوۡ جَعۡفَرٍ فَذَھَبَ قَوۡمٌ اِلٰی اَنَّ الۡمُسَافِرَ بِالۡخِیَارِ اِنۡ شَآءَ اَتَمَّ صَلَاتَہٗ وَاِنۡ شَآءَ قَصَرَھَا وَاحۡتَجُّوۡا فِیۡ ذٰلِکَ بِھٰذَا الۡحَدِیۡثِ۔

(شرح معانی الاثار المعروف طحاوی شریف، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ المسافر، ج۱، ص۲۴۸، طبع مکتبہ الشیخ، کراچی)

مسافر کی نماز کے بارے میں اَئمہ کا کیا اِختلاف ہے؟ ہر ایک کا مستدل اور اِمام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان تحریر کیجیے۔

پرچہ اِمتحانِ سالانہ "مؤطا اِمام محمد" ۱۴۱۶ھ
مدرسہ جامعہ عربیہ ہتھورا، ضلع باندہ، یوپی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

السوال الاول

① مُصَنِّف اور مُصَنَّف کے حالات بیان کیجیے۔
② مؤطا میں کس قِسم کی اَحادیث بیان کی گئی ہیں؟
③ مؤطا اِمام مالک اور مؤطا اِمام محمد میں مقدم کون ہے؟ دونوں میں کیا فرق ہے؟

السوال الثانی

① حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما اَنَّهٗ كَانَ اِذَا رَعَفَ رَجَعَ فَتَوَضَّأَ وَلَمْ يَتَكَلَّمْ ثُمَّ رَجَعَ فَبَنٰى عَلٰى مَا صَلّٰى۔ (مؤطا امام محمد، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء من الرعاف، ص ۶۲، طبع اسلامی کتب خانہ، لاہور)

② عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَاهُ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ يَتَوَضَّأُ وُضُوْءً الِمَا تَحْتَ اِزَارِهٖ۔ (مؤطا امام محمد، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء فی الاستنجاء، ص ۵۰، طبع اسلامی کتب خانہ، لاہور)

❶ ترجمہ اور مطلب بیان کیجیے۔
❷ نکسیر سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ اِس میں اَئمہ کا کیا اِختلاف ہے؟ اُن کے کیا دلائل ہیں؟ اَحناف کا کیا مسلک ہے؟ مع دلیل بیان کیجیے۔

السوال الثالث

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ اِذَا عَجِلَ بِهِ السَّيْرُ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ۔
(مؤطا امام محمد، کتاب الصلوٰۃ، باب الجمع بین الصلاتین فی السفر والمطر، ص ۱۳۱، طبع اسلامی کتب خانہ، لاہور)

جَمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ کے بارے میں اَحناف کا کیا مسلک ہے؟ اِس حدیث کی توجیہ کیا ہے؟

پرچہ اِمتحانِ سالانہ "مشکوٰۃ شریف" ۱۴۰۵ھ
مدرسہ جامعہ عربیہ ہتھورا، ضلع باندہ، یوپی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

السوال الاول

① عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَيَنْصَرِفُ اَحَدُنَا وَاَنَّهُ لَيُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهٖ۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلوۃ، باب تعجیل الصلوۃ، ج ا، ص ۶۰، طبع قدیمی، کراچی)

② كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَيُصَلِّي فَتَنْصَرِفُ النِّسَآءُ مُتَلَفِّفَاتٌ بِمُرُوْطِهِنَّ مَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلوۃ، باب تعجیل الصلوۃ، ج ا، ص ۶۰، طبع قدیمی، کراچی)

③ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: اِذَا اَدْرَكَ سَجْدَةً مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَلْيُتِمَّ صَلٰوتَهٗ۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلوۃ، باب تعجیل الصلوۃ، ج ا، ص ۶۱، طبع قدیمی، کراچی)

① اَحادیث کا سلیس ترجمہ اور تشریح کے بعد ائمہ کے اِختلاف کی توضیح کیجیے۔

② اگر کوئی حدیث مسلکِ حنفیہ کے بظاہر خلاف ہو تو اُس کی توجیہ کے بعد اپنے مسلک کی مؤید حدیث پیش کیجیے۔

السوال الثانی

① قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ مِنَ التَّمْرِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ اَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ مِنَ الْاِبِلِ صَدَقَةٌ۔
(مشکوۃ المصابیح، کتاب الزکوۃ، باب ما یجب فیہ الزکوۃ، ج ا، ص ۱۵۸، طبع قدیمی، کراچی)

② عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِحَجٍّ فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَمَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَلَمْ يُهْدِ فَلْيَحْلِلْ وَمَنْ اَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَاَهْدٰى فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ لَا يَحِلُّ حَتّٰى يَحِلَّ مِنْهُمَا۔
(مشکوۃ المصابیح، کتاب المناسک، باب قصۃ حجۃ الوداع، ج ا، ص ۲۲۵، طبع قدیمی، کراچی)

اَحادیث کی تشریح کے بعد اُمورِ ذیل کا جواب دیجیے:

① زمین کی پیداوار، سونا، چاندی، اُونٹ، گائے بیل، بھینس، بکری، بھیڑ میں زکوٰۃ کب واجب ہے؟

② اُونٹ کی زکوٰۃ کا طریقہ بیان کیجیے۔

③ حج کی اقسامِ ثلٰثہ کیا ہیں؟ اور اُن کا کیا طریقہ ہے؟

④ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حج کیسا تھا؟

السوال الثالث

① لَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ سِرًّا فَاِنَّ الْغَيْلَ يُدْرِكُ الْفَارِسَ فَيُدَعْثِرُهٗ عَنْ فَرَسِهٖ۔

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب المباشرۃ، ج ۲، ص ۲۷۶، طبع قدیمی، کراچی)

② مَنْ اَعْطٰى فِيْ صَدَاقِ اِمْرَأَتِهٖ مِلْأَ كَفَّيْهِ سَوِيْقًا اَوْ تَمْرًا فَقَدِ اسْتَحَلَّ۔

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب المباشرۃ، ج ۲، ص ۲۷۷، طبع قدیمی، کراچی)

③ حُسْنُ الْمَلَكَةِ يُمْنٌ وَسُوْءُ الْخُلُقِ شُؤْمٌ۔

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب النفقات وحق المملوک، ج ۲، ص ۲۹۱، طبع قدیمی، کراچی)

اَحادیث کا ترجمہ اور مختصر تشریح کیجیے۔

پرچہ اِمتحانِ سالانہ "مشکوٰۃ شریف" ۱۴۱۶ھ
مدرسہ جامعہ عربیہ ھتھورا، ضلع باندہ، یوپی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

السوال الاول

اِذَا اَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا وَلٰكِنْ شَرِّقُوْا وَغَرِّبُوْا۔

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الطہارۃ، باب آداب الخلاء، ج ۱، ص ۴۲، طبع قدیمی، کراچی)

حدیث شریف کا مطلب بیان کیجیے اور بتائیے کہ شَرِّقُوْا وَغَرِّبُوْا پر عمل لَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا کے منافی تو نہیں ہے؟ بظاہر تو دونوں میں منافات ہے۔ سوچ سمجھ کر جواب دیجیے۔

السوال الثانی

عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ اَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم تَوَضَّأَ فَمَسَحَ بِنَاصِيَتِهٖ وَعَلَى الْعِمَامَةِ وَعَلَى الْخُفَّيْنِ۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الطہارۃ، باب سنن الوضوء، ج ۱، ص ۴۶، طبع قدیمی، کراچی)

حدیث شریف کا ترجمہ، مطلب بیان کرنے کے بعد بتائیے کہ: خط کشیدہ عبارات میں جو مسائل بیان کیے گئے ہیں اُن میں کیا اِختلاف ہے؟ اپنا مسلک مع دلیل بیان کیجیے۔

السوال الثالث

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ نَهٰى عَنِ الدُّبَّآءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ وَالنَّقِيْرِ۔

(مشکوۃ المصابیح، کتاب الاطعمہ، باب النقیع والانبذۃ، ج ۲، ص ۲۷، مطبع قدیمی، کراچی)

حدیث شریف کا مطلب بیان کیجیے اور یہ بتائیے کہ: اِس نہی کی وجہ کیا تھی؟ اب بھی ممانعت ہے یا نہیں؟

السوال الرابع

① حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حج اور عمرے کی کیا تعداد ہے؟

② حج کی اقسامِ ثلثہ کی تعریف کیجیے اور بتائیے کہ: اَحناف کے نزدیک اِن اَقسام میں کون سی قِسم اَفضل ہے؟

السوال الخامس

مصطلحاتِ ذیل کی تعریف کیجیے:

① مرسل۔ ② منقطع۔ ③ مضطرب۔ ④ مدرج۔
⑤ معنعن۔ ⑥ شاذ۔ ⑦ منکر۔ ⑧ معلل۔

پرچہ اِمتحانِ سالانہ "مشکوٰۃ شریف مع مقدّمہ و نخبۃ الفکر" ۱۴۱۳ھ
مدرسہ جامعہ عربیہ ہتھورا، ضلع باندہ، یوپی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

السوال الاول

مشکوٰۃ شریف اور صاحبِ مشکوٰۃ کے حالات تحریر کرکے مصطلحاتِ ذیل کی تعریف کیجیے:

① سند۔ ② اِسناد۔ ③ متن۔ ④ مُرسل۔ ⑤ معضل۔
⑥ منقطع۔ ⑦ مدلّس۔ ⑧ معنعن۔ ⑨ صحیح لذاتہٖ۔ ⑩ صحیح لغیرہٖ۔
⑪ حسن لذاتہٖ۔ ⑫ حسن لغیرہٖ۔ ⑬ موضوع۔ ⑭ متروک۔ ⑮ عدالت۔
⑯ غریب۔ ⑰ عزیز۔ ⑱ مشہور۔

⑲ اَسبابِ طعن جن کا تعلّق عدالت اور ضبط سے ہے کتنے ہیں؟ تفصیل سے بیان کیجیے۔

السوال الثانی

① قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا شَرِبَ الۡکَلۡبُ فِیۡ اِنَآءِ اَحَدِکُمۡ فَلۡیَغۡسِلۡہُ سَبۡعَ مَرَّاتٍ۔
(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الطہارۃ، باب تطہیر النجاسۃ، ج ۱، ص ۵۲، طبع قدیمی، کراچی)

② عَنۡ أَبِیۡ سَعِیۡدٍ الۡخُدۡرِیِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ ﷺ سُئِلَ عَنِ الۡحِیَاضِ الَّتِیۡ بَیۡنَ مَکَّۃَ وَالۡمَدِیۡنَۃِ تَرِدُھَا السِّبَاعُ وَالۡکِلَابُ وَ الۡحُمُرُ عَنِ الطُّھۡرِ مِنۡھَا قَالَ لَھَا مَا حَمَلَتۡ فِیۡ بُطُوۡنِھَا وَلَنَا مَا غَبَرَ طَھُوۡرٌ۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الطہارۃ، باب احکام المیاہ، ج ۱، ص ۵۱، طبع قدیمی، کراچی)

③ عَنۡ عُمَرَ بۡنِ الۡخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ لَا تَغۡسِلُوۡا بِالۡمَآءِ الۡمُشَمَّسِ فَاِنَّہٗ یُوۡرِثُ الۡبَرَصَ۔
(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الطہارۃ، باب احکام المیاہ، ج ۱، ص ۵۲، طبع قدیمی، کراچی)

④ عَنۡ سَوۡدَۃَ رضی اللہ عنہا زَوۡجِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَتۡ مَاتَتۡ لَنَا شَاۃٌ فَدَبَغۡنَا مِسۡکَھَا ثُمَّ مَازِلۡنَا نَنۡبُذُ فِیۡہِ حَتّٰی صَارَ شَنًّا۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الطہارۃ، باب تطہیر النجاسۃ، ج ۱، ص ۵۲، طبع قدیمی، کراچی)

اَحادیث کا ترجمہ اور تشریح کے بعد اِن سے نکلنے والے مسائل کی توجیہ کیجیے اور بتائیے کہ: اِن میں اَئمہ کا کیا اِختلاف ہے؟ حنفیہ کا کیا مسلک ہے؟ اُن کے کیا دلائل ہیں؟

السوال الثالث

① مَنْ حَمٰى مُؤْمِنًا مِنْ مُنَافِقٍ بَعَثَ اللّٰهُ مَلَكًا يَحْمِي لَحْمَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ وَمَنْ رَمٰى مُسْلِمًا بِشَيْءٍ يُرِيْدُ بِهٖ شَيْنَهٗ حَبَسَهُ اللّٰهُ عَلٰى جِسْرِ جَهَنَّمَ حَتّٰى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ۔

(مشکوۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق، ج ۲، ص ۴۲۴، طبع قدیمی، کراچی)

② أَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ ۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق، ج ۲، ص ۴۲۴، طبع قدیمی، کراچی)

③ إِيَّاكَ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيْثِ وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا۔

(مشکوۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب ما ینھی عنہ من التھاجر والتقاطع واتباع العورات، ج ۲، ص ۴۲۷، طبع قدیمی، کراچی)

السوال الرابع

صلوٰۃ، زکوٰۃ، حج، صوم، رمضان، اِن میں سے ہر باب کی دس دس اَحادیث اپنی یاد سے تحریر کیجیے۔ کتاب سے دیکھ کر لکھنے کی اِجازت نہیں۔

پرچہ اِمتحانِ سالانہ "ھدایہ اوّلین"
مدرسہ جامعہ عربیہ ھتورا، ضلع باندہ، یوپی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

السوال الاول

عباراتِ ذیل سے نکلنے والے مسائل کی توضیح، اَئمہ کا اِختلاف مع الدلائل تحریر کیجیے:

① فَإِنْ تَوَضَّئُوْا حِيْنَ تَطْلُعَ الشَّمْسُ أَجْزَأَهُمْ حَتّٰى يَذْهَبَ وَقْتُ الظُّهْرِ ۔

(الھدایہ، کتاب الطہارۃ، فصل فی الاستحاضہ، ج ۱، ص ۶۶، طبع حرمین، لاہور)

② وَإِنْ حَاذَتْهُ امْرَأَةٌ وَهُمَا مُشْتَرِكَانِ فِيْ صَلٰوةٍ وَاحِدَةٍ فَسَدَتْ صَلَاتُهٗ إِنْ نَوَى الْإِمَامُ إِمَامَتَهَا ۔ (الھدایہ، کتاب الصلوٰۃ، باب الامامت، ج ۱، ص ۱۲۷، طبع حرمین، لاہور)

③ وَالْمُحْصَرُ بِالْحَجِّ إِذَا تَحَلَّلَ فَعَلَيْهِ حَجَّةٌ وَعُمْرَةٌ وَعَلَى الْمُحْصَرِ بِالْعُمْرَةِ الْقَضَاءُ۔

(الھدایہ، کتاب الحج، باب الاحصار، ج ۱، ص ۳۱۳، طبع حرمین، لاہور)

④ وَإِنْ تَزَوَّجَ عَبْدٌ امْرَأَةً بِإِذْنِ مَوْلَاهُ عَلٰى خِدْمَتِهٖ سَنَةً جَازَ وَلَهَا خِدْمَتُهٗ۔

(الھدایہ، کتاب النکاح، باب المھر، ج ۲، ص ۳۴۹، طبع حرمین، لاہور)

السوال الثانی

❶ اُمورِ ذیل کا جواب دیجیے:

① طلاقِ صریح اور کنایہ کے اَلفاظ تحریر کیجیے اور ہر ایک کا حکم بیان کیجیے۔

② طلاقِ مغلظہ کس کو کہتے ہیں؟ اور اُس کا کیا حکم ہے؟

❷ ذیل کی صورتوں میں کتنی طلاق واقع ہوں گی؟

① اَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً۔

② اَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً قَبْلَ وَاحِدَةٍ اَوْ بَعْدَهَا وَاحِدَةٌ۔

③ اَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً قَبْلَهَا وَاحِدَةٌ۔

④ اَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً بَعْدَ وَاحِدَةٍ۔

السوال الثالث

مصطلحاتِ ذیل کی تعریف کیجیے:

❶ ماموم۔ ❷ مؤتم۔ ❸ لاحق۔ ❹ اِزار۔
❺ خمار۔ ❻ لفافہ۔ ❼ مکاتب۔ ❽ سوائم۔
❾ عُشر۔ ❿ خراج۔ ⓫ رِکاز۔ ⓬ معدن۔
⓭ دارالحرب۔ ⓮ جائفہ۔ ⓯ اُمّۃ۔ ⓰ اِحتفال۔
⓱ قارِن۔ ⓲ متمتع۔ ⓳ رَمل۔ ⓴ یوم الترویۃ۔
㉑ عرفۃ۔ ㉒ مزدلفہ۔ ㉓ تلبیہ۔ ㉔ طوافِ قدوم۔
㉕ طوافِ زیارۃ۔

پرچہ اِمتحانِ سالانہ "ھدایہ اَوّلین" ۱۴۱۲ھ
مدرسہ جامعہ عربیہ ہتورا، ضلع باندہ، یوپی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

السوال الاول

① وَيُسْتَحَبُّ لِعَادِمِ الْمَآءِ وَهُوَ يَرْجُوْهُ اَنْ يُّؤَخِّرَ الصَّلٰوةَ اِلٰى اٰخِرِ الْوَقْتِ وَاِنْ وَجَدَ الْمَآءَ يَتَوَضَّأُ وَاِلَّا تَيَمَّمَ وَصَلّٰى۔ (الھدایہ، کتاب الطہارۃ، باب التیمم، ج۱، ص۵۲، طبع حرمین، لاہور)

۲ وَمَنْ قَرَءَ فِي الْعِشَآءِ فِي الْأُوْلَيَيْنِ سُوْرَةً وَلَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ لَمْ يُعِدْ فِي الْأُخْرَيَيْنِ وَإِنْ قَرَءَ الْفَاتِحَةَ وَلَمْ يَزِدْ عَلَيْهَا قَرَءَ فِي الْأُخْرَيَيْنِ الْفَاتِحَةَ وَالسُّوْرَةَ وَجَهَرَ۔

(الھدایہ، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی القراۃ، ج۱، ص۱۱۸، طبع حرمین، لاہور)

۳ وَمَنْ تَصَدَّقَ بِجَمِيْعِ مَالِهٖ لَايَنْوِ الزَّكٰوةَ سَقَطَ فَرْضُهَا عَنْهُ اِسْتِحْسَانًا ۔۔۔۔۔۔ وَلَوْ اَدّٰى بَعْضَ النِّصَابِ سَقَطَ زَكٰوةُ الْمُؤَدّٰى۔ (الھدایہ، کتاب الزکوٰۃ، ج۱، ص۲۰۳، طبع حرمین، لاہور)

مندرجہ بالا عبارات سے نکلنے والے مسائل کی تشریح، اَئمہ کے اِختلاف کی توضیح اور اپنے مسلک کی ترجیح بیان کیجیے۔

السوال الثانی

۱ بَقَر، اِبِل، غَنَم میں زکوٰۃ کب واجب ہوتی ہے؟ اور ہر ایک کی زکوٰۃ کا کیا طریقہ ہے؟

۲ حج کی اَقسام، اُن کے اَحکام بیان کرنے کے بعد بتائیے کہ: حنفیہ کے نزدیک کون سی قِسم اَفضل ہے؟ قارن اور متمتع میں کیا فرق ہے؟ اِن سے اگر جنایت ہوجائے تو اُس کا کیا حکم ہے؟

السوال الثالث

۱ طلاقِ رَجعی، بائن، مغلظہ کی تعریف اور اُن کے اَحکام بیان کیجیے۔

۲ طلاقِ بائن کب واقع ہوتی ہے؟

۳ غیر موطوءہ پر کون سی طلاق واقع ہوتی ہے؟

۴ موطوءہ بالشبھہ پر عدّت ہے یا نہیں؟

۵ مندرجہ ذیل عبارات کی تشریح کیجیے اور ان سے نکلنے والے مسائل کی دلیل بیان کیجیے:

۱ وَلَوْ قَالَ اَنْتِ طَالِقٌ اِنْ لَمْ اُطَلِّقْكِ لَمْ يُطَلَّقْ حَتّٰى يَمُوْتَ۔

(الھدایہ، کتاب الطلاق، فصل فی اضافۃ الطلاق الی الزمان، ج۲، ص۳۸۲، طبع حرمین، لاہور)

۲ وَإِنْ قَالَ لَهَا اَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً فَمَاتَتْ قَبْلَ قَوْلِهٖ وَاحِدَةً كَانَ بَاطِلًا۔

(الھدایہ، کتاب الطلاق، فصل فی الطلاق قبل الدخول، ج۲، ص۳۸۸، طبع حرمین، لاہور)

۳ وَهِيَ (اَيِ الْكِنَايَاتُ) عَلٰى ضَرْبَيْنِ مِنْهَا ثَلٰثَةُ اَلْفَاظٍ يَقَعُ بِهَا طَلَاقٌ رَجْعِيٌّ وَلَا تَقَعُ بِهَا اِلَّا وَاحِدَةٌ وَهِيَ قَوْلُهٗ اِعْتَدِّيْ، اِسْتَبْرِئِيْ رَحْمَكِ، وَاَنْتِ وَاحِدَةٌ۔

(الھدایہ، کتاب الطلاق، فصل فی الطلاق قبل الدخول، ج۲، ص۳۸۹، طبع حرمین، لاہور)

پرچہ اِمتحانِ سالانہ "نور الانوار" ۱۴۰۸ھ
مدرسہ جامعہ عربیہ ہتھورا، ضلع باندہ، یوپی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

السوال الاول

① وَمُحَلِّلِيَّةُ الزَّوْجِ الثَّانِيْ بِحَدِيْثِ الْعُسَيْلَةِ لَا بِقَوْلِهٖ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔

(نور الانوار، حکم الخاص، ص ۱۹، طبع حقانیہ، ملتان)

یہ کس اِعتراض کا جواب ہے؟ اور اِعتراض کس کی طرف سے ہے؟ اِعتراض اور جواب کی توضیح کیجیے۔

② مندرجہ ذیل دونوں تفریعوں کا متفرع علیہ اور حاصلِ تفریع بیان کیجیے:

❶ وَلِذٰلِكَ صَحَّ اِيْقَاعُ الطَّلَاقِ بَعْدَ الْخُلْعِ۔

❷ وَوَجَبَ مَهْرُ الْمِثْلِ بِنَفْسِ الْعَقْدِ فِي الْمُفَوَّضَةِ۔

(نور الانوار، حکم الخاص، ص ۲۱ تا ۲۳، طبع حقانیہ، ملتان)

السوال الثانی

① اداء اور قضاء کی تعریف، اُن کی اَقسام مع اَمثلہ بیان کیجیے۔

② اِن دونوں عبارتوں کا متفرع علیہ بیان کرکے تفریع کا حاصل بیان کیجیے:

❶ وَلَا يُضْمَنُ الْمِثْلِيُّ بِالْقِيْمَةِ اِذَا انْقَطَعَ الْمِثْلُ اِلَّا يَوْمَ الْخُصُوْمَةِ۔

❷ وَالْقِصَاصُ لَا يُضْمَنُ بِقَتْلِ الْقَاتِلِ۔ (نور الانوار، مبحث الامر، ص ۴۲-۴۳، طبع حقانیہ، ملتان)

السوال الثالث

عِبَارَةُ النَّص، دَلَالَةُ النَّص، اِشَارَةُ النَّص، اِقْتِضَاءُ النَّص۔
چاروں کی تعریف مع اَحکام واَمثلہ بیان کیجیے۔

پرچہ اِمتحانِ ششماہی "مختصر المعانی" ۱۴۱۸ھ
مدرسہ جامعہ عربیہ ہتھورا، ضلع باندہ، یوپی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

السوال الاول

صِدق اور کِذب کی تعریف میں جمہور، نظام، جاحظ کا اِختلاف بیان کر کے ہر ایک کا مستدل بیان کیجیے اور بتائیے کہ: جمہور نے نظام اور جاحظ کے اِستدلال کا کیا جواب دیا ہے؟

السوال الثانی

مسندالیہ کے ذکر اور حذف کی وجوہ مع اَمثلہ بیان کیجیے۔

السوال الثالث

اَمثلہ ذیل کا ممثل لہ بیان کیجیے:

① سَرَّتۡنِیۡ رُؤۡیَتُكَ۔ ② فَمَا رَبِحَتۡ تِجَارَتُهُمۡ۔

③ قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ ④ وَرَاوَدَتۡهُ الَّتِیۡ هُوَ فِیۡ بَیۡتِهَا۔

⑤ اِنَّ الَّذِیۡ سَمَكَ السَّمَآءَ بَنٰی لَنَا بَیۡتًا دَعَائِمُهٗ اَعَزُّ وَاَطۡوَلُ۔

⑥ اَلَّذِیۡنَ كَذَّبُوۡا شُعَیۡبًا كَانُوۡا هُمُ الۡخٰسِرِیۡنَ۔

پرچہ اِمتحانِ ششماہی "مختصر المعانی" ۱۴۱۵ھ
مدرسہ جامعہ عربیہ ہتھورا، ضلع باندہ، یوپی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

السوال الاول

① فصاحت اور بلاغت کی تعریف اور اُن کی اَقسام مع اَمثلہ و شرائط بیان کیجیے۔

② تعقید کا کیا مطلب ہے؟ اور اُس کے اَسباب کیا ہیں؟

③ اَمثلہ ذیل میں تعقید کی وجہ متعین کیجیے:

ے وَمَا مِثْلُهُ فِي النَّاسِ إِلَّا مُمَلَّكًا　　أَبُوْ أُمِّهٖ حَيٌّ أَبُوْهُ يُقَارِبُهٗ

سَأَطْلُبُ بُعْدَ الدَّارِ عَنْكُمْ لِتَقْرَبُوْا　　وَتَسْكُبُ عَيْنَايَ الدُّمُوْعَ لِتَجْمُدَا

(مختصر المعانی، الفن الاول، تعریف فصاحت، ص ۲۰-۲۱، طبع امدادیہ، ملتان)

السوال الثانی

عبارت ذیل کو حل کیجیے:

وَلَهٗ مُلَا بِسَاتٌ شَتّٰى يُلَابِسُ الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُوْلَ بِهٖ وَالْمَصْدَرَ وَالزَّمَانَ وَالْمَكَانَ وَالسَّبَبَ فَإِسْنَادُهٗ إِلَى الْفَاعِلِ أَوِ الْمَفْعُوْلِ بِهٖ إِذَا كَانَ مَبْنِيًّا لَهٗ حَقِيْقَةٌ وَإِسْنَادُهٗ إِلٰى غَيْرِهِمَا لِلْمُلَابَسَةِ مَجَازٌ كَقَوْلِهِمْ عِيْشَةٌ رَاضِيَةٌ، وَسَيْلٌ مُفْعَمٌ، وَشِعْرٌ شَاعِرٌ، وَنَهَارُهٗ صَائِمٌ، وَنَهْرٌ جَارٍ، وَبَنَى الْأَمِيْرُ الْمَدِيْنَةَ۔ (مختصر المعانی، الفن الاول، الاسناد المجازی، ص ۵۴-۵۵، طبع امدادیہ، ملتان)

السوال الثالث

① مسند الیہ اور مسند حذف اور ذکر کے اسباب مع امثلہ بیان کیجیے۔

② امثلہ ذیل میں سے ہر ایک مثال کا ممثل لہ بیان کیجیے:

❶ قَالَ لِيْ كَيْفَ أَنْتَ قُلْتُ عَلِيْلٌ۔

❷ أُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔

❸ قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا۔

❹ وَلَوْ تَرٰى إِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔

مراجع ومصادر

شمارہ	کتاب	مصنف/مرتب	ناشر
١	القرآن کریم		
٢	تفسیر بیضاوی	ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر الشیرازی البیضاوی رحمہ اللہ	دار احیاء التراث العربی، بیروت
٣	الفوز الکبیر	مسند الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ	دار الطیبہ، کراچی
٤	صحیح البخاری	امیر المؤمنین فی الحدیث محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ	یادگارِ شیخ، کراچی
٥	الصحیح لمسلم	امام مسلم بن حجاج القشیری الخراسانی رحمہ اللہ	یادگارِ شیخ، کراچی
٦	سنن ابی داؤد	امام سلیمان بن اشعث السجستانی رحمہ اللہ	مکتبہ حسن، لاہور
٧	جامع الترمذی	امام محمد بن عیسیٰ الترمذی رحمہ اللہ	قدیمی کتب خانہ، کراچی
٨	سنن ابن ماجہ	امام محمد بن یزید القزوینی رحمہ اللہ	قدیمی کتب خانہ، کراچی
٩	شرح معانی الآثار المعروف طحاوی شریف	ابوجعفر احمد بن محمد المعروف بالطحاوی رحمہ اللہ	مکتبۃ الشیخ، کراچی
١٠	مؤطاء امام محمد	امام محمد بن حسن الشیبانی رحمہ اللہ	اسلامی کتب خانہ، لاہور
١١	مشکوٰۃ المصابیح	علامہ محی السنۃ رحمہ اللہ / علامہ محمد بن عبداللہ التبریزی رحمہ اللہ	قدیمی کتب خانہ، کراچی
١٢	مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	ابوالحسن نور الدین الملا الھروی القاری رحمہ اللہ	دار الفکر، بیروت
١٣	مسند احمد	ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل رحمہ اللہ	مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت
١٤	المعجم الکبیر للطبرانی	سلیمان بن احمد اللخمی الشامی رحمہ اللہ	ابن تیمیہ، القاہرۃ
١٥	المعجم الاوسط للطبرانی	سلیمان بن احمد اللخمی الشامی رحمہ اللہ	دار الحرمین، القاہرۃ
١٦	المعجم الصغیر للطبرانی	سلیمان بن احمد اللخمی الشامی رحمہ اللہ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
١٧	کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال	علاء الدین علی بن حسام الدین المتقی الھندی رحمہ اللہ	مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت
١٨	الترغیب والترہیب	امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری رحمہ اللہ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
١٩	البحر الزخار المعروف بمسند البزار	ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق المعروف بالبزار رحمہ اللہ	مکتبۃ العلوم والحکم، مدینہ منورہ
٢٠	حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء	امام احمد بن عبداللہ الاصبہانی رحمہ اللہ	دار الکتب العربیہ، بیروت
٢١	جامع بیان العلم وفضلہ	ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد النمری القرطبی رحمہ اللہ	دار ابن جوزی، سعودیہ
٢٢	احیاء العلوم الدین	ابوحامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی رحمہ اللہ	دار الکتب المعرفۃ، بیروت
٢٣	تخریج احادیث الاحیاء	ابوالفضل زین الدین عبدالرحیم بن حسین العراقی رحمہ اللہ	دار ابن حزم، بیروت
٢٤	الھدایہ	علی بن ابوبکر المرغینانی رحمہ اللہ	مکتبہ حرمین، لاہور
٢٥	بدائع الصنائع	ابوبکر بن مسعود بن احمد الکاسانی رحمہ اللہ	دار الفکر، بیروت
٢٦	الاشباہ والنظائر	تاج الدین عبدالوہاب بن تقی الدین السبکی رحمہ اللہ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
٢٧	نور الانوار	ابوالبرکات عبداللہ بن احمد رحمہ اللہ / احمد بن ابوسعید رحمہ اللہ	حقانیہ، ملتان
٢٨	مختصر المعانی	سعد الدین التفتازانی رحمہ اللہ	امدادیہ، ملتان
٢٩	البدایہ والنھایہ	ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری ثم الدمشقی رحمہ اللہ	دار الفکر، بیروت
٣٠	فتاویٰ رحیمیہ	مولانا مفتی سیّد عبدالرحیم لاجپوری رحمہ اللہ	دار الاشاعت، کراچی
٣١	آداب المتعلمین	حضرت مولانا قاری سیّد صدیق احمد باندوی رحمہ اللہ	مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی

یادداشت